جامیست جہاں نمائے ہر صفحہ دریں

الناظر

نمبر ۲	یکم جنوری سنہ ۱۹۱۰ عیسوی	قیمت سالانہ عہ

فہرست

38

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی۔ اے ظفر الملک علوی

و پرائیٹر (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شائع ہوا

فی پرچہ ۔۔۔

الناظر

نمبر — یکم جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

مرآۃ الاذہان

ذہنی ترقی کے لیے بے کتاب کا سبق

مکالمہ (۲)

لفظ اور معنی کا تلازم

استاد۔ لفظ کو سنکے یا کسی جگہہ لکھا ہوا دیکھ کے اُسکے معنی کیون یاد آجاتے ہین۔

سعید۔ اس لئے اُس لفظ کے وہی معنی ہین۔ مگر بعض وقت نہین بھی یاد آتے۔

استاد۔ کیون نہین یاد آتے۔

سعید۔ یاد نہین ہوتے۔ یا ہم نے اُنکو یاد نہین کیا ہی۔ یعنی اچھی طرح رٹا نہین۔

استاد۔ یہ تم غیر زبان کی لفظون کا ذکر کرتے ہو۔ مثلاً انگریزی۔ مگر اپنی زبان کی ہزارون لفظین تمکو یاد ہین اور تم اونکو کبھی نہین بھولتے۔ بھلا یہ تو بتاؤ تم نے اُنکو کب رٹا تھا۔

سعید۔ بچپن سے سنتے سنتے یاد ہو گئے ہین۔

استاد۔ مگر قرآن شریف کی آیتین اور سورے اور اُنہین جو الفاظ ہین اُنکو تم بچپن سے سنتے آئے ہو۔ اذان اور اقامت تو پیدا ہونے کے ساتھ ہی تمہارے کان مین کہی تھی

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہے۔ اسلئے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کیلئے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ مین اسٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق موکمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز
حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

مثل مشہور ہے "ایک تن آدمی ہزار تن کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت ۱۸۸۸ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمایش کی دیر ہے۔ جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ۔ زنانہ۔ ولایتی یا ہندوستانی کسی طرز فیشن یا وضع کی ہم نہایت کفایت اور خوبی کیساتھ تیار کر دینگے۔ آزمایش کیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ پیمایش کا فارم اور کپڑوں کے نمونے طلب فرمائیے

قطب الدین
مینجنگ پروپرائٹر

چھیڑ پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونو اکسچینج۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

پاتھی فون گراموفون راماگراف اوڈین بیکا چیمبر آپرا

کچھ درد ہے مطربونکی لے مین کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے مین

وکلی اور بیرو جانے کے خرید ار ونکی آسانی کیلئے خوش گلویون کے تین ہزار دو سو مختلف گانوین سے بہتر سے بہتر ریکارڈونکا انتخاب لکھنؤ مین صرف ایک یہی مرکز ہے جہان ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ مل سکتے ہین ہر سال کی شہولیا ور ریکارڈونکا موازنہ اور جانچ اسی مقام پر آزادی سے ہو سکتا ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی ترقی مین نہایت تیزی سے مصروف ہین ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے خریداری سے پہلے ہماری دوکانکی نمایش گاہ مین تشریف لاکر ہمارے مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید اسٹائل کی خیابون بیگ نمبر کے خوشنما فلاصہ ارن ملاحظہ فرمایئے ضروری سامان متعلقہ ناگنگ مشین ہارمونیم۔ باجہ۔ اسٹیل شیونگ کیس ٹارچ لمپ کیش بکس جاپانی سیگریٹ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر۔ وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہین

مینجر دی فونو اکسچینج

فرمایش کے وقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

(ان) لفظون یا ان باتون کے معنی تمکو کیون یاد نہین ؟

سعید۔ وہ تو کبھی بتلائے نہین گئے۔

اوستاد۔ لیکن ہزارون لفظین اپنی زبان کی جو تمہین یاد ہین اُن کے معنی کب بتلائے گئے تھے۔

سعید۔ ہم بچپنے سے اُن چیزون کو دیکھتے آئے ہین اور اُنکے نام بھی سنتے آئے ہین۔

اوستاد۔ ہان تو یون کہو کہ کسی چیز کو دیکھا اور اُسکا نام سُنا۔ اور یہ دو واقعہ ایک وقت مین ہوئے۔ اس لئے جب ایک ہوتا ہے اور دوسرا نہین ہوتا تو وہ یاد آجاتا ہے۔ تہین اتھیلا غور تو کرو کہ مثلاً ہاتھی (ہ ا تھ ی) بھلا ان چار یا پانچ حرفون کو یا ان سے ملکے جو آواز پیدا ہوتی ہے یا ان کے ملا کے لکھنے سے جو صورت پیدا ہوتی ہے اُسکو اتنے بڑے جانور سے کیا لگاؤ ہے۔

سعید۔ جی ہان سچ تو ہے مگر یہ وہی بات ہے کہ آپکی گھڑی دیکھ کے آپ یاد آجائین۔

اوستاد۔ یون کہو کہ قاعدہ اقتران سے ساتھی کو ساتھی یاد دلا دیتا ہے۔ اور دوسری زبان کی لفظین کیون مشکل سے یاد ہوتی ہین۔ غور کرو کہ تم اُن لفظون کو لیکر یاد کرتے ہو مثلاً ڈاگ کے معنی کتا۔

سعید۔ اسطرح یاد کرتے ہین ڈی او جی ڈاگ کے معنی کتا اور اسکو بار بار زبان سے کہتے ہین۔

اوستاد۔ ہان تو یہان ایک آواز کو دوسری آواز کے ساتھ لگاؤ پیدا کرتے ہین۔ اپنی زبان کی لفظون اور اُن کے معنون سے خود بخود لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور دوسری زبانکی لفظین یاد کرنے کے لئے لگاؤ پیدا کرنا پڑتا ہے جو لگاؤ بلا قصد و ارادہ قدرتی طریقہ سے خود بخود پیدا ہوجاتا ہے اسکو لزوم اور جو لگاؤ ارادتاً پیدا کیا جائے اُسکو التزام کہتے ہین۔ اپنی زبان کی لفظ ہو یا غیر زبان کی اسکو اپنے معنی کے ساتھ جو لگاؤ ہے ملازمت کہو۔ لفظ اور اُسکے معنی لازم

ما یہ کہے جاتے ہیں۔ اچھا یہ تو بتاؤ کل اور جز کے معنی تم جانتے ہو۔

سعید۔ کل کے معنی پوری چیز اور جز اُسکا ٹکڑا۔

اوستاد۔ بھلا مکان کے اجزا کو بیان کرو۔

سعید۔ دالان۔ کمرے۔ ڈیوڑھی۔ انگنائی۔ باورچی خانہ۔ طہارت خانہ۔ چھت۔ دیوار۔ سیڑھیاں وغیرہ۔

اوستاد۔ اور دیوار کے اجزا۔

سعید۔ اینٹ۔ چونہ۔ سرخی وغیرہ۔

اوستاد۔ اگر اینٹ۔ چونہ۔ سرخی نہ ہو تو کیا پختہ دیوار بن سکتی ہے۔

سعید۔ نہین بن سکتی۔

اوستاد۔ تو معلوم ہوا کہ کل اپنے اجزا کے بغیر نہین ہوسکتا۔ اسکو اسطرح بھی کہتے ہین کہ کل اپنے اجزا کا محتاج ہے۔ دیکھو (ایک موم کا ٹکڑا دکھاکے) یہ کیا ہے؟

سعید۔ موم ہے۔

اوستاد۔ (اسکا گولا بناکے) یہ کیا ہے؟

سعید۔ آپنے اسی موم کا ایک گولا بنایا ہے۔

اوستاد۔ (پھر ایک مکعب بناکے) یہ کیا ہے۔

سعید۔ یہ چوکھنٹی شکل ہے۔

اوستاد۔ اسکو مکعب کہتے ہین۔ مکعب وہ ہے جسکی لمبائی چوڑائی۔ موٹائی برابر ہو۔ (لمبائی چوڑائی۔ موٹائی ناپ کے بنائی جاتی ہے) اسکے بعد اوستاد ایک اسطوانہ بناکے۔ یہ کیا ہے؟

سعید۔ بیلن ہے۔

استاد۔ (ایک مخروط بناکے) یہ کیا ہے۔

سعید۔ گاجر کی شکل ہے۔

استاد - دیکھو ایک موم کے ٹکڑے سے کتنی چیزین بن سکتی ہین - ایسی چیز کو جس سے مختلف شکل کی چیزین بن سکین مادہ کہتے ہین اسی طرح سے مٹی سے کیا کیا چیزین بن جاتی ہین -

سعید - اینٹین برتن - کھلونے -

استاد - تو مٹی کو کیا کہوگے -

سعید - مادہ -

استاد - اینٹین برتن کھلونون کا مادہ - تو جو چیزین جس مادہ سے بنتی ہین وہ اُس مادہ کی محتاج ہین -

سعید - بے شک یہ معلوم ہوا کہ ہر کل اپنے جز اور ہر شے اپنے مادہ کی محتاج ہی - لیکن مادہ اور اجزا کو کیا کہین -

استاد - تمہین بتاؤ - کہ اگر مکان نہ ہوتا تو اینٹین چونہ سرخی بھی نہ ہوتے - تم کہوگے ہوسکتا ہی کہ یہ چیزین ہوتین اور مکان نہ ہوتا -

سعید - جی ہان ہوسکتا ہی - مین نے خود دیکھا ہی رام پرشاد کے بھٹے پر لاکھون اینٹون کے چٹے لگے ہین - اسی طرح سرخی کے ڈھیر اور چونے کی تغارین بھری پڑی ہین جسکو مکان بنوانا ہوتا ہے لیجاتا ہے -

استاد - نارنگی کے اجزا بیان کرو -

سعید - چھلکا پھانکین - جھلی - ریشہ - بیج -

استاد - یہ تمام اجزا نارنگی کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتے ہین ان سب سے مل کے نارنگی بنی ہے - یہ سب نارنگی سے جدا ہوکے باقی رہ سکتے ہین لیکن نارنگی باقی نہ رہیگی اس سے معلوم ہوا کہ نارنگی ان کی محتاج ہے -

سعید - بے شک - لیکن یہ بھی تو بغیر نارنگی کے نہین پائے جاسکتے -

استاد - ہان یہ کُل اور جز لازم اور ملزوم ہین ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہوئے

ہین جیسے آدمی اور اُسکے اعضا لیکن اگر ایک عضو بھی نہ ہو تو آدمی ناقص ہو جاتا ہے ۔ یعنے مکمل جیسا چاہیئے ویسا نہین رہتا ۔

اوستاد ۔ رنگ ۔ شکل ۔ بو ۔ مزہ اگر نہون تو نارنگی پائی جائیگی ۔

سعید ۔ نہین پائی جائیگی ۔ یہ سب نارنگی کے ساتھ ساتھ ہین اور اگر یہ نہون تو نارنگی بھی نہو ۔

اوستاد ۔ تو یہ بھی ایک طرح کے اجزا ہوے ۔ مگر ان کو صفات کہتے ہین ۔

سعید ۔ جی ہان ۔

اوستاد ۔ اجزا اور صفات مین کیا فرق ہے ؟

سعید ۔ چھلکا ۔ پھانک ۔ ریشہ ۔ بیج ان سب کو ہم الگ الگ کر سکتے ہین اور رنگ شکل ۔ مزا ۔ بو ۔ وغیرہ یہ الگ الگ کر کے نہین ہو سکتے ۔

اوستاد ۔ اسکو یون کہو ۔ اجزا خارج مین جدا جدا ہو سکتے ہین اور صفات کو ذہن الگ الگ پہچانتا ہے ۔

اوستاد ۔ اور ہو سکتا ہے کہ نارنگی کو تم کاٹ کے دو یا کئی ٹکڑے کر دو ۔

سعید ۔ ہو سکتا ہے ۔

اوستاد ۔ ان کو کیا کہوگے ۔

سعید ۔ نارنگی کے ٹکڑے کہین گے ۔

اوستاد ۔ ٹکڑے کو عربی مین جز کہتے ہین یہ بھی اجزا ہین ۔ ان کو کیا کہنا چاہیئے ۔

سعید ۔ کاٹے ہوے ٹکڑے ۔

اوستاد ۔ انکو مصنوعی اجزا کہو ۔ اور چھلکا ۔ پھانک ۔ ریشہ ۔ بیج قدرتی اجزا ہین ۔

اوستاد ۔ اچھا اب یہ دیکھو کہ نارنگی خاص ہے اور میوہ عام ہے اور تم بتا چکے ہو کہ عام خاص مین داخل ہے ۔ یعنے عام کی صفتین خاص مین موجود ہین کیونکہ اگر میوہ کی صفتین یعنی خوش ذائقہ پھل نارنگی مین ہوتین تو اسکو کیون میوہ کہتے ۔ اور پھر نارنگی کی خاص صفتین یعنے اُس کا

خاص مزا ـ بو ـ رنگ شکل وغیرہ جنکو ہم سمجھ سکتے ہین مگر بیان نہین کر سکتے انھین صفتون کے پائے جانے سے تو ہم کہتے ہین کہ نارنگی مین اور اور میوؤن مین فرق ہے ـ تو اب نارنگی مین دو قسم کی صفتین ہوئین میوہ کی صفتین اور نارنگی کی خاص صفتین اور یہ دونون قسم کی صفتین نہ ہوتین ۔ نارنگی نہ ہوتی تو یہ بھی اجزا ٹھہرے ـ

سعید ـ جی ہان تو اب چار قسم کے اجزا ہوئے ـ

اوستاد ـ اب ہم انکو بہ تفصیل یہان سیاہ تختہ پر لکھے ہین اور تم اپنی اپنی کاپیون مین نقل کرلو ـ اور سب قسم کے اجزا کے نام بھی بتائے دیتے ہین ـ

اجزائے طبعیہ ـ چھلکا پھانکین .... قدرتی اجزا

اجزائے صناعیہ آدھی نارنگی نارنگی کے دو ٹکڑے .... مصنوعی اجزا

اجزائے ذہنیہ ـ رنگ ـ شکل ـ مزا ـ بو .... صفات

اجزائے منطقیہ ـ میوہ کی صفتین[1] ـ نارنگی کی خاص صفتین[2] ـ مابہ الاشتراک[1] ـ مابہ الامتیاز[2]

سعید ـ ریشہ اور جھلی اور بیج کیا ہین ـ

اوستاد ـ یہ پھانک کے اجزا ہین ـ انکو اجزاء اجزا کہو ـ

(اسکے بعد ایک پتی دکھا کے) یہ کیا ہے ؟

سعید ـ نارنگی کی پتی ہے ـ

اوستاد ـ یہ بھی نارنگی کا کوئی جز ہے یا نہین ـ

سعید ـ نہین یہ نارنگی کے درخت کا جز ہے ـ

اوستاد ـ مگر اسکے ساتھ تمکو نارنگی یاد آگئی ـ جب تو تم نے کہا ـ نارنگی کی پتی ـ

سعید ـ نارنگی کے درخت مین ہم نے اسکو اور نارنگی کو ساتھ دیکھا تھا ـ

اوستاد ـ تو یون کہو کہ لزوم ہے ـ پتی لازم اور نارنگی ملزوم ـ بھلا غور تو کرو لازم

ملزوم اور جزو کل مین کیا فرق ہے ۔

سعید ۔ جزو تو ایسی چیز ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو کل ہرگز نہ ہو ۔ لازم ملزوم بھی کبھی ایسی ہی چیزین ہوتی ہین لیکن لازم ملزوم دونون خود اسی چیز مین داخل نہین ہوتے ۔

اوستاد ۔ علت بھی تو ایسی ہی چیز ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو معلول نہ ہو ۔ مثلاً اگر بڑھئی نہ ہوتا تو یہ میز جسپر تم بیٹھے ہو کبھی نہ ہوتی ۔

سعید ۔ علت ایک علٰحدہ چیز ہے اور یہ اجزا تو اوسمین موجود ہین ۔

اوستاد ۔ اجزا کل کی ذات مین داخل ہین اور علت ذات سے الگ ہے ۔ اور لازم بھی ذات سے خارج ہے ۔

اوستاد ۔ کمہار نے کھلونے کیون بنائے ۔ بڑھئی نے میز کیون بنایا ۔ تمنے قلم کو کیون تراشا ۔ ؟

سعید ۔ کمہار نے کھلونے بنائے بیچنے کے لئے ۔ لڑکون نے مول لئے کھیلنے کے لئے ۔ بڑھئی نے میز بنایا کہ اسپر لکھا جائے ۔ ہم نے قلم تراشا لکھنے کے لئے ۔

اوستاد ۔ اگر لڑکے کھیلنے کے لئے نہ مول لیا کرتے تو کیا کمہار کھلونے بناتا ۔

سعید ۔ کیون بیچارہ محنت کرتا ۔

اوستاد ۔ اور جو ہمکو لکھنے کے لئے نہ چاہیے ہوتی تو بڑھئی میز بناتا ۔ اور جو تمکو لکھنا نہ ہوتا تو کیا تم قلم کو تراشتے ۔

سعید ۔ جی نہین ۔

اوستاد ۔ جس مطلب کے لئے کوئی چیز بنائی جاتی ہے اسکو غائت کہتے ہین ۔ غائت بھی ایک طرح کا سبب ہوتا ہے اور کھلونا کس نے بنایا ۔

سعید ۔ کمہار نے ۔

استاد۔ اگر کمہار نہ ہوتا تو کھلونا نہ بنتا۔

سعید۔ کون بناتا۔ ؟

استاد۔ تو یہ بھی ایک سبب ہوا۔

سعید۔ بے شک۔

استاد۔ (دو کھلونے دکھا کے) ان دونون کا فرق بیان کرو۔

سعید۔ یہ ہاتھی یہ کھجور کا درخت ہے۔

استاد۔ یون کہو کہ یہ ہاتھی کی صورت کا کھلونا ہی یہ کھجور کے درخت کی شکل کا کھلونا ہی۔

سعید۔ میرا یہی مطلب ہی۔

استاد۔ اگر کمہار کو سمجھ نہ ہوتی تو کیا وہ کھلونے بنا سکتا۔

سعید۔ بے وقوف کیا بناتا۔

استاد۔ اچھا سمجھ بھی ہوتی لیکن اُسنے ہاتھی یا کھجور کا درخت کبھی نہ دیکھا ہوتا۔ تو وہ انکی شکلین بنا سکتا۔

سعید۔ ہرگز نہ بنا سکتا۔

استاد۔ عرب مین ہاتھی نہین ہوتا۔ انگلستان مین کھجور کا درخت نہین ہوتا۔ اگر وہان کے کمہار ایسے کھلونے بنائین تو کیونکر بنائین۔

سعید۔ تصویر یا ایسا کھلونا دیکھ کے اور کھلونے بنائیگا۔

استاد۔ ایسی چیز جسکو دیکھ کے دوسری چیز بنائی جاتی ہی اُسکو نمونہ کہتے ہین۔

سعید۔ نمونہ کو دیکھ کے چیز بنائی جاتی ہے۔

استاد۔ یہ تم نے کیا کہا۔ کمہارون کے پل پر ہم نے کبھی ہاتھی بندھے ہوے نہین دیکھا۔ مگر دیکھا کہ کمہار جھپا جھپ ہاتھی کی مورتین بنا رہے ہین۔

سعید۔ ہاتھی دیکھا تھا اُسکی صورت دل مین ہے۔

اوستاد - تو یون کہو کہ نمونہ دل مین ہے یعنی خیال یا ذہن مین ہے۔ تو اب دیکھو علت کی چار قسمین ہوئین۔ علت فاعلہ - کمہار یا اُسکا ہنر کیونکہ بے ہنر کمہار جسکو بنانے کی مشق نہ ہو کچھ نہین بنا سکتا علت صوریہ جس چیز کو بنائے یا بنایا ہو اُسکا خاکہ یا نمونہ یا خیالی تصویر جو کمہار کے دل مین تھی اور اُس نمونہ کو اُس نے اُس شے مین پیدا کیا۔ علت مادیہ - کمائی ہوئی مٹی جس سے کمہار نے اُس چیز کو بنایا۔ علت غائیہ - جس کام یا مقصد کے لئے وہ چیز بنائی گئی مثلاً کمہار نے کھلونا بچون کے کھیلنے کے لئے بنایا بس یہ خیال جب شے بنانے کے قبل یا بنانے وقت کمہار کے دل مین تھی تو علت تھی اور جب وہ شے بنکے تیار ہوئی اور اُس سے وہ کام لیا گیا تو معلول ہوگئی -

اوستاد - پلٹن کے اجزا کیا ہین -

سعید - پیادے اور اُن کے افسر -

اوستاد - ایسے اجزا کو ارکان کہتے ہین - اور ہر ایک کو رُکن -

سعید - انسان عام ہے اور احمد محمود وغیرہ خاص ان سب مجموع کا نام انسان ہے تو یہ احمد محمود وغیرہ بھی انسان کے اجزا ہوے -

اوستاد - یہ اجزا نہین ہین کیونکہ اجزا اونکو کہتے ہین جنکے ملنے کل بنا ہوا اور کل کا نام اور ہوتا ہے اور جز کا نام اور ہوتا ہے اس صورت مین کل کا نام انسان نہین ہے بلکہ ہر ایک کا نام انسان انسان جیسے احمد ویسے ہی محمود ہے -

سعید - تو ان کو کیا کہین ؟

اوستاد - انہین سے ہر ایک کو فرد اور زیادہ کو افراد اور سب کو کل افراد کہو -

سعید - تو پھر پلٹن کے ہر سپاہی کو بھی فرد کہین ؟

اوستاد - سپاہی عام اور ایک سپاہی خاص خواہ وہ کسی پلٹن کا ہو - لیکن پلٹن کا سپاہی سپاہ کا رکن ہے -

سعید۔ اور لفظ کے اجزا یعنے حرفون کو کیا کہین؟
اوستاد۔ مفردات۔ مفرد ایک اکیلی چیز کو کہتے ہین۔ مفرد کے مقابل مرکب ہے۔ مفردات کی ترکیب سے مرکب بنتا ہے۔

سعید۔ افراد۔ ارکان۔ مفردات یہ سب اجزا کی قسمین ہین۔
اوستاد۔ ہان ہین۔ مختلف حیثیتون یا اعتبارون سے ایک چیز کے بہت سے نام ہو سکتے ہین۔ مثلاً احمد کسی کا باپ ہے کسی کا بیٹا ہے کسی کا بھائی ہے کسی کا شاگرد ہے کہین کا رہنے والا ہے کسی وقت پیدا ہوا ہے۔ حیثیات اور اعتبارات کی بحث پھر کبھی ہوگی۔ ہان اتنا سمجھ لو کہ اجزا پر دو طرح پر غور کر سکتے ہین۔ ایک تو یہ کہ اُنسے ملکے مرکب پیدا ہو۔ اس صورت مین اجزا کو اجزائے ترکیبیہ کہین اور ایک یہ کہ مرکب چیز کے اجزا کو جدا کرین خواہ ذہن مین خواہ خارجی طور پر تو اس صورت مین اجزا کو اجزائے تحلیلیہ کہین گے۔ ترکیب۔ اجزا یا مفردات کے ملنے سے مرکب کا پیدا ہونا۔ تحلیل۔ مرکب کے اجزا کا جدا جدا کرنا۔

مرزا محمد ہادی۔ بی۔ اے۔

الناظر

ایک انگریزی لفظ سپکٹیٹر کا ٹھیک ترجمہ الناظر ہے۔ اٹھارہوین صدی مین انگلینڈ مین عام طور پر جہالت چھائی ہوئی تھی اور بدکاری ورندی اور اوباشی و مسخرگی کا بازار گرم تھا تو ایک پرچہ سپکٹیٹر جاری ہوا جسکے نہایت نیک اور عمدہ مقاصد اعظم یہ تھے کہ اخلاق مین ظرافت اور ذکاوت کی روح پھونکی جاے اور ظرافت اور ذکاوت مین اعتدال کی بنیاد ڈالی جائے۔ آخر کار وہ اپنے کل مقاصد مین کامیاب ہوا۔ اُس نے اعلیٰ درجہ کے مضامین کا دریا بہا دیا انشا پردازون کے لئے راستہ صاف کر دیا اور بہت مضامین نگار اور انشا پرداز ایسے پیدا کر دیے کہ جنکا مذاق سلیم تھا ایک عالم پسند

انشاپردازی کی بنیاد ایسی قائم ہوگئی کہ ملک کو بہت فائدہ پہونچا۔ مذاق سلیم اور فہم وفراست مستقیم کی ترقی ہوئی۔ اور محاسن اخلاق و پند و نصائح و حکمت کا دستور العمل آیندہ نسلون کے لئے بنادیا۔

اُسکی اس کامیابی کا یہ سبب تھا کہ اُس زمانہ مین جو ارباب علم وفضل موجود تھے اُنھون نے اُسکی اعانت پر کمر بستہ کی اور اُسکے لئے اعلیٰ درجہ کے مضامین لکھنے مین زور قلم دکھایا۔ حقائق اور واقعات کو صفائی وسادگی سے بیان کیا اور علمی مضامین اور سچی معلومات کو نہایت فصاحت و بلاغت سے لکھکر اُس مین شایع کردیا۔ جس سے پڑھنے والون کے دماغ روشن ہوئے۔ دل کو تفریح ہوئی عقل اور دانش کی افزائش ہوئی۔ پس اگر الناظر کے لئے بھی اہل علم وفضل نے دل سے یہ ارادہ کیا کہ اس رسالہ کے لئے ایسے مضامین لکھین کہ وہ پبلک کے مذاق کے موافق ہون اور عمدہ وپاکیزہ طرز تحریر مین اپنے دماغ کا زور اور طبیعت کی جولانیان دکھائین۔ اور بزرگان قوم اس رسالہ کی سرپرستی کرین اور اُسکی اشاعت مین ساعی ہون اور خریدار پیدا کرین تو ہندوستان مین یہ الناظر انگلستان کا سپکٹیٹر بنجائیگا۔

یہان یہ دستور ہوگیا ہے جو شخص رسالہ نکالتا ہے اُسکا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دیتا ہے اور اُنمین وعدے کرتا ہی کہ ہم اردو زبان مین اعلیٰ خیالات اور پاکیزہ مضامین ایسے بھردینگے جو ابتک کسی اور رسالہ کو لکھنے نصیب نہین ہوئے۔ جیسے کہ روم مین انجیر فروش بڑے مبالغہ سے اپنے انجیرون کی تعریف کرکے بیچتے ہین ایسے ہی اڈیٹر اپنے رسالہ کی تعریف کرکے بیچتے ہین جس سے خریدارون کو شوق پیدا ہوتا ہے مگر جب وہ رسالے کے ایک دو نمبر پڑھتے ہین تو اون کو معلوم ہوتا ہے کہ نہ اڈیٹر خود اس قابل ہے نہ اسکے اور مضامین نگار ایسے ممد ومعاون ہین جو اشتہار کے وعدون کا ایفا کرین۔ بس اس سبب سے روز دیکھنے مین آتا ہی کہ اخبار اور رسالہ نکلتے اور بند ہوتے ہین۔ پھر

بجاے اسکے کہ اڈیٹر یہ سمجھتے کہ ہم بازار مین کالاے کاسد لائے تھے اسلئے انکا کوئی خریدار نہین ہوا خریدارون کو الزام دیتے ہین کہ وہ عمدہ اشیا کے قدر شناس نہین - اُسلٹے چور کوتوال کو ڈانٹے - ہم کو یقین ہے کہ الناظر نے جو اپنا اشتہار دیا ہے اور اس مین وعدے کئے ہین اُنکے ایفا کرانے مین صوبہ اودھ کے اہل قلم اور صاحب کرم ممد و معاون ایسے ہون گے کہ اسکو انگلینڈ کا سپکٹیٹر بنا دینگے جسکے فوائد ہمنے اوپر بیان کئے ہین -

ذکاء اللہ

ہم اس مضمون کو تیمناً و تبرکاً درج کرتے ہین شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ صاحب مدظلہم نے ادب اردو کو وسعت دینے مین جو کوششین فرمائی ہین وہ روز روشن کی طرح تمام اہل ملک پر نمایان ہین - اُن کے علمی انہماک کا اندازہ ذیل کے اِن چند جملون سے کیا جا سکتا ہی جو اُنھون نے مندرجہ بالا مضمون کے ساتھ ہمین مخاطب کرکے تحریر فرمائے تھے -

"تین امراض مین پیرانہ سالی مین مبتلا ہون کہ موت ہی ان کا علاج کریگی - ان مرضون کے ساتھ یہ ایک مرض بھی لگا ہوا ہے کہ صبح کوئی نہ کوئی مضمون لکھا کرتا ہون "

ہمین مولانا کی پچھلی تحریر سے یہ معلوم کرکے بڑا صدمہ ہوا کہ آیندہ وہ رسالون اور اخبارات مین مضامین لکھنا موقوف فرمادینگے اور چونکہ انکا یہ ارادہ نتیجہ ہے اُس بے ترتیبی کا جو اُن کے جسمانی نظام مین پیدا ہو گئی ہے اسلئے بجز سکوت و خاموشی چارۂ کار نہین - پھر بھی ہمکو امید ہے کہ جب کبھی اُن کی صحت اجازت دیگی اور وہ اپنے اس ارادہ مین تبدیلی جائز قرار دینگے تو الناظر بھی اُن کے رشحۂ فیض سے سیراب ہوگا -

جو قیمتی پند و نصائح مولانا نے اس مضمون مین فرمائے ہین اُن کی ہم دل سے قدر کرتے ہین اور جہانتک ہمارا تعلق ہے ہم اُن پر تعمیل کرنیکی کوشش کرینگے - مگر جن باتون کا تعلق ہمارے برادران وطن سے ہے اُن کے متعلق ہم بجز اسکے کچھ نہین عرض کرسکتے کہ ہمین اُنکی ذات سے بہت امیدین ہین -

گذشتہ چھ ماہ مین الناظر کو جو کامیابی ہوئی ہے اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہم اس مہینہ سے رسالہ کا حجم بقدر ایک جزکے بڑھانے کے قابل ہوئے ہین اور ہم اپنی دفادارانہ کوششون کی قدردانی پر بھروسہ کرکے یہ امید رکھتے ہین کہ آیندہ سال سے پہلے پہلے ہم نہ صرف قیمت مین کمی کر سکینگے بلکہ حجم مین مزید اضافہ کرنیکے قابل ہو جاینگے۔ اڈیٹر

برسات کی اندھیری رات

یہ لاجواب نظم جو آج ہم درج الناظر کرنے کی عزت حاصل کرتے ہین اُسی نازک دماغ اور پرزور قلم کی فکر طرادش کا نتیجہ ہے جسنے میدان شوخ نگاری مین کبھی اودھ پنچ کے کالمون مین ' فلک سیر ' بنکر ۔ ولیم میک پیس تھیکرے کا رنگ پھیکا کیا کبھی اخبار آزاد کی شکل مین مانشیور بلتیا ٹن شیردل کی پولٹیکل نثاری کے دھوین اڑا دیئے ۔ جسنے میدان نظم مین اپنی گلفشانیون سے جب داد سخنوری دی تو ترانہ شوق کی سی نادر مثنوی لکھکر لارڈ بائرن اور شیلی کے سے چلبلے اور پرلطف قلمون کو شرما دیا۔

جناب منشی احمد علی صاحب شوق کے زبان اردو پر جو احسانات ہین وہ مخفی نہین اور نغز گویان سخن کی نظرون مین جو بلند مرتبہ اُنکو حاصل ہے اُسکے لحاظ سے ہمارا اُن کے متعلق زیادہ عرض کرنا " چھوٹا منہہ بڑی بات " کا مصداق ہوگا۔ ہم صرف اُس رنگ کے متعلق جو خاص اس نظم مین جناب موصوف نے اختیار کیا ہے مختصراً کچھ عرض کرنے کی جرأت کرتے ہین اور یہ اس لیے کہ نئے طرز کے دلدادہ " کاتا اور لے دوڑے " چھوڑکر اُن کے کلام سے سبق حاصل کرین حق یہ ہے کہ جس شخص کو زبان اردو پر ایسی ہی دستگاہ اور اردو شاعری مین انتہا ہی کمال حاصل نہ ہو جیساکہ ہمارے محترم بزرگ جناب شوق کو ہے اُسکو ایسے رنگ مین قلم اُٹھانا جو ہماری زبان مین ایک حد تک نیا ہو بالکل فضول ہے ۔ یہہ نیا رنگ جسمین ابتداءً مولانا حالی مدظلہ نے قبولیت عام حاصل کی ۔ تخییل قدیم کی پابندی کرنے والا گروہ ۔ اس عروس نو کی چوڑیان ٹھنڈی کرنے کو

ہمیشہ تیار رہا اور اب تک ہے - مگر رفتار زمانہ اسکا ساتھ دے رہی ہے - اور آئندہ دور اس قسم کی شاعری کے لئے نہایت امید پرور اور ہمت افزا نظر آتا ہے -

مولانا حالی - جناب داغ - اور حضرت امیر مینائی کے اکثر شاگردون نے اس نئے طرز سخن مین اپنا اپنا زور قلم دکھایا اور بعض اصحاب کو ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی -

مگر حقیقت یہ ہے کہ شاعری مین سائنس واقفیت اور فطرت کا رنگ اس سے بہتر اور واضح کسی کے کلام مین پایا نہین جاتا جیسا کہ ترانہ شوق کے فاضل مصنف کی نظمون مین ہوتا ہے اور سب سے بڑا لطف یہ ہے کہ "تخیل قدیم" اور پرانی شاعری کے حدود سے کلام کسی جگہ گرا نہین ہے اور بہمہ وجوہ عیبون سے پاک ہے -

کون مانتا جو نظمین اس نئے طرز مین جسکو نیچرل شاعری کے مبارک نام سے تعبیر کرتے ہین جدت پسند اور نازک خیال نوجوانان ملک کے قلمون سے نکل رہی ہین اُن مین سو مین دس نظمین کبھی ایسی نہین دکھائی دیتین جنین مناظر قدرت کا سچا فوٹو اور جذبات فطرت کی پوری پوری تصویر آنکھون کے سامنے ہو - کبھی زبان کی خامی - کبھی فن سے ناواقفیت کبھی مشق سخن کی کمی - شاعر کو اپنے ادائے خیال سے قاصر رکھتی یا طرز ادا کو بھدا اور بدنما کر دیتی ہے - بخلاف اُن کے جناب شوق کی طبع آزمائیون کے جو نمونے ہماری نظر سے گذرے ہین انسے صاف نتیجہ ہے کہ ایک نادر الکلام اور پختہ مشق شاعر اس قسم کے مطالب کس خوبی سے پوری واقفیت کے رنگ مین ہماری پرانی زبان مین اور پرانے حدود کے اندر رہکر نظم کر سکتا ہے اور داد سخنوری دے سکتا ہے -

نازک مسائل علمی کو لباس نظم پہنانا کوئی آسان مشغلہ نہین ہے - اور ہماری زبان کا سرمایہ شاعری اس قسم کے لٹریچر سے تقریبًا بالکل خالی ہے - لہذا یہ معلوم کر کے ہمین بیحد مسرت ہے کہ جناب شوق ایک مطول نظم "سائنس اور ریلیجن" کے عنوان سے تحریر فرما رہے ہین ہم امید

کرتے ہین کہ اپنے فاضل بزرگ جناب شوق کے خوان نعمت کی ریزہ چینی کا فخر الناظر کو حاصل رہیگا۔ اور اسکے اوراق اُن کے بیش بہا کلام سے برابر زینت پاتے رہینگے۔

اڈیٹر

رات اندھیری اور اُس پر سایۂ ابر سیاہ • … راستا ڈھونڈھے نہین پاتی کسی جانب نگاہ

ہین تو آنکھین میرے چہرے مین مگر گویا نہین … پتلیان آنکھون مین ہین لیکن نظر گویا نہین

ابر کی چادر کے نیچے سب ستارے چھپ گئے … شب کی تاریکی بلا تھی۔ ڈر کے مارے چھپ گئے

برق کی مشعل اُدھر چمکی اِدھر گُل ہوگئی … اتنی ظلمت چھا گئی اُس پر کہ دبکر کھو گئی۔

کچھ نظر آتے ہین جگنو۔ نام کو ہے جن مین نور … اُن پہ بھی ظلمت ہے غالب اور اگر ہین بھی۔ تو دور

نور کچھ دیتا قمر وہ بھی نہین ہے آج کل … حاجب اُس مین اور نظارے مین ہین آنچل

یا تو کردے منتشر اِس ابر کو تو او ہوا … یا بڑھادے اس پر اپنے جبر کو تو او ہوا

سلسلہ بجلی کا قائم کرکے روشن ہو جہان … ہو زمین پیشِ نظر پیہان ... ہے تو آسمان

بادلون کو دم نہ لینے دے یہ ٹکراتے رہین … برق کے جلوے زمین تک بنکے نور آتے رہین

بن گئی رعد او ہوا۔ تو نے ستم ہی کر دیا … میرے بچون کے دلون کو خوف سے کیون بھر دیا

اُڑ گئی نیند اِنکی آنکھون سے۔ یہ چونکے۔ رو اُٹھے … تھرتھرائے۔ خوف سے سہمے۔ پریشان ہو اُٹھے

ہند کی فطرت پہ شاید کچھ نظر تجھکو نہین … عورتون کے دل ہین نازک۔ یہ خبر تجھکو نہین

گھر کی رہنے والیان۔ مُرغِ قفس کی طرح بند … انکی عقلین کیا ہون روشن۔ انکی آنکھون کیا بند

چھوٹے چھوٹے انکے دل مغلوب ہین اوہام سے … کانپ اُٹھتی ہین یہ ہر فرضی بلا کے نام سے

صرف چلنے ہی مین ہے بس او ہوا چالاک تو … جسم مین اعضا نہین دیکھے سُنے کیا خاک تو

کاش نیچر کیمیا ایسی سکھا دیتا کہ پھر … تیرے اجزا کو جدا کرکے مین کرتا منتشر

تب تو خلقت کے ڈرا دینے سے رہتی باز تو … مجتمع ہوکر نہ بنتی خوف کی آواز تو

اور بادل آ گیا گھر کر کہ ظلمت بڑھ گئی … تیرگی پر تیرگی کی دوسری تہ چڑھ گئی

شمع بھی گل ہوگئی اور پیچ[1] بھی ملتی نہین … کون ڈھونڈھے۔ میری بیوی خوف سے ہلتی نہین

[1] یا سلائی۔

یہ سمجھتی ہے۔ بلا اس گھر کے ہر کونے مین ہی
جو مفر ہے۔ منھ چھپانے اور چپ ہونے مین ہی

گرچہ ڈر انسان کی فطرت مین داخل ہی ضرور
لیکن اتنا ڈر ہے فہم جاہلانہ کا قصور

نفس ظلمت۔ صرف ظلمت ہی۔ یہ ڈر کی شے نہین
واہمہ کرتا ہی خائف۔ گرچہ وہ کچھ ہے نہین

وہم کو خلاق کرتا ہی فقط ضعف دماغ
کیا کرے ظلمت جو علم اُس مین کرے روشن چراغ

رات جائے وقت سے پہلے یہ ممکن ہی نہین
سورج آئے وقت سے پہلے یہ ممکن ہی نہین

اُن پہ ہے پابندی قانون قدرت لازمی
کر چکی اُن پر جسے نیچر کی حکمت لازمی

وہ گیا۔ یہ ان فطری حکمون کی حکمت سے نہین
منحرف مثل بشر قانون قدرت سے نہین

او زمین کیون ہوگئی تو شکل گردی سے حجاب
تیری گردش سے ہوا پردے مین پنہان آفتاب

کاش وہ پنہان نہ ہوتا اور نہ شب ہوتی کبھی
چھپین کر ظلمت نہ لطف نور کو کھوتی کبھی

پڑ چلین بوندین۔ برس جائے جو کھل کر ابر تر
کم ہو ظلمت۔ چپ ہو رعد۔ اور ہون ستارے جلوہ گر

آسمان پر یون نظر آئین ستارے بے حجاب
نیلگون پانی پہ ہون جسطرح دریا مین حباب

شک یہ ہو۔ آبی دوپٹا ہے کسی کا آسمان
سیم وزر کے کچھ ستارے اُسپہ ہین کچھ پھلیان

کاش اس دم زور دکھلائے کشش اشجار کی
کھینچ لے ساری رطوبت ابر دریا بار کی

صورت پنبہ اُڑے بادل جو خشک آب سے
سرد ہو بجلی کی گرمی۔ باز آئے تاب سے

بڑھ گئی بارش تو چھت ٹپکی۔ یہ اور آفت ہوئی
کسطرف کھینچون۔ مسہری کیا ہوئی زحمت ہوئی

گر پڑا وہ گھر کسی کا۔ وہ گری بجلی کہین
وہ کڑک! وہ روشنی آئی فلک سے تا زمین

الامان! بجلی یہ کیا ہے۔ قہر ہے اللہ کا
روکنے والا نہین ہے کوئی اسکی راہ کا

خیر۔ بادل اُڑ گیا۔ تارے نظر آنے لگے
ہٹ گیا پردہ تو دیدے اپنے چمکانے لگے

حق نے پیدا ان ستارون مین چمک کیا خوب کی
قمقمون سے زینت سقف فلک کیا خوب کی

کہکشان مین ہوگئے یکجا ستارے کس قدر
اُن کا پرتو ہے عیان گو خود کم آتے ہین نظر

سقف کہکر ہم نے کیون مانا وجود آسمان
ظلمت حد نظر سے ہے نمود آسمان

آسمان ہو یا نہ ہو۔ ہمکو زمین سے کام ہے ہم یہین کے رہنے والے ہین نہین سے کام ہے
یہ قمر پیکر نہین لیکن کرہ تو ہے ضرور یہ بھی ہے سیار گو اس مین نہین زہرہ کا نور
چاہیے جیسی یہ زمین ہو۔ گھر کے آئے پھر نہ ابر خلق کی نظرون سے تارون کو چھپا بے پھر نہ ابر
اس ہوا کو کاش بحر اپنے بخارات اب نہ دے ہو جو دینا ہی تو دے وہ دن کو۔ وقت شب نہ دے
وہ موذن نے اذان دی۔ آگیا وقت غلس[1] شوق مسجد کو چلو۔ اللہ بس باقی ہوس

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

زبان اردو کی بیکسی اور بے وارثی

افسوس صد افسوس کہ اس بیکس اور دیرینہ پیرزال کا کوئی وارث اب ایسا نہین نظر آتا جو اسکی صحت اور مرض یا موت اور حیات کا نگران اور پرسان ہو اور اسکی سلامتی کو عزیز رکھتا ہو اور اگر ہوگا بھی کوئی تو وہ خود اپنا مرحلہ عمر طے کر چکا ہوگا۔ اتنی قوت نہ رکھتا ہوگا کہ اس ضعیفہ قریب السکرات کو حوادث زمانہ حال سے بچا سکے۔ اسوقت مین جو کوئی اس درماندہ کی فریاد رسی کرے اور دستگیر ہو وہ نہایت مردانہ مرد ہے۔ مین نے ایک وقت مین اسکو دیکھا تھا کہ جوش جوانی سے مدہوش اور اپنے ادا ہاے معشوقانہ سے دلربا و جانفریب عالم ہو رہی تھی۔ نگاہین خلق کی اسکے نظارہ جمال کی مشتاق رہتی تھین تا اینکہ علما و فضلا و زہاد و اتقیا اس کے دلدادہ تھے۔ مشاطہ خیالات عالیہ نے بہر ہفت بلاغت اسکو ایسی عروس یا اردوس یعنی باسامان بنا رکھا تھا۔ کہ توانگران دولت سخن فہمی و نکتہ رسی درہم و دینار اور نقرہ و طلا و جواہر کیا نقد جان و دل اسکی رونمائی مین نثار کرنے کو تیار رہتے تھے۔ وہ وقت کون تھا۔ دور سریرآرائے فرمانروایان دہلی و لکھنؤ تا عہد بہادر شاہ و واجد علی شاہ۔ ان دونون فرمانروایون کے زمانہ دولت مین قریب قریب سن شعور کو مین پہونچ چکا تھا۔ اور گروہ دبیران و شاعران کامل

[1] غلس بفتحتین۔ آخر شب کی تاریکی جو نماز صبح کا اول وقت ہے۔

ضرور و غالب و ذوق و ناسخ وغیرہ اساتذہ زبان اُردو کا کسی قدر زمانہ دیدہ اور اسوقت کے لائق اور سخن فہم امرا کا صحبت برداشتہ ہون - گو خود لیاقت وکمال انشاپردازی وشاعری ست سے بے بہرہ ہون - مگر کاملین موصوفہ بالا اور اُن سبکے تابعین اور تلامذہ نامی کے حسن کلام وترکیب سخن کا میرا حافظہ ابتک کسیقدر محیط ہے - اور میری قوت سامعہ وباصرہ انھین لوگون کی زبان اور محاورات اور ترکیب نظم ونثر اور اصطلاحات اور کلام روزمرہ کے سننے اور دیکھنے کی خوگر ہورہی ہے - اور جب تک اُن لوگون کی عبارت یا کلام نظم نگاہ توقیر اور اعتبار سے دیکھا جاتا ہی - تب تک اِس زمانہ کے کاملین نثر ونظم کو مستند زباندان اردو سے معلےٰ نہین سمجھ سکتا اور انکے قول سے استناد کرنا بمقابلہ اُن کے قول کے صحیح اور واجب نہین جانتا اور وقت ضرورت طبیعت انھین متقدمین کے کلام سے سند اور استناد کی متلاشی ہوجاتی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ مین وضع اور اختراع اور اصلاح زبان اردو کی عمر طبیعی کا اندازہ اپنے خیال وفہم کے ایما سے اسی عہد تک کرتا ہون - جب تک بہادر شاہ اور واجد علی شاہ اپنی اپنی جگہہ پر کارفرما تھے - اور اس دور کے ہمنشیون اور شعرا اردو اور امرا سخن فہم اور نکتہ رس کی ہستی سے ہستی زبان اردو سے معلےٰ کو اپنی صحت اور سلامت مین فروغ تھا اور اہل سخن کے کلام کی غلطی اور صحت کی نثر ونظم مین تحقیق وپرسش ہوتی تھی اور خوش بیانی اور خوش تقریری ایک شاخ علم ادب و آداب صحبت کی گنی جاتی تھی - اور اس صفت مین لوگ موصوف اور مشہور ہوتے تھے - اب اُس آراستگی اور اصلاح زبان اردو کا دروازہ بند ہوگیا - اور صحت اور ترکیب کلام نثر ونظم کی دیکھہ بھال اور پرسش جاتی رہی - اور نہ اب وہ مادہ اور قوام جس سے اس شاہد رعنا یعنی اردو سے معلےٰ کے پیکر نازنین کی تخلیق ہوئی تھی - کسی کے طرز عمل مین پایا جاتا ہی - پس زبان اردو کو انھین متقدمین صاحبان نظم ونثر کی زبان مختار پر محدود سمجھنا چاہیئے اور اپنی طرف سے کوئی جدت اور مداخلت ترکیب نظم ونثر واصطلاح ومحاورات والفاظ اردو مین نہ کرنا چاہیئے

اب ہمارا دعویٰ وحوصلہ زبان طرازی وسخن آفرینی وزباندانی اردو کا گونگے کو دعوی فصاحت کرنا ہے - کیونکہ اب ہم مین فیصدی دس کو بھی اس زبان کی اصلاح اور ایجاد کا مادہ نہین میسر ہے - وہ مادہ کیا ہے علم ادب وعلم معانی وبیان وغیرہ کے مسائل وچھون سے ساتھ الفاظ اور محاورات اور اصطلاحات عربیہ وفارسیہ کو زبان ہندی مین شامل کرکے اپنے روزمرہ بول چال کو سلیس اور بلیغ اور فصیح کرنا - اب ہم مین ایسے بہت ہی کم لوگ ہین جو ان علوم اور محاورات اور اصطلاحات فارسیہ وعربیہ پر عبور کامل رکھتے ہون اور کیونکر عبور ہو جو علت غائی اس زبان کی آراستگی کی تھی اور جو طبیعت کو اس زبان کے حاصل کرنے پر آمادہ ومشتاق کرتی تھی وہ علت ہی مفقود ہوگئی -

واضح رہے کہ ہر شے کے موجد کی اُس شے کے ایجاد سے کوئی علت غائی ضرور ہوتی ہے - اور علت غائی بغیر اور تین علتون کے حاصل نہین ہوتی اور اُنکا ہونا ضروری اور لازمی ہے - اب مجھکو اس جگہہ ان چارون علتون کی تشریح وتوضیح کردینا ضروری ہوا -

علت کے حاصل معنی سبب اور وسیلہ پیدا کرنا واسطے کسی غرض اور مطلب کے ہے اور اس کی چار قسمین ہین علت[۱] مادی علت[۲] صوری، علت[۳] فاعلی علت[۴] غائی - ان چارون قسمون کو اس جگہہ بذریعہ مثال بیان کرتا ہون تاکہ عام فہم ہو جائے -

علت مادی وہ ہے جس شے سے کسی دوسری شے کا وجود قالب بنایا جائے - جیسے گھر بنانے کے لئے مٹی بنا تا ہے

علت صوری اُس علت کو کہینگے جو صورت گھر کی بعد تعمیر پیدا ہو - یعنی جسپر اطلاق گھر کا کیا جائے -

علت فاعلی اُس گھر کے بنانے والے یعنی معمار کو کہینگے -

علت غائی صاحب خانہ کا اُس گھر مین رہنا -

سو علت مادی زبان اُردو کی علوم مذکورہ بالا ہین - اور علت فاعلی وہ دبیر اور شعرا اور امرا ہین جنکو بادشاہون اور وزرا اور اپنے اہل کمال امرا سے سلیقہ مکالمت

اور مصاحبت حاصل کرنے کے لئے اپنی زبان کو سلیس و مہذب و فصیح کرنا پڑتا تھا۔

اور علت صوری وہ عبارت اور کلام جو قاعدۂ مذکورہ بالا سے مرکب اور سلیس کیا جائے۔ اور علت غائی سلاطین اور وزرا و امرا و امثال سے خطاب کرنا۔ فی زماننا ان چارون علتون سے فقط علت صوری باقی رہگئی ہے سو وہ بھی ناکامل اور ناپائدار۔ یہ چارون علتین بمنزلہ عناصر زبان اردو کے تھین۔ منجملہ اُس کے ایک عنصر یعنی علت صوری غیر خالص رہگئی ہے۔ اور جب تین عنصر اسکے نایاب او کالعدم ہو گئے۔ اور جو چوتھا عنصر رہا وہ غیر خالص ہے۔ تو اس مین فقط بتائید جودت و ذہانت حوصلہ مداخلت و جدت نکرنا چاہیئے۔ اور اس زبان کو محدود اور مقید بہ تقلید زبان زباندانان متقدمین رکھنا اور انکی ترکیب کلام اور محاورات وغیرہ کو اپنا رہنما بنانا اور اوکھین کے کلام سے استناد واجب ہے۔ اور ہمکو چاہیئے کہ اسی نو ایجاد ترکیب اصطلاح اور محاورات کی تعریف ناشناسان سخن اور نادانان زبان و محاورات اردو سے سنکر اسے خوش کلامی و اُستادی کو دور از انصاف جانین اور تاوقتیکہ اُن گذشتہ ادا دانان سخن کا کلام چشم ناظرین سخن فہم مین باوقار و وقعت دکھلائی دیتا ہے ہرگز اختراع زبان و محاورات اردو کا انکو شایان نہ سمجھین اور لحاظ زبان قدیم سے اپنی زبان باہر نہ ہونے دین۔ وا حسرت کہ فی الحال اس کلام زبان اردو کی ناپرسشی اور بے توقیری اس حد تک پہونچی ہے کہ جنکو استعداد فہم نکات و محاورات اردو کی نہین اور عربی اور فارسی علوم پر عبور نہین و نیز جو قصباتی اور دیہاتی مدرسون کے امتحان دادہ اردو ہین اور اپنے روزمرہ خطوط کے لکھنے کا بھی سلیقہ نہین رکھتے جناب کی جگہ برخوردار اور مخدوم کی جگہ مشفق لکھتے ہین انکو بھی اب جرأت نثاری اور شاعری کی بلالحاظ اپنی ذلت و اندازہ قابلیت کے ہوگئی ہے ناولون اور غزلون کا دفتر۔ اور دیوان تیار کئے بیٹھے ہین اور کیون نہ ایسا کرین جب انکا کوئی زبان اور منھ پکڑنے والا بنظر ملامت و باستفسار نقائص و قبائح نہین تو کس بات کی شرم اور خوف ذلت کرین اور اپنے کلام ہرزہ و بیادہ سے اپنی زبان روکین۔ مین جہانتک تجربہ

دخیال کرتا ہون تو اپنے اس عقیدہ کو صحیح پاتا ہون کہ زبان شناس وزباندانان اُردو دنیا سے اٹھ گئے اور اپنے مابعد والون کے لئے سخن فہمی اور سخن گوئی آسان کر گئے۔ اب جن صاحبون نے طبع موزون وذہن رسا پایا ہے اُسی کو لیاقت انشائے اُردو اور شاعری اردو کے لئے کافی سمجھتے ہین صحت زبان واصول نثاری وشاعری زبان اُردو سے کچھ بحث نہین چند ناولین اور کچھ غزلیات وقصائد بے ربط وبے محاورات لکھکر سعدی ونظامی ہند آپ کو سمجھنے لگتے ہین۔ اور اپنے اس کلام کے سنانے اور چھپوانے یا بذریعہ اخبار شہرت دینے مین حجاب اور تامل نہین کرتے ہین۔ اور تامل کرنے کی کیا ضرورت جب خدا نے اُن کو ناظرین اور سامعین ایسے دیئے ہین جو اُن کے ہم لیاقت اور ہم مادہ ہوتے ہین اور اُنکا کلام سُنکر یا دیکھکر واہ واہ اور سبحان اللہ کا شور آسمان ہفتم تک پہونچا دیتے ہین۔ اور اوستاد کامل سمجھکر بعض نادان اونھین کے شاگرد بھی ہوجاتے ہین تو اُنکو اُنکی وہ زبان خود پسند کیون نہ عام پسند معلوم ہو۔ اور کیون نہ اپنی اوستادی پر فخر کرین حالانکہ وہ سامعین وناظرین اور بعض خود حضرت اوستاد بھی اکثر ایسے ہوتے ہین نہ جنکو سلیقہ دریافت محاورات وصحت ترکیب کلام کا ہوتا ہے نہ تمیز تفرقۂ مشبہ ومشبہ بہ ومستعار ومستعار لہٗ ومضاف ومضاف الیہ اور نہ مبتدا کو مبتدا اور نہ خبر کو خبر پہچان سکتے ہین۔ کچا ادلٹا سیدھا مضمون اُن کے دماغ مین جم جانا اور دلنشین ہوجانا چاہیئے وہی تحسین کلام کو کافی ہوتا ہے اور اگر بادعای قابلیت اُن منشی صاحب یا شاعر صاحب نے وہ کلام کسی لائق سخندان فہم کو سنایا تو وہ بمقتضائے ستم ظریفی یا بپاس متانت وتہذیب اُن منشی صاحب یا شاعر صاحب کی دل شکنی گوارا نہین کرتا۔ اور بجائے گرفت بیحد تعریف کر دیتا ہے۔ اور وہ صاحب اسوجہ سے آپکو اُستاد مستند سمجھنے لگتے ہین۔ اور اسمین بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہین کہ وہ بوجہ جودت وذہانت اور خفیف عربی وفارسی جاننے کے لیاقت وصلاحیت اس فن کی رکھتے ہین مگر ترکیب عبارت وشعر ومحاورات وغیرہ کی صحت اور غلطی پر اپنا خیال نہین پہونچا سکتے۔ اب رہی ایسے

اشخاص کی شہرت و ناموری اسکی تین صورتین ہین - اول تو پرچھاپی اخبار و انطباع اسکا انکے لئے وہ ڈھول منادی ہے جسکی آواز تا آسمان تو نہین مگر ساکنان ربع مسکون تک اپنی رسائی کی ذمہ وار ہے - مہتمان اخبار و مطبع بطمع اجرت یا بضرورت ادائے حق دوستی یا بپاس دولت دولتمندان اس کلام کو بلا لحاظ صلاحیت یا ستایش بے پایان چھاپ دینے مین تامل نہین کرتے ہین - اور کیون کرین اسیکی آمدنی پر انکا مدار معاش ہے - دوسری صورت شہرت کی یہ ہے کہ وہ منشی صاحب یا شاعر صاحب کسی استاد ذی کمال کے شاگرد ہون یا ان کو لیاقت آبائی ورثہ مین ملی ہو رکھتے ہون - تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی رئیس یا امیر زادے جو کمال سخن فہمی و نکتہ رسی کو بقدر ضرورت نہ پہونچا ہوا اور صحت ترکیب کلام و اصطلاحات وغیرہ کی تحقیق سے اسکو کام نہ ہو ان شاعر صاحب یا منشی صاحب کا مداح یا شاگرد ہوجائے - اس عہد مین میرے نزدیک محقق اور سچے اور صحیح زباندان سخن شناسان اردو بہت کم ہین - مگر میرے اس بیان سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھین گے کہ مجھکو ادعائے سخندانی و سخن فہمی ہے - لاحول ولاقوت مجھکو ان لوگون سے کوئی نسبت نہین ہے - البتہ ہر کلام حال مین کلام متقدمین سے حتی الامکان استشہاد و تلاش ضرور رہتا ہون - میرے تجربہ مین اس عہد کے انشا پردازون سے اکثر نے اپنے دل مین یہ خیال کرلیا ہے کہ زبان اردو ایک کان نمک ہے جو چیز اسمین ڈالدو نمک ہوجائیگی یعنی جس زبان کے الفاظ اسمین ملادو اردو کہلانے لگینگے - اور یہ خبر نہین کہ زبان اردو کی صحت اور ترکیب کا انحصار واضعین نے تین ہی زبانون عربی فارسی ہندی کے شمول اور اصول پر رکھا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو متقدمین کی عبارتون اور کلام روزمرہ مین ممالک قریبہ کی زبانین پشتو اور پنجابی اور دکھنی اور بنگالی وغیرہ کب کی شریک ہوگئی ہوتین اس عہد مین اس زبان کی خرابی کی ابتدا ڈالی ہوئی ان مترجمین زبان انگریزی کی ہے جو مسلسل انگریزی وغیرہ کا ترجمہ کرتے تھے - اور زبان

اردو کے الفاظ پوری طور پر ادا نہ کر پاتے تھے۔ اور مجبورانہ اصلی لفظ انگریزی کے درج
عبارت کردیتے تھے اور اکثر اون مین غیر ممالک کے لوگ ہوتے تھے جنکی ملکون مین
زبان اردو ابتک صحیح نہین بولی جاتی ہے۔ اون لوگون کو اپنی اجرت سے کام تھا
اور پہلے بھی اور اب بھی وہ نہین خیال کرتے ہین کہ مخاطب ہمارا انگریزی جانتا ہی نہین ہے
اس لفظ کے معنی کیا سمجھے گا پھر اس کا تتبع یہان کے لوگ بھی ترجمہ انگریزی مین کرنے لگے
اور انتہا اس زبان اردو کی خرابی کی یہ ہوئی کہ وقایع نگاران اخبار اردو جواب بلقب
ایڈیٹر پکارے جاتے ہین اور جنکے اخبار کا نفاذ محض اردو والون کے لئے ہوتا
ہے انکی عبارتون مین اسقدر الفاظ انگریزی ہوتے ہین جنکے معنی ایک طرف انکا تلفظ
بھی اردو والون سے نہین ادا ہوتا ہے۔ اونکو مناسب تھا کہ اپنے اخبار مین حتی المقدور
لفظ انگریزی نہ آنے دیتے اور احیاناً اگر کسی موقع پر بجز لفظ انگریزی لفظ اردو اسکے معنون
مین نہ ملتا تو بعبارت تفصیلی قابل فہم اردو دانان اسکے معنون کی شرح کردیا کرتے۔
اب تو وقایع نگاران کا کیا ذکر مضمون نگار بھی اپنی عبارتون مین الفاظ انگریزی لانا
باعث اظہار قابلیت و فخر سمجھتے ہین حالانکہ اگر انصاف کرین تو یہ نقص قابلیت ان کا
زبان اردو مین ہے کہ جب اپنی زبان کا لفظ نہ مل سکا تو غیر کی زبان کا لفظ لے لیا
ہم کیونکر ایسے کلام یا عبارت کو قابل قدر سمجھین۔ جبکہ اپنا حسن زبان چھوڑکر غیر زبان کا
لفظ اختیار کرتے ہین اور اردو جاننے والے اس عبارت کے کاغذ کو داب کر انگریزی
الفاظ کا سبق انگریزی دانون سے لینے جاتے ہین۔ علاوہ اسکے اب جن صاحبون
کو استعداد انگریزی ہے یا کسی صاحب نے انگریزی دانون سے کچھ الفاظ انگریزی
معنی پوچھکر یاد کرلئے ہین وہ لوگ ان الفاظ کا اپنی گفتگوے روزمرہ باہمی مین
بولنا اپنی نہایت خوش بیانی سمجھتے ہین وہ الفاظ کون سے جیسے پبلک۔ سوشل۔ ریفارمر
ایڈیٹر۔ کارسپانڈنس۔ فوٹو۔ سین وغیرہ۔ جس محل مین یہ لوگ ایسے الفاظ بولتے

ہین کیا اُنکی زبان مین ان معنون کے الفاظ نہین یا انگریزی حکام زبان اردو مین بوجہ نادانی کوئی ملفظ لفظ اُردو کا صحیح یا کوئی محاورہ صحیح نہ استعمال کر سکے تو اہل زبان اردو بھی اسکو اختیار کر لیتے ہین جیسے پہلی تاریخ کو ایک تاریخ - دوسری کو دو تاریخ گیارہوین کو گیارہ تاریخ وغیرہ یا دسوان پندرہوان بولنے کی جگہہ دس نمبر کا گھوڑا پندرہ نمبر کا بیل - عددادر محدود مین کچھ فرق نہین رکھا اور زیادہ لطف یہ ہے کہ اپنی زبان کا بھی طرز عمل بھولائے دیتے ہین -

احسان علی - فصیح

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر ایم ڈی ایل ایل ڈی

(منقول از اخبار زمیندار)

ڈاکٹر ڈریپر مصنف کتاب معرکۂ مذہب و سائنس مغربی دنیا کے اُن مشاہیر مین سے ہین جنکا نام بوجہ اُن کے علمی کارنامون کے لوح روزگار پر سُنہرے حرفون مین ابدالآباد تک لکھا رہیگا - ان کی ذات انگلستان کے لئے جو اُن کا جنم بھوم تھا اور امریکہ کیلئے بھی جہان وہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے - سرمایہ افتخار و نازش ہے - اور ان کا نام دنیائے علوم و فنون مین ہر جگہہ ادب و احترام سے لیا جاتا ہے -

جان ولیم ڈریپر ۱۸۱۱ء مین بمقام سینٹ ہیلین پیدا ہوے جو لورپول کے نواح مین واقع ہے - ابتدائی تعلیم آپنے لورپول ہی مین پائی - اور جب لندن یونیورسٹی کا افتتاح ہوا تو آپ فن کیمیا کی تحصیل کی غرض سے اس یونیورسٹی مین بھیج دیئے گئے ۱۸۳۲ء مین آپ نے امریکہ کا عزم کیا - اور پنسلوینیا کی یونیورسٹی مین بغرض اکتساب فن طب داخل ہو کر ۱۸۳۶ء مین ایم - ڈی کی ڈگری حاصل کی - کچھ دنون بعد اپنی غیر معمولی علمی قابلیت کی وجہ سے آپ ورجینیا کے ہیمپڈن سڈنی کالج مین کیمسٹری کے پروفیسر مقرر کئے گئے - اور ۱۸۳۹ء مین نیو یارک کی یونیورسٹی مین پروفیسر مقرر ہوے -

ڈاکٹر ڈریپر کی سب سے پہلی علمی تصانیف کا موضوع یہ مسئلہ تھا کہ روشنی کا مواليد ثلاثہ پر کیمیاوی اثر کیا ہوتا ہے۔ اس موضوع پر آپ کی تقریبًا چالیس ۴۰ تصنیفات موجود ہین۔ روشنی کے کیمیاوی اثرات مین سب سے زیادہ مہتم بالشان اثر کاربالک ایسڈ (حموضۃ الفحم) کی وہ تحلیل ہے جو درختون کے پتون پر دھوپ کی شعاعون کے پڑنے سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسی واقعہ پر نباتات کے نشو ونما کا انحصار ہے۔ اور اسی کی بدولت حیوانات کو بالواسطہ یا بلاواسطہ غذا ملتی ہے۔ اس تحلیل کی حقیقت پر اگر غور کیا جاے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ بالفاظ دیگر اسے نشر اکساد یعنی اکسیجن کے اجزا کی علیحدگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے روشنی کا جب بذریعہ مقیاس الوان نور منشور تجزیہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سات رنگ کی شعاعون سے مرکب ہے۔ یعنی (۱) بنفشئی (۲) سرمئی (۳) ازرقی (۴) خضری (۵) اصفری۔ (۶) نارنجی (۷) احمری سنہ ۱۸۴۰ء تک علماے سائنس کا یہ خیال تھا کہ عمل نشر اکساد بنفشئی شعاع کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور اسی لئے اس کا نام شعاع نشر اکساد رکھ دیا گیا تھا لیکن یہ محض قیاسی نظریہ تھا۔ جو کسی تجربہ سے قطعی طور پر ثابت نہ کیا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر ڈریپر کو خیال ہوا کہ اس مسئلہ کے قطعی تصفیہ کی صرف ایک شکل ہے۔ اور وہ یہ کہ تحلیل خود الوان نور منشور کے ذریعہ سے کیجاے یعنی بناتاتی مادہ کو ہر رنگ کی شعاع کے زیر عمل لاکر دیکھا جاے۔ کہ نشر اکساد کس شعاع سے ہوتا ہے۔ اس لطیف و دلکش تجربہ مین ڈاکٹر ڈریپر کو پوری کامیابی ہوئی۔ اور انھون نے یہ انکشاف کیا کہ عمل تحلیل مین شعاع بنفشئی مطلق حصہ نہین لیتی بلکہ یہ کام شعاع اصفری سے متعلق ہے اس نتیجہ کا تمام علمی دنیا مین نہایت دلچسپی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ اور علماے کیمیا کی معلومات مین اسکی وجہ سے ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ڈریپر نے نور کی قوت کیمیائی کے اندازہ کرنے کا ایک آلہ بھی ایجاد کیا۔ جس سے آگے چلکر علماے کیمسٹری نے بہت کچھ مدد لی۔ چنانچہ بنسن اور راسکوئے نے جب سنہ ۱۸۵۶ء مین اپنے کیمیائی تجربون کے متعلق ایک مضمون رائل سوسائٹی لندن کے اجلاس مین پڑھا۔ تو

اُس مین اعتراف کیا کہ ڈریپر کو اس آلہ کی مدد سے نور کے عمل کیمیاوی کے بعض نہایت ہی اہم نکات کے حل کرنے مین کامیابی حاصل ہوئی ہے - ۱۸۴۷ء مین ڈاکٹر ڈریپر نے ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا کہ حرارت سے نور کیون پیدا ہوتا ہے اسکی وجہ سے الوان نور منشور کا تجربہ زیادہ کامل و مکمل ہوگیا - یہ دریافت کرنا ممکن ہوگیا کہ آفتاب ستارے اور ضیایۃ النجوم ٹھوس حالت مین ہین یا سیال حالت مین - اس رسالہ مین ڈاکٹر ڈریپر نے تجربتہً ثابت کر دیا کہ تمام ٹھوس اقسام یقیناً اور تمام مایع اجسام غالباً ایک ہی درجہ حرارت پر پہونچکر منور ہو جاتے ہین -

ڈاکٹر ڈریپر پہلے وہ شخص ہین جنھون نے ۱۸۳۹ء مین انسانی چہرہ کی عکسی تصویر کامیابی کے ساتھ اتاری اور نیز قمر کا عکس لیا -

یہ چند مثالین علمی تحقیقات و اکتشافات کی اُس طویل فہرست سے اخذ کی گئی ہین جسکی ترتیب و تدوین کے لئے ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی نمایان قابلیتون کو مرتے دم تک وقف کر رکھا اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ آپنے اپنے اکتشافات علمیہ کو جو بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہوسکتے تھے - کبھی آلہ جلب منفعت نہ بنایا - بلکہ سچا ذوق علمی اور ہمدردی بنی نوع انسان ان کی محرک ہوئی تو آپ کی جلالت قدر کا بے اختیار اعتراف کرنا پڑتا ہے - امریکہ کا نایاب رسالہ پاپولر سائنس منتھلی جسکے جنوری ۱۸۸۲ء کے نمبر سے ان حالات کا اقتباس کیا گیا ہے لکھتا ہے کہ یہ علمی انکشافات جو ڈاکٹر ڈریپر کی سالہا سال کی عرقریزی اور دماغ سوزی کے نتائج ہین - اپنے گرانبار مصارف کے تکفل کے لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کی جیب خاص کے رہین منت ہین - اگرچہ بعض بعض علمی تجربون پر اونھین ایک رقم خطیر صرف کرنی پڑی - لیکن ان کی اولوالعزمی کبھی کسی غیر کی مالی سرپرستی کی روادار نہ ہوئی اُنھون نے اپنی کسی ایجاد کو کبھی پیٹینٹ نہ کرایا - بلکہ جو علمی نکتہ دریافت کیا - اور جو ایجاد کی اس کا ثمرہ ازراہ عنایت ایثار نفس خلق اللہ کی نذر کر دیا -

اُن تصانیف سے جن مین ادق علمی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ قطع نظر کرکے اگر ڈاکٹر ڈریپر کی دوسری تصانیف کو جنکا موضوع تاریخی اور نظری مباحث ہین دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ ایک مسلم الثبوت ادیب اور انشا پرداز بھی ہین۔ ۱۸۶۰ء سے لیکر ۱۸۷۲ء تک کا زمانہ آپ نے اسی قسم کی دلچسپ ودلاویز کتابون کے تصنیف کرنے مین گذارا چنانچہ یورپ کی دماغی ترقی کی تاریخ۔ تاریخ خانہ جنگی امریکہ) اور معرکۂ مذہب وسائنس اسی دور کی تصانیف ہین۔

ڈاکٹر ڈریپر کا انتقال ۱۸۸۲ء مین ہوا۔ آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیان بقید حیات موجود ہین۔ بیٹے علم وفضل مین اپنے نامور باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہین بڑا بیٹا ڈاکٹر ہنری ڈریپر نیویارک کے کالج مین علم خواص الاشیاء کا پروفیسر ہے۔ دوسرا بیٹا ڈاکٹر جان ڈریپر نیویارک کی یونیورسٹی مین علم حیات حیوانی کا پروفیسر ہے۔ تیسرا ڈاکٹر ڈینیل ڈریپر نیویارک کی رصدگاہ متعلقہ حرارت و جو کا ناظم ہے۔

پروفیسر رچرڈ پراکٹر اپنی تالیف "لیثرر بڈنکس" (مطالعہ بوقت فرصت) مین جس سے ہم نے ڈاکٹر ڈریپر کی تصویر لی ہے "کا نفلکٹ بٹوین ریلجن اینڈ سائنس" یعنی کتاب ہذا کی نسبت حسب ذیل خیال ظاہر کرتے ہین۔ یہ کتاب ایک اعتبار سے یورپ کی دماغی ترقی کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ مذہبی تعصب اور عدم مسالمت پر اس مین سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی گئی ہے اور ان وجوہ پر نظر انصاف نہین ڈالی گئی جو بسا اوقات مذہبی جبر وتشدد کی محرک ہوئیں۔ لیکن با این ہمہ یہ کتاب ایک صحیح الدماغ اور صائب الرائے شخص کے قلم کا ماحصل ہے اور اگر ان چند مقامات سے قطع نظر کیا جائے جن مین بیجا سختی پائی جاتی ہے تو ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ یہ کتاب پڑھنے والون کو بہت بڑا فائدہ پہونچا چکی ہے اور پہونچا سکتی ہے۔

بحیثیت ایک مسیحی ہونے کے پروفیسر پراکٹر کو "معرکۂ مذہب وسائنس" کی

نسبت یہی رائے ظاہر کرنی چاہیے تھی اور اگر ہم (خدانخواستہ) مسیحی ہوتے تو اس تعریف مین جسکی یہ کتاب دوست دشمن سب کے نزدیک مستحق ہے منقصت کے شاید اس سے بھی زیادہ شاخسانے نکالتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سائنس کے مقابلہ مین نصرانیت پر جو فرد قرار داد جرم ڈریپر نے لگایا ہے وہ ایسا نہین ہے کہ نصرانیت کا بڑے سے بڑا وکیل اُس کے چھوٹے سے چھوٹے نکتہ کا تخطیہ کرسکے اور اگر چشم انصاف کھلی رکھکر اون واقعات پر نظر ڈالی جائے جو سائنس اور نصرانیت کی ہزار سالہ جنگ کے محرک ہوکر اُس شکست فاش پر منتہی ہوئے جو نصرانیت کو اپنے حریف کے مقابلہ مین اٹھانی پڑی اور جنھون نے نصرانیت کی روحانی واخلاقی قوتون کا شیرازہ بکھیر کر اُسے محض پولیٹیکل اغراض کی تکمیل کا ایک مادی آلہ بنادیا ہے تو خواہی نخواہی اعتراف کرنا پڑے گا کہ جو فتح سائنس کو بمقابلہ نصرانیت حاصل ہوئی ہے اُسکی وجہ یہ تھی۔ کہ حق اور قوت دونون اس کی جانب تھے اور ڈاکٹر ڈریپر نے کوئی بات ان دونون حریفون کے کارنامون اور ان کی جدوجہد کے متعلق ایسی نہین بیان کی جس کی تغلیط وتردید ہوسکے البتہ ایک لغزش ڈاکٹر ڈریپر سے یہ ہوئی ہے کہ انھون نے مذہب پر اس حیثیت سے نظر ڈالی ہے کہ اسکا الہامی حصہ جامد وراکد اور غیر ترقی پذیر ہونے کے لحاظ سے گویا جہلا کے اوہام باطلہ کا ایک لایعنی مجموعہ ہے جسکی ظلمت آفتاب سائنس کی درخشان شعاعون کے آگے ایک پل کے لئے نہین ٹھہر سکتی۔ انھون نے مذہب کے فلسفہ پر ناقدانہ نظر نہین ڈالی اور فطرت انسانی کے اوس زبردست اقتضا کا حکیمانہ تجزیہ نہین کیا جو مذہبی تخیل کی شکل مین بیسیوین صدی عیسوی کے انسان کو باایں ہمہ دانش وحکمت انسان اولین سے نسلاً بعد نسلٍ ترکہ مین پہونچا ہے اس مین شک نہین کہ ایک مقام پر مصنف نے انسان کی دماغی ساخت پر علم حیات حیوانی کے اصول سے بحث کرتے ہوے اس امر کا اعتراف کیاہے کہ مذہبی خیالات فکر انسان کے

اجزائے لاینفک ہین اور ان سے کسی انسان کو خواہ وہ کیسا ہی تہذیب یافتہ اور روشن دماغ کیون نہ ہو مفر نہین لیکن یہ بحث بیچ مین برسبیل استطراد آجاتی ہی اور اس سے وہ کوئی اہم نکتہ جسے انسان کے معاد سے تعلق ہو اخذ نہین کرتے جسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ اُن کے پیش نظر دمن کیتھ لک مانصرانیت کے مزخرفات لاطایل وسطحیات لایعنی ہین اور انھون نے اپنی تمام قوت انھین کے ابطال مین صرف کردی ہے ※ (باقی آیندہ)

ظفر علی خان - بی - اے

شراب الصالحین

دوسرا جام

شب کہ محفل مین شراب الصالحین کا دور تھا
اس دل شوریدہ سر کا رنگ ہی کچھ اور تھا

جمگیا تھا پختگی سے ترکِ دنیا کا خیال
اور مین آمادہ رہبانیت فی الفور تھا

دفعتہً ہلکا سا اک چھالا برس کر کھل گیا
ہو گئی جس سے ہوا کی سب کدورت تہ نشین

صاف تھی سطحِ فضائے آسمان نیلگون
اور اُسپر بہ رہی تھی کشتی ماہِ مبین

پشت پر میری لدا تھا وندہیاچل کا پہاڑ
نربدا حد نظر تک خامشی سے تھا روان

عرش سے جب فرش پر نظرین گرین تو واہ وا
ایک اوپر آسمان تھا ایک نیچے آسمان

نیلگون پانی مین وہ چاند اور وہ تارونکا عکس
وہ حیاتِ خامشی - وہ محشرستان سکوت

دل یہ کہتا تھا کہ ہے انوار قدرت کا نزول
اور یہ ہے تسبیح اور تہلیل حی لایموت

عقل حیران تھی کہ کیا قدرت کی ہین نیرنگیان
اور کیا تاثیر جان ان پاک گل بوٹون مین ہے

کسقدر فرحت فزا ہین یہ شجر اور یہ حجر
اور کیا زندہ دلی ان غیر ذی روحون مین ہے

پھول پھل سے جیب صحرا کسکے بھر جاتا ہے یون؟
ڈالیان جاتی ہین یہ ہر روز کس سرکار مین؟

کہئے تو کسکے لئے چن چن کے جاتے ہین بھرے
دنکو پھول اور شب کو تارے دامنِ کہسار مین

کتنے خوش قسمت ہین وہ جوگی وہ سادہ ہودہ فقیر	آرہے جو انمین شورستان ہستی چھوڑکر
کسقدر فرزانگی ہے آہ وہ دیوانگی	کردے جو آزاد زنجیر تعلق توڑ کر
نیت انکی طاعت انکی اور عبادت انکی ہے	پاک دل سے جو کہ ان خلوتکدون کے ہو رہے
مرگئے بھی تو رہے وارستہ گور و کفن	گویا نیند آئی کہین سبزہ پہ پڑکر سو رہے
دیر تک دریای لذت مین رہا مین غوطہ زن	دیر تک اسرار قدرت مین رہا بیٹھا مین گم
اور کیا جانے یہ حالت رہتی کب تک ناگہان	کوئی رکھکر ہاتھ شانہ پر مرے بولا کہ "قم"
اس تحکم کی صدا پر چونکا اٹھا مین دفعتاً	اور پھیر کر اوسطرف دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا
ہان وہ کالا بھوت وہ تند سیہ ساحل جسے مین بچکر	ایک بچے کیطرح تھا اوسکے آسگے کانپتا
آہ اے معشوقۂ دنیائے پرفن ۔ الحذر	کون سمجھے ان اشارون اور کنایونکو ترے
کہ وہ دریا دفتر قسمت کے دو صفحے ہین یہ	ایک حسرت ہے مری اور اک مری امید ہے
پہلے تو اپنی امید دکھا دکھا کر سبز باغ	یاس کے بے آب دلدل مین پھنسا دیتی ہی بس
گدگدا کر پھر کبھی مجھکو ہنسا دیتی ہے اور	چٹکیان لیکر کبھی مجھکو رلا دیتی ہے بس
جان لیکر شورش ہستی سے بھاگ آیا تھا مین	آہ اس کمبخت نے یان بھی مرا چھوڑا نہ ساتھ
ساتھ ہے مرغ روان کے سایۂ مرغ روان	بیڑیان پاؤن مین پھرتا ہے لئے دیوانہ ساتھ
خار حسرت کی ہی کاوش ہر گل امید مین	نیش غم سے عیش کی کوئی گھڑی خالی نہین
ترک دنیا آہ اس دنیا مین ممکن ہی کہان	لاکھ مین چھوڑون وہ مجھکو چھوڑنیوالی نہین
دیر تک بحر طلاطم مین جو مارے ہاتھ پاؤن	ہو گیا بیدم مین ایسا تھک گیا شل ہو گیا
ناگہان امواج نے پھینکا کنارے مجھکو اور	ایک جھونکا نیند کا آیا مجھے ۔ مین سو گیا

پر لطف خط

چند روز ہوے ہمین الہ آباد جانے کا اتفاق ہوا۔ خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر کے عشرتکدہ پر نشست تھی۔ تعلیم نسوان کی بحث کے ضمن مین ہمنے شکایتاً عرض کیا کہ آپ نے اکثر ظرافت کے لطیف پیرایہ مین مخالفت کی ہے۔ فرمایا کہ مین تعلیم نسوان کا مخالف نہین۔ اسی بنا پر ہمنے پچھلے دنون اُن سے الناظر کے لئے کچھ تازہ کلام مرحمت فرمانے کی درخواست کرتے ہوے لکھا تھا کہ اب اگر آپ تعلیم نسوان کی حمایت مین نظمین تحریر فرمایا کرین تو ہماری نہین مسرت کا باعث ہوگا۔ اسکے جواب مین جو خط ہمین اُنھون نے تحریر فرمایا ہے وہ اس قدر پر لطف ہے کہ ہم اُسکی حلاوت سے دوسرون کو لذت آشنا کئے بغیر نہین رہ سکتے وہو ہذا

اڈیٹر

مکرمی۔ عنایت نامے کا شکرگذار ہون۔ خدا آپ کے سفر کو کامیاب کرے۔ مین نہایت معذور ہو رہا ہون۔ سات برس سے نہین معلوم دنیا کہان ہے کدھر جارہی ہے۔ اگر میری کچھ وقعت ہے تو مبتذل میرے دو شعر بھی کافی ہین۔ احباب کا تقاضا شدت سے ہے کیا کرون۔ اپنے مسودات خود نہین پڑھ سکتا۔ کاتب کو ہدایت کرنے مین نہایت دقت ہوتی ہے۔ کاتب صاحب ذی استعداد ایسے ہین کہ "کونسلون مین سیٹ" کو "گھونسلون مین بیٹ" لکھدیتے ہین۔ دعا فرمایئے نومبر مین آپریشن کامیابی کے ساتھ ہو۔

تعلیم نسوان کا مخالف مین کیونکر ہوسکتا ہون۔ بغیر تعلیم کے معشوقانہ انداز ممکن نہین۔ مین تو شاعر آدمی ہون اس قدر تعلیم چاہتا ہون کہ شعر گوئی کا سلیقہ پیدا ہوجائے۔ سنز پری اگر ایسا مطلع نہ کہہ سکتی۔

معمور ہون شوخی سے شرارت سے بھری ہون
دھانی مری پوشاک ہے مین سبز پری ہون

تو گلفام کی کیا کمبختی تھی کہ اس پر مرتا اور راجہ اندر کی سختیان اوٹھاتا -

جو عاشقانہ طبیعت کی ہوتی ہین انکو بھی تعلیم یافتہ بی بی ضرور ہے - گھر کا حساب کتاب لکھ سکے - لڑکون کی ابتدائی تعلیم کی نگران ہو لیکن مذہبی تعلیم بھی ضروری ہے اگر میان سے آزاد تر دو ہوئی تو صرف عاشقانہ مذاق مین کھپ سکتی ہے اور اُس مذاق مین بہت حصہ دار ہو سکتے ہین - ایشیا والے خیالات مین ترقی کر گئے ہین مگر انکا خون بہت دنون مین ترقی کرے گا - لہذا اگر کوئی صورت ناگوار پیش آئی تو بہ نسبت یورپین کے اُن کو زیادہ تکلیف محسوس ہوگی -

لیکن سب سے بڑی ضرورت اور قوی دلیل حمایت تعلیم نسوان کی یہہ ہے کہ جب ہم لڑکون کو مغربی تعلیم دیکر نئے سانچہ مین ڈھال رہے ہین تو اشد ضرورت ہے کہ ایک سٹ لڑکیون کا بھی اُن کے لئے طیار ہو ورنہ شریف زادیان بیٹھی بجائیگی اور مس بدہو اور مس رمضانی اسکولون سے نکلکر دلون کو لبھا لینگی اور چھپر کھٹون پر قابض ہو جائینگی -

مین شاعر آدمی ہون - کبھی اور دن کی فیلنگس کو بھی موزون کر دیتا ہون اُس کا اعتبار نہین - صرف بے پردگی کا مین مخالف رہا وہ بھی اس وجہ سے کہ ہنوز طبایع اسکے لئے طیار نہین ہین - بتدریج وہ وقت بھی آجائیگا - رسم پردہ ایک ایسی چیز ہے جس سے مرد بھی فائدہ اُٹھاتے ہین - گھر مین بیٹھ رہے کوئی دوست خواہ مخواہ بلا اذن نہین آسکتا - یہ حق قانون نے تسلیم کر رکھا ہے - اس حق کے شکست کا افسوس ہے لیکن اُسی قدر جس قدر کہ سلطنت جانے کا افسوس ہے - بہرکیف پردہ نہ توڑنا چاہیئے لیکن آیندہ قائم نہ رکھنا سہل ہوگا -

مین تو موجودہ حالت سے اس قدر پریشان ہون کہ آریا یا عیسائی ہونے کو موجود ہون - لیکن آپ ہی کو عذر ہے اور ہم یہان رہکر آپ کا ساتھ کس طرح

چھوڑین - مگر عزیزمن مین چراغ سحری ہون - برشما خوش باد این غمخانہ ناماندنی -

اکبر حسین

سفر بھوپال

ہمنے پچھلے نمبر مین وعدہ کیا تھا کہ ہز ایکسیلنسی لیڈی منٹو صاحبہ کے بھوپال تشریف لیجانے کے حالات جنوری کے پرچہ مین کسی قدر شرح وبسط کے ساتھ درج کرینگے - چنانچہ ہماری درخواست پر قوم کی ہمدرد اور الناظر کی بہی خواہ زہرا بیگم فیضی صاحبہ نے اپنے زمانۂ قیام بھوپال کے متعلق جو یادداشت لکھی تھی اوسکی نقل ہمین ایک مضمون کی صورت مین مرحمت فرمائی ہے ہم اُسے نہایت شکریہ کے ساتھ درج رسالہ کرکے ایفاء وعدہ کرتے ہین -

عام طور سے اُس موقع پر شہر کی سجاوٹ مین جو کوشش کیگئی تھی یا ہز ہائنس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ خلد اللہ ملکہا وسلطنتہا کے محل خاص واقع احمد آباد اور اُس پر فضا حصہ آبادی کے تمام قطعات کی آراستگی جس لطف کے ساتھ ہوئی تھی اُس کے تفصیلی حالات لکھنے کے لئے الناظر کے محدود صفحات کافی نہین ہو سکتے - لیکن اگر اسقدر عرض کردینا کافی سمجھا جاسے تو ہمین عذر نہ ہوگا کہ شہر کے تقریبًا تمام مکانات پر سفیدی کرائی گئی تھی - شاہراہون پر کے شکستہ مکانون کی مرمت اور ان مکانون کے دروازون پر رنگ کرایا گیا تھا - خاص اس موقع کے لئے بھوپال مین برقی روشنی کا انتظام کیا گیا تھا - جن راستون پر حضور وائسراے یا لیڈی منٹو صاحبہ کی سواری گذرنے والی تھی دو رویہ جھنڈیان اور رنگ برنگ کے پھریرے اور نشانات نصب تھے - ریلوے اسٹیشن کی آراستگی مین بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا گیا تھا اور جن جن ایوانہاے ریاست یا دوسرے مقامات عامہ کو ہز مجسٹی ایڈورڈ ہفتم کے نائب السلطنت اور اُن کی انیس خلوت کی جلوہ افروزی کا فخر حاصل ہوا اُن کی عروسانہ سج دھج النسائی دستکاری وجانفشانی وسط ہند کی اسلامی ریاست کے جاہ وحشم اور حضور سرکار عالیہ کی فراخ حوصلگی اور خوش مذاقی کی بہترین مثال تھی -

حضور دام اقبالہا کے قیام بھوپال میں جو پرلطف تقریبات ہوئیں اون میں سے دو کے مفصل حالات خاص دلچسپی کے قابل ہیں۔ جناب زہرا نجفی صاحبہ نے ان کو خوب بیان کیا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ مدرسہ سلطانیہ اور پرنسس آف ویلز ... کے متعلق بھی کچھ لکھیں تاکہ اس بات کا اندازہ کیا جاسکے کہ حضور سرکار عالیہ کی روشن ضمیری سے دارالاقبال بھوپال میں کیسے کیسے چشمۂ فیض جاری ہو رہے ہیں۔

مدرسہ سلطانیہ — یہ مدرسہ حضور نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ نے زمام سلطنت ہاتھ لینے کے چند روز بعد قائم کرکے اپنے اسم گرامی سے موسوم کیا۔ یون تو لڑکیون کی تعلیم کے لئے وکٹوریہ گرل اسکول پہلے ہی سے وہان موجود تھا اور ممکن تھا کہ اوسی مدرسہ کو زیادہ وسیع کرنے سے تمام بھوپال کی ضرورت پوری ہوتی۔ مگر چونکہ ہندوستان کے شریف لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہین کہ اون کی لڑکیان اور خصوصا لڑکیان عام مدارس مین تعلیم حاصل کرین اور ہر فرقہ کے بچون کی میل جول سے اُن کے شریفانہ خصائل و عادات مین فرق آئے اسلئے وکٹوریہ گرل اسکول سے وہان کے معزز طبقہ کی لڑکیان کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکتی تھین۔ بیگم صاحبہ کی بیدار مغزی اس مسئلہ کی تہ کو پہونچ گئی اور انھون نے اس مدرسہ کی بناڈالی جسمین صرف عالی خاندان لڑکیان ہی تعلیم پاتی ہین۔

پردہ کی انتہائی پابندی کی جاتی ہے اور چونکہ مدرسہ کی عمارت ایک قدیم محل کی صورت مین ہے اسلئے اسکے انتظام مین ذرا بھی دشواری نہین۔ جن لڑکیون کے والدین اتنی استطاعت نہین رکھتے کہ تعلیم کے تمام اخراجات کے کفیل ہوسکین اونھین سرکار عالیہ کیطرف سے حسب ضرورت ہر طرح کی امداد ملتی ہے۔

نصاب تعلیم مین مندرجہ ذیل باتین شامل ہین:۔ امور مذہبی۔ عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ انگریزی۔ ابتدائی ریاضی۔ تاریخ جغرافیہ۔ اصول حفظان صحت۔ گھر گرستی۔ گانا۔ سلائی (معمولی اور نفیس) اور کھانا پکانا۔

طلبا کی تعداد مجموعی اسوقت ۱۱۴ ہے۔ سات درجہ معمولی اور ایک چھوٹی لڑکیون کے لئے کنڈرگارٹین کا درجہ ہے۔ حضور عالیہ کو جو خاص دلچسپی تعلیم نسوان سے ہے اُس کا یہ کافی ثبوت ہے جیسا کہ

مسز بخش نے اُس ایڈرس مین بیان کیا جو لیڈی منٹو صاحبہ کی خدمت مین پیش کیا گیا تھا کہ حضور عالیہ کو جب کبھی امور ریاست سے دم مارنے بھرکی فرصت بھی مل جاتی ہو تو وہ اس مدرسہ مین ضرور تشریف لاتی ہین اور سالانہ تقسیم انعام کے جلسون مین اپنی شرکت سے لڑکیون کی ہمت افزائی فرماتی ہین لیڈی منٹو صاحبہ کی تشریف آوری کے موقع پر جہان مدرسہ کی آراستگی مین غیر معمولی کوشش کی گئی تھی وہان یہ بھی انتظام کیا گیا تھا کہ تمام لڑکیان یکسان لباس مین ہون جو ہزہائنس کی جیب خاص کی فیاضی سے طیار ہوئے تھے۔

پرنس آف ویلز کلب ۔ یہ کلب حال مین بھوپال کی مقتدر بیگمات نے اس غرض سے قائم کیا ہے کہ باہمی تبادلہ خیالات کے ذریعہ سے نہ صرف آپس مین الفت و محبت کے گہرے تعلقات قائم ہو جائین بلکہ باہمی میل جول ایک طرح کی روشن ضمیری اور وسعت خیالات کا ذریعہ بنکر وہان کی خواتین کو ضروریات ملکی و قومی سے واقف کر کے معاشرتی اور تمدنی معاملات مین اُن کے دائرہ عمل کو زیادہ موثر اور مفید بنا دے۔ مدرسہ سلطانیہ کی طرح یہ کلب بھی صرف عالی خاندان خواتین کے لئے مخصوص ہے اور ان مین شرکت کے لئے حضور عالیہ کی اجازت لازمی قرار دیگئی ہے۔

کلب کے خوشنما قواعد جو ہمارے پیش نظر ہین اُن کے سرسری مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہان ایسے کھیلون اور تفریحی سامان کی بہم رسی کے علاوہ جو بلحاظ حیثیت عورتون کے لئے مناسب ہون مختلف رسالے اور اخبارات اور ایک مختصر سے کتب خانہ کا بھی انتظام کیا گیا ہو۔ اور تمام ضوابط اس اصول پر قائم کئے گئے ہین کہ باہمی یکجہتی اور یگانگت کے ساتھ ہی ساتھ حفظ مراتب اور محاسن اخلاق کی عمدہ مثالین قائم ہو سکین۔

ہمین یہ کہنے کی ضرورت نہین کہ اس کلب کی کامیابی کی نہایت قوی امیدین ہین کیونکہ حضور سرکار عالیہ جو اس کے قیام کی محرک اصلی ہین اسکے معاملات مین نہایت دلچسپی لیتی ہین۔

یہ امر نہایت قابل مسرت ہو کہ مہاراجہ صاحب بڑودہ کی طرح نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ نے بھی اپنے ہان تعلیم اور خصوصاً لڑکیون کی تعلیم لازمی قرار دیدی اور اُسکے تمام اخراجات کے لئے ریاست کے خزانہ عامرہ کو کفیل بنا دیا ہے۔

اڈیٹر

ہز ہائنس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ دام اقبالہا والیۂ ریاست بھوپال نے مہینوں پیشتر ہمشیرہ عطیہ اور عاجزہ کو دعوت دی تھی اور وجہ یہ تھی کہ حضور وائسرائے اور لیڈی منٹو صاحبہ ۱۰-نومبر کو بھوپال تشریف لیجانے والی تھین اور اس موقع پر لیڈی موصوف کے ہاتھون زنانہ کلب کے افتتاح کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ جسمین حضور بیگم صاحبہ کا خیال تھا کہ ہم لوگ کچھ مدد دیسکین گے۔ اسی واسطے اُن کی خواہش تھی کہ پہلی نومبر کو ہم بھوپال پہونچ جائین۔ اور اُن کا ہاتھ بٹائین۔ چنانچہ ۳۱- اکتوبر کو بمبئی سے روانہ ہو کر یکم نومبر کی صبح کو ہم بھوپال پہونچ گئے۔ اسٹیشن پر ہمارے استقبال کے لئے تین عہدہ دار آئے تھے جنکی رہنمائی مین مہمان خانہ تک پہونچے۔ جس مقام پر ہم لوگون کے ٹھہرنے کا انتظام تھا اُسے عالی منزل کہتے ہین۔ یہ کمرہ لیڈیز کلب سے ملا ہوا ہے۔ ہر چیز کا عمدہ بندوبست تھا۔ صاف ستھرا کمرہ جسمین ہر طرح کی آسائش کا خیال رکھا گیا تھا۔ اسوجہ سے ہم بہت ہی آرام سے رہے۔ وقتاً فوقتاً الوان نعمت کے خوانچے موجود ہوتے اور ہم شکم سیر ہو کر کھاتے۔ سب چیزین نہایت لذیذ اور پرتکلف طیار ہوتی تھین۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ باورچی اپنے فن مین پوری مہارت رکھتا ہے۔ عالی منزل کمانون سے پرہے اور ہر چار کمان کے درمیان کی چھت ہلکے ہلکے رنگ کے تاش کی سی ہے جن کے گرد آسمانی اور گلابی جھالرین کونون سے جڑی ہوئی ہین۔ یہ وضع ہمین بالکل ہی نئی معلوم ہوئی۔ لیڈیز کلب کا کمرہ بھی اسی طرح کمانون دار بنا ہوا ہے۔ مگر بہت ہی وسیع ہے اس کے روبرو بہت بڑا برآمدہ ہے جسکے آگے نہایت کشادہ باغ بنا ہوا ہے۔ اور اس سب کو اونچی اونچی دیوارون سے گھیر کر محفوظ کر دیا ہے۔ اسلئے پردہ نشینون کے واسطے ٹہلنے۔ سیر کرنے اور ہر طرح کی تفریح کے لئے نہایت موزون ہے۔ ہمارے پہونچنے کے بعد حضور عالیہ نے اپنی طرف سے خبرگیری کے واسطے ایک معتمد کو بھیجا۔ چونکہ اسی شام کو لیڈیز کلب مین مجمع ہونے والا تھا ہمین معلوم ہوا کہ حضور

یہین تشریف لانے والی ہین اور ہمارے محل پر جانیکی ضرورت نہین حسب دستور سابق پانچ بجے شام کو بیگمات جمع ہوئین - کوئی آبی - کوئی گلابی - کوئی دھانی - کوئی آسمانی - کوئی نافرمانی غرضکہ ہر رنگ اور ہر ڈھنگ کی پوشاکین زیب تن کئے ہوئے برآمدہ مین سب کی سب جمع ہوئین - یہ بیگمات نواب بیگم صاحبہ کی عزیز دار - رشتہ دار اور برادری کی تھین - اور سب کی سب خوش اندام - خوش صورت اور خوش رنگ تھین خصوصاً اُن کے سمدھیانہ کی بیگمات - بیگم صاحبہ ہر طرح کی درستی کے لئے جو کوشش کر رہی ہین - وہ نہایت قابل تعریف ہے لیکن اُن کا ساتھ دینے والا کوئی نظر نہین آتا - پھر بھی اس آٹھ نو برس کے عرصہ مین بہت کچھ فرق ہو گیا ہے -

۲ - نومبر کو مسز بخش جو مدرسہ سلطانیہ کی بڑی اوستانی ہین ساڑھے سات بجے ہمارے یہان آئین اور اپنے ہمراہ تاج محل کا کل علاقہ دکھانے لے گئین - یہہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ (موجودہ بیگم صاحبہ کی والدۂ مرحومہ) کے شوق کا نمونہ ہے - اس کا احاطہ کوئی دو میل سے زائد ہو گا - اس مین عالی منزل بھی شمار ہوتا ہے باغ مین خوبصورت خوبصورت بارہ دریان دیکھین اور آگے چلکر ایک عظیم الشان اور نہایت وسیع عمارت مین داخل ہوئے - یہان مرحومہ بیگم صاحبہ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گذارا تھا اور اسی محل کے ایک کمرہ مین آخری سانس لی اور جان بحق تسلیم ہوئین یہ عمارت اب ویرانہ بن گئی ہے اور اس شعر کا پورا ثبوت ہے -

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت   رفت و منزل بدیگرے پرداخت

نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ نے ایک اور قطعہ آباد کیا ہے - فی الحال یہ جگہہ زیادہ تر وثیقہ خوارون کے لئے ہے - بعضے حصے دوسرے کامون مین بھی آتے ہین مگر اسمین عجیب و غریب اندرونی گذرگاہین - خفیہ راستے تہ خانے وغیرہ وغیرہ دیکھے بعض کمرے بالکل اندھیرے اور تاریک ہین جنمین روشن دان تک نہین - یہ ساری عمارت

لب تالاب واقع ہے اور یہان خود نواب بیگم صاحبہ رہتی تھین وہ حصہ تالاب کی نہایت
پرلطف کیفیت دکھاتا ہے - اگر اس ویران اور بوسیدہ عمارت مین گویائی کی طاقت ہوتی
تو سیکڑون حیرت انگیز داستانین اور ہزارون تعجب خیز افسانے سنائی دیتے - ایک جگہہ
حمام خانہ تھا جہان شاور کی ترکیب موجود تھی - اسی کے قریب تہ خانہ ہین جہان کہتے
ہین کہ اس زمانہ مین خزانہ رہتا تھا - اب اس جگہہ کی نگہداشت ایک بیچاری نانک دہ
وثیقہ خوار کے ہاتھ مین ہے - اور ایک حصہ مین دفتر محاسبی ہے باورچی خانہ دیکھا خاص
طعام کھانا یہین پکا کرتا تھا - مگر اب کھنڈر ہو رہا ہے - اسی عمارت کے ایک حصہ مین جو کبھی
دربار کی کرتھا مدرسہ سلطانیہ ہے - اسے نہایت عمدہ ڈھب سے مرتب کیا ہے
اور رنگ وغیرہ سے صاف اور چکنا رہنا دیا ہے اگر اسی طرح سب حصے کام مین
لائے جائین تو تھوڑے سے خرچ مین مرضی کے مطابق طیار ہو سکتے ہین - اسکے
ساتھ بہت ہی اچھا باغ لگا ہوا ہے جسے خوب آراستہ کیا ہے - ہر طرح کے موسمی پھولون
اور فرنز سے یہ بھرا ہوا ہے - کوئی دس بجے کے قریب انقلاب زمانہ کے
افسوسناک نتیجون پر حسرت زدہ اور اداس ہو کر واپس آئے - ہمیشہ دستور ہے
کہ جب ایسی پرانی یادگارین دیکھنے مین آتی ہین تو دل پر عجیب افسردگی طاری
ہو جاتی ہے - کھانا کھاکر تقریباً بارہ بجے حضور عالیہ کے پاس پہونچے - اوسوقت
وہ صدر منزل مین تشریف فرما تھین - اس عمارت کے پچھلے حصہ مین ایک چبوترہ پر
سیدھا سادا مسند بچھا اور ایک گاؤتکیہ لگا ہوا تھا - جہان ایک معمر ملازمہ ہمین لیگئی
اور کہا کہ آپ لوگ تشریف رکھین سرکار ابھی تشریف لائینگی - ہم انتظار مین بیٹھے تھے کہ
کچھ دیر بعد نواب بیگم صاحبہ اپنی پوتی پرجبیس جہان بیگم کے ہمراہ خندہ پیشانی کے
ساتھ جلوہ افروز ہوئین - وہ اسقدر سادگی پسند خوش اخلاق - منکسر مزاج - حلیم الطبع
عالی حوصلہ - سنجیدہ - روشن خیال مہذب اور دلپش صفت ہین کہ اونھین او انکے گرد و پیش کو

دیکھکر ہم بے اختیار دل ہی دل مین کہنے لگے کہ ایسے ہی نیک طینت لوگون کی شان مین یہ مصرعہ کہا گیا ہے ؎ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار گویا انھون نے اسی کو اپنا ماٹو (اصول زندگی) بنا یا ہے۔ نہایت محبت اور الفت سے ہم لوگون سے ملین کسقدر خلیق اور جدید خیالات سے پر ہین۔ اونھون نے بیان فرمایا کہ دن بھر امور ریاست اور آجکل والسرائے کی تشریف آوری کے انتظامات مین مصروف رہتی ہین۔ چونکہ انکی عالی حوصلہ خیالات کا سمجھنے والا اور ساتھ دینے والا کوئی نہین اسلیئے ہر چیز کو بذات خاص آپ ہی دیکھتی بھالتی اور ہر قسم کی ہدایات کرتی رہتی ہین اسی غرض سے صبح سے اپنے محل احمد آباد سے صدر منزل آتی ہین اور یہان ہر بات کا انتظام کرتی اور ہر مقام پر خود چل پھر کر دیکھ بھال کرتی ہین۔ جہان جہان والسرائے کا قدم جانے والا ہے خود جا کر نگرانی کرتی ہین۔ رات تک ان کامون سے فراغت کرکے اپنے محل پر واپس جاتی ہین۔ حیرت کی جگہ ہے کہ اس عمر مین کسقدر چست و چالاک ہین۔ باوجودیکہ شل ہوجاتی ہین مگر اپنے فرائض پوری طرح ادا کرتی ہین۔ واقعی ہمہ صفت موصوف ہین اور فخر قوم ایسی ہی بیگمات کہی جاسکتی ہین رفاہ عام کے لئے کیا کیا کررہی ہین۔ خدا عمر مین برکت دے اور سب ارمان پورے کرے۔ تھوڑی بات چیت کے بعد امور ریاست طے کرنے کے لئے دوسرے کمرہ مین تشریف لیگئین جہان چق کی آڑ سے ہدایتین کرنے لگین۔ ان مین ایک اور زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو کچھ کرتی ہین باپردہ اور با برقعہ۔ کبھی کھلی ہوئی بے پردہ کہین جاتی آتی نہین۔ اور یہ اصول اُن کے اسقدر پکے ہین کہ جسکی انتہا نہین۔ ہرگز انمین سر مو فرق نہین پڑ سکتا۔ وہ اپنے کام مین مصروف تھین اور ہم ایک کمرہ مین ستا رہے تھے۔ دیر کے بعد ہم کو بلوا لیا اور فرمایا کہ چلو صدر منزل دکھا لائین۔ وہ آپ آگے آگے چلین اور ہم پیچھے ہو لئے۔ اندر پہونچ کر عجب ہی عالم نظر آیا۔ دربار کا کمرہ جہان

وائسرائے کے لئے دربار ہونے والا تھا عجیب آرایش اور تکلف سے سجا گیا تھا زردوزی فرش بچھا ہوا۔ اُسپر چند قالین چاندی سے منڈھی ہوئی کرسیان جسمین کہین کہین طلائی کام بنا ہوا تھا۔ چھت کی پوشش بھی گران قیمت ریشمی کپڑے سے کیگئی تھی۔ یہان کچھ دیر ٹھہر کر اپنی منجھلی بہو شہریار بیگم صاحبہ یعنی صاحبزادہ کرنیل عبید اللہ خان صاحب کی بیگم صاحبہ کے پاس ہمین لے گئین۔ ان کا قیام صدر منزل کے قریب ہمایون منزل مین ہے۔ اس جگہ پہونچکر ایک عجیب نورانی صورت نظر آئی۔ شہریار بیگم صاحبہ اپنی نظیر نہین رکھتین۔ واقعی لاجواب ہین اور انکی صاحبزادی برجیس جہان بیگم صاحبہ بھی یہین جلوہ افروز رہتی ہین یہ حصہ انگریزی وضع سے سجا ہوا ہے اور اسی طریقہ پر اُسوقت ہم لوگون کو چاے پلائی گئی۔ کرنیل صاحب اپنی والدہ ماجدہ کے قدم بقدم چلتے ہین۔ منجھلی دولھن صاحبہ نہایت ذکی الطبع ہین اور آجکل انگریزی سیکھ رہی ہین۔ تھوڑی دیر کی پر لطف گفتگو کے بعد بیگم صاحبہ اپنے ہمراہ پہلے مقام پر لائین اور فرمایا کہ مین نماز ادا کرتی ہون آپ لوگ بڑی دولھن کے پاس جائین۔ ہم لوگ دو پیش خدمتون کے ساتھ صدر منزل سے گذر کر دوسری طرف گئے جہان شوکت محل ہے اور اُسی جگہ صاحبزادہ نصر اللہ خان رہتے ہین۔ محل کے اندرونی حصہ مین جہان بڑی دولہن صاحبہ تشریف رکھتی تھین پہونچے۔ یہ بیگم صاحبہ منجھلی دولہن صاحبہ کی ہمشیرہ ہین اور اُنھین کی طرح نور کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ ذرا پرانے خیالات کی پابند ہین۔ مگر سچ کہتی ہون ان لوگون سے ملکر جی بہت خوش ہوا۔ ایسی بی بیان عنقا ہین۔ کچھ دیر بعد سرکار عالیہ برقع پہنے ہوے تشریف لائین اور اپنی پوتی کو اور ہمین اپنے ساتھ گاڑی مین سوار کرکے الگزینڈرا ہائی اسکول کی طرف چلین اور وہان پہونچکر اپنی ہدایات کی تعمیل ملاحظہ فرمائی یہ اسکول لڑکون کے لئے ہے جس کا افتتاح لارڈ منٹو صاحب بتاریخ ۱۱۔ نومبر

فرملٹ بنگلے اور تالاب کے دوسری طرف نہایت ہی عمدہ موقع پر واقع ہے۔ لارڈ صاحب کی یہان تشریف آوری پر جو رسم ادا ہونے والی ہے اُسکے لیے ایک وسیع کمرہ خاص طور پر آراستہ کیا گیا ہے۔ مسز پین (ایلکزینڈرا اسکول کے مدرس اعلی کی بی بی) کے اصرار سے چائے نوشی ہوئی۔ کچھ دیر ٹھہر کر عالی منزل چلین جہان انھون نے لیڈیز کلب کے متعلق تمام تجاویز بیان فرمائین۔ اُسکے بعد ہمکو وہین چھوڑ کر خود واپس تشریف لے گئین۔

۳۔ نومبر کو صرف عطیہ ہی بیگم صاحبہ کے پاس گئی تھی انھون نے اسپتال اور عجائب خانہ (اسکے افتتاح کی رسم بھی لارڈ منٹو صاحب ۱۱۔ نومبر کو ادا کرینگے) دکھایا اور آپ گر عالی منزل پہونچا گئین۔

۴۔ نومبر آج شام کو بیگمات پھر جمع ہوئین۔ حضور عالیہ بھی تشریف لائین اور پوری طرح ریہرسل کرایا۔ سب نے اپنا اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔ خصوصاً لیڈیز کلب کی سکریٹری آفتاب بیگم صاحبہ نے ایڈریس نہایت بھلے انداز سے پڑھا۔ یہ دونون دولھنون کی بڑی ہمشیرہ ہین اسلیئے وہی آب وتاب ہے۔ یہ سب سات بہنین ہین اور سب کی سب نہایت عمدہ قابلیت رکھتی ہین اگر ایسی بی بیان زیور علم سے پوری طرح آراستہ ہون تو معلوم نہین کیا کچھ کار ہائے نمایان کرین انمین ہر طرح کا مادہ ہے۔ اور بھی بیگمات ہوشمندی اور لیاقت مین کم نہین ہین اور ہمین یقین ہے کہ کلب مین ملنے جلنے سے بہت کچھ فائدہ ہوگا۔

۵۔ نومبر۔ سرکار عالیہ کی خواہش سے کلب کا انتظام یعنی لیڈی منٹو صاحبہ کی تشریف آوری کے متعلق پروگرام بنانا اور تمام آراستگی کی نگرانی کرنا وغیرہ عطیہ نے اپنے سر لے لیا ہے۔ اگرچہ آرایش اور بعض انتظامات ہو چکے ہین مگر انگریزی مین جسے فنشنگ ٹچ آخری رنگ آمیزی کہتے ہین وہ عطیہ دے رہی ہے اسیطرح عطیہ کی تجویز سے مدرسہ سلطانیہ مین بھی کئی باتین اور شریک کر دی گئین ہین اور وہ دونون

سوتھون کے لئے عمدہ طریقہ پر پروگرام بنا رہی ہیں۔ امید ہے کہ پوری کامیابی ہوگی اور بیگم صاحبہ اور لیڈی منٹو محظوظ ہونگی۔

۷۔ نومبر۔ آج عطیہ بیرے ساتھ نہ آسکی۔ بہ سبب کام کے رُک گئی۔ مین بیگم صاحبہ کا باغ حیات افزا دیکھنے گئی تھی۔ یہ باغ شہر سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے اور بہت بڑا قطعہ اراضی گھیرے ہوئے ہے۔ پھل اور پھول کے بہت سے اقسام کے درخت ہین۔ بیچ مین ایک پرلطف بارہ دری ہے۔ یہ نہایت دلفریب جگہ ہے خوب سیر کی۔ ایک طرف ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جس کا جالی دار کٹہرا سنگ مرمر کا ہے۔ یہان بیگم صاحبہ کے ذی رتبہ شوہر دفن ہین۔ اور قریب ہی دونون صاحبزادیان نواب بلقیس جہان بیگم صاحبہ اور نواب آصف جہان بیگم صاحبہ کے مزارہاے پرحسرت ہین۔ دونون عین عالم شباب مین داغ حسرت دیگئین۔ جب مین واپس آئی تو معلوم ہوا کہ نواب شاہجہان بیگم کا مزار بھی وہین دوسری طرف تھا۔ شام کو آفتاب بیگم صاحبہ اور اقتدار دولھن صاحبہ آئی تھین۔ بہت ہی اچھا وقت گذرا۔

۸۔ نومبر۔ ۸ بجے احمد آباد پہونچے۔ راستہ بھر دو رویہ جھنڈیان لگی ہوئی اور چراغان کی تیاریان ہو رہی تھین۔ یہ عمارت پرانی وضع کی ہے ہم جسوقت پہونچے بیگم صاحبہ باغ کی سیر مین مشغول تھین۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لائین تو فرمایا کہ مین آپ لوگون کا انتظار کر رہی تھی آپ کیون نہ آئین۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور کی مرضی سے ہم ناواقف تھے ورنہ وہین حاضر ہوتے۔ اُنھون نے فرمایا اچھا اب آپ لوگ سیر کر آئین مین تو شل ہوگئی ہون۔ خیر ہم ملازمہ کے ہمراہ باغ مین گئے۔ نہایت اچھی جگہ ہے اور قدرتی نظارہ کیفیت خیز ہے۔ ہنوز باغ پورا مرتب نہین ہوا ہے کیونکہ تھوڑے ہی سال ہوے ہین کہ بیگم صاحبہ نے اس مقام کو آباد کیا ہے۔ چھوٹا سا پہاڑ ہے جسپر یہ سب عمارتین طیار ہوئی ہین اور اُسکے دامن مین بہت ہی وسیع تالاب ہے۔

سامنے بھی پہاڑ ہے جسپر کرنیل صاحب کی سیر گاہ ہے اور جہان کشتی کے ذریعہ
جا سکتے ہین - بارہ دریان سبز خانہ وغیرہ مختلف چیزین بنی ہوئی ہین - یہان گلاب کی
جھاڑیان دیکھکر حیرت ہوئی - اچھے خاصے چھوٹے چھوٹے درخت معلوم ہوتے ہین -
لب تالاب نشست گاہین بنی ہوئی ہین جہان سے طرب انگیز تماشہ ہو سکتا ہے
سیر کرتے ہوے راحت منزل پہونچے - یہ کوٹھی انگریزی طریقے پر سجی ہوئی ہے لیکن
یہان کوئی رہتا نہین ہے - چھوٹے صاحبزادہ حمید اللہ خان صاحب جب کسی دوست
کو بلاتے ہین تو یہین اُن کے لئے انتظام کیا جاتا ہے گویا اسے مردانہ حصہ سمجھنا چاہیے
موسمی پھولون سے یہ حصہ بھرا ہوا ہے - یہان سے نکل کر مسجد دیکھی اور چکر کھاتے
ہوے بیگم صاحبہ کے پاس آئے - نہایت لطف خیز باتین ہوتی رہین - اُنسے
ہم نے کہا کہ آپ راحت منزل مین کیون نہین قیام فرماتین - فرمایا کہ وہ مقام کھلا ہوا
ہے دوسرے ابتک ہمارے ملازم ایسے مکانات کا رکھ رکھاؤ نہین جانتے -
یہ بڑی دقت ہے - اثناے گفتگو مین مرحبیس جہان بیگم صاحبہ اور چھوٹی دولہن صاحبہ
نے نہایت اچھے طرز اور خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھکے سنایا - اور ترجمہ
ترجمہ کیا - ان دونون کی تعلیم و تربیت بیگم صاحبہ حسب دلخواہ کر رہی ہین -
دولہن کے ہاتھون کی بنی ہوئی دست کاری بھی دیکھی - واقعی اچھا کام
بنائی ہین - دونون نے انگریزی مین ریسائیٹ بھی خوب ہی کیا - مختصر یہ کہ ہر بات
مین تھوڑا بہت درک رکھتی ہین یقین ہے کہ جب عمر کو پہونچین گی تو بہت ہی
جوہردار ثابت ہونگی - تقریباً ڈیڑھ بجے واپس آئے -

۹ - نومبر - آج آخری ریہرسل ہوا - کل بیگمات جو لیڈی منٹو صاحبہ
کے دربار مین پیش ہونے والی ہین اُن کے نام عطیہ نے لکھ لئے - تاکہ وہ پکاری جائے
اور بیگمات پیش ہوتی جائین - پروگرام نہایت عمدہ طیار ہوا ہے خدا کرے پوری

کامیابی ہو۔

۱۰۔ نومبر۔ آج وائسرائے معہ لیڈی منٹو اور ہمراہیان کے بھوپال وارد ہوے۔ سویرے خیر مقدم کی تو ہین سر ہوئین اور اُسکے بعد دوسری متفرق رسوم ادا ہوئین۔ سکریٹری صاحبہ آئی تھین اور اُنسے کل کی کارروائی کے متعلق تمام باتین طے ہو گئین۔

۱۱۔ نومبر۔ آج سویرے مُنھ اندھیرے ہم لوگ تیار ہو گئے اور بیگمات رنگ برنگ کے لباسون سے مزین ہو کر آئین اور اپنی اپنی جگھ قرینے سے بیٹھ گئین۔ دونون دلھنین بھی بڑی آن بان سے آگئین۔ عطیہ ساڑھے بارہ بجے رات تک کام کرتی رہی دو تین دن اُسنے خوب محنت کی۔ لیڈی منٹو صاحبہ کے لئے باغ کے ایک گوشہ مین ایک زربفتی شامیانہ چار سونے کے ستونون پر نصب کیا گیا تھا۔ اور اس شامیانے مین اُن کے اور بیگم صاحبہ کے لئے چاندی کی اور مہمانون کے لئے زربفتی چوکیان رکھی گئی تھین۔ اسکے مقابل قنات تھی جسکے کنارہ ممبران کلب قرینہ سے چوکیون پر بیٹھی تھین۔ تمام باغ جھنڈیون۔ نشانون اور پھریرون سے معمور ہو رہا تھا۔ پھاٹک پر خیر مقدم کے الفاظ لکھے ہوے تھے۔ وہان سے کچھ فاصلے پر کمان کی آڑ مین دونون دولھنین اور دوسری معزز بیگمات سب ملاکر نو بی بیان اس غرض کے لئے بیٹھی تھین کہ لیڈی منٹو صاحبہ کا خیر مقدم کرین اس کے بعد وکٹوریہ گرلز اسکول (جو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا جاری کیا ہوا ہے) کی لڑکیان فیروزی لباس پہنے قطار باندھے کھڑی تھین تاکہ لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر ترانہ خوش آمدید اور دوسری چیزین گائین۔ اسی حالت مین نو بجے تک قرینہ سے سب اپنی اپنی جگھ حالت انتظار مین رہین۔ پہلے لیڈی منٹو صاحبہ مدرسہ سلطانیہ مین داخل ہوئین اور خیر مقدم کا ترانہ (جو کورس کی وضع پر طیار کیا گیا تھا)

عطیہ کے ساتھ سب لڑکیون اور استانیون نے ملکر گایا - یہ ترانہ نہایت خوش الحانی اور عمدہ لے سے گایا گیا - جسمین لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا گیا تھا - زیور علم سے ان سب لڑکیون کے آراستہ ہونیکی آرزو کی گئی تھی اور سرکار عالیہ جو اس مدرسہ کی بانیہ ہین اور جنکی بدولت یہ جلسہ ہوا - اُن کے لئے افزونی دولت اور فراوانی اقبال کی دعا مانگی گئی تھی - اسکے خاتمہ پر مسز بخش نے ایڈریس پڑھا - اذان بعد چند لڑکیون نے گیند کا گیت انگریزی مین گایا اور ریسیٹیشن سنایا - ان سب کے بعد لیڈی صاحبہ نے انعامات تقسیم کئے اور لڑکیون نے پھول نثار کئے اور گلدستے نذر دئے اختتام پر "گاڈ سیو دی کنگ" (خدا بادشاہ کو سلامت رکھے) کا گانا ہوا - یہان سے سواری پرنس آف ویلز کلب کی طرف چلی - چونکہ کلب مدرسہ سلطانیہ سے قریب تھا لیڈی صاحبہ کے سوار ہونے کی خبر فوراً پہونچ گئی - اور سب اپنی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ گئین جیسے ہی سواری پھاٹک پر پہونچی اور لیڈی صاحبہ معہ بیگم صاحبہ - اپنی صاحبزادی لیڈی ایلین ایلیٹ اور ہمشیرہ کاونٹس آف انٹریم کے اُترین اور بینڈ نے بھوپال اینتھم (بھوپال کا قومی گیت) بجانا شروع کیا - عجیب موثر وقت تھا - آہستہ آہستہ یہ لوگ چلکر کمان تک آئین - جہان دونون دلھنین اور دوسری بیگمات خیر مقدم کہنے کے لئے کھڑی تھین - ان سبھون سے تعارف حاصل کرکے اور ایک دو باتین کرکے یہ سب آگے بڑھین - ایک مقام پر عطیہ کھڑی تھی جسنے پروگرام پیش کیا - یہان سے آہستہ آہستہ شامیانہ تک آئین اور پہلے سکریٹری صاحبہ سے اور پھر ہم سب مہمانون سے ملکر مقررہ نشست گاہ پر بیٹھ گئین - وکٹوریہ گرل اسکول کی ہیڈ مسٹریس (معلمہ اول) مسز اسکل تھارپ نے بیگم صاحبہ کی اجازت حاصل کرکے اپنی دونون لڑکیون کے باجہ کی مدد سے اسکول کی لڑکیون کو

کیسا نغز گیت گوایا۔ اور بعد ازان سلمہ ستارہ اور مصنوعی پھول ٹکے ہوئے خوبصورت ہار پہنائے پھر آفتاب بیگم صاحبہ سکریٹری کلب نے نہایت خوبی اور شائستگی سے اردو مین ایڈریس پڑھا جس کا انگریزی ترجمہ عطیہ نے لیڈی صاحبہ کو دیا۔

ایڈریس ایسی خوش اسلوبی سے پڑھا گیا کہ لیڈی صاحبہ بھی بغیر تعریف کئے نہ رہ سکین۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدتون سے اُسکے پڑھنے کی عادی تھین۔ افسوس کہ لیڈی منٹو صاحبہ اپنا جواب بھول آئی تھین۔ اسلئے زبانی چند فقرہ کہے جسکا ترجمہ اُن کی خواہش سے عطیہ نے تمام بیگمات کو مخاطب کرکے نہایت خوبی سے سنایا۔ اس کے بعد سکریٹری صاحبہ نے کلب کی طرف سے ایک خوبصورت کاسکٹ پیش کیا اور بیگم صاحبہ کو کلب کی کُنجی دی جسے لیکر اُنھون نے لیڈی صاحبہ کو دیا اور کہا کہ آپ اس کلب کا افتتاح کرکے ممنون کرین (بیگم صاحبہ خاصی طرح انگریزی مین اپنا مطلب ادا کرسکتی ہین) بیگم صاحبہ کے یہ کہتے ہی لیڈی صاحبہ کلب کی طرف چلین۔ آگے آگے یہ لوگ اور پیچھے پیچھے سارا مجمع تھا۔ دروازہ پر لیڈی صاحبہ نے ٹھہر کر کنجی سے قفل کھولا۔ اور جون ہی کہ یہ دروازہ کھلا کلب کے تمام دروازہ ایک ساتھ کھل گئے جو اُس وقت بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ اسکا بندوبست یون کیا گیا تھا کہ ہر دروازہ کے اندر ایک ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔ اُن سبھون نے عطیہ کی تاکید سے وقت پر ایک ساتھ سب دروازے کھول دیئے۔ لیڈی صاحبہ بیگم صاحبہ مہمان اور دولھنین یہان سے داخل ہوکر اپنی اپنی معین جگھون پر بیٹھ گئین۔ حضور عالیہ اور لیڈی صاحبہ اُس ڈیس پر بیٹھین جو اُن کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اُن کے ایک طرف مہمانون کے کوچ کرسیان۔ اور دوسری طرف دولھنون کی نشست تھی۔ ڈیس کے سامنے کی طرف ایک حصہ رکھا گیا تھا جہان رشتہ دار بیگمات جوڑی جوڑی آتین اور تسلیم بجا لاکر لیڈی منٹو صاحبہ سے ہاتھ

ملاتین اور دو رو یہ کوچون پر بیٹھ جاتین - پہلے نو جوڑیان گلابی اور کپاسی رنگ کے لباس پہنے ہوئے آئین اور اُسکے بعد ۲۶ جوڑیان اور ایک علیحدہ بیگم فیروزی اور دھنک کے رنگ کے لباسون مین آئین - جملہ ۱۶ بیگمات تھین - جس وقت یہ تسلیم بجالاتین تو عطیہ ان کے نام پکارتی اور تب لیڈی منٹو صاحبہ ہاتھ ملاتین - بیگمات کے پیش ہونے کے بعد عطر گلاب اور الایچی سے ضیافت کیگئی اور سکریٹری صاحبہ نے لیڈی صاحبہ اور حضور عالیہ کو گوٹے کے ہار پہنائے اور ہم لوگون نے باقی سب لوگون کو تقسیم کئے - اسکے بعد بیگم صاحبہ نے ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کا مرقع اور اپنی مرحومہ والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ کی تصویرین دکھائین - بعد ازان کلب گھر پر ایک نظر ڈالی گئی - ہر میز پر کچھ نہ کچھ رکھا ہوا تھا - کہین رسالے کہین اخبار - کہین پنگ پانگ - کہین دوسرے کھیل غرضکہ آدھا کمرہ انھین چیزون سے بھرا ہوا تھا جس سے کلب کی حیثیت ظاہر ہوتی تھی - بقیہ نصف مین نشست گاہ رکھی گئی تھی پھرتے پھراتے حضور عالیہ ایک میز کے قریب آئین اور چھوٹی دولھن اور برجیس جہان بیگم صاحبہ سے فرمایش کرکے انگریزی مین ریسائیٹ کروایا - ان بچون نے ایسی خوبی سے پڑھا کہ لیڈی صاحبہ دنگ رہ گئین - ایک نہایت عمدہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی نقشی تصویر لیڈی ایلیٹ کو دی اور دوسری دستکاری کے نمونے بھی پیش کئے جسکے بعد رخصتی ہوئی - پھاٹک کے قریب کوئی بیس سکنڈ ٹھہر کر لیڈی منٹو صاحبہ نے اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا اور دو ایک باتین اور کین عطیہ کے ساتھ اُن کو بہت ہی دلبستگی ہوگئی اور چلتے وقت فرمایا کہ مین امید کرتی ہون کہ تم اور تمہاری ہمشیرہ بڑودہ آئینگی - سوار ہوئین تو وداعی بینڈ بجا اور سب کارپردازون نے اس کامیابی پر نہایت اطمینان اور مسرت کے دم بھرے عطیہ بھی اوسمین شریک تھی -

۱۲- نومبر - شب کو والسرائے اور اُن کے ہمراہیان کی احمد آباد مین عوت تھی اور چراغان و آتشبازی کی سیر کو ہم لوگ بھی بلائے گئے تھے واقعی ایک طلسمی سمان تھا - یون تو روشنی ہر جگہ تھی مگر راحت منزل تو ایک بقعۂ نور کی طرح جگمگا رہا تھا - آج رات کو والسرائے معہ ہمراہیان کے بھوپال سے روانہ ہون گے اور اسکے بعد مین بمبئی جاؤنگی اور عطیہ بڑودہ کیونکہ مہارانی صاحبہ نے والسرائے کی تشریف آوری کے موقعہ پر عطیہ کو بڑے اصرار سے بلایا ہی - صبح کو سب سامان درست کیا اور ۴ بجے کے قریب عطیہ گارڈن پارٹی مین شریک ہونے کی غرض سے احمد آباد گئی - کہتی تھی کہ بیگم صاحبہ نے بڑی خوشی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا "جب یہان کوئی موقعہ ہوگا تو ضرور آنا - اب تو ممکن نہین کہ تم نہ آؤ" اور اس قسم کے بہت سے محبت آمیز کلمے فرمائے - عطیہ کہتی تھی کہ زربفتی فرش سے آنکھین خیرہ ہوئی جاتی تھین بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ چپہ چپہ سے ریاست کی حشمت وجاہ کے آثار نمایان تھے - والسرائے - لیڈی منٹو - لیڈی الیلیٹ اور کاؤنٹس آف انٹریم وغیرہ سے بڑی دلچسپ باتین ہوتی رہین - شام کو بیگم صاحبہ نے نہایت الفت اور افسوس سے عطیہ کو رخصت کیا جس کا اثر اُسکے چہرہ پر واپس آنے تک باقی تھا - عطیہ کی واپسی پر باقی سامان درست کیا گیا - کھانا کھایا اور دوستون سے خدا حافظ کہکر اسٹیشن پر آئے - ساڑھے بارہ بجے پنجاب میل آنے والا تھا انتظار کرتے رہے - چند بی بیان الوداع کہنے آئی تھین اور حضور عالیہ کی طرف سے بھی سکریٹری وغیرہ آئے تھے - خدا خدا کر کے گاڑی آئی اور مین عطیہ سے جدا ہو کر روانہ ہوگئی - عطیہ ساڑھے تین بجے سوار ہونیوالی تھی اسی فکر مین رات کاٹی - صبح ہوئی - بمبئی کا دھیان اور عطیہ کی یاد دلمین تھی تقریباً ۹ بجے وکٹوریہ ٹرمنس پر پہونچے اور آدھے گھنٹے کے بعد ہمشیرہ نواب بیگم صاحبہ اور عزیزون سے مل گئے الحمد للہ -

زہرا بیگم فیضی

نظرے خوش گذرے

الندوہ

نومبر کے الندوہ مین علامہ شبلی نعمانی نے ابن رشیق القیروانی کی کتاب العمدۃ پر ریویو کرتے ہوے عرب مین شاعری کے رتبہ اور شاعری کے اثر کو چند تمثیلات سے ثابت کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہین:-

عرب مین ایک نہایت معزز قبیلہ بنو نمیر تھا۔ کسی مجمع مین اس قبیلہ کا کوئی آدمی بیٹھا ہوتا تھا اور کوئی اسکا نام و نسب پوچھتا تھا تو نمیر کا نام لیتے وقت اسکی آواز مین غرور کا لہجہ پیدا ہو جاتا تھا جریر اس قبیلہ سے ناراض ہوا رات کو انکی ہجو لکھنے بیٹھا تو اپنے بیٹے سے کہا کہ ذرا چراغ مین تیل زیادہ ڈال دینا۔ آج دیر تک جاگونگا۔ یہ کہکر ہجو لکھنی شروع کی۔ جب یہ شعر کہا۔

فغضّ الطرف انک من نُمیر   فلا کعباً بلغت ولا کلابا

تو زور سے اچھلا اور پکار اٹھا کہ واللہ اخزیتہ لا یفلح ابداً یعنی خدا کی قسم مین نے اس قبیلہ کو برباد کر دیا۔ اب یہ قیامت تک ابھر نہین سکتے۔ اسیوقت یہ شعر تمام عرب مین پھیل گیا اور یہ حالت ہوگئی کہ اس قبیلہ کا کوئی آدمی کہین جا نکلتا تھا اور کوئی اسکا نام و نشان پوچھتا تو قبیلہ کا نام بدلکر بتاتا تھا۔ یہانتک کہ رفتہ رفتہ اس قبیلہ کا نام ہی مٹ گیا۔

ہماری شاعری پر سب سے زیادہ اثر ایرانی شاعری کا پڑا جسکا یہ رتبہ تھا کہ وہان کے ایک جلیل القدر شاعر نے "ایک قطعہ مین ثابت کیا ہے کہ انسانی جماعت مین شاعر کی اتنی بھی ضرورت نہین جسقدر بھنگی اور خاکروب کی ہے" ایسی صورت مین ہماری شاعری کی کیا منزلت ہو سکتی تھی۔ اب کر کے بعض وطن پرستان و محبان قوم نے اپنے کلام کو موثر بنانے کی کوشش کی ہے اور امید پڑتی ہے کہ جہان مغربی تعلیم کے اثر سے ملک مین دوسری طرح کی ترقیون کی داغ بیل پڑ گئی ہے ہماری

شاعری کی وقعت بھی روز بروز بڑھتی جائیگی۔

اُردوے معلی

مولانا فضل الحسن حسرت موہانی سلسلہ شعرا کا تذکرہ لکھکر جو خدمت اُردو زبان کی کر رہے ہین اُسکی ہم دل سے قدر کرتے ہین۔ نومبر نمبر مین شاہ حاتم (سنہ ۱۱۱۱ھ تا سنہ ۱۱۹۷ھ) کے حالات ہین۔ شاہ حاتم کی شاعری کی مدت اسی سال سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنی عمر مین کیا کچھ نہ انھون نے کہا ہوگا۔

صاحب تذکرہ آبحیات کا قول ہے کہ "شیخ غلام ہمدانی مصحفی اپنے تذکرہ مین ان کی شاعری کی ابتدا یون لکھتے ہین کہ سنہ ۲ محمد شاہی عہد مین ولی کا دیوان دکن سے دہلی مین آیا۔ اُس زمانہ کے حال سے کیونکہ جو سبب وہی غنیمت تھا اسواسطے خاص و عام مین اس کا بہت چرچا ہوا۔ شاہ حاتم کی طبیعت موزون نے بھی جوش مارا۔ شعر کہنا شروع کیا اور ہمت و لیاقت سے اُسے انتہا کو پہونچایا۔ پہلے رمز تخلص رکھتے تھے پھر حاتم ہوگئے۔ یہ پہلے شعراے طبقۂ اول کے منتخب شاعرون مین تھے۔ اسوقت بھی زبان اُن کی فصیح اور کلام بے تکلف تھا۔ مگر طبقۂ دوئم مین داخل ہوگئے۔ کلیات ان کا بہت بڑا ہے جو اکثر زبان قدیم کی غزل اور قصائد اور رباعیات و مثنوی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ کتب خانہاے قدیم لکھنؤ اور دہلی مین دیکھا گیا۔ وہ شاہ آبرو اور ناجی کی طرز مین ہے۔ لیکن آخر عمر مین کلیات مذکور سے خود انتخاب کرکے ایک چھوٹا دیوان مرتب کیا اُسکا نام دیوان زادہ رکھا کیونکہ پہلے دیوان سے پیدا ہوا تھا۔ وہ صاحبزادہ بھی پانچ ہزار سے زیادہ کا مال بغل مین دبائے بیٹھا ہے۔ بہرحال یہ کارنامہ اُن کا استحقاق پیدا کرتا ہے کہ طبقۂ دوم سے نکالکر طبقۂ سوم کی اولیت کا طرہ ان کی زیب دستار کیا جائے یا اُس کا ایک رکن اعظم قرار دیا جائے۔"

اردو زبان کے قریب قریب کل دواوین کی ترتیب بلحاظ حروف تہجی ردیف ار

ہوا کرتی ہے جس سے ایک بڑا نقص یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ شاعر کے ابتدائی اور انتہائی زمانۂ شاعری کے کلام میں یقینی امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں باقی رہتا - چنانچہ بعض [illegible] پر اساتذہ کے دواوین میں غایت درجہ استرار اور جدد رجہ [illegible] غزلون کو یکجا دیکھ کر [illegible] ہوتا ہے شاہ حاتم نے بھی اپنا دیوان ردیف وار مرتب کیا ہے لیکن مذکورۂ بالا کمی [illegible] خوبی سے اس طور پر رفع کر دیا ہے کہ ہر غزل کے شروع میں اسکی بجائے [illegible] ردیف [illegible] میں درج ہے جس سے ہر شخص اُن کے حسن کلام اور اصلاح [illegible] ترقی کا [illegible] اندازہ کر سکتا ہے -

اگر دوسرے شعرا [illegible] اپنے [illegible] اسی اصول کو مد نظر رکھا کرتے تو آج [illegible] کی بعض لغزشات کو بانس پر چڑھا کر [illegible] خوش [illegible] غالب مرحوم نے اپنے کلام کا انتخاب کر کے تمام ضعیف [illegible] مگر یہ پابندی انھون نے بھی ملحوظ نہ رکھی کہ ہر غزل کے ساتھ [illegible] درج کر دیتے جس سے شاعر کی دماغی کوشش [illegible]

فصیح الملک

ہندوستان بھر میں جتنے اردو رسالے [illegible] کی پابندی کا خیال ضروری نہین جانتے - اسکی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ [illegible] نمبر سال گذشتہ کا آخری نمبر تھا - بقیہ تین ماہ کے پرچے اس سال شائع ہونگے - [illegible] اردو زبان کی سچی ہمدردی کی بنا پر مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم سے نکلا ہوا [illegible] شایع ہوا ہے - اس بات پر افسوس ظاہر کرتے ہوے کہ ملک میں اردو زبان کے مخلص ہمدردون اور حقیقی حامیون کی بہت کمی ہے اور اردو کی [illegible] تصویر کھینچتے ہوے انھون نے اردو زبان کی ترقی کے [illegible] ذیل [illegible] فرمائے ہیں:

(۱) اردو لغات کا ذخیرہ جہان تک ہو سکے ایک وسعت سے بہم پہونچایا جائے۔

(۲) جو لوگ لغات تیار کر رہے ہین یا جو اس قابل ہین انھین حوصلہ دلایا جائے۔

(۳) اس کام کے واسطے ہندی کا رکنون کی طرح ایک کمیٹی بیٹھے۔

(۴) ایسے کا مون کے واسطے ایک سرمایہ بہم پہونچایا جائے۔

(۵) اردو زبان مین علمی کتابون کا ذخیرہ مہیا کیا جائے۔

(۶) اردو زبان کے رسالون اخبارون کی جو واقعی اپنی خدمات کے اعتبار سے اردو زبان کی حمایت مین ساعی ہون خاص قدر کیجائے۔

(۷) ملک و قوم کی انگریزی خوان نسلین اردو سے راہ و رسم پیدا کرین۔ جو نفرت ہے وہ فوراً اٹھا دی جائے۔

ہمارے یہان کے تعلیم یافتہ گروہ کو اگر اردو زبان سے اسی قدر دلچسپی پیدا ہو جائے جتنی 'یورپ کی دماغی کلون' کو السنۂ مشرقی سے ہے تو ہماری مشکل آسان ہو جائے۔ یورپ اور امریکہ کی وہ مجالس جو السنۂ مشرقی کی تعلیم کو ترقی دینے کا بیڑا اٹھائے ہوے ہین ہر سال ایک کثیر رقم اسی غرض کے حصول کے لئے صرف کرتی ہین مگر ہمارے یہان کی انجمنون کے پاس جو ہماری مادری زبان کی ترقی کے لئے قائم ہوئی ہین صرف اسیقدر سرمایہ ہے کہ وہ اپنے قواعد و ضوابط کو ایک کتاب یا رسالہ کی صورت مین شایع کر سکین۔

صلاے عام

صلاے عام کے دسمبر نمبر مین سید محمد عابد رضا صاحب رضوی نے "اردو لٹریچر مین کتابون کی ضرورت" پر بعض نہایت کار آمد خیالات ظاہر کئے ہین۔ اردو علم ادب کی بے مایگی کا احساس تمام ہمدردان ملک کو ہو گیا ہے تاہم عملی طور پر اردو زبان کی امداد ابھی تک بہت کم ہوئی ہے۔ لیکن اس ہونہار بچہ کی ابھی عزت

گویا ہے جو ہمین کسی طرح کی نا امیدی ہو - سید صاحب کی یہ تجویز کہ "ابتک جسقدر اخبار اور رسالے شایع ہوے ہین اُنمین سے بہترین مضامین اخذ کر کے کتابون کی صورت مین ترتیب دین" نہایت مفید ثابت ہوگی بشرطیکہ جو صاحب یا جو مجلس اس کام کو اپنے ذمے لے وہ اس طرح کے انتخاب کی اہل ہو اور ملک کے خوش مذاق لوگ ایسے منتخب مجموعون کی اشاعت مین ذرا فیاضی سے کام لین جو انجمنین اُردو زبان کی توسیع اور ترقی کے لئے قائم ہین اُنھون نے ابتک جسقدر کام کیا ہے اُس سے ملک کی خوش مذاقی اور بہی خواہان ملک مین علمی قوت کی کثرت کا پتہ چلتا ہے -

زبان اُردو کے قواعد بھی ضروری ہین یہ اس طور پر بناے جائین کہ مکمل قواعد کا کام دین - فن فصاحت و بلاغت و انشاپردازی کے متعلق رسائل شایع کئے جائین جنکے مطالعہ سے عوام فائدہ حاصل کر سکین - گذشتہ اور موجودہ بہترین نظم و نثر کے لکھنے والون کی سوانح عمریان تالیف ہون اور اُنکا اگر یہ اصول قرار پا جاے تو بہتر ہو یعنی شروع مین تو زندگی کے حالات اور کلام پر محققانہ ریویو اسکے بعد انکی تحریرات - دواوین و کلیات (جو) عموماً ضخیم ہین - اُن کا بہترین حصہ جو زبان اردو مین نیا اضافہ کر رہا ہے انتخاب کر لیا جاے - اردو ادب کی تاریخ لکھی جاے شروع زمانہ سے ابتک کی کیفیت مسلسل قلمبند ہو.... سنا ہے کہ جناب عزیز لکھنوی شعراے ہند کے حالات قلمبند کر رہے ہین - ممکن ہے وہ اس مین کامیاب ہون لیکن اگر وہ بالفعل اودھ کے شعرا قدیم و جدید ہی پر اکتفا کرین تو بہتر ہو - کیونکہ اس صورت مین وقت کافی ملیگا اور محنت تحقیق و اطمینان کی بنا پر ہوگی - اسکی ضرورت بھی ہے ورنہ تذکرۃ الشعرا تو متعدد ہین - دہلی کے شعرا کے حالات حضرت ناظر یا جنکی معلومات وسیع پر انکو بھروسا ہو قلمبند کرنے کے لئے مقرر فرمائین - اسی طرح صوبہ وار تقسیم کام ہو جاے تو بہتر ہے"

یہ سب تجاویز نہایت کارآمد ثابت ہونگی اگر اردو زبان کے تمام یا اکثر ہمدرد

اس بات پر متحد ہو جائین کہ وہ جتنا کہین گے اوسکا دسوان حصہ کم سے کم عملی صورت مین نظر آیگا اور باہمی مناقشات اس لدی پھندی گاڑی کے پھیون مین روڑا نہ اٹکائین گے -

تنویر الشرق

بعض ایسے مشکل انگریزی الفاظ کی فرہنگ لکھتے ہوے جو ہماری زبان مین رواج پاگئے ہین مولانا ذکار اللہ صاحب مدظلہم نومبر کے تنویر الشرق مین "ایجوکیشن" کی تعریف لکھتے ہین کہ

انسان کی قابلیتین اور قوتین خواہ وہ جسمانی ہون یا نفسانی اُن کا ظہور مناسب اعتدال مین کمال کے ساتھ ہو- کمال سے مراد اُس حد سے ہے کہ جہا تک وہ پہونچنے کے قابل ہون اور مناسب اعتدال سے مراد یہ ہے کہ ایک قوت و استعداد دوسرے کے ساتھ ایک مناسبت رکھتی ہو جسمین اعتدال ہو اور افراط و تفریط اسکے درمیان نہ ہو"

اسی نمبر مین مولانا ارشد تھانوی نے ہندوستان کے موجودہ طرز معاشرت پر سرسری نظر کے عنوان سے بعض دلچسپ خیالات ظاہر کئے ہین اور آخر مین یہ سوال پیش کرکے کہ " آیا موجودہ طریق زندگی زمانۂ حال کے مناسب ہے یا اسمین ترمیم کی ضرورت ہے ؟" خود ہی یہ مجمل مگر پرمعنی جواب دیدیا ہے " چادر مین بقدر وسعت پاؤن پھیلانا چاہیئے "

شریف بی بی

جناب حامدہ بیگم صاحبہ نے نومبر کی شریف بی بی مین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ " اصلی بی بی کون ہے ؟ " یون تو ہندوستان کے باشندے سیکڑون بلاؤن اور ہزارون مصیبتون مین گرفتار ہین مگر سب سے بڑی بلا جسنے ہمارے قومی جسم کا خون چوس چوس کر ہمین ایک مردہ کی شبیہ بنا دیا ہے ہماری باہمی

نا اتفاقی ہے۔ اور یہ زہر ہماری قومی زندگی کی رگ وپے مین اسطرح سرایت کرگیا ہے کہ نہ صرف ہندوستان کے مختلف النسل۔ مختلف المذہب اور مختلف اللسان باشندے جداگانہ اغراض اور غیر جنس ضروریات کی وجہ سے ایک دوسرے کی مخالفت اور مخاصمت مین مصروف ہین بلکہ ایک شہر کے باشندے۔ ایک محلے کے رہنے والے ایک مکان مین ماندہ بود کرنے والے۔ ایک خاندان کے رکن بلکہ ایک ہی چھپر کھٹ پر لیٹ کر سونے والے اب ایک دوسرے سے عناد رکھتے ہین طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ان کا مذہب ایک ان کی نسل ایک۔ ان کی زبان ایک۔ ان کے اغراض ایک۔ اور ان کی ضروریات زندگی ایک۔ مگر محض اسوجہ سے کہ طرز معاشرت کے دور تغیر مین ایک دوسرے کو بھولے ہوے ہین۔ یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ نہ میان کو بی بی کی دلجوئی و دلدہی کی فکر نہ بی بی کو میان کے رنج وغم مین شرکت کا خیال۔ نہ میان کو بی بی کی ضروریات کی کفالت سے مطلب نہ بی بی کو میان کے آرام وآسایش سے غرض نہ میان کے دل مین بی بی کی توقیر و منزلت نہ بی بی کے خیال مین میان کی عظمت ووقعت نہ میان کو بی بی کی دلی خواہش ورغبت کی پروا نہ بی بی کو میان کے رجحان ومیلان طبیعت کا دہیان۔ ایسی صورت مین حامدہ بیگم صاحبہ کا مشورہ کس قدر قابل قدر ہے۔

میری پیاری بہنون تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لو کہ ایک شخص کی طبیعت صفائی کو زیادہ پسند کرتی ہے یا ایک شخص اچھے کھانے کا شوقین ہے۔ یا ایک شخص کفایت شعاری کو زیادہ اچھا سمجھتا ہے۔ یا ایک شخص کو مکان کی آرایش کا زیادہ خیال ہے۔ یا ایک شخص کو سادہ لباس بھاتا اور زیادہ زیور پہننے سے نفرت ہے۔ تو ایسی صورت مین ہمکو چاہیئے کہ ہم بھی انھین عادات اور خیالات کا اتباع کرین۔ گو ابتدا مین ہمکو ان باتون کے اختیار کرنے مین کسی قدر اپنے طبائع کو ضرور بدلنا پڑے گا اور کسی قدر تکلیف بھی ضرور اٹھانی پڑے گی۔ لیکن ایک دن وہ آئے گا کہ ان سب باتون کا نتیجہ ہمکو بہت ہی

اچھا اور آرام دہ ملےگا اور ہم اپنی بقیہ زندگی یقیناً نہایت آرام و آسایش کے ساتھ بسر کرسکین گے۔"

عصمت

ہندوستان کی تمام قومون مین پارسیون نے جو ترقی کی ہے اُس سے سب واقف ہین۔ اُنکی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ دولتمند پارسی اپنی قومی ضروریات پورا کرنے مین نہایت فراخ حوصلگی ظاہر کرتے ہین۔ عصمت کے ستمبر نمبر مین مس عطیہ فیضی صاحبہ نے پارسی پنچایت کی رپورٹون سے انتخاب کرکے حسب ذیل سبق آموز تفصیل ان کی قومی خیراتون کی لکھی ہے۔

سنہ ۱۹۰۲-۱۹۰۳ء مین، قومی خیرات ایک لاکھ دس ہزار اور عام خیرات مین ایک لاکھ پچاس ہزار دیا گیا۔ سنہ ۱۹۰۳-۱۹۰۴ء مین یہ قومی خیرات سات لاکھ پچاس ہزار تک پہونچین اور عام خیرات مین دو لاکھ چھہتر ہزار دیا گیا۔ اسی سال مین مسٹر این ایم واڈیا نے دس لاکھ روپیہ دینے کا اعلان کیا جو اس کے فوت ہونے کے بعد خیرات مین لگایا جانے کو تھا۔ سنہ ۱۹۰۴-۱۹۰۵ء مین خیرات کی تعداد چھ لاکھ اور سنہ ۱۹۰۵ء مین نو لاکھ۔ مگر سنہ ۱۹۰۶-۱۹۰۷ء غیر معمولی فیاضی کا سال ثابت ہوا۔ اور خیرات انیس لاکھ تک پہونچی۔ جس مین پیٹٹ خاندان کا حصہ سات لاکھ روپیہ تھا۔ سنہ ۱۹۰۷ء مین خیرات کی تعداد چودہ لاکھ درج ہے۔ اس کے علاوہ بعض پبلک اور تجارتی کامون مین پارسیون نے بڑی بڑی رقمین صرف کین۔ مثلاً سر کاوس جی جہانگیر نے لارڈ لمنگٹن صاحب گورنر بمبئی کو ان کی رخصت کے وقت پانچ لاکھ روپیہ نذر کیا کہ جس مفید کام مین مناسب سمجھین لگا دین۔ ٹاٹا برادرز نے آئرن[1] اینڈ سٹیل کمپنی کے نام سے اپنی کمپنی رجسٹری کرائی جس کا سرمایہ ایک کروڑ روپیہ تھا۔ اس سال کے رفاہ عام کے کامون مین بعض بحیثیت اپنی نوعیت کے قابل ذکر ہین۔ مثلاً چوالیس ہزار چھ سو روپیہ کی ایک رقم جو زرتشتی انجمن تعمیرات مین دی گئی تاکہ غریب پارسیون کو سستے گھر بنا بنا کر دئیے جائین۔ ایک مخیر پارسی لیڈی نے جسکا نام رتن بائی لیڈی جی جام جی ہے دو ہزار چار سو روپیہ عورتونکو دستکاری سیکھنے کی ایک جماعت کھولنے کیلئے سال بھر کے خرچ کیواسطے دیا۔

[1] سٹیل یعنی آہن اور فولاد کا کام اور کارخانہ ۱۲

خاتون

اگرچہ جاپان کے سوا تمام ممالک ایشیا پرادبار کی گھٹائین چھائی ہوئی نظر آتی ہین مگر ہندوستان کی پست حالت سب مین نمایان ہی عرب وایران کی عظمت کے افسانے مدت ہوئی پرانے ہوگئے مگر قومی آزادی کا نشان نشان سجدہ کی طرح ابھی تک انکی جبین کشادہ سے محو نہین ہوا چین کے دستکار افیون کے لٹکے ۔ قمار بازی کے پھیر اور عیش پسندی کے چکر مین پڑکر اس سے زیادہ وقعت نہین رکھتے کہ غیر ممالک مین مزدوری کے قابل سمجھے جائین ۔ لیکن انکا شیرازہ قومی ابتک ایسا معتدہ ہی کہ ممالک متحدہ امریکہ کے سفید رنگ متنفرین کو مجبوراً انکی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُن کے مطالبات منظور کرنا پڑے ۔ ماوراے گنگا جو چھوٹی چھوٹی ریاستین ہین ان مین بھی کچھ نہ کچھ زندگی کے آثار پائے جاتے ہین حتیٰ کہ برما بھی جو ہمارے وطن کی طرح برطانیہ عظمیٰ کا حلقہ بگوش ہی باوجود اسکے کہ وہان کے باشندے "بھِنگیون" کے زرد لباس کو بادشاہ کے استبرق وسنجاف سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہین ہندوستان کے مقابلہ مین امتیازی حیثیت رکھتا ہی ۔ اسلئے کہ وہان ایک متنفس بھی ایسا نظر نہین پڑتا جو بالکل ناخواندہ ہو ابتدائی تعلیم کے عام ہونے کے علاوہ وہان کی عورتون کو زیادہ آزادی اور منزلت بھی حاصل ہے ۔ چنانچہ ایس یو منٹ صاحب خاتون کے نومبر نمبر مین وہان کی لڑکیون کے حالات مین لکھتے ہین :۔

اگر عورت کے لئے دنیا مین بہشت ہی تو بلا تردید مین کہہ سکتا ہون کہ وہ برما ہی ۔ یہان کی عورتین ہندوستان کے دوسرے حصون سے بہت مختلف ہین ۔ یہان حقوق نسوان کے لئے انجمن بنانے کی ضرورت نہین ہے جسکی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ ہندوستان کے دیگر حصص مین بہت ضرورت ہی ۔ یہان مردون اور عورتون کے حقوق برابر ہین ۔ بلکہ عورتون کے بہت کچھ زیادہ ہین ۔ تمام کاروبار عورتین کرتی ہین اور آدمی بچون کی حفاظت کے لئے گھر پر بیٹھتے ہین ۔ ہر ایک عورت کی کسی نہ کسی چیز کی دکان ہوتی ہے ۔ اور جب اسکے خاوند کا اسکے ساتھ برتاؤ اچھا نہ رہے تو وہ جھٹ طلاق لے لیتی ہے اور غالبًا پہلے سے اچھی زندگی بسر کرتی ہے ۔

شادی کا طریقہ اُن کے یہان یہ ہے :۔

جب شادی ہوتی ہے تو کوئی پجاری وغیرہ اس رشتہ کو قائم کرنے کے لئے نہین بلائے جاتے بلکہ پہلے تو یہ رسم تھی کہ دولہا دولھن کا ایک ہی برتن مین کھانا کھانا اس رشتہ کا قائم مقام سمجھا جاتا تھا ۔ مگر اب باقاعدہ ضیافت ہوتی ہے اور اسمین دونون دولہا دلھن اکٹھے بیٹھتے ہین اور کھانا کھاتے ہین ۔ یہی رسم شادی کی ادائگی کی ہے ۔

شادی کے بعد کیا ہوتا ہی ۔؟

شادی کے بعد قریبًا دو برس تک دولہا اپنی دولھن کے ساتھ سسرال ہی مین رہتا ہی جس سے یہ فائدہ ضرور ہوتا ہی کہ دولھن ساس کے طعنون سے بچی رہتی ہی اور اس عرصہ مین حسب معمول تمام کاروبار عورت ہی سرانجام دیتی ہی ۔ کاروبار سے مطلب گھر کا کام کاج نہین ہے بلکہ یہ ہی کہ وہ دکان لیتی ہی اور کوئی تجارت کرتی ہی ۔ وہ عمارتین بنانے کے ٹھیکے لیتی ہی اور سب کچھ اپنی زیر نگرانی کراتی ہی ۔ باوجود اسکے وہ اس بات کو کبھی نہین بھولتی کہ وہ عورت ہی ۔ وہ لباس کا اسی طرح خیال رکھتی ہی

بدہضمی و کھٹی ڈکاروں کا آنا | قبض و کمی اشتہا | نفخ شکم و پیٹ کا درد

ضعف و فتور ہاضمہ

گردہ یا مثانہ کی گرمی کا کم ہونا

اقسام کھانسی و دمہ

بواسیر و اسہال و پیچش

ہیضہ و طاعون

درد قولنج و زیادتی ریاح | ہضم غذا کے وقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا

تازہ سندات

عالیجناب خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب۔ ڈپٹی کلکٹر مرادآباد سے ۹ مارچ ۱۹۱۴ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بوتل کلان قیمتی پانچ روپیہ نمک سلیمانی بھیجدیجیے۔ جسقدر نمک سلیمانی آجکل اخبارات میں مشتہر کیے جاتے ہیں میری رائے میں آپکا نمک سلیمانی سب سے اچھا اور معدہ کیواسطے بہت مفید ہے۔

مسٹر جارج ارنڈیل صاحب ولیس پرنسپل سنٹرل ہندو کالج تحریر فرماتے ہیں کہ میں نہایت خوشی سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپکا نمک سلیمانی۔ طالب علموں کھیل میں دلچسپی رکھنے والوں کے واسطے نہایت عمدہ چیز ہے کیونکہ یہ قوی کو اچھی حالت میں رکھتا ہے اور جن لوگوں کو زیادہ محنت کرنے سے تھکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے انکی تھکاوٹ کو دور کرکے یہ فوراً تر و تازہ بنادیتا ہے اسلیے میں طالبعلموں سے جو کہ کالج یا اسکول میں تعلیم پاتے ہیں۔ آپ کی اس بیش بہا ایجاد کی خریداری کی سفارش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو کا بنایا ہوا

نمک سلیمانی

قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک وغیرہ (۴؍)

قیمت فی بوتل ۵ (ایک بوتل میں ۶ شیشی نمک رہتا ہے) محصول ڈاک وغیرہ (۱۴؍)

عوارض مندرجہ حاشیہ کا مصدقہ علاج ہے

ملنے کا پتہ۔ نونہال سنگھ بھارگو منیجر کارخانہ نمک سلیمانی محلہ گائیگھاٹ شہر بنارس

تازہ سندات

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب آنریری مجسٹریٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ مالک شفاخانہ اکبری الور ضلع کرنال سے لکھتے ہیں کہ آپکے کارخانہ سے پیشتر دو شیشی نمک سلیمانی منگائی گئی تھیں۔ انکو میں نے شفاخانہ اکبری کے بیماروں پر استعمال کیا بفضل خدا بہت موثر پایا۔ دمہ کھانسی اسہال ضعف معدہ وغیرہ بیماریوں میں تریاق کا کام دیتا ہے۔ خدا آپکو جزائے خیر دے آپنے عوام کے لئے بہت عمدہ اور کم قیمت نسخہ ایجاد کیا ہے مہربانی کرکے دو شیشیاں اور بھیجدیجیے۔

جناب شمس الحکما ایس ایم حکیم زین العابدین صاحب مقام مدنا پلی ملک مدراس سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا نمک سلیمانی میں نے خود استعمال کیا اور اکثر گٹھیا و کھانسی والے مریضوں کو دیا۔ بہت مفید ثابت ہوا واقعی اسکے فوائد شمار سے باہر ہیں مہربانی کرکے ایک شیشی جلد روانہ فرمائیے۔

ضعف دماغ و ضعف بصر | درد گنٹھیہ و نقرس | پیشاب کا بار بار ہونا اور زیادہ مقدار میں ہونا

جسم پر ورم ہونا اور مواد فاسد کا اجتماع

فساد خون

داد۔ سیوان

بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر

بچون کے دانت نکلنے کی تکلیف

عام کمزوری و کمی پیدائش خون | مستورات کے ایام کی خرابی | گلے کی سوزش و دانت کا درد

ربع مجیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین

اما بعد یہ ایک مختصر رسالہ ہے ربع مجیب کی ساخت اور اُسکے استعمال مین امید کہ مفید ہو۔ ربع مجیب جسکو ربع دستور بھی کہتے ہین ایک آلہ کا نام ہے جو آفتاب اور ستارون کے طلوع غروب اور اُنکے صحیح اوقات کا اندازہ کرنے اور ٹھیک وقت کے معلوم کرنے کے لئے بہت کارآمد ہے۔ اس آلہ کی ساخت نہایت سادہ ہے اور اسکے فوائد بہت ہین فہرست کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ اکثر اعمال ہندسی اور حسابی اسکے ذریعہ سے ہوتے ہین۔

یہ آلہ چوتھائی دائرہ کی شکل کا ہے یہ ربع دائرہ کی قوس نوے درجون پر تقسیم ہے

پورے دائرہ مین ۳۶۰ درجہ ہوتے ہین کیونکہ یہ عدد سال شمسی اور سال قمری کا اوسط ہے۔ سال شمسی ۳۶۵ ¼ دن تقریباً سال قمری ۳۵۴ ۱۱/۳۰ دن تقریباً۔ اوسط ۳۶۰۔ دونون کا مجموع ۷۱۹ ۳۷/۶۰ ہوئے۔ اہل حساب کا قاعدہ ہے کہ جب کسر نصف سے زیادہ ہوجاتی ہے تو اُسکو ایک عدد صحیح مان لیتے اور جب کم ہو تو ترک کردیتے ہین اس لیئے مجموع تقریباً ۷۲۰ ہوا۔ اُسکا نصف ۳۶۰ ہے اور بھی ایک قاعدہ ۳۶۰ درجون پر تقسیم کا یہ ہے کہ یہ عدد سوائے ۷ کے تمام اعداد پر تقسیم ہوسکتا ہے۔ اور ۱۰-۱۲-۱۵-۱۸-۲۰ غرضکہ اسکے اجزاے ضربی بہت سے نکل سکتے ہین جس سے حساب مین بڑی سہولت ہوتی ہے تمام دنیا میں تقسیم دائرہ ۳۶۰ ہی درجون پر قدیم سے چلی آتی ہے اہل فرانس نے

ابتہ ۴۰۰ حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور چینیوں نے دائرہ ۳۶۵ پر تقسیم کیا ہے۔ جو سال شمسی

کے دنوں کی تعداد ہے ۔

اور ربع پر سیدھے اور الٹے عدد پانچ پانچ کرکے لکھے ہوے ہین یعنی ۵ - ۱۰ - ۱۵.....

گر قوس کی پشت کو اپنی طرف رکھین تو دہنے ہاتھ کی طرف قوس کی ابتدا ہے اور بائین ہاتھ کی

طرف انتہا۔ جو نصف قطر کہ اول قوس پر گذرتا ہے اسکو جیب تمام اور جیب معکوس اور محیط

مشرق و مغرب کہتے ہین اور جو نصف قطر آخر قوس پر گذرتا ہے اوسکو ستین اور جیب اعظم

اور خط نصف النہار و خط وسط السما اور خط شمال وجنوب کہتے ہین۔

ہر ایک نصف قطر ۶۰ حصون پر تقسیم کیا ہوا ہے اور اس تقسیم کا شمار بھی سیدھا

اور الٹا لکھا ہوا ہے ہر ایک ستین کے ہر حصہ کو قطری درجہ کہتے ہین بمقابلہ محیطی درجون کے۔

لیکن عموماً قوس کے حصون کو درجے اور قطر کے حصون کو اجزا کہتے ہین ۔

علم ہیئت مین سیدھے حصون کی ناپ قطری درجون سے اور قوسون کی ناپ محیطی درجون سے

لیجاتی ہے۔ دائرہ کا قطر ۱۲۰ قطری درجون پر تقسیم کیا ہوا مانا گیا ہے۔ ۱۲۰ محیط یعنی ۳۶۰ محیطی

درجون کا ایک تہائی دائرہ کے قطر اور محیط مین تقریبا یہی نسبت ہے۔ اگلے وقتون مین یہی

نسبت مان لیجاتی تھی پھر تحقیق ہوا کہ قطر اور محیط مین ۷ : ۲۲ کی نسبت ہے اس سے بھی قریب

۱۱۳ : ۳۵۵ کسور اعشاریہ مین ۳.۱۴۱۶ ...۲ - یہ سب تقریبی نسبتین ہین۔

جیب التمام اور ستین سے ۶۰ جدولین قوس تک کھچی ہوئی ہین ۔ جو خطوط

جیب التمام کے موازی ہین انکو مبسوط اور جو ستین کے موازی ہین انکو منکوس کہتے ہین

ابتدائے ستین سے چوبیسوین جزکے دوری پر ایک ربع دائرہ کھچا ہوا ہے اسکو مدار

میل اعظم اور میل کلی کہتے ہین - یہ ربع دائرہ معدل النہار سے منطقۃ البروج کی دوری کو

ظاہر کرتا ہے ۔

معدل النہار وہ دائرہ ہے جو قطبین (یعنے قطب شمالی وجنوبی) سے برابر فاصلہ پر آسمان کے

بیچون بیچ بانا گیا ہی - منطقۃ البروج وہ بڑا دائرہ جس پر آفتاب کی سالانہ حرکت معلوم ہوتی ہی - یہ دونون دائرے ایک دوسرے کو دو نقطون پر قطع کرتے ہین جب آفتاب انمین سے کسی نقطہ پر آتا ہی تو تمام دنیا مین دن اور رات برابر ہوتے ہین - سال بھر مین ایسے دو دن اور راتین ہوتی ہین — پہلے ۲۱ مارچ اس تاریخ کو نوروز ہوتا ہی - نوروز سے بہار کی ابتدا اس دن سے لیجاتی ہی - اور دوسرے ۲۳ - ستمبر اس تاریخ سے فصل خریف کی ابتدا لیجاتی ہی -

ان دونون آسمانی نقطون کو اعتدالین کہتے ہین - پہلے کو نقطہ اعتدال ربیعی اور دوسرے کو نقطہ اعتدال خریفی - ان دونون نقطون کے مقابل ۹۰ درجون کے فاصلون پر دو نقطے ہین جنکو انقلابین کہتے ہین ان دونون نقطون پر معدل النہار اور منطقۃ البروج کی دوری تقریباً ۲۳ درجہ ہی (حقیقتاً ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ و ۲۰ ثانیہ بحساب اوسط یکم جنوری ۱۹۰۰ء) جب آفتاب ان نقطون پر آتا ہی تو بڑے سے بڑا دن یا بڑے سے بڑی رات ہوتی ہی - ۲۳ جون کو لکھنؤ مین ۱۳ گھنٹہ ۴۳ منٹ ۹ سکنڈ کا دن اور ۲۲ دسمبر کو سب سے بڑی رات ہوتی ہی -

ربع کے ہر ایک نصف قطر پر ایک ایک نصف دائرہ کھنچا ہوا ہی انمین سے ہر ایک کو دائرہ تجیب کہتے ہین - ان دائرون کا فائدہ استعمال سے معلوم ہوگا -

چھوٹے چھوٹے دائرہ جو ربع کی سطح پر بنے ہوئے ہین وہ ثوابت کے نشان ہین ہر ایک ثابتہ کا نام اُسکے نشان کے پاس لکھدیا جاتا ہی -

ربع کے مرکز کو قطب کہتے ہین - جو دھاگا قطب مین گذرتا ہوا محیط سے ذرا بڑا ہی اور اسمین ایک لنگر بندھا ہوا ہی اسکو خیط کہتے ہین - لنگر کو شاقول کہتے ہین - چھوٹا دھاگا جو خیط کے دھاگے مین گرہ کیا ہوا ہی اسکو خیط مری اور گرہ کو مری کہتے ہین یہ گرہ آگے پیچھے ہٹ سکتی ہی - نستیق ہر دو پرزے اس شکل کے ⊡ بنے ہوئے ہین انمین سے ہر ایک کو ہدفہ (دونون کو ہدفتان) کہتے ہین ان دونون مین سوراخ ہین - ہر ایک سوراخ کو ثقبہ کہتے ہین اختیار ہی کہ ہدفتان

کی جگہ ایک پتلی سی نلی یا دوربین لگادین —

اجرام سماوی (آفتاب ماہتاب یاکسی ثابت یاسیارہ) کاارتفاع لینا —

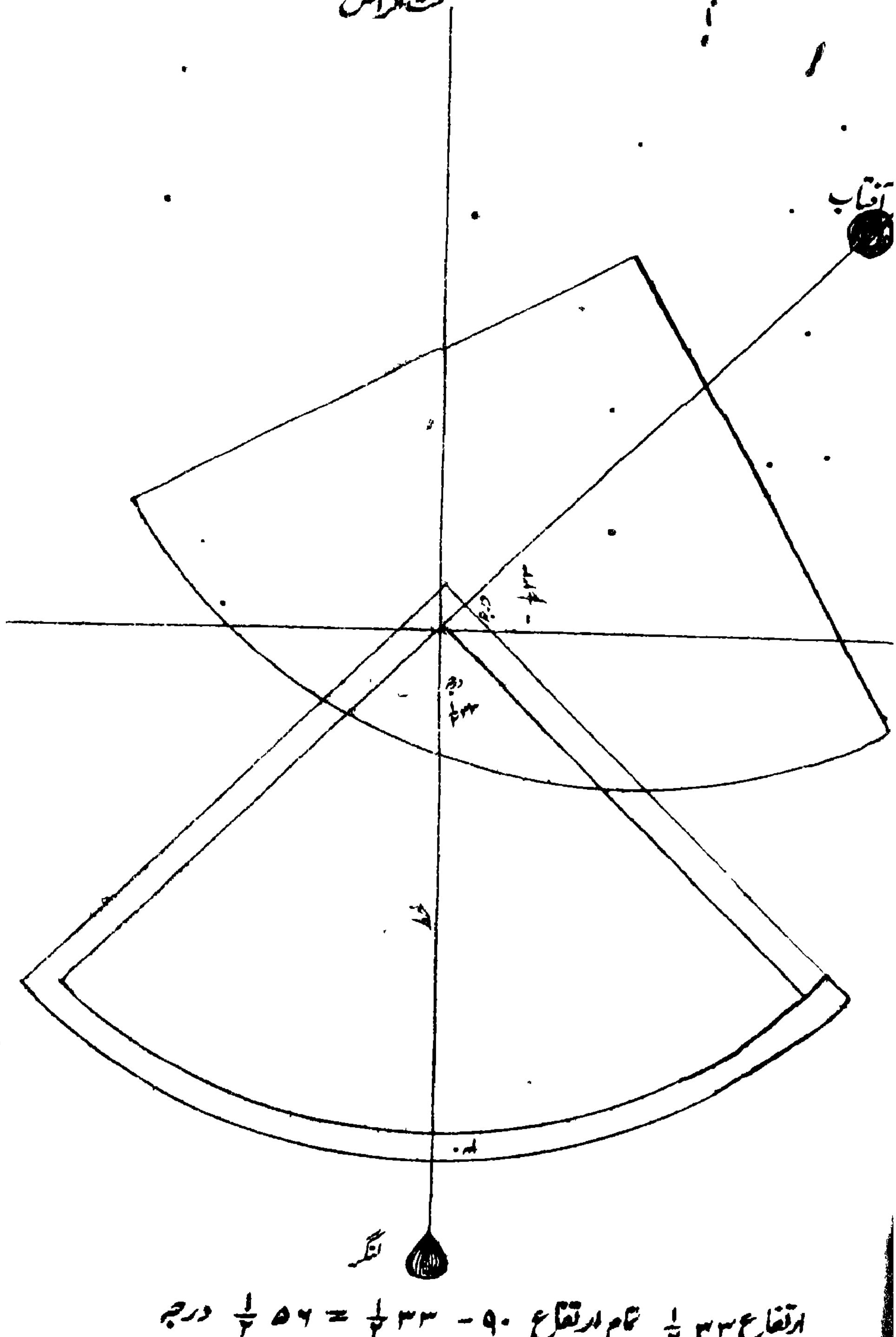
جب ہم آسمان کے نیچے کھڑے ہون تو جو نقطہ آسمانی ٹھیک ہمارے سر پر ہو اسکو نقطہ سمت الراس اور اُس کے مقابل قدمون کیطرف (زمین کے نیچے) جو نقطہ ہو اُسکو سمت القدم - اور وہ دائرہ جہان آسمان زمین سے ملتے ہوئے معلوم ہوتے ہین اُسکو دائرہ افق کہتے ہین - دائرہ افق سمت الراس ۹۰ درجون کے فاصلے پر ہوتا ہے - جو دائرہ سمت الراس اور دائرہ افق کے کسی نقطہ پر گذرتا ہو اُسکو دائرہ ارتفاع کہتے ہین - اور جو قوس دائرہ ارتفاع کی درمیان مرکز کوکب اور دائرہ افق کے ہو اُسکو اس کوکب کا ارتفاع کہتے ہین اور جب اسکو ۹۰ درجہ سے گھٹا دین تو باقی کو تمام ارتفاع کہتے ہین یہ فاصلہ ستارہ کا نقطہ سمت الراس سے ہوا —

آفتاب کا ارتفاع اسطرح معلوم کرتے ہین کہ ربع کو دونون ہاتھون مین لین اور آفتاب کی طرف گردش دین تاکہ روشنی آفتاب کی ایک ثقبہ سے نکل کے دوسرے ثقبہ پر پڑے بلکہ دوسرے ثقبہ سے گذر کے ٹھیک ایک ہی جگہ پر واقع ہو - اور لنگر ربع کے قریب آزادی سے لٹکتا ہو - - خیط نہ دائرہ سے باہر ہو نہ اندر بلکہ چھوتا ہوا ہو - ربع کے جس درجہ پر خیط گذرتا ہے وہی درجہ ارتفاع ہے —

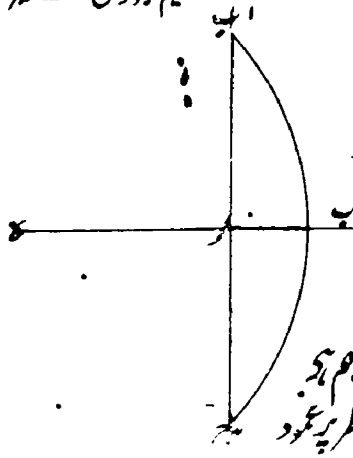
ستارے یاکسی بلند منارہ وغیرہ کا ارتفاع لینے کے لئے نیچے کے ہدفہ کو ایک آنکھ ملا کے دوسری آنکھ بند کرین اور اوپر کے ہدفہ کو حرکت دین یہان تک کہ جرم کوکب یا شے بلند کا نقطۂ بالائی دوسرے ثقبہ سے نظر آئے -

جو چیز سطح افق سے نیچے ہو اُسکے اور دائرہ افق کے مابین جو قوس واقع ہو اُسکو انحفاض کہتے ہین اُسکے معلوم کرنے کے لئے ربع کو جھکائین - اس طرح کہ نیچے کے ثقبہ سے جرم شے پست کا معلوم ہو -

بعض اصطلاحات علم مثلث قوس کمان کو کہتے ہین جو ثانت یا دور کمان کے



ارتفاع ۳۳½ تمام ارتفاع ۹۰ - ۳۳½ = ۵۶½ درجہ



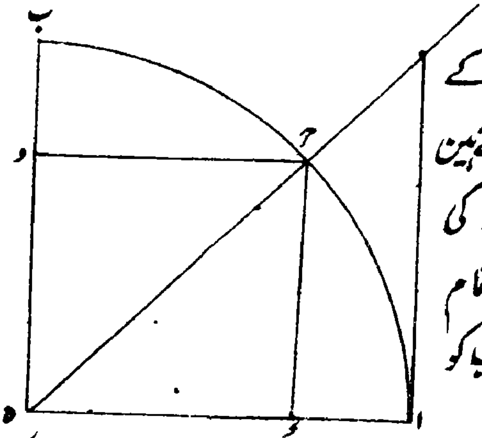
دونون طرف بندہا ہوا ہے اور جسکو کمان کھینچ رہی ہے اُسکو وتر کہتے ہین خط ا ج اب قوس کا وتر ہے۔ نصف قطر کا وہ حصہ جو قوس اور وتر کے بیچون بیچ واقع ہے اسکو سہم کہتے ہین (سہم عربی مین تیر کو کہتے ہین) ب د قوس اب ج کی قسم کا سہم ہے۔ وہ خط جو قوس کے ایک سرے اور اُس نصف قطر پر عمود ہو جو قوس کے دوسرے سرے مین گذرتا ہے جیب کہلاتا ہے خط ا د قوس اب ج کا جیب ہے۔ کسی قوس کی جیب اُس قوس کے دوچند قوس کا نصف وتر ہوتا ہے۔ خط ب د قوس اب کا جیب معکوس کہلاتا ہے۔

بنسبت قوس کے جیب کی تین حالتین ہین ایک یہ ہے کہ قوس کے درجہ جیب کے اجزا سے کم ہون یہ حالت اس صورت مین ہے جبکہ قوس ۳۰ درجہ سے کم ہو۔ دوسرے یہ کہ قوس کے درجے جیب کے اجزا کے برابر ہون یہ اُس صورت مین ہے جبکہ قوس ۳۰ درجہ کی ہو تیسرے یہ کہ قوس کے درجہ زیادہ ہون جیب کے اجزا سے یہ اُس حالت مین ہوگا جبکہ قوس ۳۰ درجہ سے زائد ہو۔

ربع دور یعنے ۹۰ درجہ کی جیب ۶۰ اجزا کے برابر ہوتی ہے۔ جب قوس ۹۰ درجہ سے زیادہ ہو تو اسکو منقح کرکے جیب لینا چاہیئے۔

تنقیح قوس کا قاعدہ اگر قوس ۹۰ سے کم ہو تو وہ قوس منقح ہے اور اگر زاید ہو ربع دور سے اور کم ہو نصف دور سے تو نصف دور سے اُسکو گھٹا دو جو باقی رہے وہ قوس منقح ہے۔ اور جو نصف دور سے زائد اور تین چوتھائی دور سے کم ہو تو نصف دور سے جسقدر زائد ہو وہ قوس منقح ہے اور جو تین ربع سے زائد اور تمام دور سے کم ہو تو اسکو تمام دور سے گھٹا دو باقی قوس منقح ہے۔

ربع مجیب مین جو عمودی خطوط ستین سے قوس تک گئے ہین وہ قوس کے درجون کی جیبین ہین جب کسی قوس کی جیب معلوم کرنا ہو تو اُس قوس کے درجے اول قوس سے شمار کرکے اور مبسوط پر گذرتے ہوے ستین پر جائین اور اول ستین سے اجزا معلوم کرین یہی اجزا جیب کے ہین۔



قوس کو ۹۰ درجہ سے گھٹانے کے بعد جو باقی بچے اُسکو تمام قوس کہتے ہین ۳۰ درجہ کی قوس کا تمام ۶۰ درجہ کی اور اسی طرح ۶۰ درجہ کی قوس کا تمام ۳۰ درجہ کی قوس تمام قوس کی جیب کو جیب التمام کہتے ہین۔

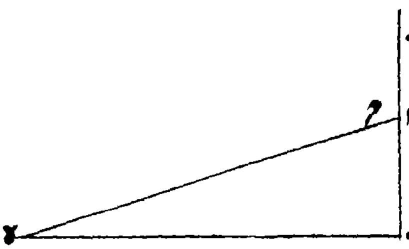
خط ح د قوس ح ب کی جیب اور قوس ا ح کی جیب التمام ہے جیب کی علامت جب اور جیب التمام کی علامت جم ہے۔

نصف دور اور تمام دور کی جیب نہین ہوتی۔ اصطلاحاً اسطرح کہتے ہین کہ کہ نصف دور اور تمام دور کی جیب صفر ہے۔

علم ہندسہ مین ثابت ہوا ہے اور ادنی تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ قوس زاویہ کا پیمانہ یا زاویہ قوس کا پیمانہ ہے لہذا ہر قوس کی جیب اوس زاویہ کی بھی جیب ہے جس زاویہ کو وہ قوس گھیرے ہوے ہے بشرطیکہ نصف قطر کو بلا لحاظ اسکی مقدار کے واحد فرض کرین دائرہ مجیب سے جیب کا معلوم کرنا بالکل ہی سہل ہے اس طرح کہ خیط کو درجۂ قوس پر رکھین (اول قوس سے درجون کا شمار ہے) اور مری دائرہ مجیب پر عقد کرین پھر خط کو اٹھا کے ستین پر رکھین اول ستین سے مری تک جیب قوس مفروض کی ہے۔

اور جب قوس کو جیب سے معلوم کرنا ہو تو خیط کو ستین پر رکھین اور مری کو ستیات جیب پر عقد کرین پھر خیط کو اٹھا کے اسطرح قوس پر رکھین کہ مری دائرہ تجیب پر واقع ہو جس درجہ پر قوس کے خیط واقع ہو وہی قوس جیب مفروض کی ہو۔

ظل کے معنے سایہ۔ اصطلاحًا قوس یا زاویہ کے مماس کو کہتے ہین۔ مماس وہ خط ہے جو کہ قوس کے ایک سرے پر قوس کو چھوتا ہو اور اس نصف قطر پر عمود ہو جو کہ قوس کے اوس سرے پر گذرتا ہو



اور پھر اس بڑہاے ہوئے نصف قطر سے محدود ہو جو قوس کے دوسرے سرے مین گذرتا ہے۔ مثلاً خط اب قوس حب یا زادیہ حہب کا مماس ہے خط ہ یعنے حہ نصف قطر جو نقطہ اتک بڑہایا گیا ہے قاطع کہلاتا ہے کسی قوس کا مماس اُسکے تمام کا مماس التمام ہے۔ اسی طرح قاطع اور قاطع التمام اصطلاح علم ہیئت مین مماس کو ظل کہتے ہین۔

ظل کی پیمایش کا یہ طریقہ ہے کہ ایک مقیاس کسی سطح مین قائم کرتے ہین اس صورت مین آفتاب یا ماہتاب کی شعاعین ایک حد تک اُس سطح پر نہ پڑین گی۔ جس پر مقیاس قائم کیا گیا ہے۔ اور مقیاس کے قاعدہ سے خط شعاعی کے اُس سرے پر جو مقیاس کے سر پر گذرتا ہوا اُس سطح پر تمام ہوتا ہے جسپر مقیاس نصب کیا گیا ہے سایہ پڑے گا۔

مقیاس تین طرح سے نصب کیا جاتا ہے۔

اول سطح افق پر نصب کیا جاتا ہے اس صورت مین جب آفتاب سطح افق

مقوی گردہ و مثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح
مقوی جگر - دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضائے رئیسہ کو تقویت
دیتا ہے ۴ قطرہ سے ۲ ماشہ تک انتہائے مقدار ہے - قیمت فی تولہ ۵ر

روغن بواسیر - بواسیر خونی و بادی دونون کے حق مین اکسیر - مسے پھولے ہوئے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائینگے اور مرض دفع ہو جاسے گا - قیمت فی تولہ - ۱۲ر

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہئے - کان کے تمام امراض - دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے - قیمت ایک تولہ ۸ر دو تولہ ۱۲ر تین تولہ ۱؍ پانچ تولہ سے ؍

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلی سے اعلی مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کرکے تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ سے اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائین گے مرض انکا چاہے کیسا ہی سخت اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ار ٹکٹ آنے پر روانہ کی جاسکتی ہین -

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصولڈاک و وی پی ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس و مالک کارخانہ انس فلاور اینڈ آئل ملز لکھنؤ -

جملہ فرمایشات - مینجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئے -

جیسی بنی

ڈاکٹر لالور

لنڈن بنانز

کا

فاسفوڈائن



دماغی کمزوری - فالج - کمزوابی ڈراؤنے خواب دیکھنا - قویٰ کا قبل از وقت انحطاط اور نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہو جانیسے لاحق ہوں - ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج میں اس دوائے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قایم رکھی ہے - فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور اسکے ذیل کی دوسری بیماریوں میں فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہو جاتے ہیں -

اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنیسے ظاہر ہو جاتی ہے عصبی اور دماغی قوتوں میں زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دلمیں عادت کے بالکل خلاف قوت اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے ہاضمہ میں تقویت آجاتی - بکو بحال ہو جاتی اور قبض رفع ہو جاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش خبردار ہوتی ہے چہرہ بھر جاتا ہے - لب سرخ - آنکھیں روشن اور جلد صاف اور صحت مند ہو جاتی ہے بال ونین مضبوطی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضائے سارہ عالم کی تقدیر پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے - دنیا کے تمام حصوں کے باشندوں اور فن طبابت کے اعلیٰ ماہر فرنگی ہزاروں مستفیدوں شہادتوں سے یہ عالمگیر فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا میں فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی شاندار صفتوں و معززین کی قدردانی نصیب نہیں ہوئی

لفظ "فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کر لیا گیا ہے - اسلئے اسکی نقل (رنگ میں بھی دوسری حیثیت سے) فروخت کرنے والوں پر عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمایش واقع ۱۸۸۳-۸۴ء میں اعلی سند ملی تھی -

ہندوستان بھر کے دواساز اور عمدہ بیوپاری فروش بحساب فی بوتل (خورد) ہے، (کلان) ہم فروخت کرتے ہیں

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" واقع ہیپ اسٹیڈ - لندن انگلستان

میں بنایا جاتا ہے

TRADE MARK

GRAMOPHONE

گریموفون

ریکارڈ مشینات

HIS MASTER'S VOICE

براہ راست
دی گریموفون کمپنی لمیٹڈ جنرل ایجنسی
نمبر ۱۱ حضرت گنج ۔ لکھنؤ

سے کیون نہ خرید کیجئے ۔ جہان سے تازہ اور عمدہ مال آپ کو حاصل ہو سکتا ہے ۔

شرح قیمت مشین و ریکارڈ وغیرہ

باجہ	قیمت	ریکارڈ	قیمت
نمبر الف	۲۵	۱۰ ۔ انچ یکطرفہ	عما/
نمبر ۲ الف	۴۵	" " دوطرفہ	سے/
نمبر ۵	۴۳	۱۲ " یکطرفہ	سے/
نمبر ۱۱	۱۱۲	" " دوطرفہ	للعہ/
نمبر ۱۲ مپائر	۲۳۵	" " یکطرفہ	عہ/

ہمارے یہان گریموفون مندرجہ بالا کے علاوہ ۲۷۵ سے لیکر ایک ہزار چھ سو روپیہ تک کے بھی ملسکتے ہین دیگر متعلقہ اشیاء البم سوئیان کمانیان ساؤنڈ بکس ریکارڈ وغیرہ کا کیز ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا ہے گریموفون سانگ بک جسمین تقریباً ۵۵۰ گریموفون ریکارڈون کے گانے مع مشہور گویون کے ہاف ٹون فوٹوگراف کے درج ہین قیمت عہ/

فہرستین حسب الطلب فوراً روانہ ہونگی

باضابطہ ایجنٹ
دی سردار کمپنی
نمبر ۱۱ ۔ حضرت گنج

مفید عام پریس واقع ارادت نگر

جامیست جہان نما ہر صفحہ درین

الناظر

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۷۴

نمبر ۳	یکم فروری سنہ ۱۹۱۰ عیسوی	قیمت سالانہ عہ

فہرست | | صفحہ

ایڈیٹران

وصی الحسن علوی-بی-اے ظفر الملک علوی

پروپرائٹر- (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالۂ الناظر- فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

اطلاع- جن صاحب کو پرچہ مہینہ کی ابتدائی تاریخون مین نہ پہونچے وہ براہ کرم فوراً نیازمند کو اطلاع دیا کرین- ظفر الملک علوی

مقوی گردہ و مثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح
مقوی جگر - دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضائے رئیسہ کو تقویت
دیتا ہے ۲ قطرہ سے ۳ ماشہ تک انتہائے مقدار ہے - قیمت فی تولہ صہ
روغن بواسیر - بواسیر خونی و بادی دونون کے حق مین اکسیر - مسے پھولے
ہوئے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائینگے اور مرض دفع ہو جائے گا - قیمت
فی تولہ - عہ

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہئے - کان کے تمام
امراض - داد اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے -
قیمت ایک تولہ عہ دو تولہ عہ تین تولہ صہ - پانچ تولہ سے ،

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلی سے
اعلی مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ
کرکے تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ سے
اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائین گے مرض انکا چاہے کیسا ہی سخت
اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے
واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ار ٹکٹ آنے پر روانہ
کی جاسکتی ہین -

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصولڈاک و وی پی
ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس و مالک کارخانہ
انس فلاور اینڈ آئل ملز لکھنؤ -

جملہ فرمایشات - منیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین

الناظر

نمبر ۸ یکم فروری ۱۹۱۰ء

ماہتاب
اور
اُسکی حقیقت

عرصہ ہوا کہ پروفیسر ڈارون نے یہ نیا خیال دنیا کے سامنے پیش کیا تھا کہ ماہتاب دراصل ہمارے کرۂ ارض کا ایک ٹکڑا ہے جو بوجہ شدت کشش مرکزی کے اصل جسم خاکی سے جدا ہو گیا ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے لازم ہے کہ ہم اس امر پر غور کرین کہ زمانہ موجودہ مین کرۂ ارض اور ماہتاب ایک دوسرے پر کتنا اثر ڈالتے ہین۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ماہتاب کی قوت سے سمندر مین دگنا تموج پیدا ہوتا ہے اور اس ذریعہ سے کل سطح ارض پر تقسیم آب برابر جاری رہتی ہے۔ اس تحریک سے ایک قسم کی رگڑ پیدا ہوتی ہے اور ان اجسام کی اندرونی قوت ہیجان مین آتی ہے۔ چونکہ زمین کی حالت دراصل ایک ایسی چکی کی سی ہے جسکے دونون طرف (بریک) لگائے گئے ہون اور وہ اُن کے درمیان گردش کر رہا ہو اس صورت سے قوت ماہتاب جسکا ہم اوپر ذکر کر آئے ہین گردش ارضی کو ایک خاص حد تک روکتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہر دن اپنے سے پہلے دن سے کسیقدر بڑا ہوتا ہے۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دن کہین منٹون یا گھڑیون بڑھتا چلا جاتا ہی۔ بلکہ حساب سے معلوم ہوا ہی کہ اس ترقی کی رفتار اسقدر سست ہی کہ آج کا دن شروع حساب سنہ عیسوی کے دن سے صرف ایک سکنڈ کے کچھ کسرات زیادہ ہے۔ آجکل زمین کا اندرونی حصہ ٹھوس مانا جاتا ہے لیکن جس زمانہ نے مین یہ کرہ قدرتی قوانین کے اجتماع سے موجودہ شکل اختیار کر رہا تھا یہ حالت نہ تھی۔ اس زمانے مین آفتاب و ماہتاب زمین کے رقیق اندرونی حصے پر زور ڈالتے تھے جسکے اثرات سے آجکل سے کہین بڑھکر تموج پیدا ہوتا تھا اور اسی وجہ سے اس زمانے مین دن آجکل کے دن سے بہت زیادہ چھوٹا ہوتا تھا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اسی قبیل کی دوسری دلیل یہ ہی کہ اگر ماہتاب کی نسبت مان لیا جائے کہ گردش ارض مین حارج ہوتا ہی۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہی کہ تحریک قوت اور رجعت تحریک ایک ہی چیز ہی اسلیئے لازم آیا کہ زمین ماہتاب کی گردش کو بڑھا دیتی ہے۔ اور جب ماہتاب کی گردش اپنے دائرہ مین تیز ہوجانا ثابت ہوجائے تو کشش وسطی مرکزی کا بھی زیادہ ہوجانا ماننا پڑے گا اور جب یہان تک نوبت پہونچی تو یہ کھل گیا کہ ماہتاب زمین سے دن بدن دور بھاگتا جاتا ہی نتیجہ یہ ہے کہ ماہتاب آج زمین سے اس سے کہین زیادہ دور ہے جتنا کہ ایک ہزار برس قبل تھا۔ اب ہمنے غالبًا اپنی دلیل کا نقش قائم کردیا ہے لہذا آپ سے گذارش ہے کہ اسی حساب کو مدنظر رکھکر اپنے خیالات کئی لاکھ برس آدہر کی طرف رجوع کیجیئے تو آپ اپنے کو ایک ایسے زمانے مین پائینگے کہ جب ماہتاب کرۂ ارض سے صرف چند ہزار میل فاصلے پر تھا اور جبکہ ماہتاب صرف چار یا پانچ گھنٹون مین اپنے کل دائرہ کا ایکدفعہ چکر لگا لیتا تھا (اب ۳۰ دن مین ایک دور ختم کرتا ہی) پروفیسر ڈارون نے حساب کے روسے یہ بھی بتایا ہے کہ بوجہ اتفاق عجیب کے کرۂ ارض بھی اس زمانے مین ۴ یا ۵ گھنٹون مین اپنے دائرہ کا ایک مرتبہ دورہ ختم کردیتا تھا۔ اس طرح ظاہر

کہ اُس وقت زمین کا ایک ہی حصہ ماہتاب کے ہر وقت سامنے رہتا تھا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ یہ دونون ایک ساتھ تھے۔ دوسرا عجیب اتفاق سنئے وہ یہ ہے کہ حساب سے دریافت ہوا کہ اُس زمانے مین خط استوا پر کشش وسطی مرکزی اسقدر تیز تھی کہ ممکن تھا کہ سطح ارض کے ٹکڑے ٹوٹ کر علیحدہ ہو جائین۔ ان سب باتون سے ڈارون نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان تین واقعات کے تواتر سے نہ کہ اتفاق سے یہ واقع ہوا کہ اصلی کرہ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا جسکو اب زمین اور ماہتاب کہتے ہین۔ اب آیئے آپکو اُس زمانے سے بھی پیشتر لیچلین اب پھر اسی حساب پر غور کیجئے تو آپ اپنے تئین ایک ایسے زمانے مین پائینگے جب آفتاب ماہتاب اور زمین ایک ہی عظیم الشان تاریک داغ[1] کی شکل مین تھے۔

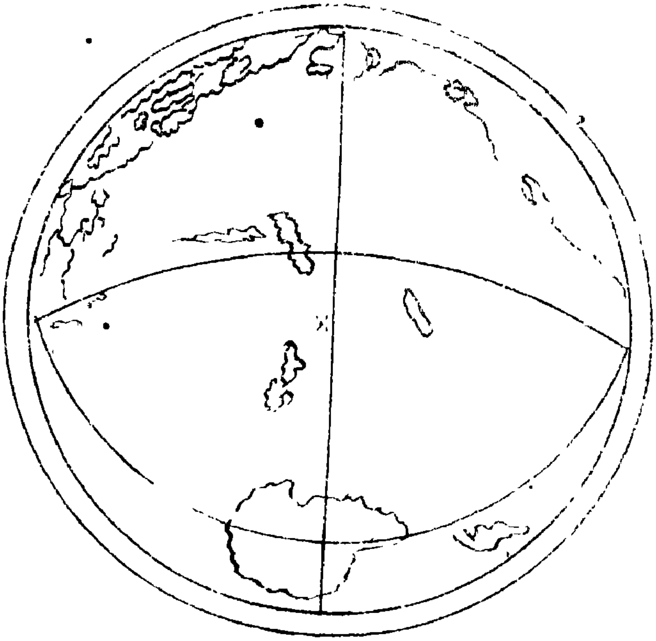
[1] یہ داغ ابتدا مین سرد ہوتے ہین اور شعاہاے برقی سے ان مین ایک قسم کی جھلک پیدا رہتی ہے مگر جیسے جیسے کہ یہ ترقی کرکے ستارون کی شکل پیدا کرتے ہین ویسے ویسے انتہا سے زائد گرم ہوتے جاتے ہین چنانچہ خیال کیا جاتا ہے کہ جسوقت موجودہ زمین اور ماہتاب اس بڑے جزو سے جسے اب آفتاب کہتے ہین جدا ہوئے اسوقت یہ اسقدر گرم تھا کہ کل مجموعہ قریب قریب رقیق حالت مین تھا مگر چونکہ درجہ حرارت اسقدر بڑھا ہوا نہین ہو سکتا تھا کہ رقت بخارات کی شکل مین تبدیل ہو جاتی اسلئے یہ منجمد ہونا شروع ہوگئے ورنہ ہائی ڈروجن نکل جاتی اور آج ہمکو زمین پر پانی کا ایک قطرہ نہ دکھائی دیتا۔ جسوقت کہ یہ بڑا داغ شکست ہوا اُسوقت دونون ٹکڑے پیچ وتاب کھاکر خود اپنے گرد نہایت تیزی سے حرکت کرنے لگے اور جیسے جیسے یہ منجمد ہونے لگے لازمی طور پر انکی حرکت زیادہ ہوتی گئی اور یہانتک زیادہ ہوئی کہ ایک ٹکڑا پھر ٹوٹ گیا اور اُسکے دو حصے ہوگئے جسے ماہتاب اور زمین کہتے ہین یہ ہے ڈارون کی دلیل جو اُس نے ماہتاب کی ماہیت کے بارے مین قائم کی ہے۔ دراصل اس قسم کی سیکڑون مثالین ہماری آنکھون کے سامنے روزمرہ آتی رہتی ہے اور سب ہیئت دان بخوبی جانتے ہین مگر ہم چند چھوٹی چھوٹی تمثیلین بیان

کرین گے ستارون کا مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت سے ستارے شکست ہونے کی طرف مائل ہوتے ہین اور جیسے ہی کوئی ستارہ شکست ہوا تمام چھوٹے چھوٹے ٹکڑے خود اپنے گرد اور اپنے بڑے ٹکڑے کے گرد گردش شروع کر دیتے ہین لیکن ایک دوسرے سے اسقدر قریب ہوتے ہین کہ انکی جدائی صرف اعلی درجہ کی دوربین سے معلوم ہوسکتی ہی گردش کی تیزی سے ایک روشنی کی جھلک پیدا ہوتی ہی جسکی وجہ سے ہم انکا ایک دوسرے سے فاصلہ دریافت کر لیتے ہین۔ جب کوئی ستارہ شکست ہوتا ہی تو بے انداز اندرونی قوت فضا مین منتشر ہوجاتی ہی اور ممکن ہی کہ یہی منتشر شدہ قوت اس شکل مین ظاہر ہوتی ہو جسے علماء ہئیت اصطلاح مین نوا یا عارضی ستارہ کہتے ہین ۔

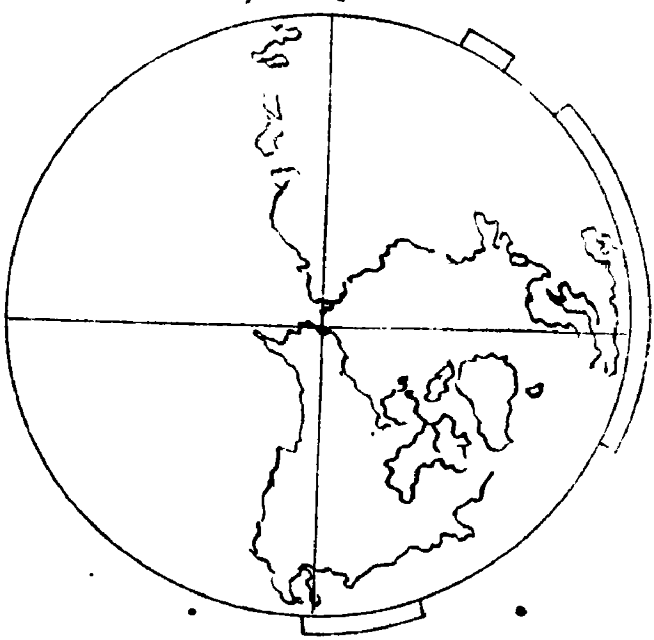
اب ہم پھر زمین و ماہتاب کی طرف متوجہ ہوتے ہین ڈارون کا خیال ہے کہ جب ماہتاب زمین سے جدا ہوا اُسوقت اُسکا رقبہ زمین کے موجودہ رقبہ سے کسیطرح زائد نہ تھا پس اگر یہ صورت تھی تو لازم ہے کہ ماہتاب کا بہت بڑا حصہ اُسوقت ٹھوس یا رقیق حالت مین ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جسوقت ہماری زمین کے سمندر موجودہ شکل اختیار کر رہے تھے اُسوقت ابخرات کے انجماد سے کرہ کے اس حصہ کو نکل بھاگنے کی قوت مل گئی ہو۔ بہر حال جب یہ معلوم ہوچکا کہ ماہتاب دراصل زمین کا جدا شدہ ٹکڑا ہے تو ہمکو یہ دریافت کرنے کی زیادہ ضرورت نہین کہ اسے جدا ہونے کی قدرت کیونکر حاصل ہوئی ہان اب یہ امر دریافت طلب ہی کہ یہ کس مقام سے جدا ہوا۔ اگر ہم یہ مان لین کہ یہ اُسوقت جدا ہوا جب کل سطح ارض رقیق حالت مین تھی تو یہ ظاہر ہے کہ بالکل ناممکن ہے کہ اُسکی جدائی کا مقام دریافت ہوسکے لیکن اسکے ساتھ ہی ایسے قرائن موجود ہین جنسے ظاہر ہوتا ہی کہ زمین کسیوقت مین بھی بحیثیت مجموعی رقیق حالت مین نہ تھی کیونکہ زمین کی ساخت مین بعض ایسے مادات شامل ہین جنکے گلنے کے لئے بہت سخت درجہ کی حرارت کی ضرورت ہی اور جس درجہ کی حرارت کسی زمانہ مین

نہ تھی اس طرح سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کل سطح ارض کسی حالت مین پوری پوری رقیق نہ تھی - اس دلیل کا زور اس واقعہ سے اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ زمین کے اندرونی حصص مین بھی اجزا موجود ہین جنپر حدت مختلف درجہ کی قائم رہتی ہے - لہذا یہ امر قرین قیاس ہے کہ ہمارا کرہ ارض جسوقت سے معرض وجود مین آیا اسوقت تک جبتک کہ اسکی سطح سمندر مین قائم نہین ہوئی بیرونی مادات کی رگڑ سے ٹھوس حالت مین قائم رہا کیونکہ جب زمین ٹھوس حالت مین تھی تو اگر کوئی ٹکڑا اس سے ٹوٹکر نکل گیا ہوتا تو لازم تھا کہ جس جگہ سے یہ ٹکڑا جدا ہو وہان کوئی شگاف یا نشان چھوڑ گیا ہو - بحیثیت مجموعی کرہ زمین کا وزن ۵ ر ۶ ہے یعنی اگر ترازو کے ایک پلے مین زمین رکھی جائے اور ایک مین اسکے مقابل پانی بھرا جائے تو زمین کا وزن پانی کے حجم سے ۵ ، ۶ زیادہ ہوگا - اسکے بالمقابل ماہتاب کا حجم صرف ۳ ، ۴ ہے اب ہمکو اسی کے ساتھ یہ بھی بتا دینا لازم ہے کہ وہ مادات جن سے کرہ ارض کی سطح بنی ہے انکا وزن صرف ۲۰ ر ۷ ہے اور جب زمین کھودی جانے لگتی ہے اسوقت گو مادات اوپر سے ہٹتے جاتے ہین مگر جیسا جیسا نیچے جاؤ زمین کے حجم کا وزن زیادہ ہوتا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ ماہتاب کل زمین کا نہین بلکہ سطح ارض کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا ہے اور اسمین اُن فلزات کی آمیزش نہین جو اندرونی مرکز ارض مین موجود ہین - اب ہم اپنے جغرافیہ کی طرف نگاہ کرتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کرہ پر زمین اور پانی کی تقسیم ٹھیک طور سے واقع نہین ہوئی ہے اگر ہم نیوزی لینڈ سے شمال مشرق جانب ایکہزار میل کے فاصلے پر ایک عمودیہ کھینچین اور زمین کو اس مقام سے دیکھین تو ہم کو وہ نقشہ معلوم ہوگا جیسا کہ شکل نمبر (۱) مین دیا گیا ہے یہ نقشہ اس طریقہ سے کھینچا گیا ہے کہ فاصلہ کسی طرف سے کم نہین ہے اسیوجہ سے بحر الکاہل کا پورا چربہ اتر آیا ہے اور زمین نسبتاً بہت کم دکھائی دیتی ہے - وسط دائرہ کے قریب نشان × بنایا گیا ہے جس سے اس سمندر کا سب سے گہرا مقام معلوم ہوتا ہے

نمبر ۱

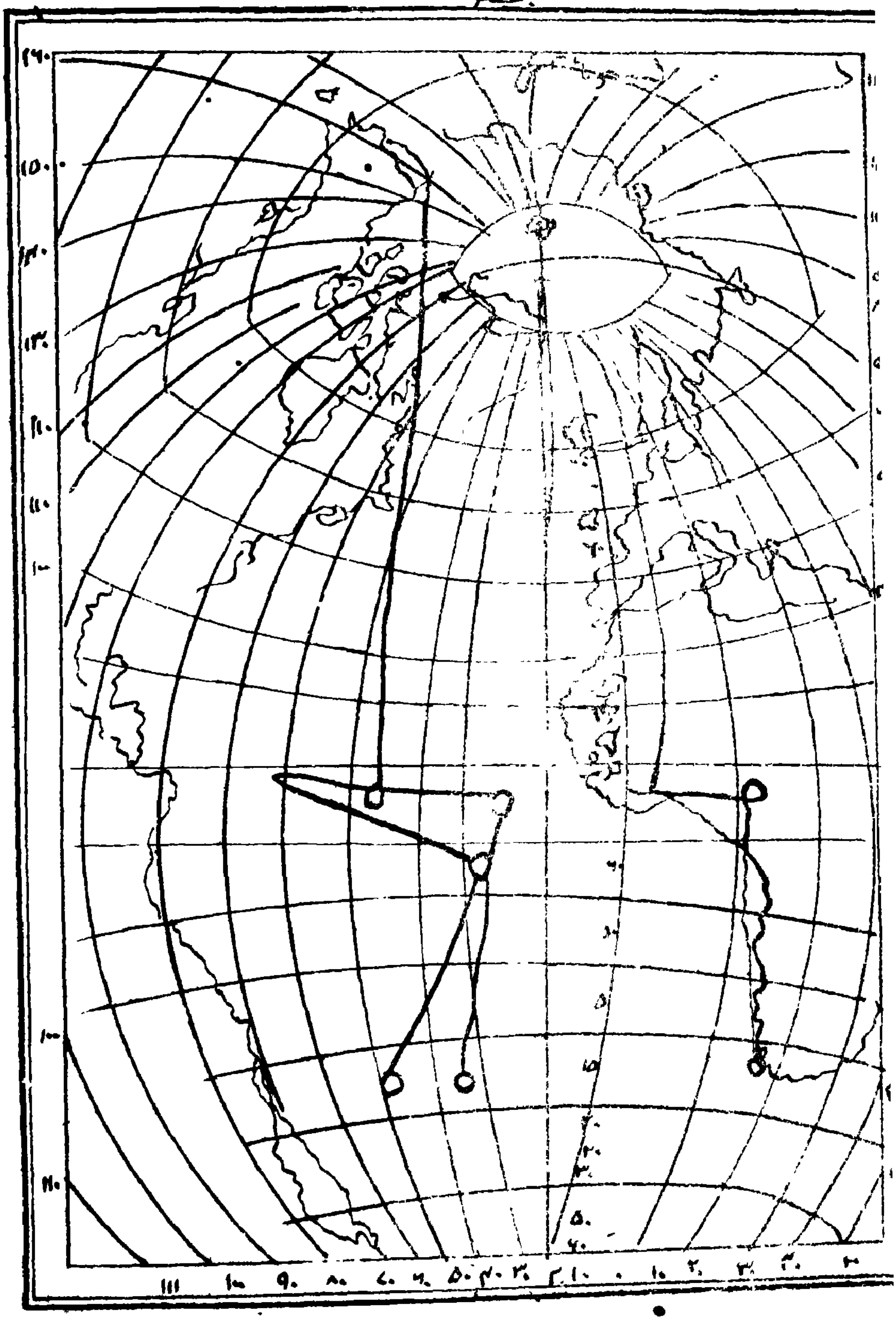


نمبر ۲



اب ہم اسی مرکز سے ٹھیک شمال کیطرف چلین اور ایک ربع محیط کا طے کر کے آبنائے بہرنگ کے قریب دوسرا عمود قائم کرین تو اس مقام سے دیکھتے ہی دنیا کا نقشہ ایسا دکھائی پڑیگا جیسا ہمنے شکل نمبر (۲) مین دکھایا ہے اس شکل مین ہمنے برہائے اعظم کو دائرے کے محیط سے نکلا ہوا دکھایا ہے جسمین یہ معلوم ہو جاسے کہ یہ کس مقام پر واقع ہین - محیط کرۂ ارض کا مرکز اور مرکز گردش ارض ایک ہے مگر مرکز گردش اور مرکز بری ایک نہین ہے دوسرے الفاظ مین اسکو یون ادا کر سکتے ہین کہ وہ مادے جنسے زمین بنی ہے اُن مادات سے زیادہ ہلکے ہین جنسے سمندرون کی تہ بنی ہے اگر سمندر کا پانی کھینچ ڈالا جائے تو یہ فرق بہت بین طور سے ظاہر ہو جائیگا - ماہران علم طبقات الارض اس بات پر متفق ہین کہ برہائے اعظم زمین کی ابتدائی حالت مین موجود تھے جب رقیق اجزا جوش کھا کر ایک دوسرے مین ملکر آہستہ آہستہ جمتے جاتے تھے اسوقت ہلکا مادہ پھین کی طرح اوپر تیر آیا اور زمین کی سطح قائم ہوئی مگر اس شکل مین نظر آتا ہے کہ ہلکا مادہ ہر جگہ اوپر ہو برخلاف اسکے ہم دیکھتے ہین کہ اس ہلکے مادے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رہ گیا ہے اور دوسرا ٹکڑا اسی جسامت اور انھین اجزا کا ہمارے سامنے آسمان پر موجود ہے جسکی نسبت ہمکو یقین کرنے کے پورے وجوہ موجود ہین کہ ہماری زمین کا حصہ ہے - ان سب باتون پر غور کرنے سے صرف یہ نتیجہ نکلتا معلوم ہوتا ہے کہ ماہتاب ہمارے کرہ ارض کی دوسری سمت سے جدا ہوا تھا اور بحر الکاہل کی تہ پر وہ خراش موجود ہے جس جگہ سے یہ ٹکڑا جدا ہوا - اگر ہم شکل نمبر (۳) پر غور کرین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ بحر اٹلانٹک کے دونون ساحل قریب قریب ایک ہی شکل کے ہین - یہ امر اسوقت اور بھی صاف طور سے روشن ہو جائیگا اگر ہم دونون نئی اور پرانی دنیا ملا کر دیکھین کیونکہ یہ جوڑ بالکل بیٹھ جاتا ہے اور کچھ فرق نہین رہتا - اسکی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ جب اُس مقام کی سطح ارض جہان اب بحر الکاہل ہے ٹوٹکر

نمبر ۳



الگ ہوئی اسوقت اسی زور کی وجہ سے دوسری طرف سطح ارض شق ہوگئی اور موجودہ
بحر اٹلانٹک کے لئے جگہ قائم ہوگئی - اب ہم اسکو یون بیان کرتے ہین - جب زمین کی
گردش بہت تیز ہوئی تو سطح ارض بمقام نیوزی لینڈ بوجہ کشش مرکزی کسی قدر اونچی ہونا شروع
ہوئی اور جب گردش حد سے زائد تیز ہوئی تو دوسری سمت کی سطح پہٹ کر دو حصون مین
منقسم ہوگئی اور بحر اٹلانٹک کا مقام بن گیا اور قبل اسکے کہ یہ شگاف ۲۰۰۰ میل سے
زیادہ چوڑا ہوسکے اس جھٹکے کے صدمے سے انکے دوسری طرف کا ایک مدور
حصہ ٹوٹ کر علیحدہ ہوگیا اور یہی ماہتاب ہے - اس طریقہ پر بحر الکاہل کے دونون
جانب ایک ایک براعظم باقی رہ گیا - اگر ہم اپنے سمندرون کے سواحل کی قطع پر
غور کرین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ بحر الکاہل کے ہر طرف کوہ ہائے آتش فشان کی قطار
موجود ہے - یہ پہاڑ بہت سی جگہون پر تہ بتہ جھکے واقع ہوئے ہین مگر سب کے ڈھالنے
سمندر کی طرف مائل ہین اب اگر بحر اٹلانٹک کی طرف غور کرو تو دوسرا ہی نقشہ
دکھائی دیگا - یعنی سواحل نشیبی اور عموماً چپٹی قطع کے ہین اور کرہ ہائے آتش فشان
محض برائے نام ہین - ماہران علم طبقات الارض کی یہ بھی رائے ہی کہ کسی وقت مین ایک
براعظم اس وضع کا جو شمال کیطرف تنگ اور جنوب کی طرف چوڑا تھا موجودہ ریاستہائے
متحدہ امریکہ کے قریب واقع تھا اور اس براعظم کی نسبت انکا گمان ہے کہ تھوڑی ہی
مدت ہوئی سمندر مین خود بخود غرق ہوگیا - اب اس امر سے بھی اس جگہ دو نتیجے نکالے
جاسکتے ہین ایک یہ کہ ان عالمون کا خیال ٹھیک ہے اور دوسرا یہ کہ یہان سے بھی ایک ٹکڑا
ٹوٹ کر ماہتاب مین شامل ہوا - یہی وجہ ہے کہ بحر اٹلانٹک اور بھی وسیع ہوگیا ہے - بہت سے
لوگ ہمارے اس خیال کو بے وقعت محض سمجھینگے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسا کرہ
جیساکہ ماہتاب ہی چند منٹ مین ایک مقام سے ٹوٹ کر ہزارہا میل کی مسافت طے
کر گیا ہو - لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ فضائے آسمانی مین ایسی قوتین

مشاہدہ کی گئین ہین جنسے ایسی باتین ظہور مین آنا بالکل ایک معمولی بات ہے۔

خادم حسین علوی - وکیل گونڈہ

ہستی باری تعالیٰ

کھول کر آنکھ ذرا دیکھ تو اے نوع بشر ... تجھے دنیا مین نظر آتے ہین کیا کیا منظر
اِن مین کچھ شان نرالی ہی نظر آتی ہے ... غنچہ وگل ہوںن کہ اثمار ہون یا برگ شجر
سلسلہ کوہ کا دیکھو تو مجسم خوبی ... کیسے انداز سے پھیلا ہے یہ تاحدِ نظر
ہان! ذرا آنکھ تو اوپر کو اُٹھا کر دیکھو ... جگمگاتے یہ ستارے ہین تو روشن وہ قمر
الغرض کوئی ہو شبے - کان ہے وہ خوبی کی ... ایسے نظارون سے ہو دنگ نہ کیون عقل بشر
دیکھکر عالم امکان کے یہ سب نظارے ... پیدا ہوتا ہے سوال ایک یہ دل کے اندر

کیا یہ سب چیزین یونہین بنگئی ہین آپ سے آپ؟
یا کوئی موجد و صنّاع ہوا صنعت گر؟

سنکے یہ مسئلہ سائنس نے فی الفور کہا ... مادّہ سے بنین اشیاے صغیر و اکبر
آسمان و مہ و خورشید و نجوم فلکی ... باغ و راغ و چمن و نگہت گل - باد سحر
نہ تو دنیا ہی تھی پہلے نہ نشانِ دنیا ... نہ نظر ہی تھی یہان اور نہ کوئی منظر
دفعتًہ مادّہ پیدا ہوا اک آپ سے آپ ... پھر بنا اُس سے یہ عالم کہ جو آتا ہے نظر
حل کیا - اسطرح سائنس نے جب عقدہ ... دہریون نے کہا - ہان شک نہین اسکے اندر
عقل نے سُنکے مگر اُسکے دلائل اُلٹے ... کہا افسوس نہ کیون روئیے اب منطق پر
ایسی گمراہ سمجھ کا بھی ٹھکانا ہے کہین ... ایسی باتون سے نہ ہو کس لیے دانا کو حذر
مادہ سے بنی ہر چیز یہ مانا - لیکن ... یہ تو کہیے کہ ہوا مادہ پیدا کیونکر
آخرش ہوگا کوئی اس کا بنانے والا ... فعل کو بھی کہین ہو سکتا ہے فاعل سے مفر

ہان بس اس عالم امکان کا بنانیوالا
واحد و عاقل و صانع ہے خدائے اکبر!

وہ خدا جسکی خدائی ہے۔ مبارک برتر۔ ‏‏‏‏‏ وہ خدا جسکی حکومت ہے ادہر اور ادہر
جسکے احکام کی تعمیل مین سب سیارے ‏‏‏‏‏ کاٹتے پھرتے ہین دن رات جہان کے چکر
پس یہ لازم ہے۔ کرین اُسکی اطاعت ہم سب ‏‏‏‏‏ اُسکے احکام سے نکلین نہ سر مو باہر
کیونکہ دنیا مین اسی واسطے ہم آئے ہین ‏‏‏‏‏ ہمکو احکام الٰہی سے ملی ہی۔ یہ خبر

آرزو ہے تو یہ ہے اور دعا ہی تو یہ ہی
جادۂ مرضی مولا ہو۔ طریق اظہر

غزل

حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی

امتحان کیون نہ لیا! کیا باعث؟ ‏‏‏‏‏ کم کیا جور و جفا۔ کیا باعث ؟
میری آہون کا اثر اس بُت پر ‏‏‏‏‏ یا خدا کچھ نہ ہوا۔ کیا باعث ؟
اے جنون آیا نہ صحرا مین ہنوز ‏‏‏‏‏ کوئی بھی آبلہ پا۔ کیا باعث ؟
نہ ہوئی سلسلہ جنبان اب تک ‏‏‏‏‏ وحشتِ ہوش ربا۔ کیا باعث ؟
نہ ہوا چاک گریبان اب تک ‏‏‏‏‏ ٹکڑے دامن نہ ہوا۔ کیا باعث ؟
عقل کیون ہمرہ وحشت نہ ہوئی ‏‏‏‏‏ صبر رخصت نہ ہوا۔ کیا باعث ؟
نہ جلے خانۂ اغیار ہنوز ‏‏‏‏‏ کیون رہے اوہ رسا۔ کیا باعث ؟
کیون نہ پہونچا کبھی اُس کے در تک ‏‏‏‏‏ نالۂ عرش رسا۔ کیا باعث ؟
کیون مرے دیدۂ تر سے اب تک ‏‏‏‏‏ خون کا دریا نہ بہا کیا باعث ؟

فہمی اس سوز جگر سے تیرے
آسمان جل نہ گیا۔ کیا باعث ؟

[illegible] حسین صاحب فہمی

ریویو تاریخ تمدن

باب دوم

گذشتہ حصہ تنقید مین ان امور پر بحث کیجا چکی ہے فلسفہ تاریخ کی ضرورت کیا ہے؟ اسکی تدوین کی کیا صورت ہونا چاہیئے۔ اس فن کی عظمت اور اہمیت۔ اس حصہ مین ایک سرسری نظر اس مسئلہ پر ڈالنا چاہیئے کہ وہ کون سے کارکنان طبعی ہین جو معاشرت انسانی پر بواسطہ یا بلاواسطہ عمل کرتے ہین یا خود مسٹر بکل کے الفاظ مین قوانین طبعی کی تاثیرات اشخاص کے خصائل اور سوسائیٹی کی ترکیب پر کیا ہوتی ہین ؟

یہ موضوع خود اسقدر وسیع ہے کہ اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کرلی ہے اسلئے اسکے متعلق جسقدر لکھا جائے وہ کم ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مجھکو اپنے کالج کے مشاغل سے اسقدر فرصت نہ ملسکی کہ ریویو ہی کے تناسب سے کچھ زیادہ لکھ سکتا۔ آج گذشتہ وعدہ صرف چند صفحون مین پورا کررہا ہون۔ لیکن تاہم اس موضوع یا اسکے متعلقات کے بابت جو مواد موجود ہے اسکی تفصیل کئے دیتا ہون تاکہ ناظرین مین سے اگر کوئی صاحب چاہین تو اس سے فائدہ اٹھا سکین۔

خود مسٹر بکل کے معاصرین نے اس فن کو نہایت درجہ عام پسند بنانیکی کوشش کی ہے جنکے پیشرو 'وینٹ'، 'سنڈلسھوان'، اور 'رنیپ' ہین۔

ڈاکٹر ولگراف کی مشہور تصنیف انتھروپولوگنوسی مین اس مسئلہ پر ایک مبسوط اور دقیق بحث کی گئی ہے کہ وہ کون اسباب طبعی ہین جو معاشرت انسانی پر اثر ڈالتے ہین۔ اس کتاب مین تقریباً وہ سب مسائل آگئے ہین جنکو مسٹر بکل نے اپنی تصنیف کا جز قرار دیا ہے۔

اقلیم کی تاثیر کے متعلق قدما و متاخرین مین "مانٹسکیو" "ہیوم" "گیسز" "واڈ" "کامٹ" نے نہایت طویل بحثین کی ہین -

کوٹا نے جو ریاضیات کا ماہر ہے تاریخ و ریاضیات مین تطابق پیدا کیا ہے - مشہور جرمن مصنف ولر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے کہ پالتو جانورون کا اثر معاشرت و تمدن پر کیا ہوتا ہی -

ہمکو افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کرنا پڑتا ہی کہ مسٹر بکل نے ان مصنفین سے مطلق فائدہ نہین اٹھایا شاید اسکا سبب یہ ہے کہ مسٹر بکل ان تصانیف سے بالکل ہی بے بہرہ تھے لیکن ایسا کہنا اتنے بڑے جلیل القدر مصنف کی وسعت نظر پر سخت حملہ ہے - اگر ان تصانیف کو پیش نظر رکھکر یہ فعل عمداً کیا گیا ہے تو طبیعت اسکو گوارا نہین کرتی کہ قانون تصنیف اور اخلاق کے سب سے بڑے جرم تعصب کا الزام بکل پر لگایا جائے - غرض اصلیت جو کچھ بھی ہو مگر اس امر سے تو ہم انکار کر ہی نہین سکتے کہ کتاب مین بہت سے وہ نقایص رہ گئے ہین جو ان تصانیف سے استفادہ کرنے سے بالکل ہی نکل جاتے -

مسٹر بکل سے چالیس برس پیشتر رٹر نے جو جغرافیہ تقابلی کا مدون ہو - تاریخ و عالم طبعی مین رابطہ پیدا کیا تھا - جن نتایج تک وہ پہونچا اور جو کلیات اس نے انسے مستنبط کئے وہ اسقدر صحیح ہین کہ انکو دیکھکر استعجاب ہوتا ہی اسکی یہ تصنیف صرف ایشیا تک پہونچی تھی کہ وہ مر گیا مسٹر بکل کے بعض اصول رٹر کے بیانات کے بالکل ہی خلاف ہین مثلاً مسٹر بکل نے ایک موقعہ پر اس مسئلہ کے ثبوت مین کہ یورپ سے باہر تمدن بالکل طبعی اسباب کے ماتحت ہے مصر کے تمدن کو پیش کیا ہے - وہ لکھتا ہے "چونکہ ہندوستان کی طرح مصر کا تمدن بھی سرزمین کی شادابی و زرخیزی و اقلیم کی شدت حرارت پر مبنی تھا" ....

رٹر لکھتا ہے کہ رود نیل کے اصلی باشندے (دقیا بوو) اپنے قرب و جوار

کی قومون سے جو عرب و لیبیا مین آباد تھین بلحاظ تمدن کے بہت ہی ادنی حالت مین تھے۔ ان کے بعد جو قومین آکر آباد ہوئین انھون نے اپنی خوش فکری و ذہانت سے اس قطعہ زمین کو شاداب بنا دیا۔ رود نیل کی طغیانی سے فائدہ اٹھایا

ان دونون بیانات کو دیکھو تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ رٹر کا بیان واقعیت کا پہلو زیادہ لئے ہے۔ اسمین شک نہین کہ رود نیل کی طغیانی ایک حد تک اس تمدن کی معین ضرور تھی لیکن وہ اصلی سبب مصر کی ترقی کا نہ تھی کیونکہ اگر یہ صحیح ہوتا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصر کے اصلی باشندے (دقیانوس) اس سے کیون نہ مستفید ہوسکے۔ رٹر کے اس بیان کا ثبوت سب سے زیادہ یہ واقعہ ہے کہ جب اس قوم نے زوال روم کے بعد اپنا دست حکومت مصر سے اٹھا لیا تو وہی لہلہاتے قطعے بنجر ہوکر رہ گئے۔ یہی مثال بالکل ہندوستان کی ہے جس کے فطرتی ذرایع سرسبزی و شادابی کے مصر سے کہین زیادہ ہین لیکن آریا قومون کے آنے سے پہلے ہندوستان بھی غیر متمدن تھا۔ اسلئے یہ کہنا کہ سرزمین کی شادابی و زرخیزی اور اقلیم کی شدت حرارت پر ہندوستان و مصر کا تمدن مبنی تھا واقعیت کے بالکل ہی خلاف ہے۔ اگر بجائے اسکے یہ کہا جائے کہ کسی ملک کا تمدن وہان کے باشندون کے قوای ذہنی پر منحصر ہے تو ایک حد تک صحیح ہے۔

وہ کارکنان طبعی جو ماشرت پر موثر ہوتے ہین مسٹر بکل نے چار قرار دئے ہین۔ سرزمین۔ غذا۔ اقلیم۔ عام مناظر قدرت۔ علامہ ابن خلدون نے جو فلسفہ تاریخ کے مدون اور معلم اول ہین پہلے تین سبب گنائے ہین۔ مانٹسکیو نے سرزمین و اقلیم کو صرف لے لیا ہے غذا کو علیحدہ کوئی کارکن نہین قرار دیا ہے۔ بکل نے عام مناظر قدرت کا انپر اضافہ کیا ہے۔ اسلئے ہم اسوقت مناظر قدرت اور انکے آثار پر ایک نظر ڈالتے ہین۔

مسٹر بکل کے نزدیک مناظر قدرت دو قسمون مین منقسم ہین ایک تو وہ

جو قوت متخیلہ پر اثر ڈالتے ہین اور دوسرے وہ جنسے ہماری عقل متاثر ہوتی ہے ۔ ہر ایک قوم کے زمانہ جاہلیت مین اول الذکر کا غلبہ ہوتا ہے اور زمانہ تمدن مین موخر الذکر کا ۔ جن چیزون سے نفس انسانی مین ہول دہشت یا استعجاب کی کیفیات پیدا ہوتی ہین وہ قوت متخیلہ کو مشتعل کرتی ہین اور اسیکے ساتھ ہی عقل کو اسکا ماتحت بنا دیتی ہین مثلاً وہ حوادث طبعی جو انسان کے امن و عافیت مین خلل انداز ہوتے ہین ۔ ائمین سب سے زیادہ حیرت خیز زلزلے ہین کیونکہ وہ بالکل بے شان و گمان واقع ہوتے ہین اور ان سے بے شمار جانین تلف ہو جاتی ہین ۔ جس ملک مین زلزلہ آتا ہے وہان کے باشندون مین ہم وہراس دبزدلی پیدا ہو جاتی ہی اور اس خوف و دہشت ۔ مجبوری و بیچارگی کی بدولت وہ خیالات دلون مین جگہہ کر لیتے ہین جنپر تمام تر توہم پرستی مبنی ہے اور جنکے بغیر توہم دوسوا س کا پیدا ہونا مشکل ہے ۔ اس نظریہ کے ثبوت مین اٹلی جزیرہ نمائے اسپین و پرتگال کی مثال ان الفاظ مین پیش کی گئی ہی ۔ " اسکی مزید مثال یورپ مین بھی ملسکتی ہے جہان نسبتاً ایسے آثار بہت ہی شاذ و نادر ہین لیکن وہان بھی اور بڑے ملکون کی بہ نسبت ملک اطالیہ اور جزیرہ نمائے اسپین و پرتگال مین زلزلے اکثر واقع ہوتے ہین ۔ اور آتش فشان مادون کا خروج اکثر ہوا کرتا ہے اور ٹھیک یہی مقام وہ ہین جہان توہمات بیجا بہت دائر سائر رہے ہین اور وہم پرست گروہون کو بہت کچھ رسوخ و اقتدار حاصل رہا ہے ۔ یہی وہ ملک تھے جہان علمار ملت نے سب سے پہلے اپنے سکے بٹھائے جہان مذہب عیسوی مین بدترین خرابیان پیدا ہوئین اور جہان سب سے زیادہ عرصہ ممتد تک توہمات باطلہ نہایت مضبوطی سے قدم جمائے رہے " یہ اشارہ مسٹر بکل کا کیتھولک کلیسا کیطرف ہے ۔ لیکن یہان ایک سخت مغالطہ سے کام لیا گیا ہے جسکا نام بعدہ قبہ ہج

یعنی چونکہ یہ واقعہ اس گذشتہ واقعہ کے بعد ہوا اسلئے یہ گذشتہ واقعہ اس واقعہ کا سبب یا علت ہی۔

ایک دوسرے موقعہ پر مسٹر بکل نے لکھا ہے "چونکہ منطقہ حارہ مین فطرت کے شدائد بہت ہین اسلئے یہان قوت تخلیہ بالکل ہی قابو مین نہین ہے اور مذہب سراسر خوف پر مبنی ہے بخلاف اسکے یورپ مین فطرت انسان کے تابع ہے اور وہان استدلال کی حکومت ہے" اس دعوے کے ثبوت مین اسنے ہندوستان و یونان کی حالت پیش کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ایشیائی تمدن کا رجحان اسطرف تھا کہ عبد و معبود مین فاصلہ بہت زیادہ ہوجائے اور یونان کے تمدن مین یہ خاص بات نظر آتی ہے کہ وہان کا تمدن اس فاصلہ کو کم کرتا ہے۔ اس وجہ سے یونان مین عظمت پرستی اور مشاہیر پرستی کے آثار بہت عرصہ سے نظر آتے ہین جنکا وجود کبھی منطقہ حارہ مین نہین پایا جاتا چنانچہ یہ خصوصیت ہندوستان مصر عرب فارس ہر ایک جگہ کے تمدن مین موجود ہے یونان کے اثر سے تمام یورپ متاثر ہوا جسکا بدیہی ثبوت رومی کلیساؤن کے عقائد مین ملتا ہی۔ مگر غور کرو کیا واقعات اس استدلال پر کوئی روشنی ڈالتے ہین کیا ویدون کی تمام تعلیم کا ماحصل یہ نہین ہے کہ برہمن قربانیون کے ذریعہ سے ابتدائی دیوتاؤن پر اقتدار حاصل کر لیتے ہین کیا یہ وڈولٹس کے بیان پر وثوق کر کے کوئی فوری نتیجہ نکال لینا اس بدیہی ثبوت کے مقابلہ مین وقیع ہوسکتا ہی کہ لیبس مصر کے دیوتاؤن مین ایک انسانی دیوتا تھا اور جس سے ہر انسان مرنے کے بعد منطبق کیا جاتا تھا۔

سب سے بڑا اعتراض مسٹر بکل پر جو عائد ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ اُنکے نزدیک قومیت کا اثر مطلق کسی قوم پر نہین ہوتا خاندانی عادات کوئی چیز نہین ہین۔ مگر مندرجہ ذیل مشاہدات سے کون صحیح العقل انکار کرسکتا ہی اور اس مسئلہ سے کون متفق نہین کہ قومیت کے آثار و خواص صرف ملک کے ہر حصہ ہی مین نہین پائے جاتے ہین بلکہ

تاریخ کا ہر ایک دو رانکی شہادت دیتا ہے - مثلاً

سامی قومین ہمیشہ یزدان پرست اور موحد ہوتی ہین -

ایرین قومین ہمیشہ مشرک تہین - جسکے آثار ہندوستان سویڈن وناروے تک نظر آستے ہین - ایک شاعری ہمیشہ انڈو جرمن اقوام مین پائی جاتی ہے سامی قومین اسسے محروم ہین - آخر مین یہ بتا نا ضروری ہے کہ مسٹر بکل کی یہ تصنیف انیسوین صدی کی بہترین تصنیف ہے اس صدی کے مشہور حکیم اسپنسر نے اپنی کتاب سوشیالوجی مین اسپر ایک خاص نظر ڈالی ہے اور بکل کے بہت سے کلیات سے اسکو اتفاق ہے - اسکی حق پرستی اور عدالت کی دلیل اس سے زیادہ مسلمانون کے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ بانی اسلام صلعم کے متعلق اس کے الفاظ یہ ہین " سب سے بڑا آدمی جو دنیا مین کبھی پیدا ہوا "

زبان اردو مین ترجمہ کے متعلق ایک غلطی ہو رہی ہے (اور جسکی جوابدہ انجمن ترقی اردو ہے کیونکہ وہی اس بدعت کی بانی ہے) کہ فلسفہ کی دو تصانیف ترجمہ کرائی گئی ہین جو ہمارے ہندوستان اور خاصکر مسلمانون کے تمدن منزلت کے لحاظ سے بہت ارفع و اعلیٰ ہین - یہ غلطی تو ایک طرف اسپر مستزاد یہ ہے کہ انتخاب کتب مین سب سے بڑی غلطی کتاب کی تقدیم و تاخیر کے متعلق ہوتی ہے - کسی مصنف کی وہ کتاب ترجمہ ہوتی ہے جو سب سے بعد مین ترجمہ ہونا چاہیئے تھی - مثلاً اسپنسر کی کتاب تعلیم کا ترجمہ اسلئے اسوقت بے موقع ہے کہ اس کتاب مین انسانی افعال سے بلحاظ انکی قوت تعلیم کے بحث کی گئی ہے مگر ظاہر ہے کہ جب تک افعال انسانی کی وہ حقیقت جو اسپنسر کے ذہن مین ہے ہم نہ سمجھین اسوقت تک ہم یہ دعویٰ نہین کر سکتے کہ ہم نے کتاب تعلیم کا صحیح مطالعہ کر لیا - لیکن یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ بکل کی کتاب اس اعتراض سے بری ہے کیونکہ بلحاظ جامعیت زبان انگریزی مین یہی ایک کتاب اس موضوع پر تھی اور تاریخ کی دقیق تصانیف کے ترجمہ سے پیشتر اسکا ترجمہ ہونا ضروری تھا - اس لئے ہمکو صرف تاریخ

کی اہمیت ہی نہین معلوم ہوتی ہے بلکہ کسی ملک کی تاریخ لکھنے کیواسطے جولوازمات ہین ان سے بھی واقفیت ہوجاتی ہے۔ ہمکو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کی تاریخ پر کن حیثیتون سے نظر ڈالنا چاہیئے فقط۔

ضیاء الحسن علوی۔ ایم۔ اے۔ او کالج۔ علیگڈھ

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر ایل ایل ڈی

نمبر ۲

(منقول از اخبار زمیندار)

رومن کیتھولک مذہب کے پیشواؤن نے کچھ تو اُس تحریف کی وجہ سے دھوکا کھا کر جس نے توراۃ وانجیل کی سماوی اصلیت کو پایۂ اعتبار سے ساقط کردیا کچھ اُس جہالت کے اقتضا سے جو قرنہا قرن تک پادریون کا سرمایہ امتیاز بنی رہی اور کچھ اُن سیاسی ضرورتون سے مجبور ہو کر جنھون نے اُن کے دین کو مبدل بہ دنیا کردیا اُن باتون مین بھی دخل دینا شروع کردیا تھا جن سے انھین کوئی تعلق نہ تھا یعنی وہ انسان کو اخلاق حسنہ سکھاتے سکھاتے اور نجات اخروی کی راہ دکھاتے دکھاتے علم وحکمت کے بھی سبق آموز بن گئے اور سائنس کے مسائل پر بھی ملہم من اللهی کی حیثیت سے رائے زنی کرنے لگے۔ اس خلط مبحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقائق فطرت کے متعلق جب انسان کو صحیح صحیح علم ہوا تو ان کے دعاوی جنھین الہام سے کوئی لگاؤ نہ تھا باطل ہوگئے اور اُن کے پیرو اُن کو جھوٹا سمجھ کر کفر والحاد کی طرف جھک پڑے اور مغربی دنیا ایک بڑی حد تک مذہب کی قید سے آزاد ہوگئی۔ ڈاکٹر ڈریپر کو رومن کیتھولک پادریون کے اس طرز عمل نے یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ مذہب جو سائنس سے مطابق نہو جھوٹا ہے اور وہ صحائف آسمانی جو حقائق فطرت کے مخالف ہون ایمان پر کوئی

حق نہین رکھتے۔ یہ عام نتیجہ بالکل صحیح ہے اس لئے کہ بقول سر سید احمد خان رحمت اللہ
علیہ کے سائنس کی بہ حقیقت خدا کا کام ہے اور صحیفہ آسمانی خدا کا کلام ہے۔ دونون
مین اگر ضد ہو تو ممکن نہین کہ دونون سچے ہون پس جسکی سچائی عقل سلیم کے نزدیک جو
معیار یقین ہے مسلم نہ ہوگی وہ باطل ہوگا۔ لیکن ہمکو ڈاکٹر ڈریپر کی بالغ نظری اور انصاف
پروری سے اس امر کی توقع تھی کہ وہ صرف یہی نتیجہ نکال کر نہ رہجائین گے کہ چونکہ فرقہ
رومن کیتھولک کے لوگ مسئلہ عصمت پاپا کے قائل ہین اور اسکو نائب خدا سمجھ کر اُسکی ہر بات
کو برحق سمجھتے ہین اس لئے رومن کیتھولک مذہب جھوٹا ہے اور سائنس کے ساتھ توافق
نہین رکھ سکتا اور چونکہ پراٹسٹنٹ مذہب سچائی کی تلاش بائبل کے اوراق مین کرتا ہے
اور اصلی سچائی صحیفہ فطرت کے اوراق مین مضمر ہے لہذا وہ عقلی بحران جس مین یورپ مبتلا
ہوا چاہتا ہے منجر بہ ہلاکت مذہب ہوگا۔ ہمکو امید تھی کہ ڈاکٹر ڈریپر مذہب اور سائنس کے
درمیان ایک خط فاصل کھینچکر اور ایک کو معاد اور دوسرے کو معاش کا منظر قرار دے کر
اس مسئلہ پر بحث کرین گے کہ اگرچہ موضوع جدا جدا ہے۔ لیکن انسان کو جسمانی ذہنی
اور روحانی منزل پر پہونچنے کیلئے جسکی طرف انگشت ارتقا اشارہ کر رہی ہے دونون
کی یکسان ضرورت ہے اور تاوقتیکہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے ممد و معاون
نہ ہون گے انسان کے قواے ذہنی و روحانی منتہاے بلوغ کو نہ پہونچ سکین گے
ہمین خیال تھا کہ ڈاکٹر ڈریپر موجودہ مذاہب کا مقابلہ کر کے ایک ثالث کی حیثیت سے
یہ فیصلہ کرین گے کہ ان مین سے کون سا مذہب سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور اس لحاظ
سے سائنس کے دوش بدوش چلنے کے قابل ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری یہ تمنائین اور
توقعات پوری نہین ہوئین۔ ڈاکٹر ڈریپر نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بلحاظ فہ اور بلحاظ فہ ہونے
کی حیثیت سے بھی بالکل ادھورا ہے۔ اُنھون نے اول تو سائنس کے مدمقابل کی شخصیت
کی تعمیم کو تخصیص سے بدل دیا ہے یعنی علوم کا حریف نصرانیت کو قرار دیا ہے کسی دوسرے

مذہب سے سروکار نہین رکھا اور نصرانیت سے بھی رومائی نصرانیت مراد لی ہے غالباً اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ رومائی نصرانیت ہی نے اپنے آپ کو علوم و فنون کا سب سے بڑا دشمن ثابت کیا ہے دنیا مین بجز رومائی نصرانیت کے اور کوئی مذہب ایسا نہین ہو جو قدیم الایام سے ہر علمی تحریک کے ساتھ اس درجہ معاندانہ برتاؤ کرتا چلا آیا ہو اور جس کے ہاتھون اہل علم کو اتنی سخت ایذائین پہونچی ہون اور غالباً اسی سلئے مذہب کو سائنس کا حریف قرار دیتے ہوے ڈاکٹر ڈریپر نے مذہب سے مراد رومن کیتھولک نصرانیت لی ہے اور اپنی کتاب کا نام بجاے نصرانیت اور سائنس کی معرکہ آرائی "کے معرکہ مذہب وسائنس" رکھا ہے پراٹسٹنٹ نصرانیت کے متعلق اگرچہ اُنھون نے ایک مقام پر یہ لکھا ہے کہ اسکا اور سائنس کا میل ممکن ہے لیکن جب انھین کے قول کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس پر پراٹسٹنٹ مذہب کا ذرا سا بھی احسان نہین ہے اور اسکی ترقی مین مارٹن لوتھر کی اصلاح نے ذرا بھی حصہ نہین لیا اور نیز جب یہ امر پیش نظر رکھا جاتا ہو کہ زمانہ حال کی فلسفیانہ تنقید نے اناجیل مقدسہ کو جو پراٹسٹنٹون کا منہاج ایمان ہین تحریف وتدلیس سے ملوث ثابت کر دیا ہے اور اُن مین ایسے ایسے تاریخی نواقص کا موجود ہونا بدلائل قاطع پایۂ ثبوت کو پہونچا دیا ہے جن سے اُن کی تنزیل ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے اور جن کا جواب کسی پادری سے بن نہین پڑا تو سمجھ مین نہین آتا کہ کیونکر یہ دونون ایک دوسرے کے دلی دوست ہو سکتے ہین ۔

رومائی اور پراٹسٹنٹ نصرانیت مین سب سے بڑا ما بہ الافتراق یہ ہے کہ رومن کیتھولک فرقہ آیات کتب مقدسہ کی تفسیر اور مذہبی عقائد کی تاویل وتعین کا حق صرف پاپاے روما اور اس کے ماتحت پادریون سے مخصوص سمجھتا ہے اور پراٹسٹنٹ فرقہ کے عقیدہ کے بموجب توراۃ وانجیل کی تفسیر وتاویل کے متعلق ہر لکھے پڑھے شخص کو حق اجتہاد حاصل ہے یہ فرق اگرچہ بجاے خود بہت بڑا فرق ہے اور اِسنے

پراٹسٹنٹون کے پاؤن سے قسیسیت کی بیڑیان کاٹ کر انھین بزعم خود معصوم وغیر خاطی پاپا کی غلامی سے آزاد کر دیا ہے لیکن اسکا کیا علاج ہوسکتا ہے کہ توراۃ وانجیل کی آیات بدستور اُسی منافقت آفرین شان کے ساتھ قائم ہین جس نے سائنس کے ہاتھ مین منجنیق بن کر روحانی نصرانیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اب پراٹسٹنٹ نصرانیت کے حلقہ بگوشون کو اس حد تک آزاد خیال بنائے جا رہی ہے کہ اُن کے نزدیک خدا کی حکمت اور مادہ کی قوت از قبیل مترادفات ہین تاویل کا میدان نہایت وسیع ہے لیکن نہ اتنا وسیع کہ اُن تحریفات کو سائنس کے ساتھ تطبیق دیدے مین عقل سلیم کا خون کئے بغیر کامیابی حاصل ہوسکے جن سے توراۃ وانجیل کے اوراق بھرے پڑے ہین ایک فرانسیسی باورچی سے جو اپنے فن کا اوستاد تھا پیرس کے کسی امیر نے فرمائش کی تھی کہ فن طباخی مین جب بے مثل کمال اُسے حاصل ہے اسکا ثبوت سڑے ہوے مٹن کا قلیہ تیار کرنے سے دے۔ باورچی نے جواب دیا کہ جناب والا مین سو سال پرانے بوٹ کے تلے کا شوربا تیار کر سکتا ہون۔ لیکن سڑے ہوے مٹن کو قابل خورش بنانا میرے امکان سے خارج ہے۔ یہی حال تحریف شدہ توراۃ وانجیل کا ہے۔ اگر کوئی آیت حقیقت مین الہامی ہو اگر کوئی صحیفہ حقیقت مین آسمانی ہو تو اس کی تاویلین ہوسکتی ہین لیکن اُن مہملات کی کیا صحیح اور مفید یقین تفسیر ہوسکتی ہے جو انسان کے تراشے ہوے ہون اور فطرت کے حقایق مسلمہ کی ضد ہون۔

ڈاکٹر ڈریپر اگر اُس مواد کی بنا پر جو اُن کے پاس موجود تھا اور جس سے اُس کتاب کی ترتیب مین بقدر ایک سو صفحہ کے حصہ لیا ہے کام لیتے تو وہ باسانی ثابت کرسکتے کہ مذہب اپنی ترقی یافتہ شکل مین انسان کو نہ صرف اسبات کی اجازت دیتا ہے کہ بہ آزادئے تمام اُن حقائق کا اکتشاف کرے جو عقل انسانی کی رسائی کے اندر ہین اور تمام وہ کوششین عمل مین لائے جن سے اُسکی طبیعی معلومات مین اضافہ ہوسکتا ہے

بلکہ انکو شششون کو اپنے آغوش عاطفت مین سے کر جہان انسان کو روحانی اور اخلاقی حیثیت سے کامل بنا اور ابدی زندگی کے تمتعات سے بہرہ اندوز ہونا سکھاتا ہے وہان دینوی حیثیت سے بھی اُسے اعلی درجہ کے مدارج پر پہونچانا چاہتا ہے۔

اسلام کو ڈاکٹر ڈریپر نے نصرانیت کی ایک شاخ تصور کیا ہے۔ کوئی مستقل مذہب نہین سمجھا۔ اسی لئے اُنھون نے اسکو رومن کیتھولک کلیسا کی اصلاح جنوبی اور پراٹسٹنٹ مذہب کو کلیسائے مذکور کی اصلاح شمالی سے تعبیر کیا ہے لیکن اگر اُن کے اس خیال کو جس کے ایک حد تک معقول ہونے مین کلام نہین پوری طرح سے تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو اُن سے اس امر کی بدرجہ اولی توقع تھی کہ وہ اسلام کو مذہبی ترقی کی معراج یا منتہا قرار دے کر اور سائنس کی اس حیرت انگیز ترقی کو پیش نظر رکھکر جو اسلام کی سرپرستی مین اسے میسر ہوئی اور جس نے یونان و مصر کالدیہ و ایران ہندوستان وچین کی فرسودہ ہڈیون مین نئی روح پھونک کر علوم جدیدہ کی بنیاد قائم کی اس نتیجہ پر پہونچتے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو فطرت الہی و سنت ایزدی سے تطابق کلی رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر مذہب و سائنس مین اگر وفاق پیدا ہو سکتا ہے تو صرف اسی صورت مین جب کہ مذہب سے مراد اسلام لی جائے۔ اور یہ تعبیر نادرست بھی نہ ہوگی اسلئے کہ اگر کوئی مذہب دنیا کے تمام مذاہب کے حسنات کے شیرازہ بند ہونے کی وجہ سے ہمہ گیری کا ادعا کر سکتا ہے اور اس حیثیت سے تمام مذاہب کا بچشم انصاف قائم مقام بن سکتا ہے تو اسلام ہے۔

یہ دعوی ہم کچھ اس وجہ سے نہین کر رہے ہین کہ ہم مسلمان ہین بلکہ اسلام کے دینی و دنیوی کارنامون کو پیش نظر رکھکر کرتے ہین جنکا ذکر خود ڈاکٹر ڈریپر نے اس کتاب مین شرح و بسط کے ساتھ کیا ہے اسلام کے اُس اصولی عقیدہ کا ذکر کرنے کے بعد جو کلمہ لا الہ الا اللہ مین چھپا ہوا ہے اور جو ہر قوم کے ترقی یافتہ مذہبی جذبات کا نصب العین ہے۔

اور ان روحانی و اخلاقی حقایق کا بالاجمال اعادہ کرنے کے بعد جنکی تکشیف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمائی ڈاکٹر ڈریپر نے جہان اسلام کی عدیم النظر ملکی فتوحات اور قابل رشک تمدن کا ذکر کیا ہے۔ ہان یہ بھی بتایا ہے کہ اسلام نے خود اپنے ہاتھون سے سائنس کے اس پودے کو سینچا جسے عجائب خانہ اسکندریہ کے زندہ جاوید بانی بطلیموس سوٹر نے لگایا تھا لیکن جو نصرانیت کی بنجر زمین مین خشک ہو چلا تھا اور یہ اسی آبیاری کا صدقہ تھا کہ علوم و فنون حکمت و فلسفہ صنایع بدایع کا وہ لہلہاتا ہوا چمن عقل و ادراک کی سیر کے لئے تیار ہو گیا جس کے پھول یورپ و امریکہ مین آج نئی شگفتگی کے ساتھ مہک رہے ہین۔ علوم جدیدہ کا دور سولہوین صدی سے شروع ہوتا ہے۔ ظہور اسلام چھٹی صدی مین ہوا یہ ہزار سال کا زمانہ ان مسلسل و متوالی کوششون سے بھرا پڑا ہے جو علوم قدیمہ کے احیا اور علوم مروجہ کی بقا کے متعلق دنیائے اسلام کے طول و عرض مین ظاہر ہوتی رہین اور یہ امر روز روشن کیطرح عیان ہے کہ سائنس نے جو ترقی گذشتہ تین سال مین کی ہے اس کے لحاظ سے وہ اسلام ہی کا شرمندہ احسان ہے گویا اسلام نے ایک ڈھانچہ قائم کر لیا تھا جس پر یورپ نے گوشت و پوست چڑھا لیا۔

تم نے قندیل سخن کو منڈھ لیا تو کیا ہوا ؛؛
ڈھانچ مین تو ہین وہی اگلے برس کی تیلیان

ایسی حالت مین جبکہ اسلام یا بقول مصنف نصرانیت کی جنوبی شاخ نے جسکے ماننے والے روئے زمین پر بقدر تیس کروڑ نفوس کے موجود ہین سائنس کی ہم آہنگی و ہمصفیری کا یہان تک دم بھرا ہو۔ ایسی حالت مین جبکہ ہادی عرب کے جانشینون نے جاہلون کو عالم، عامیون کو فلسفی اور غلامون کو شہنشاہ بنا دیا ہو۔ ایسی حالت مین جبکہ وادی بطحا سے ایک ابر رحمت نے اٹھکر مغرب و مشرق مین خیر و برکت

سے کہ وہ موتی برسائے ہوں جنکو دنیا ابھی تک رول رہی ہے۔ ایسی حالت مین جبکہ کل مومنین اخوۃ کی منادی نے ارذل ترین اقوام کو مسند نشینان بزم شرافت کے پہلو مین جگہ دیکر حریت اخوت اور مساوات کے وہ سنہرے اصول قائم کردئیے ہون جن پر عمومیت کے ساتھ عمل کرنا صرف دنیائے اسلام ہی مین ممکن ہے۔ ایسی حالت مین جبکہ لکم دینکم ولی دین کا فرمان واجب الاذعان مسالمت اور روا داری کے وہ حقوق ادا کرتا ہو جنکا یہود و نصاریٰ مجوسی و ہنود کو یکسان اعتراف ہو ایسی حالت مین جبکہ رب زدنی علما کی رضا صریح اور جن مین لا اکراہ فی الدین نے شان تاسیس پیدا کردی ہے اور الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدہا فہو احق بہا کی وحی مطلوق نے علم و حکمت کو خواہ اسکا ماخذ کچھ ہی کیون نہ ہو مسلمانون کی میراث قرار دیا ہو۔ یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مذہب اور علم کی سمائی ایک اقلیم مین نہین ہو سکتی اور یہ دونون ایک ایسی کشمکش مین مبتلا ہین جن مین بالآخر مذہب کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائیگا۔

بہرحال ڈاکٹر ڈریپر نے یہ کتاب لکھکر ہم پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے کہ تلاش حق کا دروازہ کھول دیا ہے اس دروازہ کے اندر داخل ہوکر ہر شخص علی قدر توفیق گوہر مقصود سے اپنی جیب و دامان بھر سکتا ہے اور اگر اُسے مبداء فیاض سے ذوق سلیم جو دوسرے لفظون مین ایمان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے عطا ہوا ہے تو وہ اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے حریف نہین بلکہ حلیف ہین۔

ظفر علی خان

غزل

وصل ہے پر دل مین ابتک ذوق غم پیچیدہ ہے — بلبلا ہے عین دریا مین مگر نمدیدہ ہے
سجدہ تیرا فرض سمجھا جو تیرا گرویدہ ہے — ماہ نو پیر فلک کا جبہۂ سائیدہ ہے

بے حجابی یہ کہ ہر صورت مین جلوہ آشکار — گھونگھٹ اُس پر وہ کہ صورت آجتک نادیدہ ہی
اتنے بتخانون مین سجدے ایک کعبے کی عوض — کفر تو اسلام سے بڑھکر تیرا گردیدہ ہی
دل کی وسعت وہ کہ نقطے سے بھی کم ہفت آسمان — جسم یہ لاغر خط وہمی سے جو کاہیدہ ہے
ہجر مین کیسا زمین و آسمان کا فاصلہ — جو ستارا ہے وہ داغ حسرت بالیدہ ہے
بادۂ رنگ فنا کا شیشۂ نازک مزاج — یا حباب بحر یا میرا دل شوریدہ ہے
دیر کیون اے اذن جنت منزل میزان کے بعد — اب تو ظاہر ہے کہ میرا ہر عمل سنجیدہ ہے

×××××××××××××××××××××××××××

فتنہ زار حشر سب سمجھے ہین جس میدان کو — دامن تار نگہ کا گوشۂ جنبیدہ ہے
منہ لگانا تھا کہ سب گرد کدورت دور تھی — بادۂ گلگون مزاج عاشق رنجیدہ ہے
وادی عرفان مین داغ تہمت دخل دوئی — نقش پاے ناتوان عارف لغزیدہ ہی
دیجئے کس چیز سے تشبیہ تیرے حسن کو — ایک تو ہی دیدہ ہی تیرے سوا نادیدہ ہی
عاشق شیدا ہوا سمین یا کہ چشم نقش پا — جس نے تیری چال کو دیکھا قیامت دیدہ ہی
آدمی کی سرکشی غفلت ہی اپنی اصل سے — ذوق سجدہ قطرۂ افتادہ سے پیچیدہ ہی
عاشق گریان نے رات اپنی تڑپکر صبح کی — چشم اشک آلودہ ہی زخم نمک پاشیدہ ہی
دم بخود رہنے دو کیون رسوا ہو مجھکو چھیڑکر — غیر دریا بلبلے مین اور کیا پوشیدہ ہی
دیکھکر محشر خرامی آنکی اب سمجھا ہون مین — ذرہ ذرہ کاروان فتنۂ خوابیدہ ہی

حشر مین منھ پھیر کر کہنا کسی کا ہاے ہاے
آسی گستاخ کا ہر جرم نابخشیدہ ہی

از حادثۂ جہان ز آیندہ مترس — وز ہرچہ رسد چو نیست پایندہ مترس
این یک دم نقد را غنیمت میدان — از رفتہ میندیش وز آیندہ مترس

عمر خیام

طفولیت

وہ بھی کیا دن تھے کیا زمانہ تھا گھر کی چار دیواری میرے لئے تفرجگاہ ہائیڈپارک سے کم نہ تھی۔ دیوالی اور شب برات کے تیوہارون کے چراغ اور آتشبازی میجک لینٹرن کے کرشمون کا لطف دیتی تھی۔ گھر مین کسی تقریب کا ہونا اور میراثنون کا گانا تھیٹر کے نظارہ سے کم نہ تھا سادہ زندگی تھی اور بیفکری قناعت تھی اور بیخودی عیش یا فراغت کا سچ تو یہ ہے کہ وہی زمانہ تھا۔ کمسن لڑکے اور لڑکیان جمع ہین نت نئی بھولی بھالی تجویزین کھیل کود کی ایجاد ہو رہی ہین۔ سادہ لوح کمیٹی غور کر رہی ہے آناً فاناً مین پیش ہوئین اور منظور اور عمل شروع ہو گیا۔ اللہ اللہ۔ ساتھ کی کھیلنے والی کمسن لڑکیان بے تکلفی سے ہم آہنگ آپس مین پیار کی باتین ہو رہی ہین۔ کبھی کبھی خفگی بھی ہو جاتی ہے مگر معاً کسی تجویز شدہ کھیل کا خیال آگیا اُسکی لذت اور لطف نے عارضی رنجش کو کھو دیا۔ پھر وہی ہنسی اور چہل شروع ہوئی پاک دل پاک خیالات۔ پاک ربط۔

میرا خیال ہے کہ بچون مین اور فرشتون مین عملاً کوئی فرق نہین۔ اب وہ لطف کہان سے میسر ہون گے۔ اب تو ایک سر ہے اور ہزار سودا۔ وہ سبکروحی مفقود۔ لوگ کہتے ہین کہ "لیت الشباب یعود" میرا خیال ہے "لیت الصبا یعود" زیادہ پرلطف ہے۔ مین تو اب بھی جب بچون کو کھیلتے اور شوخیان کرتے دیکھتا ہون گھنٹون دیکھتا رہتا ہون اور میرے لئے اس سے بڑھکر پُرلطف کوئی مشغلہ نہین ہوتا۔ اس نظارہ سے زمانہ گذشتہ کے ایسے پُرلطف واقعات اور دلکش تصورات پیش نظر ہوتے ہین۔ کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے فانوس خیال بنجانا پڑتا ہے۔ دنیا کے مکروہ افکار سے نجات ملجاتی ہے۔ بعض وقت تو یہ بھی جی چاہتا ہے کہ بلا سے آؤ ان کے ساتھ کھیل کود کے پھر چند ساعت معصومیت مین بسر کر دین۔ اس ارادہ سے کچھ تو ہنسی آتی ہے اور کچھ یہ خیال ہوتا ہے کہ بچون کی پیاری

آزادی مین کھنڈت پڑ جائیگی - اور یہ سب کھیل چھوڑ کے مودب ہو جائین گے - جو اس بات کی تمیز ہے کہ گویا وہ کوئی گناہ عظیم کر رہے تھے -

گو یورپ والے بچون کے ساتھ کھیل کود مین بالکل اُسی طرح منہمک ہو جاتے ہین جیسے برابر والے - مگر ہندوستان مین بچون کے ساتھ کھیلنا کیا معنے بچون کا بڑون کے سامنے کھیلنا خلاف تہذیب خلاف آداب اور خدا جانے کیا کیا سمجھا گیا ہے جب بڑے گھر کے باہر ہوتے ہین تب بچون کو کھیلنے کی سوجھتی ہے یا چوری چھپے - اس برتاؤ کے عیوب یہی ہین - یہی کیا کم اخلاقی خرابی بچون مین پیدا ہوتی ہے کہ مخفی طور پر کام کرنے کی (اور یہ سمجھکر کہ یہ کام بزرگون کی ناراضی کا باعث ہی) عادت پڑ جاتی ہی جو رفتہ رفتہ بڑی بڑی برائیون کے لئے پیش خیمہ ہوتی ہے مین سمجھتا ہون کہ اگر ہم معین اوقات بچون کے ساتھ کھیلنے مین صرف کرین تو نہ صرف بچون کے کھیل شایستہ و مفید ہون گے بلکہ ہماری اُس حسرت کی بھی تلافی ہوتی رہیگی جو فقدان طفولیت کے سبب کبھی کبھی خار الم بن کے نیش زنی کرتی رہتی ہے -

امین الحسن رضوی بسمل

غزل

یہ رنگ چمن ہے خانہ بر دوش — ہے زیب نگاہ عارضی جوش
تکلیف سکون کا نام ٹھیرا — اُمید ہے یاس سے ہم آغوش
اوس جام کا ہے خمار ساقی — تھا دست نگار جس کا سرپوش
اے کاش تیری زبان سے سن لون — جان تو بہ لب رسید - خاموش!
کیا یاد رکھینگے ظلم تیرے — ہم دل شدگان خود فراموش
مت پوچھ ہجوم شوق مانی — جب ہو سر لطف وہ خطا پوش
یاد است نوازش تغافل — غافل ز قبا و انچہ بر دوش
بسمل حسرت نے سچ کہا ہے — "پیمان وفا نہ کر فراموش"

امین الحسن رضوی بسمل

نوجوانون کو نصیحت

یہ کبھی خیال نہ کرو کہ تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہو جائیگا مگر اسکے ساتھ ہی خیال رکھو کہ اپنی قوتونکو زنگ نہ لگنے دو اور ہر موقع سے فائدہ اُٹھاؤ۔

ہم راستبازی کی دنیا مین رہتے ہین لیکن آجکل کی ہر ایک چیز علی ہے پھر بھی سچا آدمی غالب ہوگا جھوٹ بولنے اور فضول نمایش سے پرہیز کرو اپنے تئین دنیا کے سامنے ویسے ہی پیش کرو جیسے کہ تم ہو اپنے ہر کام کی عمارت سچائی کی چٹان پر قائم کرو تاکہ بربادی کی لہرون سے محفوظ رہو۔

دراصل زندگی کی شرافت محنت ہے سست اور کاہل آدمی کا تنازع للبقا مین کوئی کام نہین ہے افراط تفریط سے بچو نیکی کی افراط بھی بعض وقت سخت مضر ہوتی ہے۔

ایک وقت مین ایک کام اور صرف ایک ہی کام کرو۔کام صاف کرو ذرا بھی گڑبڑ نہ رہے جو کام شروع کرو اسے انتہا کو پہونچا کر دم لو۔

متفرق علوم کے پڑھنے سے باز رہو۔صرف وہی پڑھو جسے یاد رکھنا چاہتے ہو اور وہی چیز یاد رکھو جسے استعمال کرنا چاہتے ہو۔

لوگون کے سامنے چالاکی اور عقلمندی کا اظہار نہ کرو۔ اپنے ہر فعل کو ایمانداری محبت اور ہمدردی سے مملو رکھو۔ اگر تم ہوشمند ہو تو تمہاری ہوشمندی قدرتاً خود بخود ظاہر ہو جائیگی اور جن لوگون کو معلوم ہے کہ کس چیز کی تعریف کرنا چاہیئے تمہاری خود بخود تعریف کرین گے۔بیوقوفون کی تعریف سے بچو۔

کسی کے کام مین نکتہ چینی اور کسی کی عیب جوئی نہ کرو اور ذیل کے زرین قاعدے اپنی زندگی کا اصول بناؤ۔بدون کے لئے دعا کرو کمزورون پر رحم کرو۔نیکون سے محبت کرو۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے لوگون کی تعظیم کرو۔اگر ایسا کرو گے تو تمہارا یہی طرز عمل فلاح دنیاوی اور نجات اُخروی کی کنجی کا کام دیگا۔

خادم

(ترجمہ) پروفیسر بلیکی

عورتونکی قابل اصلاح حالت

(۲) اصلاح کی ضرورت

اس سے پیشتر ہم کسیقدر حسرتناک الفاظ مین تفصیلاً عرض کر چکے ہین کہ عورتون کی جانب سے طبقۂ ذکور محض غافل اور لاپروا ہے - ممکن ہے کہ ہمارے اس خیال سے جو فی نفسہ امر واقعی سے کم نہین بعض اصحاب متفق نہون - لیکن ہماری عاجزانہ رائے ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ہم عورتونکی طرف سے بے خبر نہین - تاہم ضروری ہے کہ اس سے زیادہ توجہ اُنکی گری ہوئی حالت کے درست کرنے پر مبذول و منعطف کیجائے - ہمارے بہت سے دوست اکثر کہا کرتے ہین کہ عورتون کی اصلاح کا مسئلہ کچھ زیادہ اہم نہین - گویا اُن کے خیال مین طبقۂ نسوان کی موجودہ افسوسناک کیفیت چندان نقصان رسان نہین - سطحی نظر رکھنے والے لوگ یقیناً فرقۂ اُناث کے ضروری اور ذی وقعت پوزیشن (حیثیت) سے واقف نہین یا اُس سے عمداً چشم پوشی کرنا چاہتے ہین - یہی خواہان ملک کا فرض ہے کہ وہ جہان ملکی فلاح و بہبود کے ذرایع و تدابیر پر آے دن غور کیا کرتے ہین وہان یہ دھیان بھی رکھین کہ وہ آفتاب جس سے ہندوستان مین علم و ہنر کی روشنی پھیل سکتی ہے - ابر جہالت مین چھپا ہوا ہے یعنی عورتین جنکی تعلیم و تربیت ہمین آسمان فضل و کمال کا خورشید درخشان بنا سکتی ہے خود تعلیم و تربیت کی محتاج ہو رہی ہین -

دنیا مین عورتون نے بڑے بڑے کام کیے ہین جنکے تفصیلی اور قابل وثوق حالات آجتک تاریخ عالم کے صفحات پر موجود ہین - ارباب بینش اُن کو دیکھکر غور کر سکتے ہین کہ ازمنۂ سابقہ کی اور ہمارے وقت کی مستورات مین کسقدر فرق ہے - عورتون کو ہم بجاے خود ناقص العقل - بیکار اور ضعیف الدماغ سمجھ لین لیکن انصاف اور قانون مذہب کی روسے اس عالم کے بنانے اور سنوارنے مین ہمسے زیادہ اُنھین دخل حاصل ہے اور یہ ایک ایسا

حق ہے جسے جابرانہ خیالات اور متمردانہ جذبات کسیطرح زایل نہین کرسکتے اور ہمکو کسی صورت سے یہ اختیار نہین ہے کہ ہم مستورات کے اس استحقاق کو جو اُنھین فطرت سے روز اول مل چکا ہے اپنی خام خیالی اور جاہلانہ خود رائی کی بھینٹ چڑہائین۔

"الرجال قوامون علی النسار" کے پرمغز و حکمت آمیز اصول کے جو معنے ہم لوگون نے سمجھ رکھے ہین وہ اُس سے بہت مختلف ہین جسکے قرون اولی کے صافدل اور بیدار مسلمان عامل رہ چکے ہین۔ اگر ہماری طرح ہمارے اسلاف نے بھی عورتون کو ہیچ و ناکارہ سمجھ رکھا ہوتا تو غیر ممکن تھا کہ حضرت عائشہ و اسمار یا زبیدہ وغیرہا کی سی فخر قوم خاتونین مسلمانون مین پیدا ہوکر علمی و عملی کارنامون سے اپنا نام روشن کرتین۔ عورتون کی تعلیم و تربیت مین ہمارے یہان پردہ سب سے بڑی رکاوٹ خیال کیا جاتا ہے لیکن وہ پردہ نشین بی بیان کیسی تھین جو ایک طرف مردون کے پہلو بہ پہلو علوم دینی و دنیاوی مین کمال پیدا کرتی تھین اور دوسری طرف تلوار ہاتھون مین لیکر اپنے دینی بھائیون کے ساتھ مذہب اور قوم کی حفاظت کیلئے جان لڑا دینا معمولی بات سمجھتی تھین۔ حقیقت یہ ہے کہ اُسوقت کے لوگ ہماری طرح عورتون کو ذلیل و ہیچکارہ نہ جانتے تھے اور ملکی و مذہبی فرایض کی ذمہ داری کا بوجھ جتنا حصہ بقدر جثہ کے مصداق عورتون پر تھا اُسکا اُنھین احساس تھا۔ یہان ہم ہین کہ ساری خدائی کے مالک و مختار بنے بیٹھے ہین اور اپنی بہو بیٹیون کے حقوق کے غاصب بننے سے عار نہین رکھتے۔ مان بہنون کو ہم نے لونڈی اور غلام سے بھی کمتر سمجھ رکھا ہے۔ ہمارے خیال مین عورتین ایک بے جان چیز ہین جنھین اپنی موجودہ ذلت بار حالت کو محسوس کرنے اور اُسکے انسداد مین ساعی ہونے کی بھی قابلیت نہین اسمین شک نہین کہ چونکہ صدیون سے عورتین ہمارے جابرانہ خیالات سے متاثر ہوتی ہین اسوجہ سے اُنھین اب اتنی حس بھی باقی نہین کہ اپنی تکالیف و مصائب پر غور کرین یا اسبات کی کوشش کرین کہ مردون کی امداد و استعانت سے مستغنی ہوکر خود اپنی نجات

کی راہین نکالین ۔

جو لوگ مسئلہ اصلاح نسوان سے دلچسپی رکھتے ہین انھین معلوم ہے کہ ہماری مستورات کی علمی حالت کسقدر اصلاح و ترقی کی محتاج ہے۔ اس سے کسیکو انکار نہین ہوسکتا کہ اخلاقی اور تمدنی پہلو سے قطع نظر ہمارا مذہبی زندگی مین بھی وہ وہ خرابیان پیدا ہوگئی ہین جنکا انسداد از بس ضروری ہے۔ ہمارے یہان کی عورتون کے خیالات اور جذبات جہالت - اوہام باطلہ اور خود پسندی کا مجموعہ بن رہے ہین اُنکی زہریلی تاثیر ہماری سوسائٹی (ہیئت اجتماعیہ) کو خستہ و خراب کر رہی ہے اور اسلام نے جو عزت عورتون کو از روے عقل و انصاف عطا کی ہے وہ اُن سے کُلیتاً خارج ہو چکی ہے ۔

مستورات کی موجودہ حالت پر جب غائر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اخلاقی تعلیم مردون کے ساتھ ساتھ عورتون کو بھی دی تھی اُسکی طرف سے بالکل چشم پوشی کر لیگئی ہے اور انسانی سوسائٹی (ہیئت اجتماعیہ) کا ایک رکن (عورت) مذہبی و اخلاقی ضروریات سے اسقدر دور ہے کہ گویا مذہب و اخلاق سے اُسے کوئی واسطہ ہی نہین ۔ بچون کے لئے مان کی گود پہلا مدرسہ ہے جہان انھین معنوی طور پر علمی دنیا کے طور و طریق سکھلائے جاتے ہین ۔ مان کے خیالات کا پرتو لڑکے کے دل و دماغ پر پڑتا ہے اور اس کا اثر آخر وقت تک قائم رہتا ہے۔ ایک فلاسفر اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے کہتا ہے کہ بچہ جسقدر اپنی بارہ برس کی عمر مین سیکھ لیتا ہے اُس سے زیادہ وہ بقیہ ساری عمر مین نہین سیکھ سکتا۔ ظاہر ہے کہ یہ بارہ سال کا ابتدائی زمانہ مان کی آغوش شفقت ہی مین بسر ہوتا ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مان کی اخلاقی اور علمی قابلیت اس قسم کی ہو جس سے بچون کے رکھ رکھاؤ - تعلیم و تربیت - استحکام کیرکٹر (طبیعت) وغیرہ مین بسہولت مدد مل سکے ۔

افسوس ہے کہ ہماری مستورات کی جہالت و لاعلمی اور اُن کی دماغی

کمزوریوں سے جو حقیقی اصلاح کے فقدان سے پیدا ہوئی ہیں انہیں ایک باقاعدہ
ماں کے فرائض ادا کرنے کی لیاقت نہیں پیدا ہوئی۔ انسانی زندگی میں مذہب کا
رنگ ہمیشہ نمایاں رہتا ہے۔ لیکن مذہب ایک نازک چیز ہے۔ خیالات کا ذرا سا اُلجھاؤ
آدمی کو لامذہبی کے تنگ و تاریک گڈھے میں پھینکدیتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے
فرداً فرداً یا مجموعی حیثیت سے الحاد و لامذہبی سے زیادہ خطرناک دوسری مصیبت نہیں
اُن کی دینی و دنیاوی ترقیوں میں مذہب کا ہاتھ ہمیشہ اونچا رہا ہے اور اب بھی مصلحان
قوم اسبات پر متفق ہیں کہ مذہب سے علیحدہ ہوکر مسلمان ترقی نہیں کر سکتے اور بشرط
محال اگر ترقی کی صورت دیکھنا نصیب بھی ہوئی تو اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ
اُس کے خطرناک نتائج موجودہ نکبت و ادبار سے کہیں بڑھکر نقصان رسان ہونگے
مختصر یہ ہے کہ ہماری آیندہ ترقیوں کے لئے ہمارا مذہب ہی ہادی و رہبر بن سکتا ہے۔
لیکن یہ مذہب نہیں جو ہماری عورتون کے ہاتھوں معجون مرکب بن رہا ہے بلکہ وہ مذہب
جسکی تعلیم ہمارے ہادی برحق نے دی ہے جو اوہام قبیحہ اور عقائد باطلہ سے معرا ہے
اور جس سے زیادہ سادہ۔ سہل اور قرین عقل کوئی اور مذہب نہیں۔

اسلام نے سرچشمۂ ہدایت بنکر ہمکو جو راستہ دکھایا تھا اُسے ہم ایک
عرصہ ہوا کھو چکے ہیں اور ایک ایسے دشوار گذار دشت کو … میں جا پڑے ہیں جہاں
قدم قدم پر ٹھوکرین کھا کر بھی سر اُٹھانیکی نہیں سوجھتی۔ جس مذہب نے سب سے زیادہ
زور و شور کے ساتھ دنیا میں وحدانیت کی تعلیم دی اور خدائے واحد کی عجیب و غریب
قدرت کے رموز آشکار کئے اُوسی کے برائے نام پابند ہوکر اور اُسی کے نام لیوا کہلاکر
ہم آج سیکڑوں بدعتوں پر کاربند ہیں جو شرک کی حد تک پہونچتی ہیں اور جنھیں اسلام سے
متعلق کرنا دراصل اسلام کے صاف و شفاف دامن پر بدنما دھبہ رکھنا ہے۔ سیکڑوں
رسمیں اسطرح سے ہماری جزو زندگی بن گئی ہیں کہ گویا وہ ہمارے مذہب کی رُو سے

نہایت ضروری اور واجب التعظیم ہیں۔ حالانکہ اُن کی اصلیت اس سے زیادہ نہیں کر یہ ہلکوتا ہنالی ترکب سے پہونچی ہیں۔ ہندوستان مین آکر مسلمانون نے سلسلۂ مناکحت قائم کیا اور ہندوستانی عورتون کے خیالات و مقالات سے متاثر ہوے پیر پرستی یا قبر پرستی کی اجازت اسلام نے کب دی ہے ؟ لیکن آجکل ہملوگ خدا پرست ہونے کی جگہ حقیقتاً قبر پرست بن گئے ہین۔

ہمارے مذہبی خیالات کی کمزوری زیادہ تر عورتون کی بدولت ہے۔ البتہ مردون کا اسقدر قصور ضرور ہے اور یہ قصور کچھ کم نہین کہ اول ہی اول اسکی روک تھام نہ کی۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ ذراسی غفلت نے تو مذہب مین اتنی خرابی پیدا کردی اب اگر اسکا انسداد نہ کیا جائے اور ہماری آنے والی نسلون پر بھی یہی بدعت آمیز خیالات رنگ جمالین تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔

عورتون کی حالت دیکھئے دسرتاپا شرک و بدعت سے ملوث ہین۔ خدا کے احکام اور نبیؐ صلعم کے فرمان کی تعمیل کی جگہ اُن کے دلون مین ٹوٹکون گنڈون اور تعویذون کی وقعت بیٹھی ہوئی ہے۔ بھوت پری۔ جن اور دیو کی وہمی دہشت اُن مین پورے طور پر جاگزین ہے۔ کسی ولی کے مقبرے کی زیارت اُن کے لئے مسجد جانے سے بڑھکر ہے۔ بیشک بزرگان دین کی زیارت سے فیضیاب ہونا بُرا نہین لیکن اُن کی عظمت کو حد سے زیادہ بڑہانا یا خدائی کارخانہ کا اُنھین مالک و مختار جاننا مذہبًا ناروا ہے۔ بیمارون کی شفا۔ حاجتمندون کی ضرورت۔ اولاد کی خواہش یہ تمام براہ راست خدا سے متعلق ہین لیکن ہماری مستورات فقیرون کو سمجھتی ہین کہ بیٹا دینا انھین کے اختیار مین ہے یہ وہ حقوق ہین جو واحد مطلق کی ذات پاک سے واسطہ رکھتے ہین۔ عالم نسوان کا ڈھنگ سب سے نرالا ہے۔ خود اللہ میان بھی تو عورتونکی عزت افزائی سے نہین بچ سکے۔ ان کے نام پر منتین مانی جاتی ہین۔ رتجگے ہوتے

ہین - گلگلے پکائے جاتے ہین - رحم بنتا ہے اور سب سے پرلطف بات یہ ہے کہ ان
چیزون پر اُن کا فاتحہ ہوتا ہے - معاذ اللہ - خدا ونا تا ہے کہ وہ اپنے بندون کی نذر ونیاز
سے مستغنی ہے لیکن عورتین اُس بے نیاز کو بھی پیشکش گذرانا ضروری سمجھتی ہین -

مذہبی پہلو سے ہٹکر عورتون کے اخلاق و عادات پر نگاہ پڑتی ہے تو
وہ بھی فوری اصلاح کے محتاج ہین نرم دلی جو مستورات کا قدرتی وصف ہے
تقریبًا بالکل مٹ گئی ہے - گھر مین بیٹھے بیٹھے دوسرون کی بُرائیان کرنا خاص طور پر
اب اُن کی عادت مین داخل ہے - شہرمین چاہے یہ ردی حالت نہ ہو لیکن دیہات اور
قصبات مین جہان باہمی میل ملاقات کے ذرایع زیادہ سہل الحصول ہین عورتون کی
اخلاقی کمزوریان زیادہ تر ظاہر ہوتی ہین - شادی غمی کے موقعون پر برادری کی عورتون کا
جمع ہونا ضروری ہے - اس مجمع سے جسکو سابقہ پڑا ہے وہ بتا سکتا ہے کہ اس اجتماع
کی جو غرض وغایت ہے وہ کہانتک پوری ہوتی ہے - چونکہ ان مستورات مین سے زیادہ تر
بے علم ہوتی ہین اس لئے وہ اس قسم کی سوشل (معاشرتی) مجلسون سے فائدہ اُٹھانے
مین قاصر رہتی ہین - البتہ جہان چار بی بیان جمع ہوئین ساری عمر کے دُکھڑے
روے جاتے ہین اور پشتہا پشت کے جھگڑے قضیے نکل آتے ہین - میلاد شریف
کی مجالس بھی قصبات مین جہان کہین ہوتی ہین انہین تمام برادری کی عورات مدعو
کی جاتی ہین لیکن افسوس ہے کہ انہین یہ مادہ نہین کہ اس ذکر خیر کو فارغ ہو کر سنین -
اور اُس مجلس مبارک کا ادب ملحوظ رکھین - کذب - فریب - غیبت - عیب جوئی
یہ اخلاقی امراض ہین جو ہمارے طبقۂ اناث مین سرایت کر گئے ہین - ہمین اسکا اقرار ہے
کہ یہ عیوب تمام وکمال مردون مین بھی موجود ہین - لیکن سمجھنا چاہیئے کہ مردون نے
سیکھے کس سے - انھین عورتون سے - اگر عورتین زیور علم واخلاق سے آراستہ
ہو جائین تو یہ مرض قوم سے فوراً جاتا رہے - ورنہ چھوٹے بچے ان عیوب کو

لازمہً زندگی جانکر ماں کی گود سے عملی دنیا مین اُترینگے۔

اصلاح تمدن کا مسئلہ ایک عرصہ سے مسلمانان ہندوستان کے پیش نظر ہے اور جو تقویت اسکو مولوی خواجہ غلام الثقلین صاحب ایسے ہمدرد قوم کی بے لاگ کوششون سے نصیب ہوئی اُس سے باخبر اصحاب ناواقف نہین ہین مجھے اُمید ہے کہ خواجہ صاحب نے اس مسئلہ کی چھان بین کرنے مین یہ اصلی راز دریافت کرلیا ہوگا کہ ہماری تمدنی اصلاح مردون کے علاوہ عورتون پر منحصر ہے۔ شادی و غمی کے اخراجات جو محض رسماً ہم مسلمانون مین رائج ہین اور جنکی وجہ سے سیکڑون ہزارہا متمول گھرانے افلاس کے پنجے مین آگئے صرف عورتون کی ذات سے قائم ہین۔ تقریبات کے مواقع پر خصوصاً اور روزمرہ کی ضرورت پر عموماً نمایش و زیبایش کے لئے جو صرفہ مسلمانون مین جائز رکھا گیا ہے اُسمین شریک غالب عورتین ہوتی ہین ہزارون روپیہ کا زیور عورتون کے لئے اسوجہ سے بنایا جاتا ہے کہ وہ استعمال ہوتے ہوتے رفتہ رفتہ ختم ہوجاے۔ کپڑون کی بھی یہی حالت ہے کہ مرد غریب چاہے ململ و تنزیب ہی سے کام نکال لے لیکن بی بی پر ریشمی گلبدن و کمخواب کے بغیر نیند حرام ہے اس افلاس کے زمانہ مین بھی جبکہ مسلمانون مین فارغ البال لوگون کا قحط ہے اور ہر شخص نان شبینہ کا محتاج ہے عورتون کو اپنی فضول خرچی محسوس نہین ہوتی۔ کاش اُنھین تعلیم دیکر ہم خواب غفلت سے بیدار کرین۔ اور وہ قوم کی مفلسی پر نظر کرکے بیکار بلکہ نقصان رسان نمایش و زیبایش سے دست بردار ہون۔*

* لیکن اگر زیور علم سے آراستہ ہوکر مقتدر خواتین نے لباس کے معاملہ مین وہی طرز عمل اختیار کیا جسکے لئے ہمارا تعلیم یافتہ گروہ بہت بجا طور پر بدنام ہے تو " افگندہ در آتش گر آبم بدر آورد " کہنے کے سوا چارہ نہ ہوگا اور اُن کی قابل اصلاح حالت مزید اصلاح کے لائق ہوجائیگی۔

اگر ہم فلسفیانہ نظر سے لباس کے مسئلہ پر غور کرین تو یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ جسمانی حفاظت

کے لئے جو لباس کا مقصد اولین ہے آسان ترین ذریعہ اور نہایت ہی کم خرچ کافی اور ضروری ہیں تا عورتوں میں فطری طور پر آرایش کا خیال آرام پر مقدم ہو تاچونکہ موجودہ فلسفیانہ نظریوں سے ثابت ہو گیا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کو تن پوشی کی ضروریات کے علاوہ اون کے واسطے تھوڑا سا سامان بمقابلہ مردون کے زائد درکار ہوگا۔ لیکن اسکے یہ معنی نہین کہ اس میدان اجازت کو اس درجہ وسعت دی جاے اور اون کے لئے اتنے لوازم پوشاک جائز کئے جائین کہ مردون کی ساری کمائی اسی کے نذر ہو جاے۔

ایسی صورت مین جبکہ ہماری ملکی ضروریات مقتضی ہین اس بات کی کہ ہندوستان کے تمام باشندے متحد و متفق ہوکر ادبار کی اوس گھنگھور گھٹا کو دور کرنے مین مصروف ہون جو ہمارے مطلع قومی پر نہایت خوفناک اور ڈراونی صورت مین نظر آرہی ہے۔ جبکہ ہماری تمام قوتون کا اجماع ضروری ہے اس غرض کے لئے کہ ہم اپنی قوم کو اوس پستی و ذلت کے قعر سے نکالین جسمین ہم سالہا سال سے پھنسے ہوے ہین اور روزمرہ ڈوبتے جاتے ہین۔ جبکہ ہمارے تمام ذرایع آمدنی اون اخراجات کی کفالت کو کافی نہین جو ہمین ملک مین تعلیم عام کرنے اہل ملک کو اعلی تعلیم دلانے ملکی صنعت وتجارت کو فروغ دینے اور اہل ہند کو اقوام عالم کی نظرون مین وقیع بنانے کے لیئے درکار ہین۔ کیا ہمارے ابناے وطن بلا لحاظ اسکے کہ وہ کس طبقہ یا درجہ سے تعلق رکھتے ہین اپنے اوپر فرض نہ جانین گے کہ وہ ان فضول مصارف اور غیر ضروری اخراجات سے چندے باز آئین اور ایثار نفس کی اعلی ترین مثال قائم کرکے دائمی زندگی اور آیندہ نسلون کی شکرگذاری کی گوناگون لذتین حاصل کرین۔ اگر علوم وفنون مین ہمین وہ دستگاہ ہوتی جو جرمنی اور فرانس کے باشندون کو اقوام عالم مین سرافراز بنائے ہوے ہے اگر مال و دولت مین ہم اوس قوم کے ہم پلہ ہو سکتے جو دنیا بھر کے بازارون پر برقی رو کیطرح حکومت کررہی ہے اگر تہذیب و شایستگی کے وہ مدارج ہم طے کرچکے ہوتے جنھون نے اینگلو سیکسن Anglo Saxon نسل کے دماغ کنگرۂ فلک سے جا ملائے ہین۔ اگر عزت و رفعت کی اوس منزل پر ہم پہونچ جاتے جس نے یورپ و امریکہ کی

عورتوں کے فرائض کے منجملہ اولاد کی پرورش اور اُسکی نگہداشت ایک اہم خدمت ہے۔ لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہماری عورتوں مین بچون کے غور و پرداخت کا مادہ موجود ہے۔ زچا خانہ سے لیکر لڑکے کی دس سال کی عمر تک کوئی وقت ایسا نہین آتا جس مین اُسکی مان باقاعدہ طریقہ پر اُسکی خبر گیری کرتی ہو۔ زچا خانہ مین جو خلاف اصول حفظان صحت بچون کو رکھا جاتا ہے۔ اُس سے عورتین بالکل ناواقف ہین ایک معمولی سی بات یہہ ہے کہ وہان آگ جلاکر اسقدر دھوان کیا جاتا ہے کہ سانس گھٹنے لگے لیکن زچہ اور بچہ دونون اسی دھوین مین رہتے ہین۔ میرے ایک دوست نے جو حیدرآباد سے ولایت ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے گئے ایک مرتبہ اپنے ایک خط مین لکھا تھا کہ یہ دھوان مان اور بچہ دونون کے لئے سخت مضر ہے اور اسمین نقصان رسان جراثیم رہتے ہین۔

ہندوستان مین ہر سال سیکڑون بلکہ ہزارون معصوم بچے محض عورتون کی ناواقفیت کی نذر ہوتے اور اس دنیا سے آنکھ کھولتے ہی رخصت ہوجاتے ہین لیکن ان کے ضایع جانے پر بھی ہم باوجود سنجیدہ وغمگین ہونے کے انسدادی وسائل کے عملی طریقے نہین اختیار کرتے۔ اور عورتون کو اسکا گمان تک بھی نہین ہوتا کہ اپنے نونہالون کی بے وقت موت کی موجب خود وہی ہین۔ انگلستان و امریکہ مین

بقیہ نوٹ۔ سفید رنگ اقوام کو فخر و مباہات کی سے دوا تشہ کا متوالا بنادیا ہے تو ہم بطیب خاطر اجازت دیتے بلکہ اپنی تمام کوششین اس التزام کو قائم و برقرار رکھنے مین صرف کرتے کہ ہندوستان کا ایک ایک بچہ زربفت و کمخواب کے گدون پر سوئے۔ استبرق و سنجاب کے کپڑے پہنے اور زر و جواہر سے آراستہ رہے۔ لیکن بحالت موجودہ ہم سوائے اسکے کیا کہہ سکتے ہین کہ

مجا آسود گی گر مرد راہی کاندرین وادی
چو قارا زپا برآید پا ز دامان بر نمی آید

ایڈیٹر

متعدد انجمنین اور سوسائٹیان کتے بلیون کی حفاظت کے لئے قائم ہین واسے برحال ماکہ ہم اپنے دل کے ٹکڑون کی حفاظت کا سامان بھی نہین کرسکتے۔

عورتون کے خانگی مشاغل کیطرف بھی ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے اس صنف خاص کو بھی ہم قابل اصلاح پاتے ہین - بظاہر تو وہ دن بھر مصروف نظر آتی ہین لیکن اُن کی مصروفیت حد سے زیادہ بے قاعدہ ہوتی ہو جس سے اُنکو آرام نہ ملنے کی بھی شکایت رہتی ہے اور کام بھی ادھورا ہوتا ہے۔ سینا پرونا کھانا پکانا بیشک زنانہ سوسائیٹی کے ضروری ہنر ہین اور ہم مانتے ہین کہ ان امور مین اُنھین خاص حد تک دستگاہ بھی ہوتی ہو لیکن ان مفید مشاغل سے بھی وہ پورے طور پر واقف نہین کہی جاسکتین۔ کھانا پکانے مین اُنکو صرف اسیقدر ملکہ ہوتا ہے کہ دو چار قسم کی معمولی غذائین تیار کرلین یہی حال سینے کاڑھنے کا ہے - ان مین جدت اور طباعی مطلق نظر نہین آتی - محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی زنانہ نمایشون کو دیکھکر اگرچہ بعض دستکاریون کی تعریف کرنا پڑتی ہے لیکن بقیہ تمام اشیا ایک ہی پُرانے ڈھرے پر بنی ہوتی ہین اور تاوقتیکہ مکمل تعلیم نہ دیجاے یہی حالت باقی رہیگی -

ان چند سطور کے مطالعہ سے ظاہر ہوسکتا ہو کہ عورتون کی اصلاح ضروری ہے اور اُن کی گری ہوئی حالت اصلاح کی محتاج ہے - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - معاشرتی کسی پہلو سے دیکھیے وہ اصلاح کی محتاج ہین مصلحان قوم سے پوشیدہ نہین کہ حقیقی اصلاح کس چیز کا نام ہے اور وہ کس طرح پر ہوسکتی ہے - جو لوگ اصلاح کے مخالف ہین اور عورتون کو بحالت موجودہ چھوڑ دینا پسند کرتے ہین وہ طبقہ نسوان کے نادان دوست ہین - جو تصویر سطور بالا مین ہم نے اپنے کمزور الفاظ مین دکھائی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ہولناک نہین - اگر اسی ذلت بار حالت سے ہمکو آیندہ فلاح وبہبود کی کوئی امید ہے تو اسکا کوئی جواب

نہین۔ اور اگر اسی طبقہ نسوان کی مدد سے ہم آنے والی نسلون کو عمدہ حالت مین دیکھنے کے آرزومند ہین تو خیریت ہے ؎

گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد
وائے گر از پس امروز بود فردائے

سید محمد فاروق

مسئلہ تعلیم نسوان

دو رئیسون کے خیالات

ہندوستان کی تمام بدنصیبیون کا باعث اور ساری خرابیون کا ذریعہ طبقہ امرا رہا ہے۔ کچھ تو دولت کا نشہ متوالا بنائے رکھتا ہے اور پھر اگر دولت کے ساتھ حکومت بھی شامل ہوئی تو "کریلا اور پھر نیم چڑھا" کی مثل صادق آتی ہے۔ اور چونکہ دولت و حکومت دونون ملکر بنی نوع انسان کی کمزور طبیعتون پر بہت اثر کرتی ہین اسلئے ہمارا خیال تھا اور ہے کہ جبتک طبقہ امرا اصلاح پذیر نہ ہوگا ملک و قوم مین اصلاحات کی بنا مستحکم نہ ہوسکیگی۔ معاشرت کی اصلاح کے ساتھ تمام ترقیان وابستہ ہین پس اصلاح سے ہماری مراد معاشرتی اصلاح ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب اکثر امرا کو قومی ضروریات کا احساس ہونے لگا اور وہ ہر طرح کی اصلاحات کی کوشش مین حصہ لینے لگے ہین۔ چنانچہ ہم اس بات پر اظہار مسرت کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ ہندوستان کے اُس پست ترین فرقہ مین بھی جسپر بقول مولانا حالی مدظلہم "عجب وقت پڑا ہے" بعض امرا ایسے نکل آئے ہین جنکی اعلیٰ روشن ضمیری اور قومی دردمندی سے ہمین بڑی تقویت ہے اور جنکی خالص مساعی اور غیر معمولی ہمدردی سے فلاح و بہبود کا شجر امید بارآور ہوتا نظر آتا ہے۔

علیا حضرت ہر ہائنس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ جی سی ایس آئی۔ جی سی آئی ای۔ فرمانروائے دولت بھوپال خلد اللہ ملکہا و حشمتہا کی ذات سراپا برکات نے قومی کشت زار کی آبیاری کے لئے جو چشمۂ فیض جاری کئے ہین اُنکا ذکر خیر الناظر کے صفحات کی عزت افزائی کا باعث ہوتا رہا ہے۔ اور ہمارے صوبہ کے نوجوان تعلقدار آنریبل راجہ سر محمد علی محمد خان بہادر کے سی آئی ای نے جو دلچسپی معاملات قومی مین ظاہر کی ہے وہ نہ صرف اُس گران بہا امداد سے معلوم ہوتی ہے جو مسلمانان ہند کے تعلیمی مرکز کو اُن کے دست فیض سے پہونچی ہے بلکہ اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ تعلیمی کانفرنس منعقدہ رنگون کا صدر نشین بنا کر قوم نے اُنکی ہمدردانہ کوششون کا اعتراف کر لیا ہے۔

حضور سرکار عالیہ بھوپال نے اپنی سالگرہ کے موقع پر جو تقریر مدرسہ سلطانیہ کی لڑکیون کے سامنے کی اُسمین تعلیم نسوان کے متعلق اُن کے وہ سچے خیالات ظاہر ہوئے ہین جن پر اُنکی تمام عملی زندگی کی بنیاد ہے۔ اور آنریبل سر راجہ صاحب نے اپنی تقریر صدارت مین اسی خیال کو جس زور سے ظاہر کیا ہے اُس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ خواتین ہند کی تعلیم مین کیا سرگرمی ظاہر کرنے والے ہین۔

ہمارا صوبہ جو کبھی تہذیب و تعلیم کے لحاظ سے ہندوستان کے سربرآوردہ طبقون مین شمار کیا جا سکتا تھا آج افسوس ہے کہ سب سے پیچھے نظر آتا ہے اور چمنستان ہند کے زرین قطعات تعلیمی کی نسبت بہت پیچھے پڑے ہوئے ہین۔ ہمین امید ہے کہ سر راجہ صاحب اور اُن کے ہمخیال روسائے صوبہ اس کمی کو دور کرنے کی بہت جلد کوشش فرمائین گے تاکہ میدان ترقی مین اودھ کے باشندے بھی دوسرے صوبجات کے لوگون کے ساتھ چل سکین اور قومی فلاح کی امیدین زیادہ مستحکم و استوار ہو جائین۔

ذیل مین ہم دونون پُر اثر تقریرون کے اقتباسات درج کر کے بزرگان وطن کو ان اعلیٰ خیالات کی طرف توجہ دلاتے ہین۔ علیا حضرت نے دوران تقریر مین فرمایا کہ

دیکھو اس زمانہ مین ہر طرف ترقی کے لئے جدوجہد ہو رہی ہے اور ترقی کا ذریعہ صرف تعلیم و تربیت ہی پایا گیا ہے ۔ پس ہمارے ملک کی عورتین اگر تعلیم یافتہ نہ ہونگی ۔ تو ناممکن ہے کہ اصلی ترقی ہوسکے کیونکہ بچہ کی تربیت و تعلیم ماں کی گود سے شروع ہے ۔ اور ماں کو بھی اُسکے اخلاق و عادات مین کامل دخل ہوتا ہے ناممکن ہے کہ جبتک ماں کے اخلاق و عادات عمدہ نہ ہون بچہ صرف باپ کے اخلاق و عادات کا اثر قبول کرسکے ۔ اسکے علاوہ عورتون کے فرائض بچہ کی تعلیم و تربیت پر ہی ختم نہین ہوجاتے ۔ بلکہ خانہ داری کا انتظام شوہر کی مسرت اُسکے حقیقی و قدرتی فرائض مین داخل ہے ۔

خانہ داری کا فن معمولی فن نہین ہے بلکہ وہ اسقدر وسیع ہے کہ اُسکے لئے بہت سے علوم و فنون سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ کوئی عورت جبتک کہ وہ تعلیم یافتہ نہو ۔ یہ دعوی نہین کرسکتی کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور خرچ کا انتظام اس طریقہ سے کرسکیگی کہ گھر کی مالی حالت درست رہے ۔ اور کوئی مشکل پیش نہ آئے اور وہ عمدگی کے ساتھ نوکرون کے کام کی نگہبانی کرسکے ۔ یا تیمارداری کی خدمت بجالائے ۔ اپنے شوہر اور اعزا کے مزاج کے مطابق انتظامات کرے ۔ اور گھر کو شوہر کیلئے خوشی و مسرت کا گھر بنادے ۔

اپنی اولاد کی جسمانی اور اخلاقی تربیت اور قوائے عقلی کو مجلّی کرے کیا تم خیال کرسکتی ہو کہ ایک جاہل عورت اپنے تعلیم یافتہ خاوند کی وقعت جان سکتی ہے ۔ اور غور کرے کہ وہ تمام حقوق ادا کرسکتی ہے جو مذہب و اخلاق نے اُسکے ذمہ عائد کئے ہین ؟ یا وہ اُون اوہام کا جو آجکل ہر گھرانے پر مُسلّط ہین مقابلہ کرسکتی ہے ۔ یا اُسکی نیکی اصلی و حقیقی نیکی ہوسکتی ہے ۔ اسلام سے پہلے کا زمانہ ایسا گذرا ہے کہ عورتون کی حالت غلامی سے بھی بدرجہا بدتر تھی لیکن جب اسلام کی بدر شعاعین دنیا پر پھیلین تو اُس نے عورتون کو بھی تاریکی سے نکالا ، اور مردون کے برابر درجہ قرار دیکر حقوق معین کر دیئے ۔ انکو حصول علم مین آزادی دی اور ہر طرح کی سہولتین پیدا کر دین ۔ اون کے ساتھ حسن سلوک نرمی اور محبت کی ہدایت کی ۔

راجہ صاحب نے بیان فرمایا کہ

قاعدہ کی رو سے عورتون کی تعلیم مردون کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونی چاہیئے مگر ہمارے یہان جب لڑکون ہی کی تعلیم کی ایسی ناقص حالت ہو تو عورتون کی تعلیم خواہ مخواہ قابل تاسف حالت مین

ہونی چاہیے۔ سنہ ۱۹۰۱ء مین صرف ایک مسلمان لڑکی بمقابلہ ۳۱ ہندو اور ۳۳ پارسی لڑکیون کے کالج کی تعلیم پانے والیون مین تھی۔ سکنڈری مدارس مین صرف ایک سو چالیس مسلمان لڑکیان بمقابلہ ۱۴۰۲ پارسی اور ۱۶۴۳ ہندو لڑکیون کے ہندوستان مین صوبہ برہما مین ۳۵ لڑکیان انگریزی کی تعلیم پارہی ہین۔ ابتدائی مدارس مین البتہ لڑکیون کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے خاصکر بنگال اور مشرقی بنگال مین میرے نزدیک اب لوگون کو اس مسئلہ مین کوئی تعصب نہین ہے۔ مگر پھر بھی بہت سی مشکلین ہین خصوصاً متوسط الحال شرفا اپنی لڑکیون کو پردہ شکنی کے خوف سے سرکاری مدارس مین بھیجنا پسند نہین کرتے اسکا علاج یہی ہے کہ ہم خود اپنے یہان زنانہ مدارس قایم کرین اور پرانی رسوم و عادات پر اپنی آیندہ اخلاقی اور تمدنی ترقی کو قربان نہ کرین یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ عورتون کو تعلیم دینے سے جو امور قومی ترقی کے سدراہ ہین اُن مین سے ایک عظیم سبب دفع ہو جائیگا ہم نے گذشتہ زمانہ مین عورتون کی طرف سے بہت لاپروائی کی اور اُن کو اس منصب سے جو فطرتی طور پر اُن کو سوسائٹی مین حاصل ہے محروم رکھا۔ اب وہ گویا اسکا عوض لے رہی ہین اور ہماری ترقی کی سدراہ رہینگی جب تک ہم اس بدسلوکی کی تلافی نہ کرین جو سابق مین اُن کے ساتھ کی گئی ہے میری راے مین ہمکو اُس روشن خیال فرمانروا یعنی بیگم صاحبہ بھوپال (چیرز) سے اس بارہ مین سبق حاصل کرنا چاہیئے تاکہ مسلمان عورتون کی آیندہ نسلین جہالت سے محفوظ رہین۔

لیکن یہ سب پاکیزہ خیالات محض زیب اوراق رہنے سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے اگر قوم ان سے متاثر نہ ہوئی اور بزرگان قوم نے فوراً اُن سبقون پر عمل پیرا ہونا نہ شروع کیا جو ان سے حاصل ہوتے ہین۔ زمانہ کی رفتار بہت تیز ہے دوسری قومین سبق حاصل ہوتے ہی عمل شروع کر دیتی ہین۔ ہمارے قومی بہی خواہون کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو وقت بلا عمل گذر رہا ہے وہ کامیابی سے اُن کو دور کرتا جاتا ہے۔ اب تو وہ وقت آگیا ہے کہ ہر ہر فرد قوم کو اپنی جگہہ پر ہادیان قوم کے احکام کی تعمیل مین کمر بستہ ہو جانا چاہیئے۔

ایڈیٹر

نظرے خوش گذرے

الندوہ

نکبت زدہ ہندوستان کے باشندون مین جہان اور سیکڑون عیوب آج نظر آرہے ہین وہان یہ داغ بھی کچھ کم نمایان نہین کہ اُنمین وہ شوق مطالعہ اور ذوق باقی نہین رہا جو اُن کے اسلاف مین تھا چنانچہ اس امر پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے مولوی سید سلیمان نے الندوہ کے دسمبر نمبر مین علماے سلف کے علمی انہماک کے بعض سبق آموز واقعات بیان کئے ہین۔ وہ کہتے ہین :-

امیر محمود الدولہ ابن فاتک مصر کا ایک نہایت مشہور رئیس طبیب اور فاضل تھا مطالعہ کا اُس کو غایت درجہ کا شوق تھا۔ ایک بہت بڑا کتب خانہ اُسکی ملکیت مین تھا سواری سے جب اُترتا سیدھا کتب خانہ چلا جاتا اور ایک دم اُس سے جدا نہین ہوتا مطالعہ اور تصنیف اُسکی زندگی کا شغل تھا اور اسی کو وہ اپنی زندگی کی غایت اور مقصد سمجھتا تھا اور وہ اپنے ان اشغال مین اس مسرت اور محویت کے ساتھ مصروف تھا کہ بیوی بھی اسکو اپنی طرف مائل نہ کرسکی۔ محمود الدولہ نے جب وفات پائی اُس کی بیوی رنج وغصہ اور جوش انتقام مین اپنی سہیلیون کو لیکر اُٹھی اور رو رو کر کتب خانہ کی ایک ایک کتاب حوض مین ڈالدی۔

فتح بن خاقان کے علمی شوق کا یہ عالم تھا کہ

اپنی عبا کی آستین اور جیب مین ہمیشہ کتاب رکھتا تھا جب خلیفہ دربار سے کسی کام کو اٹھ جاتا تھا تو فتح خلیفہ کی واپسی تک اپنی کتاب کے مطالعہ مین مشغول رہتا تھا یا خود فتح جب نماز یا ضروری حاجت کے لئے اُٹھتا تھا تو آمد و رفت کے راستہ مین بھی کتب بینی سے باز نہین آتا تھا۔

علماے ہندوستان مین سے مولانا عبدالحق دہلوی اور مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی کے علمی مشاغل ہمارے لئے خاص طور پر غور طلب ہین۔

"محدث موصوف نے اپنی محویت مطالعہ کا افسانہ خود اپنی زبان سے بیان کیا ہے۔ رات کو چراغ کے سامنے جب وہ کتاب دیکھنے بیٹھتے تھے تو اسقدر محو ہوجاتے تھے کہ اکثر جھک جاتا تھا اور عمامہ مین آگ لگجاتی تھی اور جب تک بال نہ جلنے لگتے خبر نہ ہوتی۔ یہ واقعہ متعدد بار پیش آیا۔"

"امام طحاوی کی سنن جب پہلی بار چھپکر شائع ہوئی تو پچاس روپیہ اُسکی قیمت تھی۔ مولانا کے پاس روپیہ نہ تھا شوق کی انتہا یہ ہے کہ اپنا ایک خاص مکان اس غرض کے لئے علیٰحدہ کیا اور اُسکی قیمت سے کتاب منگوائی۔"

اس مضمون کا آخری حصہ اُس سچی عقیدت مندی کو ظاہر کر رہا ہے جو ایک سعادت مند شاگرد کو اپنے شفیق اُستاد سے ہونا چاہیے۔ ہم بہت ہی خوش ہوتے اگر علامہ شبلی نعمانی کے شوق مطالعہ کے ذکر کے ساتھ ہی اُس فدائی قوم کے مشاغل علمی کا تذکرہ بھی کردیا جاتا جسکی عمر کا بہت بڑا اور بہترین حصہ ہندوستان مین ایک نئے علم کلام کی بناڈالنے مین صرف ہوا۔

جدید تعلیم یافتہ گروہ کی فہرست مین ایسے لوگ بہت کم ہین لیکن اگر تلاش و جستجو کی جاے تو دو چار اس بدنصیب گروہ مین بھی ایسے نکل آئین گے جو اپنے علمی ذوق و شوق مین اگر علماے سلف پر سبقت نہین لے جاسکتے تو کم ازکم اون کے ہمسر ضرور ہین بلدۂ فرخ بنیاد حیدر آباد مین جو عرصہ سے علما اور فضلا کا ملجا بنا ہوا ہے ہمارے مخدوم مسٹر عبد الحق بی اے تشریف رکھتے ہین جنکے متعلق ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہین کہ اُنکا تمام وقت جو فکر معاش کی اُدھیڑ بُن سے بچکر اُنکا اپنا کہا جاسکتا ہے کتابون کی سیر یا قلم گردی مین گذرتا ہے۔

نظام المشائخ

فلسفہ اور تصوف کے عنوان سے ایک مضمون نواب عبد الرشید خان رئیس دہلی کے قلم سے نکلا ہوا نظام المشائخ کے دسمبر نمبر مین شائع ہوا ہے جسمین فلسفہ اور تصوف کا

مختصراً مقابلہ کیا ہے ۔ چونکہ مضمون مختصر تاہم اسے بتمامہ نقل کیے دیتے ہین ۔

فلسفہ وہ چیز ہے جس سے اشیار کی ماہیت جہان تک قوت انسانی کے امکان مین ہے معلوم ہو سکے جسپر محض حواس قدرت نہین رکھتے اس کے دو طریقہ ہین ۔ ایک استدلال یعنی اون مقدمات بدیہیہ یقینیہ سے جنپر قوت حواس سے یقین ہو گیا ہو ۔ ایسا صحیح نتیجہ پیدا کیا جائے کہ اُس امر کے واقعی یا غیر واقعی ہونے کا یقین ہو جائے جس سے حواس قاصر ہین ۔ مثلاً محض حواس کے ذریعہ سے ہم نہین جان سکتے کہ مثلث متساوی الساقین کے قاعدہ کے زاویہ آپس مین کم و بیش ہونگے یا برابر انکے مساوی یا غیر مساوی ہونے پر ہمین شک رہے گا ۔ لیکن جب استدلال اونکا برابر ہونا ثابت کر دے گا تو اطمینان ہو جائے گا کہ وہ غیر مساوی نہین ہو سکتے ۔ اس کا نام فلسفہ مشائیہ رکھا گیا ہے اِسکے لیے بہت علوم پیدا ہوئے اور ہوتے رہین گے جہانتک اس کے قواعد و علوم پیدا ہوتے ہین اُسیقدر بعض امور کے یقین کرنے کو اُن سے کچھ مدد ملتی ہے ۔ لیکن جب مقدمات یقینیہ بدیہیہ کے قائم کرنے اور طریقہ انتاج مین غلطی ہوتی ہے تو دھوکہ پڑ جاتا ہے اور انسان واقعیت کے جاننے مین غلطی کرتا ہے اِسیلیے واسطے کہا گیا کہ پاے استدلالیان چوبین بود) دوسرا طریقہ اشراقین کا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے آئینہ عقل کو وہم خیال کے زنگ سے پاک کیا جائے اس مین جسقدر قوت ادراک قدرت نے رکھی ہے اُسیقدر بصیرت پیدا کر کے اصلیت امور معلوم کرے بس یہی تصوف ہے فرق اسقدر ہے اشراقی مختلف امور کی واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے اور صوفی محض امور ضروریہ کی ۔ اشراقی چاہتا ہے کہ مثلاً جس شے کی وہ یون شکل آنکھ سے دیکھکر واقعی اُسکا علم حاصل کر لیتا ہے اِسکا محض نظر عقل سے سے اثر بھی دریافت کر سکے اِس کے واسطے حواس کافی نہین ہین ۔ لیکن صوفی کو صرف اصول مذہبی اور امور تہذیب کے واقفیت سے غرض ہوتی ہے ۔ جس سے وہ احکام شرعی کی پابندی اپنے شوق طبیعت سے کر سکتا ہے اور منہیات شرعی سے اوسکو طبعاً نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ اعلیٰ سب جانتے ہین ۔ مثلاً ایک مہربان باپ جسکو اُسکا دو سالہ لڑکا سچا مہربان جانتا ہے اُس سے کہتا ہے کہ یہ کونین مکسچر پی لو جس سے آیندہ بخار تمکو ستانے گا ۔ تمہاری تکلیف جاتی رہے گی

وہ اپنے باپ کے کہنے پر یقین کرکے نہایت نفرت کرکے مجبوراً اوسکو پیتا ہے۔ لیکن پھر باوجود اس علم کے دوسری خوراک پینا نہین چاہتا جب تک کہ پھر باپ جبر نہ کرے ایسی حالت مین مرض کا پورا دفعیہ مشکل ہے لیکن ایک ڈاکٹر جسکو کونین کی خاصیت کا ذاتی علم ہے خود وہ بغیر کسی کے جبر کے اپنے شوق سے کونین پی کر خوش ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ مرض دفع ہوگا۔ پھر وقت معین پر اپنے شوق سے مکسچر بنا کر پی لیتا ہے اس شوق مین وہ بدمزگی کونین کی بھی اُسکو محسوس نہین ہوتی جو نادان بچہ محسوس کرتا اور رُکائیان لیکر پیتا تھا۔ اسی طرح عالم تصوف کو احکام شرعی کی خوبیان علم ذاتی کے طور پر معلوم ہوکر اُن کی پابندی کا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔ اور منہیات سے ذاتی نفرت ہوکر وہ اُنسے بلا لحاظ سزائے عدالتی کے محفوظ رہتا ہے۔ پس اگر صفائی قلب کے ہزار نسخے جدا گانہ ہون تاہم اُسکا نتیجہ ایک ہوگا اور جب ہر علم کے واسطے وقت درکار ہے اوسکے واسطے بھی وقت درکار ہوگی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ علوم ظاہر اس کثرت سے ہین کہ ان سب کو مین تمام عمر مین بھی حاصل نہین کرسکتا اس لیے مجھکو کچھ بھی حاصل کرنا نہین چاہیے جاہل محض رہنا بہتر ہوگا۔ ایسا ہی کیا یہ کہہ سکیگا کہ تصوف انتہا تک حاصل کرنے کو جب عمر کافی نہین ہے تو مین کچھ بھی نہین حاصل کرتا بلکہ انسان جو علم جسقدر حاصل کرتا ہے اُسیقدر اوس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔

کشمیری میگزین

جنوری نمبر مین اُردو کے اعلیٰ ترین انشا پرداز پروفیسر محمد حسین آزاد دہلوی کی افسوس ناک حالت کا تذکرہ کرتے ہوے ایڈیٹر صاحب رسالہ نے یہ مفید تجویز پیش کی ہے کہ "کوئی بندۂ خدا اونکے حالات و سوانحات لکھنے کی طرف توجہ کرے" جو بقول اونکے اُردو کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ واقعی زبان اردو کے خادمون مین پروفیسر آزاد سے زیادہ سوانح عمری کا کون مستحق ہوسکتا ہے جسنے آب حیات کے سرچشمہ سے تمام تشنہ کامان اُردو کو سیراب کرکے اپنی انشا پردازی کا رہین احسان

بنا لیا ہے ہماری ناچیز راے مین حضرت آزاد کے شاگرد رشید جناب مولانا سید ممتاز علی صاحب ایڈیٹر تہذیب نسوان سے زیادہ اس کام کے لیے کوئی شخص اہل نہین اور ہمین اونکی ذات سے پوری توقع ہے کہ وہ اس ضروری تجویز کو جلد تر عملی جامہ پہنانیکی کوشش فرمائینگے۔

عصمت

ہندوستان کی شریف بی بیون کی خوش قسمتی ہے کہ اونکی دلچسپی اور فائدہ کے لیے دہلی سے ایسا نفیس رسالہ شایع ہوتا ہے۔ جسکی صورت دل فریب۔ مضامین کار آمد اور زبان پاکیزہ ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر عورتون کی تعلیم مین زیادہ کوشش کی جائے تو ہمارے بہت سے کام سدھر جائین۔ نومبر کے عصمت مین رابعہ بیگم صاحبہ نے بچون کی پرورش کے متعلق جو قیمتی ہدایات لکھی ہین وہ خاص توجہ کی مستحق ہین۔ ایام حمل مین جو بے احتیاطیان کی جاتی ہین اون سے بے شمار اموات ہوتی ہین۔ بچے بھی ضایع ہوتے ہین اور بسا اوقات زچہ بھی جان سے جاتی ہے۔ اور ان تمام اموات کی ذمہ دار زیادہ تر خود مستورات ہین اور کمتر دیگر اسباب۔ کاش عورتین اپنی نازک حالت کا لحاظ کرکے زیادہ احتیاط سے کام لیا کرین کہ دنیا ان بے وقت اموات سے تیرہ و تار نہو۔ رابعہ بیگم صاحبہ کی راے مین۔

حاملہ کو چاہیے کہ عمدہ عمدہ اخلاقی کتابون کو زیر مطالعہ اور اچھی اچھی باتون کی جانب طبیعت کا میلان رکھے۔ ہر وقت طبیعت خوش بشاش رکھنی چاہیے۔ رنج غم غصہ فکر پریشانی وغیرہ کو حاملہ کے پاس پھٹکنے بھی نہ دینا چاہیے۔ بچہ کے لیے یہ بہت مضر ہے۔ خوبصورت خوشنما تصویرون۔ چیزون شکلون کو پیش نظر رکھے۔ وزنی چیز اُٹھانا سخت محنت کرنا سخت بیمار کی عیادت کو جانا وحشت انگیز وخوفناک تصاویر دیکھنا کسی عورت کے وضع حمل کے وقت جانا۔ تیز جلاب لینا بیمار کے لیے زیادہ مقدار مین کونین کھانا۔ دانت اوکھڑوانا نشتر دلوانا۔ دور و دراز کا سفر۔ چھکڑے یا اسی قسم کی اور سواریان یا دوسری بدن ہلانیوالی

سواری ۔ رنجیدہ وحشت ناک خبرون کا دفعتہً سننا وغیرہ بھی منع ہے ۔

زچہ خانے کو دھوئین سے بھر رکھنا اور وہان ہر طرح کی کثافت پھیلانا بے حد مضر ثابت ہوا ہی۔ زچہ اور بچہ کی حالت مریض کی سی ہوتی ہے اور بجاے اسکے کہ مکان صاف ستھرا رکھا جائے اور پاک وصاف ہوا کا گذر ہو عموماً زچہ خانے کثیف بھی ہوتے ہین اور اچھی ہوا بھی وہان نہین پہونچنے پاتی ۔

ہندوستان کے زچہ خانے عموماً ایسے تنگ وتاریک ، بند ہوا کرتے ہین ۔ جس مین صحیح سالم آدمی کا تندرست رہنا بھی ناممکن ہے ۔ زچہ جو بجائے خود ایک مریضہ ہوتی ہے اور بچہ جس کے سب اعضا کمزور ، اور جسکو دنیا مین آئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے ۔ اُسکا تو اس مکان مین زندہ رہنا بھی تعجب کی بات ہے ۔ ایسے مکانون کی ہوا کو سم قاتل زہر ہلاہل سے کم نہ سمجھنا چاہیے ۔ خصوصاً جب کہ اس مین تیل کا چراغ روشن ہو ۔ آگ جل رہی ہو ۔ اجوائن وغیرہ کا دھوان گھٹا ہوا ہو لوگون کی بھیڑ بھاڑ ہو ۔ زچہ بچہ کے لیے ایسا مکان مناسب ہے جو نہ بہت ٹھنڈا ہو نہ بہت گرم ۔ دونون طرف دروازے کھڑکیان ہون جنمین ہوا کی آمد ورفت بخوبی ہوسکے ۔ تازہ وعمدہ صاف ہو ۔ لیکن سرد ہوا کے سخت جھونکے بھی زچہ بچہ کے لیے سخت مضر ہین ۔ کمرہ مین آفتاب کی روشنی ہو لیکن تیز دھوپ بھی مناسب نہین ۔ ہوا صاف ہونیکے لیے بھی کبھی عود لوبان جلانے مین مضائقہ نہین ۔

خاتون

علیگڈھ مسلمانان ہند کا تعلیمی مرکز ہے ۔ نہ صرف مردون کے لیے بلکہ عورتون کے لیے بھی ۔ اگرچہ گروہ آخرالذکر کی تعلیم کا انتظام ابھی ایسا نہین کہ علیگڈھ صحیح طور اونکا تعلیمی مرکز کہا جاسکے لیکن ہماری آرزو ہے اور آثار ایسے ہین کہ ہم اس آرزو کے پورا ہونے کی توقع کرین کہ فرقہ اناث کے لیے بھی تعلیم کا مرکز وہی باعث فخر مقام ہو جہان سے تمام مسلمانون کو فیض حاصل ہو رہا ہے ۔

موتمر الاسلامی یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے تعلیم نسوان سیکشن (شعبہ) کے

سکریٹری شیخ عبد اللہ صاحب کو جو انہماک اس نہایت اہم مسئلہ سے ہے اوس کا نتیجہ وہ زنانہ نارمل اسکول ہے جو علیگڈہ مین قائم ہے اور یہ قابل قدر رسالہ۔ خاتون کے دسمبر نمبر مین تعلیم نسوان کے عنوان سے (ف ا زدیرہ دون) نے بعض پر لطف اگرچہ پریشان خیالات ظاہر کیے ہین۔ تعلیم یافتہ بی بی کا جاہل شوہر سے سابقہ ہونا اس سے کہین برا ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان کو جاہل بی بی ملے۔ اس لیے کہ ہمارے یہان مرد کو عورت پر فطری اخلاقی اور مذہبی تفوق سے زیادہ جو فوقیت حاصل ہے وہ مرد کی بدنصیبی کو کسی قدر کم کر دیتی ہے۔ برخلاف اسکے عورتون کی دلی کمزوری اور فطری نرم دلی اون کی سیہ بختی کو دو چند بنا سکتی ہے۔ ہمین ان خیالات سے بالکل اتفاق ہے۔

میری راے ہے کہ بچپن مین نسبت کبھی نکرنا چاہیے۔ والدین کو بڑی محبت اور محنت سے اولاد کو پرورش کرتے ہین اور جوان ہونے پر شادی کرتے ہین۔ اگر میان بی بی دونون علم سے آراستہ ہین تو کیا کہنا۔ اور اگر ان دونون مین سے کوئی بھی جاہل ہے تو اوسے دنیا ہی مین دوزخ ہے اکثر ناموافقت اسی وجہ سے رہتی ہے۔ دیکھیے کس طرح میان جاہل بی بی تعلیم یافتہ یا میان تعلیم یافتہ اور بی بی جاہل۔

ایڈیٹر

ریویو

ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو مالک سلیمانی پریس۔ بنارس کی توجہ سے مندرجۂ ذیل کتب دفتر الناظر مین بغرض ریویو آئی ہین۔ خیرات۔ قرض۔ رشوت ہیبی ہوم۔ تعصب۔ شیر الشباب وحصے۔ معشوقۂ غدار۔ حسن اسلام اور جوان بی بی کمسن شوہر۔

ڈاکٹر صاحب کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی کتابون کے ذریعہ ملک سے وہ بداخلاقیان دور ہون جو ہماری تباہی وبربادی کا باعث ہورہی ہین۔ یہ رسالے

اون لوگون کی ہدایت کے لیے ضروری ہین جو مذہب و اخلاق کی کتابون کا چہونا گناہ جانتے ہین۔ اور اگرچہ ادبی حیثیت سے ان کی کوئی وقعت نہین لیکن نیم تعلیم یافتہ اور مریض وال جماعت کے لیے سنکا آلود گولیون سے کم نہین - ہم ان رسالون کی عبارت کو پسندیدہ نگاہون سے نہین دیکھتے۔ نہ اسوجہ سے کہ اسمین غلطیان بہت ہین بلکہ اس بنا پر کہ ہر ہر قدم پر خوش مذاقی کی داد دیگئی ہے۔

فلسفہ صرف و نحو

جناب احسن مرزا صاحب نشتر پشاوری لکھنوی نے عربی صرف کے قواعد اردو مین لکھے ہین۔ کتاب کا حجم ۵ اجزو قیمت ۸/ معہ محصول ڈاک ہے اور لکھنؤ۔ محلہ بنجاری ٹولہ۔ مکان جناب منشی حکیم سید مہدی حسن صاحب احسن صاحب واقعات انیس کے پتہ سے ملتی ہے۔ کاغذ لکھائی چہپائی کے اعتبار سے قیمت زیادہ نہین۔ عربی کے مبتدیون کو اگر یہ کتاب اوسی ذوق و شوق سے پڑھائی جائے جس طرح کہ وہ لکھی گئی ہے تو کوئی وجہ نہین کہ پھر کوئی طالب علم صیغون اور گردانون کی بہول بھلیان مین ٹھوکرین کہائے۔

ادیب

سنہ ۱۹۰۸ء مین جو سیلاب حیدرآباد دکن مین آیا تھا اوسکی حسرتناک داستان اس رسالہ کے طوفان نمبر مین درج ہے۔ یہ دفتر رسالہ ادیب واقعہ گوشہ محل۔ حیدرآباد دکن سے صرف عہ مین مل سکتی اور ۱۳۶ صفحات اور ۳ عکسی تصویرون کے اس مجموعہ کو پڑہکر طغیانی رود موسیٰ کی مکمل اور صحیح کیفیت معلوم ہوسکتی ہے۔

ایڈیٹر

بدہضمی و کھٹی ڈکاروں کا آنا | قبض و کمی اشتہا | نفخ شکم و پیٹ کا درد | ضعف دماغ و ضعف بصر | درد کمر و نقرس | پیشاب کا بار بار آنا اور زیادہ مقدار میں ہونا

ضعف و فتور ہاضمہ | گردہ یا مثانہ کی گرمی کا کم ہونا | امتلاء کھانسی و دمہ | بواسیر و اسہال پیچش | ہیضہ و طاعون

تازہ سندات

جناب منشی حبیب احمد صاحب نمبردار موضع شید والہ ضلع سہارنپور سے تحریر فرماتے ہین کہ مین نے ایک شیشی نمک سلیمانی آپکے کارخانہ سے منگاکر استعمال کیا ہے جسکے سبب مجھکو چند در چند امراض لاحق تھے۔ اب مجھکو کسی نوع کی شکایت نہین ہے آپ کا ایجاد کردہ نمک سلیمانی ہر قسم کے درد کی دوا اور مرض معدہ کیواسطے شفا ہے۔ مہربانی فرماکر ایک شیشی نمک بہت جلد بذریعہ ویلیو پے ایبل بھیجدیجیے۔

جناب سید حسن رضا صاحب منصرم ریاست لبنی تحریر فرماتے ہین کہ واقعی آپ کا نمک سلیمانی جسکی چار شیشیان مین نے منگوائی تھین قابل تعریف ہے مجھکو بواسیر کی شکایت تھی جاتی رہی اور جس جس کو دیا اوسکو فائدہ ہوا مہربانی کرکے دو شیشی اور روانہ فرمایئے۔

درد قولنج و زیادتی ریاح | ہضم غذا کے وقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا | عام کمزوری و کمی پیدائش خون | مستورات کے ایام کی خرابی

نمک سلیمانی

[illegible]

بڑی شیشی [illegible] (۱/۸) محصول ڈاک [illegible]

چھوٹی شیشی [illegible] (۸/) محصول ڈاک [illegible]

[illegible]

تازہ سندات

جناب صاحبزادہ محمد امین الرحمن خان صاحب نبیرہ عالیجناب نواب صاحب والی ٹونک مرحوم۔ مقام بودہیانہ سے تحریر فرماتے ہین کہ واقعی آپ کا نمک سلیمانی بدہضمی کھٹی ڈکار۔ نفخ۔ درد ریاحی درد شکم کے واسطے نہایت مفید پایا میرے چند دوست معدہ کی شکایات کے شاکی میرے پاس آئے مین نے آپ کا نمک سلیمانی اونکو دیا خدا کے فضل سے اون لوگون کو آرام ہوا۔ درحقیقت آپ کا نمک سلیمانی امراض معدہ کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور مین خود درد ریاحی اور کھٹی ڈکارون کے مرض مین مبتلا تھا اس نمک سلیمانی کے استعمال سے شفاء کلی حاصل ہوئی

جناب منشی ولی اللہ شاہ صاحب رنگون سے تحریر فرماتے ہین کہ تین بوتل نمک سلیمانی بھیجدیجیے۔ یہ دوا بہت مفید ہے۔

جسم پر ورم ہونا اور مواد فاسد کا اجتماع | فساد خون داد و سہوان | بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر | بچون کے دانت نکلنے کی تکلیف | گلے کی سوزش دانت کا درد

پر ہوگا تو سایہ لامتناہی ہوگا اور جب آفتاب بالائے سر ہوگا یعنی عین نقطہ سمت الراس پر تو سایہ معدوم ہو جائے گی۔

صبح کو سایہ لامتناہی ہوگا پھر گھٹنے لگے گا یہان تک معدوم ہو جائے گا۔ پھر بڑھنے لگے گا پھر غروب کے وقت لامتناہی ہو جائیگا۔

دوسری صورت یہ کہ مقیاس کو اسی سطح مین قائم کرین جو سطح افق پر عمود ہو یعنی مقیاس سطح افق کے متوازی ہو۔ اس صورت مین مقیاس کا رخ جب آفتاب کے مقابل ہو تو سایہ معدوم ہوگا پھر بڑھنے لگیگا یہان تک کہ دوپہر کے وقت لامتناہی ہو جائیگا۔ پھر گھٹنا شروع ہوگا حتی کہ غروب کے وقت پھر معدوم ہو جائیگا۔

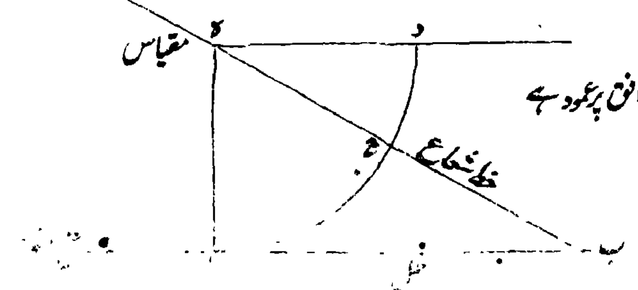
تیسری صورت جبکہ مقیاس سطح مائل پر قائم کیا جائے اس صورت مین سایہ کا گھٹنا بڑھنا آفتاب کی محاذات اور سطح مفروض کے میلان پر موقوف ہے۔

ان تین صورتون کے موافق تین طرح کی دھوپ گھڑیان بنائی جاتی ہین یعنے افقی دھوپ گھڑی عمودی دھوپ گھڑی۔ اصلی دھوپ گھڑی۔

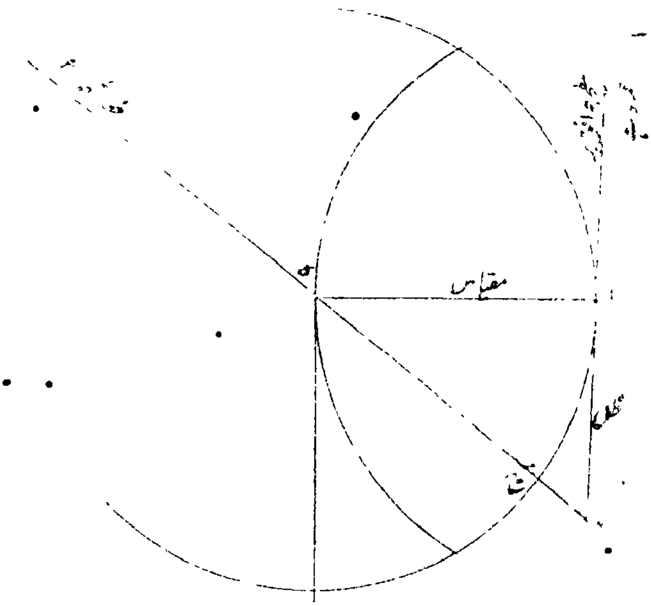
اصلی دھوپ گھڑی کی ساخت نہایت آسان ہے۔ ایک دائرہ کو ۳۶۰ درجون پر تقسیم کرکے اُسکے مرکز پر ایک مقیاس مثلاً ایک سوئی بطور عمود کے کھڑی کرکے دائرہ کی سطح کو معدل النہار کی سطح پر منطبق کر دیتے ہین اور یہ بہت آسان ہے۔ کیونکہ مقیاس (سوئی) جب قطب شمالی کی محاذات مین ہوگا تو دائرہ معدل النہار کی سطح پر منطبق ہو جائیگا۔

صورت اول

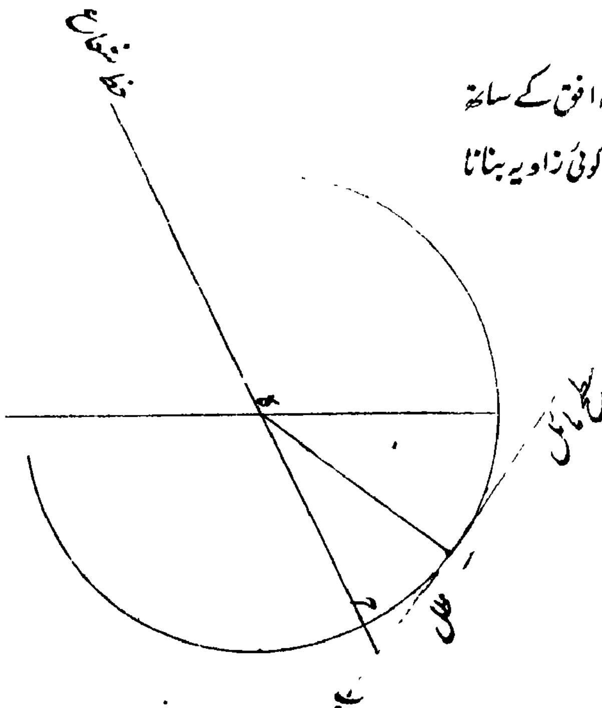
مقیاس سطح افق پر عمود ہے



صورت دوم مقیاس سطح افق کے متوازی ہے ۔



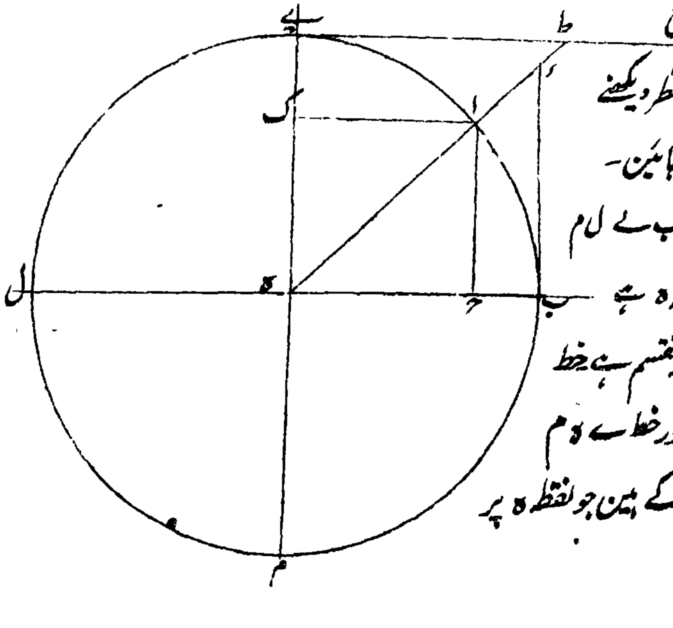
صورت سوم مقیاس افق کے ساتھ سوائے قائمہ کے اور کوئی زاویہ بناتا ہے ۔



تینون صورتون مین ظل اُس قوس یا زاویہ کا مماس ہے جو خط شعاعی اور مقیاس سے محدود ہے۔ اب ظل ہے قوس اح یا زاویہ اہ ب کا

پہلی صورت مین ہ ب ا زاویہ ارتفاع ہے دوسری صورت مین اہ ب زاویہ ارتفاع ہے ان دونون صورتون مین نہایت سہولت سے ساتھ زاویہ ارتفاع معلوم ہوسکتا ہے۔ اسلئے کہ پہلی صورت مین آب سایہ قوس یا زاویہ ارتفاع کا مماس التمام ہے۔ اس کو ظل ثانی کہتے ہین دوسری صورت مین اب سایہ قوس یا زاویہ ارتفاع کا مماس ہے۔ اسکو ظل اول کہتے ہین۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ظل اول مماس کو اور ظل ثانی مماس التمام کو کہتے ہین۔

خط شعاعی کا وہ حصہ جو مقیاس کے سر اور منتہا سے ظل سے محدود ہے اسکو قطر ظل کہتے ہین۔ ظل اول کے قطر کو اصطلاح علم مثلث مین قاطع اور ظل ثانی کے قطر کو قاطع التمام کہتے ہین۔ علامت مماس کی مس ہے اور علامت مماس التمام کی مم قاطع کی علامت قط اور قاطع التمام کی قطم۔ ظل اول کی علامت ظل اور ظل ثانی کی ظم ہے۔ اب ہم ایک ایسی شکل بناتے ہین جس سے تمام اصطلاحین جو اس وقت تک بنائی گئی ہین بیک نظر دیکھنے سے معلوم ہوجائین۔



دائرہ ب ے ل م جسکا مرکز نقطہ ہ ہے چار حصون پر منقسم ہے خط ب ہ ل اور خط ے ہ م دو قطر دائرہ کے ہین جو نقطہ ہ پر

ایک دوسرے کو قطع کرکے دائرہ کو چار برابر حصون پر تقسیم کر دیتے ہین ان چار حصون سے ایک یعنی ب ہ ۔ تمہارا ربع مجیب ہے۔

اس ربع مجیب مین اب قوس زیر بحث ہے جسکے سامنے مرکز پر زاویہ ا ہ ب پیدا ہوتا ہے۔ قوس اب کا تمام قوس ا ۔ ہے اور زاویہ ا ہ ب کا تمام زاویہ اہ ے ہے - ا ح جیب - ا ک جیب التمام - ب ح جیب معکوس - ک ے جیب معکوس التمام - ب ر مماس یا ظل اول - ط ے مماس التمام یا ظل ثانی - ر ہ قاطع یا قطر ظل اول - ط ہ قاطع التمام یا قطر ظل ثانی قوس زیر بحث یا زاویہ مقابلہ کے ہین۔

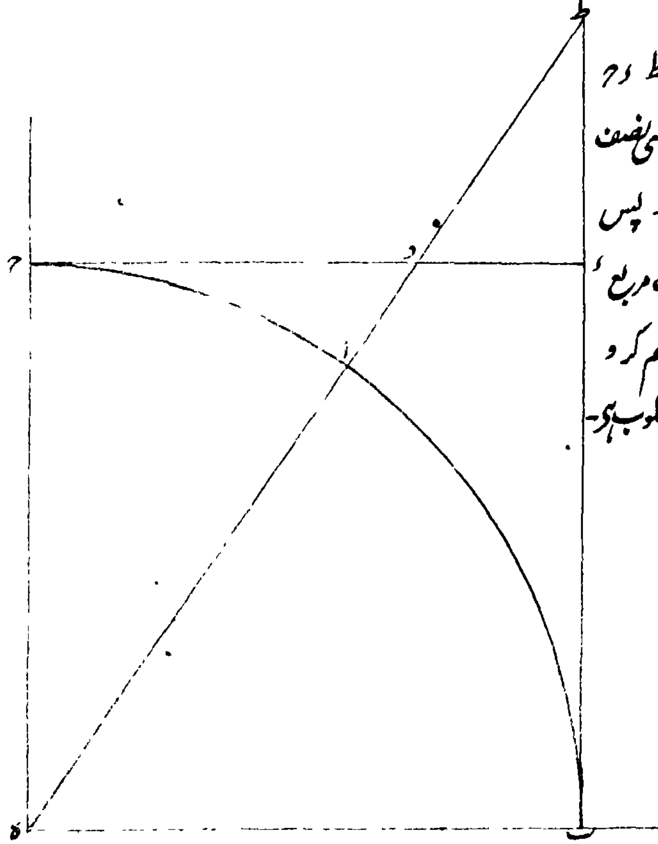
جیب اور جیب التمام - جیب معکوس اور جیب معکوس التمام کے معلوم کرنے مین کوئی دقت نہین ہے کیونکہ وہ ربع مجیب کے اندر واقع ہین البتہ ظل اور قطر کے معلوم کرنے مین کچھ دشواری ہے اسکو حساب سے معلوم کرتے ہین کیونکہ

جیب : جیب التمام :: ظل : نصف قطر

لیکن ہمنے سہولت کے لئے ربع مین ایک اور قوس ربع دائرہ کے اندر کھینچ دی ہے - اس طرح کہ اُسکے دونون سرے نقطہ ے اور ب پر منطبق ہین اور مرکز اس قوس کا مرکز ہ کے مقابل ہے۔ چونکہ یہ مرکز ربع مجیب پر موجود نہین اور مرکز دائرہ کو قطب کہتے ہین اس لئے ہم اس مرکز کو قطب خفی کہین گے اور بمقابلہ اُسکے جو مرکز ربع مین موجود ہے اُسکو قطب ظاہر کہین گے۔

پس جب کسی زاویہ کا ظل معلوم کرنا ہو اُسکو قوس معکوس پر لیکے جیب التمام یا ستین پر ظل معلوم کر لو - مگر اس طرح بھی صرف ۴۵ درجہ تک ظل معلوم ہو سکتا ہے - ۴۵ درجہ سے زیادہ کا ظل سلمی سے لیتے ہین۔

ظل سلمی فرض کرو کہ قوس اب ۴۵ درجہ سے بڑی ہے اس صورت مین ظل طاب نصف قطر ربع سے بڑا ہے پس اس کے معلوم کرنے کیلئے نقطہ د کو دریافت کرو یعنے وہ نقطہ جس پر



سے قطر ظل خط د ح
موازی و مساوی نصف
قطر پر گذرتا ہے۔ پس
نصف قطر کے مربع
کو د ح پر تقسیم کرو
حاصل ظل مطلوب ہے۔

ط ب : ب ه = ه ح : ح د لہذا $\frac{ه ح \times ب ه}{ح د}$ = ط ب یعنی ب ه کا مربع بلکہ نصف قطر کا مربع تقسیم کیا ہوا ح د پر برابر ظل مطلوب کے ہے یا اس طرح کہ تمام زاویہ جو ۴۵ درجہ سے کم ہے اس کا ظل دریافت کرکے نصف قطر کے مربع کو اس پر تقسیم کرو حاصل ظل مطلوب ہے۔

حاصل اس قاعدہ کا یہ ہے کہ اگر نصف قطر کو واحد فرض کریں تو ظل اول کا مکافی ظل ثانی اور ظل ثانی کا مکافی ظل اول ہوتا ہے۔

اگر واحد کو کسی عدد سے تقسیم کریں تو خارج قسمت کو عدد مذکور کا مکافی کہیں گے مثلاً ۱۰۰ کا مکافی $\frac{۱}{۱۰۰}$ دس کا مکافی $\frac{۱}{۱۰}$ وقس علیٰ ہذا۔ جس قدر کوئی عدد بڑا ہو اُسی نسبت سے اُس کا مکافی چھوٹا ہوگا ظل اول اور ظل ثانی میں مکافات ہے۔

اگر نصف قطر کو واحد نہ فرض کریں بلکہ ۶۰ یا ۱۲ یا ۷ فرض کریں تو ظل سطحی لینے کیلئے قطر کے مربع کو ظل ثانی پر تقسیم کرنا ہوگا۔

سایہ کی پیمائش ... کی پیمائش کے لئے تین پیمانہ مقرر ہین ایک ظل ستینی یعنے قیاس
کو ساٹھ حصون پر تقسیم کرین اور ہر حصہ کو جز کہین اور پھر ہر جز کو ساٹھ حصون پر تقسیم کرکے
دقیقہ کہین ... مقیاس کے دقائق کی تعداد ۳۶۰۰ ہوئی - یا مقیاس کو
۱۲ حصون ... ہر ایک حصہ کو ۶۰ پر تقسیم کرین اس صورت مین دقائق کی تعداد
۷۲۰ ہوئی یا ... کو ۷ پر تقسیم کرکے ہر حصہ ... پر تقسیم کرین تو دقائق کی تعداد ۴۲۰ ہوئی
جب ۶۰ پر تقسیم کئے ہوئے مقیاس کے سایہ کو ناپین تو سایہ کو ظل ستینی
کہتے ہین اور جب ۱۲ پر تقسیم کئے ہوئے سے ناپین تو ظل اصابع اور جب ۷ کے
پیمانہ سے ناپین تو ظل اقدام کہتے ہین -

ظل ستینی اعمال علم ہیئت مین ہوتا اور ظل اصابع اعمال کسوف و خسوف
مین خصوصاً اور ظل اقدام اوقات صلوٰۃ وغیرہ کے لئے مستعمل ہے اور تم سمجھتے ہو کہ مآل
سب کا ایک ہی ہے -

قدیم جدولین جیوب اور اظلال کی ۶۰ کے پیمانہ پر ہین اور انگریزی جدولون
کا مقیاس واحد مانا گیا ہے اور پھر اس مقیاس کو دس اور سو اور ہزار وغیرہ پر تقسیم کیا ہے اس مقیاس
سے جو جیوب اور اظلال اور اقطار اور ... لئے گئے ان کے مقیاس کو
طبیعی کہتے ہین - مقیاس طبیعی سے مقیاس ستینی مین تحویل کرنے کیلئے صحاح کو مرفوع
اور کسرون کو ساٹھ مین ضرب دینے سے جو حاصل ہو اسکو درجہ اور پھر جو کسر ہین
انکو ۶۰ مین ضرب دینے سے جو حاصل ہو انکو دقائق وغیرہ کہتے ہین مثلاً
۶۶ درجہ ۳۰ دقیقہ کا ظل مقیاس طبیعی سے ۲ر۲۹۹۸۴۲۵ ہے -
پس دو عدد صحیح دو مرفوع یعنے ۱۲۰ درجہ ستینی ہے اور ۲ر۲۹۹۸۴۲۵

۱۷ر۹۹۰۵۵۰ درجہ

۵۵ ۹۹۰ ۶   ۴۳۳ ۲   ۹۸ ۱   ۸ ۲

۶۰   ۶۰   ۶۰   ۶۰

۵۹٫۴۳۳۰۰ دقیقہ   ۲۵٫۹۸۰ ثانیہ   ۵۸٫۸۰ ثالثہ   ۴۸٫۰ رابعہ

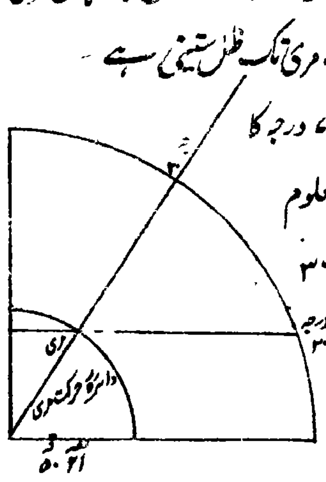
پس مجموعہ اجزا ـــــ یعنی ۱۳۷ جیب ۵۹ دقیقہ ۲۵ ثانیہ ۵۸ ثالثہ ۴۸ رابعہ ہوئے

قدیم اہل ہند کا طریقہ جیوب کے ناپنے کا یہ ہے کہ وہ نصف قطر کے برابر قوس لیکے اسکو واحد فرض کرتے ہیں اور اُسی پر ہر زاویہ کی جیب کا حساب کرتے ہین — نصف قطر کی مقدار اس پیمانہ سے ۵۷ درجہ ۱۷ دقیقہ ۴۴ ثانیہ ۴۸ ثالثہ ہے مگر اُن لوگون نے ۴۴ ثانیہ کو ایک پورا دقیقہ مان کے نصف قطر کو ۳۴۳۸ قسم لے لیا ہے۔ اسکو مقیاس محیطی کہتے ہین۔

اجزاے قطری سے محیط ۳۰۹ ۳ درجہ ۵۹ دقیقہ ۲۷ ثانیہ ہے ۳۶۰ پر تقسیم کرنے سے ۱ درجہ ۲ دقیقہ ۸ ثانیہ ۴۹ ۵۴ رابعہ ہوتی ہے۔ یہ پیمانہ قطری ہے — پیمانہ قطری سے مقدار نصف قطر کی ۳۶۰۰ دقیقہ ہوئی۔

ہمارے ربع مجیب پر درجات قطری اور محیطی دونون بنے ہوئے ہین —

ربع مجیب سے ظل کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ خیط کو درجہ ارتفاع پر رکھین اول قوس سے اور آخر قوس سے جبی وہی ارتفاع لیین اور منکوس مین ہوتے ہوئے خیط کی طرف چلین اور جہان پر جدول اور خیط کا تقاطع ہو وہان مری کو رکھین پھر خیط کو اُٹھا کے ستینی پر رکھین اول ستینی سے مری تک ظل ستینی ہے —

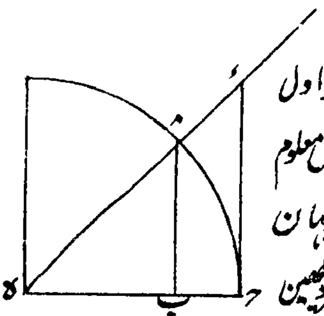


اسی مقام سے یہ بھی قاعدہ پیدا ہوا کہ اگر ۷۰ درجہ کا ظل مطلوب ہوتا تو پہلے ۲۰ درجہ کا ظل معلوم کرتے یعنی ظل مستوی ۷۰ درجہ کا اور ۳۶۰۰ کو اس مقدار پر تقسیم کرتے تو ظل ۷۰ درجہ کا معلوم ہو جاتا مثلاً ۱۶۴ درجہ ۵۰ دقیقہ فہو المطلوب۔

جب ارتفاع ۴۵ درجہ ... خیط کو اُس ارتفاع پر رکھکے آخر قوس سے اور ایک مقیاس ظل کا فرض کرے
مثلاً ۳۰ یا ۱۵ یا ۱۲ یا ۱۰ یا ۶ (یعنی کوئی جزو صحیح ۶۰ کا) اور مقیاس کو
ستینی پر لیکے ... خیط کی طرف چلے اور مقام تقاطع سے منکوس ہین ہیٹ کے
جیب التمام پر آئے ... جیب التمام سے جزو ظل حاصل ہوگا اسکو مخرج مین اُس
مقیاس کے ضرب کرے یعنی اگر ۳۰ لیا تھا تو دوچند اور اگر ۱۵ تو چہار چند اور اگر ۱۲
تو پانچ گنا وقس علی ہذا ۔

قطر ظل ۔ مربع نصف قطر اور مربع ظل کے مجموعہ کا جذر قطر ظل ہے ۔ یا اسطرح کہ
نصف قطر کو ظل مین ضرب دیکے جیب پر تقسیم کرین خارج قسمت قطر ظل ہے ۔ کیونکہ ۔
ر ج : د ہ = اب : اہ پس د ج × اہ / اب = ر ہ ۔ رہ قطر ظل ہے ہو المطلوب

ظل سے ارتفاع کے معلوم کرنے کا قاعدہ یعنی



عکس عمل سابق ۔ چاہیئے کہ بمقدار قامت مقیاس کو اول
ستینی سے لین مبسوط مین در آئین ۔ اور مقدار ظل معلوم
کو اول جیب التمام سے لین اور منکوس مین در آئین جہاں
دونون خیط تقاطع کرتے ہین وہان خیط کو رکھین پھر دیکھین
کہ خیط کس درجہ قوس پر پڑتا ہے اول قوس سے اُس درجہ تک ارتفاع ظل مستوی ہے
اور آخر قوس سے اُس درجہ تک ارتفاع ظل معکوس ہے کہ مقیاس اُسکا اصابع یا اقدام
ہے نہ ستینی اور جب جدول ظل قامت مقیاس سے تقاطع نکرے یعنی ظل کے اجزا
بہت سے ہون تو نصف ظل اور نصف قامت یا ثلث ظل اور ثلث قامت سے
یا جس جز کے ساتھ ممکن ہو اجزار قوس معلوم کرین ۔

ظل ستینی کو پانچ پر تقسیم کرنے سے ظل اصابع ہوجاتا ہے ۔

... ارتفاع نصف النہار کی ... ارتفاع ... کہتے ہین ۔ وہ ... قریب ارتفاع کے

جسٹرڈ شدہ ۔ نشان تجارت

ڈاکٹر لالور
کا
فاسفوڈائن



دماغی کمزوری۔ فالج۔ کمخوابی۔ ڈراونے خواب دیکھنا۔ قویٰ کا قبل از وقت انحطاط اور نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہوجانیسے لاحق ہون۔ ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج مین اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم رکھی ہے۔

فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور اسی ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہوجاتے ہین۔

اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنیسے ظاہر ہوجاتی ہے عصبی اور دماغی قوتون مین زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل مین جوش بالکل خلاف تقویت و تسکین پیدا ہوجاتی ہے۔ ہاضمہ مین قوت آجاتی بھوک بڑھجاتی اور قبض رفع ہوجاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بھرجاتا ہے لب سرخ آنکھین روشن اور جلد صاف اور صحت مند ہوجاتی ہے۔ بازوؤن مین مضبوطی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضاے کی غذیہ پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے دنیا کے تمام حصوں کے باشندون وغیرہ طبابت کے اعلیٰ ماہرون کی ہزارون سند شمار اور یہ عالمگیر فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے کہ سائنس کی تحقیقات دنیا میں فاسفورس کا کسی دوسرے مرکب ایسی شان صفت اور مغز پر ہی کی قدر والی نصیب نہیں ہوئی

خبردار

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اسلئے اسکی نقل در رنگ مین یا کسی دوسری حیثیت سے فروخت کرنیوالون سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی۔ اس قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳-۸۴ء مین اعلیٰ سند ملی تھی۔

ہندوستان بھر کے دواساز اور دوا فروش بحساب فی بوتل (خورد) ۴ روپے، (کلان) ۱۰ روپے فروخت کرتے ہین۔

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" واقع ہیمپ اسٹیڈ۔ لندن۔ انگلستان

مین بنایا جاتا ہے۔

فرمایش کے وقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے

مفید عام پریس واقع ارادت نگر متصل ڈالیگنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا۔

جامیست جہاں نماے ہر صفحۂ دریں

الناظر

نمبر ۹	یکم مارچ سنہ ۱۹۱۱ع	قیمت سالانہ عہ

فہرست مضامین

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی — ظفر الملک علوی

پروپرائٹر (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالۂ الناظر - فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی میں شامل ہوتی رہتی ہے۔ اسلئے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کے لئے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ میں اسٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد میں درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق سوڈا کمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز
حضرت گنج لکھنؤ
الناس باللباس

مثل مشہور ہے "ایک نور آدمی ہزار نور کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت ۱۸۹۰ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمایش کی دیر ہے۔ جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ زنانہ۔ ولایتی یا ہندوستانی کسی طرز فیشن یا وضع کی ہم نہایت کفایت اور خوبی کیساتھ تیار کرینگے آزمایش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ فرمایش کا فارم اور کپڑوں کے نمونے طلب فرمائیے۔

قطب الدین منیجنگ پروپرائیٹر

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق ‫ ‫ سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونو اکسچینج۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

ہاتھی فون ‫ ‫ گراموفون ‫ ‫ راماگراف ‫ ‫ اوڈین ‫ ‫ بیکا چیمبر آپرا

کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں ‫ ‫ کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے میں

لوکل اور بیرونجات کے خریداروں کی آسانی کیلئے خوش گلو یوں کے تین ہزار دو سو مختلف گانے ویں سے بہتر سے بہتر ریکارڈوں کا انتخاب لکھنؤ میں صرف یہی مرکز ہے جہاں ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ ملسکتے ہیں ہر ساخت کی مشینوں اور ریکارڈوں کا مقابلہ اور جانچ اسی مقام پر کیجئے ہو سکتا ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی ترقی میں نہایت تیزی سے مصروف ہیں اسلئے کچھ نئی پیدا ہوتی رہتی خریداری سے پہلے ہماری دوکان کی نمایش گاہ میں تشریف لا کر ہر مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید شائقین کا شیدائی ہر رنگ کے خوشنما فلاور ملاحظہ فرمائیے مزید سامان متعلقہ ٹاکنگ مشین ہارمونیم بیانو۔ اسپیشل ٹرنک گیلری اٹیبل کیبنٹ بکس ... پانی کے سامان اور ڈھولک طبلہ وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہیں

منیجر دی فونو اکسچینج

فرمایش کے وقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے

الناظر

نمبر ۹ یکم مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

سلسلہ کے لئے "الناظر" بابت ماہ نومبر ۱۹۰۹ء ملاحظہ طلب ہے

بکرمادیتہ یا بکرماجیت یا بکرم اعظم

نمبر ۲

اب ہم ان طولانی مباحث سے قطع نظر کرتے ہین اور آٹھ بکرماجیت مین سے بکرماجیت اعظم اُسی کو قرار دیتے ہین - جو سب سے پہلے ہوگذرا ہے - بقیہ سات اُس کے بعد مختلف زمانون مین ہندوستان کے مختلف حصون پر حکمران ہوتے گئے ! جن مین بکرم اعظم کے سے اوصاف حمیدہ ہون یا نہ ہون مگر فخر و مباہات کے لئے یا یمن و برکت کے خیال سے - خود اُنھون نے اِس نام و لقب کو اختیار کیا یا اُن کے خوشامدیون نے اُن کو ایسا مشہور کردیا -

معذرت - یہان پر یہ عرض کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بکرم اعظم کی کوئی مستقل سوانح عمری موجود نہ ہونے کی وجہ سے مجھکو اس مضمون کی ترتیب مین مختلف ماخذون کیطرف رجوع کرنا پڑا ہے مثلاً : ہندی فارسی اور انگریزی تاریخین - قصے کہانیان زبانی افسانے سُنی سنائی روایتین - ضرب المثلین وغیرہ — اور اسطرح بہت سی سڑی گلی گھاس پھوس کو اکٹھا کرکے یہ مختصر سی جھونپڑی طیار کی گئی ہے بس اگر کسی قسم کی فروگذاشت

بالکل زیادتی مبصرین کامل الفن کی نظر کیمیا اثر مین بدنما معلوم ہو تو خاکسار کی ہیچمدانی اور کم بضاعتی پر نظر فرماکر اس عیب سے چشم پوشی فرمادین - العذر عند الکرام الناس مقبول -

بکرم اعظم کا حسب نسب - بکرماجیت اعظم پرمرا خاندان سے تھا - جس کو مختصراً اب پوار کہتے ہین اس نسل کے راجے ہندوستان کے بہت سے ملکون پر حکمرانی کرتے تھے - چنانچہ دکن مین نربدا کے پار تک ان کی سلطنتین پھیلی ہوئی تھین - پچھم مین سندھ دریا اُن کے ملکون کی سرحد تھا اور جو ملک اور صوبے اِن حدود کے اندر واقع تھے - اُن مین سے اکثر اِن راجاؤن کے زیر فرمان تھے -

پرمرا کی اصل و حقیقت - عیسوی سدی سے تقریباً دو یا تین سو برس پیشتر قریب قریب سارا ہندوستان اقوام تاتار سے بھر گیا تھا - اور راجپوتون کی نسلین صرف بگڑ ہی گئی تھین - بلکہ تقریباً نیست و نابود ہو گئی تھین - چونکہ یہ قومین بودھ مذہب رکھتی تھین - جو برہمنون کے قدیم مذہب کے سراسر خلاف تھا اسلیئے اِن زبردست دشمنون سے لڑنے کے لئے برہمنون نے **بید*** کی رِیت کے مطابق چھتریون کے چار مورثان اعلیٰ کو آگ سے پیدا کیا - جن سے اس شجاع قوم کے چار نئے خاندان قائم ہوئے اور ان کی نسلین آناً فاناً تمامی ہندوستان مین پھیل گئین - ان چارون کی اولاد **اگنی کل** کہلائی اور ان کے نام یہ ہین **پرمرا - چوہان - سُلنکی - پرہار** - ان چارون اگنی کل والون مین پرمرا والے بڑے ذی اختیار ہوئے اسی خاندان مین بکرم اعظم تھا -

بکرم اعظم کا باپ - بکرم اعظم کے باپ کا نام گندھرپ سین تھا - وہ راجہ باہوبل کا وزیر تھا - جو اُجین سے دور ایک خوش فضا میدان اور جنگل مین ایک عالی شان محل بنا کر اُسی مین

* اس موقع پر بید کی جو جو رسمین برتی گئین - اُن کی تفصیل باعث طوالت ہے اور درایتہً تاریخی حیثیت سے ساقط الاعتبار ہین - مارش مین صاحب نے اپنی ہسٹری آف انڈیا مین ان رسمون کو خوب مفصل لکھا ہے - مگر ہم نے فضول سمجھکر قلم انداز کر دیا -

بڑے عیش و عشرت کے ساتھ خوش گذرانی کرتا تھا اور اُسی کو راجدھانی مقرر کیا تھا۔

گندھرپ سین اور امباوتی - ایک مدت تک گندھرپ سین وزارت کے خطیر کام کو بڑی دانشمندی اور ہوشیاری سے انجام دیتا رہا لیکن اتفاقاً اس سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوگئی جس سے راجہ کو اُس کی نسبت بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اور وہ بدگمانی اُس سادہ دل آقا کی کمال ناراضی کا باعث ہوئی اور نتیجہ اس رنجش کا یہ ہوا کہ معتوب گندھرپ سین کو اپنے وطن مالوف اوجین کو خیرباد کہنا پڑا۔

جلا وطن گندھرپ سین اپنے آبائی مسکن (اُجین) سے نکلتے ہی سیدھا امباوتی نگر چلا گیا۔ بخت بلند نے مساعدت کی اور وہاں پہونچکر تھوڑے ہی دنوں میں اُس نے اپنے زور بازو اور عقل تدبیر سے ایک مستقل حکومت قائم کرلی۔

امباوتی ہی مین اُس نے چار دان بَرَن (برہمن۔ چھتری۔ بیش۔ شُدر) کی چار عورتوں سے شادیاں کین اور چاروں سے چھ بیٹے پیدا ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

برہمنی سے ایک لڑکا ہوا اُس کا نام برہمنت تھا۔

چھترنی سے تین بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہین:- ہرسنگھ[۱] بکرم[۲] اور بھرتھری[۳]

بیشانی سے جو لڑکا ہوا اُس کا نام چندر رکھا تھا۔ اور شدری کے بیٹے کا نام دھنوتر تھا۔

غریب الوطن گندھرپ سین چند روز تک امباوتی مین حکومت کرنے کے بعد مع اہل و عیال اوجین کو واپس آگیا اور وہین راج کرنے لگا۔ ذی اختیار و صاحب قدرت باہوبل نے باوجود پہلی مخاصمت کے اس وقت کچھ تعرض نہ کیا۔ اس کی کیا وجہ؟ یہہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا جواب شافی موجودہ تاریخی یادداشتین نہین دے سکتین ناچار قیاس و گمان کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ باہوبل کو ضعیف العمری اور لاولدی کے باعث سلطنت کی طرف سے استغناء اور بے پروائی تھی۔ اور اسکی نیکدلی۔ بےنفسی۔ بےغرضی اور صلح

جوئی نے اس گذشتنی دگذاشتنی جاہ وثروت کے لیے کسی قسم کا جھگڑا تکرار کرنا پسند نہ کیا-

اُجین - اُجین کا پرانا نام **اونتیا** تھا اور ابتدا سے سورج بنسیون کے قبضے مین چلا آتا تھا- لیکن بکرم اعظم سے تقریباً ڈھائی تین سو برس بیشتر- وہ مگدھ کے بودھ راجاؤن کا ایک ماتحت صوبہ بن گیا- چنانچہ پاٹلی پتر کے موریہ خاندان کا چشم و چراغ آشوک اعظم- پہلے اسی صوبے کا گورنر تھا- ہنگام قیام مین اُس نے ایک سیٹھ کی لڑکی سے شادی کر لی- جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولادین پیدا ہوئین- بیٹے کا نام مہیندرا اور بیٹی کا نام سنگھمتا یا سُمترا تھا- دونون بھائی بہن تارک الدنیا ہو کر فقیر ہو گئے-

موریہ خاندان کی تباہی کے بعد پاٹلی پتر کی راجگدی پر سُنگا اور کنوان (غالباً سُنگ اور کنوُ) دو گھرانے ۱۵۸ برس تک حکمران رہے- مگر رعب داب- شان و شوکت رفعت و وسعت وغیرہ- جو جو باتین لازمۂ فرمانروائی ہین سب کی سب موریہ گھرانے کے ساتھ ہی رخصت ہو گئین اور اکثر دور و دراز صوبے دائرۂ انقیاد سے باہر نکل گئے- انھین آزادی طلب صوبون مین اُجین بھی تھا (غالباً یہ واقعہ بکرم سے کچھ کم وبیش سو برس پہلے کا ہے)-

مندرجۂ بالا دو گھرانون کے پیچھے اندھرا (اندھر) خاندان مگدھ پر مسلط ہوا اور ۴۵۶ سال تک بڑی شان و شوکت سے فرمانروائی کرتا رہا- یہ خاندان دکن مین ایک بڑی سلطنت پر پہلے سے قابض تھا- جو کرشنا اور نربدا کے دوآبہ مین واقع تھی- مگدھ پر قبضہ پانے سے وہ دو دو عظیم الشان سلطنتون کا مالک ہو گیا لیکن جب زوال آیا تو ۳۰ ہی برس مین دونون تتر بتر اور تہس نہس ہو گئین- اُس کے کُل ماتحت صوبے خود مختار ہو گئے- بلکہ خاص دارالخلافت کے علاقے بھی قبضہ سے نکل گئے- لکھا ہے کہ اس ہر بونگ مین برہمن اور چھتری سے لیکر- دھانگڑ اور مسہر تک اور سپہ سالار اور صوبہ دار سے لیکر سوئیا اور خدمتگار تک ہر متنفس ملک کا ایک ایک حصہ دبا بیٹھا اور کوس لن الملکی بجانے لگا-

اُجین نے تو پہلے ہی انقلاب مین بن اطاعت سے آزادی حاصل کرکے اپنے بال و پر درست کر لئے تھے۔ اس مدت دراز مین اُس کو گذشتہ مافات کی تلافی کا خاطر خواہ موقع مل گیا۔ جس وقت یہان مگدھ کی راجگدی پر اندھرا خاندان براجمان تھا وہان تخت اُجین پر بکرم اعظم کی اولاد جلوہ افروز تھی۔

اُجین کو آزادی تو مل گئی۔ مگر اسپر بھی مدتون تک اس کو پائے تخت ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ جیساکہ اوپر کی سطرون مین لکھا گیا راجہ باہوبل اپنی شاہی بود و باش اور شاہی کاروبار کے لئے۔ اُجین سے دور۔ ایک نہایت ہی دلچسپ جگہ مین علحدہ ایک عالیشان محل سرا رکھتا تھا جو عمدہ عمدہ سامان آرایش اور اعلیٰ اعلیٰ لوازمات زیبایش سے سجا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعزاز اس شہر کو گندھرپ سین ہی نے بخشا۔

گندھرپ سین کی وفات اور امر سنگھ کی گدی نشینی الغرض گندھرپ سین امباوتی سے واپس آکر اُجین مین حکمرانی کرنے لگا مگر اجل نے زیادہ عرصہ تک اُسے کامرانی اور فائز المرامی کا لطف نہ اُٹھانے دیا اور تھوڑے ہی زمانہ کے بعد وہ راہی ملک بقا ہوا۔

اس کے بعد امر سنگھ (جو چھتری کے تین لڑکون مین سب سے بڑا تھا) باپ کا جانشین ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی برہمنت کو (جو برہمنی کے بطن سے تھا) دیوان مقرر کیا۔ لیکن تھوڑے دنون کے بعد وہ بداطوار کسی بے اعتدالی کے پاداش مین اس معزز عہدہ سے برطرف کیا گیا۔ چونکہ اسکو بھی امر سنگھ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ تھا۔ بلکہ مان کی طرف سے نسباً اُسے ایک گونہ برتری حاصل تھی اس لئے اس بے توقیری کے ساتھ اُجین مین ٹھہرنا پسند نکیا اور بھاگ کر دھارا نگر کو چلا گیا۔ جو اُجین کے ہمسرحد راج کی راجدھانی تھا۔

دھارا نگر کے راجہ نے برہمنت کی بڑی عزت و توقیر کی اور اپنا خاص مصاحب بنا لیا لیکن ؎ خوے بد در طبیعتے کہ نشست ٭ نرود جز بوقت مرگ از دست ٭ بدسرشت اور

بدخصلت برہمنت نے اس مسافر پروری اور مہمان نوازی کی قدر نہ کی بلکہ بڑی سفاکی اور بے رحمی سے اُس غریب نواز راجہ کو قتل کر ڈالا اور محسن کشی کا بدنما راج تلک جبین حال پر دے کر خود راجہ بن بیٹھا۔

ایسے بدکرداروں کی گذر کہان؟ آخر اپنے کو تلون کی بدولت اس کو وہان سے بھی نکلنا پڑا اور ابوہن مین واپس آکر بصد ناکامی واصل جہنم ہوا۔

دھارا نگر بھی اجھین مین شامل ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقتول راجہ کا کوئی جانشین نہ تھا اور اسی وجہ سے برہمنت کے بھاگ آنے پر دھارا نگر کا تخت خالی پڑا ہوا تھا۔ امر سنگھ نے موقع وقت سے کام لیا اور اس راج کو بھی دخل کر کے اپنی قلمرو مین شامل کر لیا۔

امر سنگھ کا قتل اور بکرم کی گدی نشینی۔ گو امر سنگھ کو اپنے باپ کا بڑا بیٹا ہونے کے سبب سے تخت و تاج مل گیا تھا۔ مگر قیاسًا یہ دریافت ہوتا ہے کہ عمومًا جملہ ارکین دولت اور خصوصًا برہمن لوگ اُس سے دل مین ناراض تھے اور ہر دلعزیز بکرم ہی کی گدی نشینی سبکو منظور تھی۔ رنجش کی وجہ کیا تھی؟ یہ ٹھیک ٹھیک نہین معلوم۔ مگر واقعات سے اتنا مفہوم ہوتا ہے کہ امر سنگھ آزاد خیال آدمی تھا۔ اور اکثر اوقات اُس سے ایسی ایسی حرکتین سرزد ہوا کرتی تھین۔ جو قدامت پرستون کی آنکھون مین بدنما نظر آتی تھین۔ بلکہ بعض دفعہ اُس کی بے اعتدالیون سے ان کو صدمۂ دلی ہوتا تھا* نتیجہ اس بے اعتدالی کا امر سنگھ کے حق مین اچھا نہ ہوا اور وہ لوگ اسکو بے تاج و نگین کرنے۔ بلکہ اس کی جان لینے کے درپے ہوگئے۔ اور اگرچہ اس

* جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ جب برہمن لوگ امر سنگھ کو بکرم کے قتل پر آمادہ کر کے جنگل مین لے گئے تو امر سنگھ نے اُس مٹی کے مہادیو پر پیشاب کر دیا جس کو بکرم نے ابھی پوجا تھا۔ یہ نازیبا حرکت اُس کے ہمراہیون کو سخت ناگوار گذری اور اُنھون نے اُس کو ٹوکا بھی۔ لیکن اُس نے آئین بائین شائین جواب دے دیا۔ ۱۲

بدگمانی کا کوئی پکا ثبوت نہین ہے - لیکن قیاس یہ ہے کہ اس ناجائز منصوبے مین بکرم سے بھی مشورے لیے گئے اور اسکو اپنی گدی نشینی اور امرسنگھ کے قتل پر راضی کیا گیا۔

بکرم ان دنون عین شباب مین تھا۔ علاوہ ڈنڑ۔ مگدر۔ کشتی اور دیگر فنون سپاہگری کے (جو راجپوتون کی بہترین قومی خصوصیات مین داخل ہین) اس کو ریاضت اور تپسیا کا بھی بدرجۂ غایت شوق تھا۔ ہمیشہ صبح کو اٹھکر اکھاڑا کرتا۔ اشنان کرتا۔ پوجا پاٹ کرتا۔ اور پھر دھیان گیان مین مصروف رہتا یہی اسکا روزمرہ تھا۔

ناسخ التواریخ مین لکھا ہے کہ بکرم ایام جوانی اور عالم شباب مین درویشانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا ہندوستان کے تمام تیرتھون کی زیارت کرتا پھرتا تھا اور ہر جگہ جوگیون۔ سناسیون اور تپسیون کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا اور اپنے مذہب کے مطابق مشکل مشکل ریاضتین اور بڑی بڑی تپسیائین کھینچتا تھا۔

الغرض جب سب معاملہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو برہمنون نے ایک روز دربار مین حاضر ہو کر راجہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی بڑے تصنع سے نہایت ہی پُردرد اور ہمدردی کے لہجے مین عرض کیا کہ پرتھوی ناتھ! بڑے شوک کی بات ہے کہ آپ کا ناش کرنے والا جنم لے چکا سادھان رہنا اُچت ہے جب راجہ نے اُن کی پیشین گوئی پر مطلق توجہ نہ کی۔ تو ہاتھ جوڑ کر پھر کہا کہ ایک بات اور ہے جس کو کہتے ہوے ہم لوگ ڈرتے ہین اگر جیودان بر ملے تو عرض کرین۔ اجازت ملنے پر عرض کیا کہ شاستر کے بچار سے ایسا جان پڑتا ہے کہ بکرم امرسنگھ کو مار کر راج کریگا۔

پھر یہ حضرات برہمن امرسنگھ کو بکرم کے قتل پر آمادہ کر کے جنگل مین لے گئے اور وہان الٹی گنگا بہائی یعنی امرسنگھ ہی کو بکرم سے قتل کروا دیا* اور جیسا کہ اُن کا دلی مقصد تھا۔ بکرم کو تخت نشین کرا کر اُس کے زیر سایہ بڑی کامرانی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ اور بکرم

* جو صورت قتل کی لکھی ہے وہ محض ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے اس لئے اُس کی تفصیل قلم انداز کر دی گئی ۱۲

کبھی تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوکر ہمیشہ ان محسنون کا شکر گذار رہا بلکہ اپنی دلی شکر گذاری کو حمایت مذہب اور احیاء رسومات قدیم کے ذریعہ سے ہر موقع پر عملی طور سے ثابت کرتا رہا سب ارکین دولت اور ماتحتین اس خبر سے نہایت خوش ہوکر اطراف و جوانب سے مبارکبادین موصول ہونے لگین امر سنگھ کی حبیبہ رانی اُس کی لاش کے ساتھ ستی ہوئی فاعتبروا یا اولی الابصار

فتح دہلی وکشمیر - مہابھارتھ کی جنگ خونریز کے بعد تقریباً ساڑھے تین ہزار برس تک اندرپرست یا دہلی کے تخت پر مہاراجہ پرچھت کی ۲۷ پشتین حکمران رہین مگر اٹھائیسوین راجہ کھیم راج کو اس کے وزیر نے قتل کرکے راج گدی پر خود قبضہ کرلیا اس غاصب خاندان کی بربادی کے بعد دو اور خاندان یکے بعد دیگرے راج کرتے گئے اور تینون گھرانے کے کل ۴۸ راجے برسر حکومت رہے ۴۸ وان راجہ بکرم کا ہمعصر تھا اور اُسکا نام راج پال تھا۔ راج پال پر کماون کے راجہ سکھونت نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور اُس کو مار کر دہلی کی پرانی سلطنت پر قبضہ کرلیا۔

بکرم اعظم کو جب یہ خبر گئی تو ایک فوج جرار لے کر اُس پر دھاوا کردیا اور ایک گھمسان لڑائی کے بعد اس پہاڑی لٹیرے پر فتح نمایان حاصل کی اور اس کو شکست فاش دیکر دلی سے نکال باہر کیا۔

اس مردانہ فتح و فیروزی کے بعد بکرم اعظم نے پانڈون کی قدیم اور آبائی سلطنت اندرپرست کو اپنی قلمرو مین شامل کرلیا۔

بکرم نے دلی کے سوا اور اور ملکون کو بھی زیر نگین کیا۔ یہان تک کہ اسکی فتوحات کشمیر تک پھیل گئین لیکن ان فتوحات کی تفصیل نہین ملی۔

بمن اور جاٹ اور دیگر تاتاری قومین تاتاری قومون کے تفصیلی حالات کی اس مختصر مین گنجایش نہین اگر فرصت ملی تو اس خصوص مین ایک علیحدہ مضمون نذر ناظرین کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ ہندوستان ہمیشہ سے ان غارتگرون کی جولانگاہ بنا رہا۔ مشرق شمال

شمال و مغرب اور مغرب کا کوئی خطہ ان حملہ آورون کی تاخت و تاراج سے محفوظ نہ رہا۔ ان کی قدیمی خصلت و جبلت انھین کشان کشان بکرم کی قلمرو مین بھی لے گئی۔ اور اُنھون نے اپنے معمولی ہتھکنڈے لوٹ اور تاراج کے وہان بھی پھیلانے شروع کئے۔ لیکن بہادر بکرم کے مقابلہ مین خوب ہی مُنھ کی کھائی اور اُس نے اُنپر خوب خوب فتحین پائین (باقی آیندہ)

دیانت حسین صدیقی

غزل

دلم از درد ہجر گشتہ دو نیم — چارہ کو جز رضا و جز تسلیم
ہست رخسار و قد و دندانت — ماہ و سرو و سہی و دُرِ یتیم
چون تو ھرگز نمی شود پیدا — مادرِ روزگار گشتہ عقیم
ہست در خط زوالِ نعمتِ حسن — خوب چہرا بہیم باش بہ بیم
چند روزِ دگر بر آرد سر — ضیمرانت بزیر زلف چو جیم
مفشان زلف بر رخ سیمین — تا نگردد برنگ مشک سیم
زان شراب آر ساقیا کز وے — زندہ گردد بوجد عظم رمیم
صاف شفاف چون چکیدۂ جان — نغز و سرشار ھمچو طبع سلیم
خواھم امروز غوطہ در گردم — در شطِ می بسانِ ماہی بیم
این ہمان آذرین می است کزاد — گشت گلزار نار ابراھیم
این اثر اندرین شراب بود — کہ نہ در کوثر است و نے تسنیم
دردنوشان لاابالے را — در جزا نیست غیر اجر عظیم
سنجر اندر پیالہ مے بیند — انچہ در طور دیدہ بود کلیم

آغا کمال الدین سنجر طہرانی

الکلام

مولفہ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر اوّل

تمہید

فلسفۂ تصنیف وتالیف کا یہ ایک قانون ہے کہ جو اہل قلم کسی ایک خاص فن مین شہرت وکمال حاصل کرلیتا ہے وہ علم کے دوسرے شعبون مین اپنے اُس درجہ او مرتبہ کو قائم نہین رکھ سکتا **سعدی** جو اخلاقی نظم کا خدا مانا جاتا ہے جسوقت رزم کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ تو ایک بھی حکایت صحیح طور سے نہین منظوم کرسکتا **فردوسی** اقلیم رزم کا تاجدار ہے مگر بزم کی سرحد مین قدم رکھتے ہی بے بس ہوجاتا ہے **امام بخاری** جن کے مجموعۂ احادیث کے متعلق تقریباً تمام دنیائے اسلام کا حکم ہے کہ بلحاظ صحت کے صرف قرآن اُس سے برتر ہے جب تاریخ کے لئے قلم اُٹھاتے ہین تو بلا تحقیق تمام رطب ویابس واقعات نقل کردیتے ہین **ڈیوڈ ہیوم** جو انگلستان مین ایک اعلیٰ درجہ کا فلسفی ہوا ہے تاریخ مرتب کرتے وقت ملکی تعصبات کو اس کثرت سے دخل دیتا ہے کہ اسکو اعتبار واستناد کے رتبہ سے ساقط کرنا پڑا ہے ۔

اس عقدہ کو حل کرنا اور اس عیب کلیہ کے علل واسباب کی تشریح اگرچہ فلسفیانہ حیثیت سے نہایت دلچسپ ہے لیکن چونکہ ہمارے موضوع سے یہ بحث خارج ہے اس لئے ہم اسکو یہان پر نظر انداز کرتے ہین ۔

شمس العلما مولانا **شبلی نعمانی** جنکی ایک تالیف پر ہمکو اسوقت مفصل تنقید کرنا ہی

متذکرۂ بالا اصول کی ایک عمدہ مثال ہین۔ مولانا موصوف کو تاریخ سے فطری مناسبت و دلچسپی ہے اور اپنی طبیعت کا نہایت صحیح اندازہ کرکے "اُنھون نے ابتداے زمانہ تصنیف سے اپنی تمام تصانیف دو ، کا موضوع تاریخ قرار دیا" (علم الکلام: ص۵) چنانچہ ابتک اُنکی جسقدر کتابین شایع ہوئی ہین اُن مین سے بعض تو مشاہیر اسلام کی سوانح عمریان ہین بعض علوم یا ادب کی تاریخین ہین اور بعض کسی شہرت پذیر واقعہ کی تاریخی غلطی ظاہر کرنے کی غرض سے تحریر کی گئی ہین۔ الغرض وہ سب تاریخ ہی کے متعلق ہین۔ اگرچہ اس مین شبہہ نہین کہ ان تاریخی تالیفات مین بعض مقامات پر ناکافی شہادت اور ناواقفیت کی مثالین پائی جاتی ہین (جس کا نمونہ شعر العجم اور رسائل شبلی مین متعدد مقامات پر ملتا ہی) لیکن سخت ناانصافی ہوگی اگر مولانا کی عرقریزی و جانکاہی کی داد نہ دیجاے۔ جس تحقیق و قابلیت کے ساتھ انھون نے اپنی زبان کے سرمایۂ تاریخ مین اضافہ کیا اور جن اَن تھک کوششون اور جانفشانیون کے ساتھ انھون نے اس خدمت کو انجام دیا ان کے لحاظ سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے دائرہ عمل مین ایک نہایت وقیع و اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہین اور صحیح طور پر یہ استحقاق رکھتے ہین کہ نکتہ رس مورخون کی صف اول مین اُن کو جگہہ دیجاے۔

ایک علمی شہسوار کے جولانگاہ کے لئے میدان تاریخ بہت کافی وسعت رکھتا ہی لیکن مذہب کو مخالفون کے نرغہ مین محصور دیکھکر مولانا سے ضبط نہ ہوسکا اور انھون نے بادل ناخواستہ اپنے مقررہ حدود سے نکل کر علم کلام کی سرحد مین قدم رکھا اور عقل و مذہب کی مطابقت پر ایک کتاب مرتب کی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس چیز نے ان کی محققانہ وقعت کو سب سے زیادہ صدمہ پہونچایا اور جو اُن کے علمی کارنامون کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہی وہ اُن کی یہی تالیف "الکلام" ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چند سال ہوے مولانا نے یہ دیکھکر کہ "عباسیون[۱] کے

[۱] علم کلام صفحہ ۲ ۔

زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج کچھ اُس سے بھی بڑھکر در پیش ہے مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور..... مذہبی خیالات میں عموماً بھونچال آگیا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ مرعوب ہوگئے ہیں اور قدیم علما کبھی عزلت کے دریچہ سے سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے ایک نئے علم کلام کی ضرورت محسوس کی اور خواہش کی کہ عقل و مذہب میں مطابقت دی جاوے لیکن یہاں ہو چکر ان کو یہ بھی نظر آیا کہ موجودہ مصنفین اسلام نے "یورپ کے ہر قسم کے معتقدات و خیالات کو حق کا معیار قرار دیا ہے اور پھر قرآن و حدیث کو زبردستی کھینچ تان کر اُن سے ملایا ہے" اس لئے مولانا کو جدید علم کلام کا تمام دفتر (یعنی سر سید احمد خان وغیرہ کی تصانیف کا ذخیرہ) بے سود معلوم ہوا اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خود انھوں نے ارادہ کیا کہ علم کلام کے متعلق ایک جدید سلسلہ تالیفات شایع کیا جائے۔

مولانا کی راے میں جدید علم کلام کی ترتیب کے وقت حسب ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے:۔

(۱) عقائد کے متعلق قدما کے علم کلام میں ترمیم کی حاجت نہیں "کسی شے کی صحت و قیمت زمانہ کے انقلاب سے نہیں بدلتی" اس لئے "جدید علم کلام کے مرتب کرنے والے کا صرف یہ کام ہے کہ ان بزرگوں نے جن خزانوں کو سربمہر رکھا تھا انکو وقف عام کردے"

(۲) قانونی و اخلاقی مسائل کے متعلق نئے مباحث درج کرنا ہونگے کیونکہ قدیم علم کلام میں ان کا پتہ نہیں۔

(۳) طرز بیان و اداے مطالب میں تعقید و پیچیدگی نہ ہو "دلائل و براہین ایسے صاف و سادہ پیرایہ میں بیان کئے جائیں جو سریع الفہم ہونے کے ساتھ دل میں اُتر جائیں۔

ان شرائط کی بنا پر یہ ضروری تھا کہ نئے علم کلام میں "بزرگوں کے مقرر کردہ اصول کا سررشتہ کہیں ہاتھ سے جانے نہ پائے" اور اس امر کی تحقیقات بھی لازمی تھی

کہ "ہر عہد مین ائمہ اسلام نے کیا اصول قرار دیئے تھے" چنانچہ مولانا نے اپنے قیام حیدرآباد کے زمانہ مین "علم الکلام" کے عنوان سے ایک کتاب شایع کی جس مین علم کلام کی ابتدا اور اُسکے عہد بہ عہد کی وسعت ترقی و تغیرات کی تاریخ درج ہے اسکے کچھ عرصہ کے بعد مولانا نے ایک دوسری تالیف "الکلام" کے عنوان سے شایع فرمائی جسکا مقصد اس کے سرورق پر ان الفاظ مین بیان کیا گیا ہے :-

"علم کلام جدید جس مین اسلام کے تمام عقائد کو فلسفہ حال کے مقابلہ مین نہایت بسط و خوبی کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے"

منقولہ بالا عبارت اپنا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے محتاج تشریح نہین۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مصنف کو حسب ذیل دو امور سے کامل واقفیت رکھنا چاہیئے۔

(۱) عقائد اسلام

(۲) فلسفۂ حال

جو مصنف کہ ان دونون سے کامل واقفیت کے بغیر ان مین مطابقت دینا چاہتا ہو اسکی کوشش کا نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہو کہ کیا ہمارے "علامۂ عصر" مین ہر دو شرائط پائے جاتے ہین؟ عقائد اسلام کے متعلق فیصلہ کرنے کا ہمکو کوئی حق نہین لیکن انکی مذہبی خدمات کو دیکھتے ہوے اور اسکو بھی ملحوظ رکھکر کہ وہ شمس العلما کے لقب سے مخاطب کئے جاتے ہین اور اُن کے زیر اہتمام مسلمانان ہند کا بہترین مذہبی دار العلوم ہے ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہین کہ وہ عقائد اسلام سے کافی واقفیت رکھتے ہین۔ لیکن ہم افسوس مگر کامل وثوق کے ساتھ کہتے ہین کہ دوسری ضروری شرط مولانا مین قطعاً نہین پائی جاتی ہمارے مولانا بھی اس اصول سے ناواقف نہین۔ وہ خود اسکو ایک نہایت لطیف پیرایہ مین ایک دوسرے مقام پر بیان کرتے ہین:-[۱]

[۱] الندوہ جلد ۵ نمبر ۱۱ صفحہ ۳ -

"ہندوستان میں ایک بھی عالم ایسا نہیں ملسکتا جو فلسفۂ حال سے واقف ہو...... ایاز قدر خود بشناس ہم خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہم فلسفۂ حال کا کہاں تک مقابلہ کرسکتے ہیں پہلے فارابی کیطرح فلسفۂ جدید سیکھو پھر غزالی بنو۔ فارابی بننے سے پہلے غزالی بننا حماقت ہے"

یہی وہ اہم نکتہ ہے جسکو "الکلام" کی تالیف کے وقت خود مولانا نظر انداز کرگئے ہیں اور اسی ایک فروگذاشت کی وجہ سے وہ چند ظاہر فریب استدلالات اور محرف واقعات کا مجموعہ بن گئی ہے۔

الکلام۔ تصنیف تو درکنار صحیح معنی میں تالیف بھی نہیں کہی جاسکتی بلکہ وہ درحقیقت مصر کے ایک اہل قلم فرید وجدی کے خیالات کا اردو زبان میں خلاصہ ہے۔ ہمارے مولانا چونکہ یوروپین زبانوں سے ناآشنا ہیں۔ اسلئے اُنھوں نے یورپ کے متعلق اپنا تمام سرمایہ معلومات فرید وجدی کے خزانۂ خیالات سے قرض لیا لیکن افسوس یہ ہے کہ مولانا نے انتخاب میں غلطی کی فرید وجدی مذہبی جماعت میں خواہ کسی حیثیت سے علامہ تسلیم کیا جاتا ہو لیکن یورپ ومشرق کے درمیان سفیر ہونے کی حیثیت سے وہ نہایت ناقابل اعتماد وغیر معتبر ہے۔ اُسنے اپنی تصانیف میں جسقدر تدلیس وتحریف سے کام لیا ہے اسکی پردہ دری کے لئے ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہے بہرحال ہمارا موجودہ فرض صرف "الکلام" کی تنقید ہے اس لئے فرید وجدی سے ہم قطع نظر کرتے ہیں۔

الکلام میں متعدد مقامات پر جو یوروپین حکما کے اقوال درج ہیں انکے متعلق خوش عقیدہ اردو دان پبلک سمجھتی ہے کہ یہ اقوال براہ راست اصلی تصانیف سے اور صحیح معنی میں اقتباس کئے گئے ہونگے لیکن اس طلسم کو توڑنے کے لئے ہم ذیل میں ایک مثال درج کرتے ہیں:۔

"الکلام" میں دو مقامات پر ہربرٹ اسپنسر کا مندرجہ ذیل مقولہ نقل کیا گیا ہے:۔[۵]

---

[۵] الکلام صفحہ ۳۸، صفحہ ۵۰۔

"ان تمام اسرار سے جن کی یہ کیفیت ہے کہ جسقدر ہم زیادہ غور کرتے ہین اسی قدر وہ اور غامض ہوتے جاتے ہین اسقدر قطعی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اوپر ایک ازلی وابدی قوت موجود ہے جس سے تمام اشیا صادر ہوتی ہین"

اور دونون مواقع پر اس سے یہ استشہاد کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے حکیمون اور فلسفیون نے انتہاے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت مین یہ استدلال پیش کیا ہے۔ جیسا کہ خود مولانا کو مسلم ہے اُنھون نے براہ راست یہ قول اسپنسر کی کسی تصنیف سے نقل نہین کیا بلکہ یہ ماخوذ ہے فرید وجدی کی کتاب "حدیقۃ فکریہ" سے لیکن تعجب یہ ہے کہ خود فرید وجدی نے بھی اسپنسر کی اصلی تصنیف کا مطالعہ نہین کیا بلکہ اس نے ایک مصری عالم کی کتاب ثمرۃ الحیوٰۃ سے نقل کیا۔[۵۱] جو ترجمہ ہے سر جان لیبک کی کتاب "یوز آف لائف" کا اور اسپنسر کی کسی خاص تصنیف کا حوالہ لیبک صاحب کی کتاب مین بھی نہین ہے!! لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت ناک اس کا موقع استشہاد ہے۔ فرید وجدی اور مولانا شبلی اس کے یہ معنی لیتے ہین کہ ہربرٹ اسپنسر خدا کا قایل تھا۔ اور اسکے ثبوت مین اس نے یون استدلال کیا تھا لیکن سر جان لیبک کی اصل کتاب جسکے یہ دونون خوشہ چین ہین ہمارے سامنے موجود ہے وہ اسکو خدا کے ثبوت مین نہین پیش کرتا بلکہ یہ ظاہر کرنے کو کہ ہماری عقل راز ہاے عالم کا انکشاف نہین کر سکتی اور اکثر امور مین ہمکو اپنی ناواقفیت و جہالت پر قانع ہونا پڑتا ہے۔[۵۲]

اسی قسم کی غلط بیانیون کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ ہمارے مولانا ایک مقام پر توحید و خدا پرستی کو حاسۂ فطری قرار دیتے ہوے "مشہور محقق میکسمولر" کا ایک قول نقل کرتے ہین۔[۵۳] یہ قول ماخوذ ہے حدیقہ فکریہ صفحہ ۱۴ سے فرید وجدی اس کی سند مین لکھتا ہے کہ یہ منقول ہے امریکا کے مشہور و معروف پروفیسر میکسمولر کی کتاب "اصل الدین وارتقاؤہ"

---

[۵۱] الحدیقۃ الفکریہ صفحہ ۵۴۔

[۵۲] دیکھو لیبک صاحب کی "ثمرہ حیات" صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ (مطبوعہ ۱۹۰۹ء)

[۵۳] الکلام صفحہ ۳۵ [۵۴] حدیقہ فکریہ صفحہ ۱۴۔

مگر ہم بادب مصر و ہندوستان کے دونون علامہ بزرگون سے دریافت کرتے ہین کہ میکس مولر امریکہ کی کس یونیورسٹی مین پروفیسر تھا؟ اور کس زمانہ مین ؟ اور اُسکی مذکورۂ بالا کتاب کہان شایع ہوئی ہے ؟ - ہان اگر میکسمولر سے اُس شخص کی جانب اشارہ ہو جو علم الالسنہ کا بہت بڑا ماہر تھا - اور جس کے زیر اہتمام مشرق کی مذہبی کتابون کے ترجمہ کا سلسلہ شایع ہوا ہے تو یہ امر کسی سے مخفی نہین کہ وہ جرمنی کا باشندہ تھا اور امریکا مین نہین بلکہ انگلستان مین اکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر تھا اُسکی سوانح عمری جو اُسکی بیوی نے دو ضخیم جلدون مین مرتب کی ہے ہمارے پیش نظر ہے اور اُسکے آخر مین اُسکی تمام تصانیف کی فہرست شامل ہے لیکن جس کتاب کا حوالہ فرید وجدی دیتا ہے اسکا کہین ذکر نہین -!

اسطرح کی متعدد مثالین الکلام - مین پائی جاتی ہین باایہمہ ہم مولانا کی نیک نیتی پر شبہہ نہین کرتے ہین ہمارے خیال مین اس کا باعث محض انکی مغربی زبانون سے ناواقفیت ہے اس بناپر اور مولانا کی معقول پسندی پر نظر کر کے ہمکو قوی امید ہے کہ وہ اپنی غلطیون سے مطلع ہو کر پبلک کے سامنے ان کے اعتراف کرنے مین تامل نہ کرین گے آیندہ صفحات مین الکلام کے بعض مختلف فیہ اہم مسائل پر ہم تفصیل کے ساتھ تنقیدی نظر ڈالینگے -

مذہب اور عقل

تمہید کے بعد آغاز کتاب مین مولانا نے ایک باب علوم جدیدہ اور مذہب کے عنوان سے قائم کیا ہے جس مین اس خیال کی کہ علوم جدیدہ کا مقابلہ مذہب نہین کر سکتا تردید کرتے ہوے فرماتے ہین :-

"یونان مین فلسفہ ایک مجموعہ کا نام تھا جس مین طبیعیات - فلکیات - عنصریات - الٰہیات - مابعد الطبیعات سب کچھ شامل تھا لیکن یورپ نے نہایت صحیح اصول پر اسکے دو حصہ کر دیئے جو مسائل کہ تجربہ و مشاہدہ کی بناپر قطعی و یقینی ثابت ہو گئے تھے انکا نام سائنس رکھا اور جو مسائل کہ تجربہ و مشاہدہ کی دسترس سے باہر تھے انکا نام فلسفہ رکھا " (صفحہ ۷)

"اب دیکھنا چاہیئے کہ سائنس کو مذہب سے کیا تعلق ہے ؟ سائنس جن چیزون کا ابطال یا اثبات کرتا ہے مذہب کو اُن سے مطلق سروکار نہین ۔ عناصر کس قدر ہیں ؟ پانی کن چیزون سے مرکب ہے ؟ ہوا کا کیا وزن ہے ؟ نور کی کیا رفتار ہے ؟ زمین کے کسقدر طبقات ہیں ؟ یہ اور اسی قسم کے مسائل سائنس کے مسائل ہین ۔ مذہب کو ان سے کچھ سروکار نہین ۔

مذہب جن چیزون سے بحث کرتا ہے وہ یہ ہین ۔ خدا موجود ہے یا نہین ؟ مرنے کے بعد اور کسی قسم کی زندگی ہے یا نہین ؟ خیر و شر نیکی یا بدی کوئی چیز ہے یا نہین ؟ ثواب و عقاب ہے یا نہین ؟ ان مین سے کون چیز ہے جسکو سائنس ہاتھ لگا سکتا ہے ؟ سائنس کے اساتذہ نے جب کہا ہے تو یہ کہا ہے کہ ہم کو ان چیزون کا علم نہین ؟ یا یہ کہ یہ چیزین تجربہ و مشاہدہ کے احاطہ سے باہر ہین یہ کہ ہم ان باتون کا یقین نہین کرتے کیونکہ ہم صرف ان باتون کا یقین کرتے ہین جو تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہو سکتی ہین ۔ کوتاہ نظر عدم علم سے علم عدم سمجھ جاتے ہین سائنس والے کہتے ہین کہ ہمکو یہ چیزین معلوم نہین کوتاہ بین اسلئے یہ معنی لیتے ہین کہ ہمکو ان چیزوں کا نہ ہونا معلوم ہے" (صفحہ)

اقتباس بالا کے حصہ اول مین سائنس و فلسفہ کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اگرچہ کسی قدر ترمیم کی محتاج ہے لیکن سردست ہم اسکو تسلیم کرکے مذہب اور سائنس کے تعلقات پر غور کرتے ہین ۔ بلاشبہ اگر ہمارے مولانا اسکی ذمہ داری کرلین کہ مذہب کو سائنس سے کچھ سروکار نہین تو ہم اُنکو اطمینان دلاتے ہین کہ سائنس کو بھی بلا وجہ مذہب سے مخالفت کی ضرورت نہین لیکن واقعات بتا رہے ہین کہ ابتدا سے اسوقت تک متعدد مواقع پر مذہب نے سائنس اور علمی ترقیون کی مخالفت کی ہے ڈاکٹر ڈریپر کی لاجواب کتاب سائنس و مذہب کی معرکہ آرائیون کی تاریخ پڑھو یا اسکے مثل کوئی اور علمی تاریخ پڑھو تو معلوم ہوگا کہ مذہب نے ایک ایک قدم پر سائنس کی مزاحمت کی ہے اور ہر عہد مین پیشوایان مذہب نے علمی ترقیون کو کفر و الحاد کے تازیانون سے روکنا چاہا ہے اگرچہ اس کوشش مین وہ ناکام رہے اس سے بھی بڑھکر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ مذہب اپنی فطرت سے مجبور ہے کہ

سائنس کی مخالفت کرے۔ مذہب اپنے حلقۂ حکومت کو کسی ایک خاص علم و فن تک محدود
نہین رکھنا بلکہ اپنی عملداری کو عالمگیر کرنا چاہتا ہے اسکا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کے علوم و فنون کے
تمام مراحل صرف اسی کے وسیلے سے طے ہوسکتے ہین۔ کھانے پینے بات چیت کرنے
سونے جاگنے ناچنے گانے مین خفیف سی خفیف چیزون کے متعلق مذہب کی قیود
و پابندیان قائم ہین خدا کا وجود خالق و مخلوق کے حقوق آفرینش عالم راز حیات ارض و سماکی
خلقت مخلوقات کے باہمی تعلقات اصول معاشرت مسائل تمدن ملکی نظامات مباحث اخلاق
ان مین کون سا عقدہ ہے جسکے حل کرنے کا مذہب نے دعویٰ نہین کیا؟ ان مین سے کونسا مسئلہ ہے
جسکے متعلق مذہب نے فیصلہ صادر نہین کیا؟ مذہب علانیہ کہہ رہا ہے لا رطب و لا یابس
الا فی کتاب مبین مذہب صاف الفاظ مین دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے دنیا کے ہر شعبہ
قانون اخلاق علم و فن کے متعلق وحی و الہام کے ذریعہ سے بہترین فیصلہ کردیا ہے۔
لیکن اسکے اس صریح دعوے پر پردہ ڈالکر ہم سے کہا جاتا ہے کہ مذہب کو صرف معاد سے
تعلق ہے اس تناقض پر غور کرو کہ ایک جانب تو مذہب کو صرف عقائد معاد تک محدود
رکھا جاتا ہے اور پھر اسی کتاب مین چند صفحات آگے چلکر معاملات و اخلاق وغیرہ کے
عنوان قائم کرکے مذہب کو "تمدن و ترقی کا موید" کہا جاتا ہے! ہم علامہ شبلی سے دریافت
کرتے ہین کہ اگر مذہب صرف ان ہی سوالات کا جواب دیتا ہے جنکو آپ نے بیان فرمایا
ہے اور اس نے صاف صاف کہدیا ہے کہ "تم لوگ دنیا کی باتین خود خوب جانتے ہو"[۵۱]
اور فی الواقع ان حضرت نے دنیاوی معاشرت اور تمدن کو مذہب کے دائرہ سے بالکل
الگ رکھا ہے[۵۲]۔ تو کیا وجہ ہے کہ خود آپ آگے چلکر تحریر فرماتے ہین کہ "ہمارا یہ بھی دعویٰ
ہے کہ وہ (یعنی مذہب اسلام) تمدن کا ترقی دینے والا ہے اور اس حد تک پہونچانے
والا ہے جو تمدن کا انتہائی درجہ ہے"[۵۳]۔ کیا یہ بدیہی تناقض نہین ہے؟

---

۵۱ الکلام صفحہ ۱۳ ۵۲ ایضاً صفحہ ۲۲۰ ۵۳ ایضاً صفحہ ۲۲۴۔

نتائج سے قطع نظر کر کے مذہب۔ سائنس اور فلسفہ کے طرز استدلال مین جو اختلاف ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ سائنس ہم سے کسی مسئلہ کے تسلیم کرنے کے لئے اس بنیاد پر کہتا ہے کہ گذشتہ نسلون کے تمام تجربات اسکی تصدیق کرتے آئے ہین اور خود ہمارا ذاتی مشاہدہ بھی اسکی تائید کرتا ہے اور استقراء تام کی بنا پر وہ یقینی ہو چکا ہے۔ مثلاً مادہ کے ابدی و غیر فانی ہونے پر سائنس کہتا ہے کہ ہم کسی عملی طریقہ سے ایک ذرہ کو بھی فنا نہین کر سکتے اس لئے ہمکو اسکے غیر فانی ہونے پر اپنے مشاہدہ کی شہادت پر یقین کرنا چاہیئے۔ فلسفہ ہم سے کسی مسئلہ کو تسلیم کرنے کے لئے اس لئے کہتا ہے کہ اُسکا ماننا ہماری عقل و قیاس کے مطابق ہے اور اُسکے مخالف خیال کو ہماری عقل تسلیم نہین کرتی۔ مثلاً مادہ کے متعلق ایک فلسفی ہم سے یون استدلال کریگا کہ اپنے ذہن مین کسی مادی چیز کا تصور کرو اور کوشش کرو کہ اسکے اجزا کے معدوم محض ہونے کا تصور تمہارے دماغ مین پیدا ہو سکے۔ ہم سو سو طرح سے تصور کرینگے! ہم یہ تصور کر سکتے ہین کہ اس مادی چیز کو کوئی شخص ہٹا لیگیا یا یہ کہ اسکے نہایت باریک باریک ٹکڑے کر دیئے گئے یا یہ کہ اُس مین آگ لگا دی گئی اور وہ جل کر خاکستر ہو گئی الغرض جسقدر تصورات اسکے متعلق ہمارے ذہن مین آسکتے ہین۔ اُنکا ماحصل یہ ہے کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت مین یا ایک صورت سے دوسری مین تبدیل ہو گئی لیکن اسکے اجزا کا فنا یا معدوم ہو جانا یہ ایک ایسا تصور ہے جس سے ہمارا ذہن عاجز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کا تصور ہی ہمارے ذہن مین نہین آسکتا اُسکو عملی طریقہ سے ثابت کرنے مین کہان تک کامیابی ہو سکتی ہو؟ اب ان کے مقابلہ مین مذہب کے طرز استدلال کو دیکھو۔ مذہب ہم سے کسی عقیدہ کو تسلیم کرنے کے لئے کہتا ہے تو کس بنیاد پر؟ کیا اس بنا پر کہ اس کی تصدیق تجربہ سے ہوتی ہے؟ کیا اس لئے کہ مشاہدہ اسکی تائید کرتا ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ مقتضائے عقل و قرین قیاس ہے؟ نہین بلکہ محض اسلئے کہ مسیح محمد یا سری کرشن کا بیان ہے کہ وہ عقیدہ خود خالق کائنات کا تعلیم کیا ہوا ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہین کہ اسلام نے اس معاملہ مین نسبتاً آزادی سے کام لیا ہے اور

قرآن مین جابجا اس قسم کی آیات پائی جاتی ہین جنکا یہ مفہوم ہے کہ انسان کو غور وفکر عقل وفہم سے کام لینا چاہیئے لیکن یہ سب احکام اسی وقت تک ہین جب تک کہ عقل و مذہب مین اتحاد رہتا ہے اور جہان ان مین اختلاف پیدا ہوا عقل کو پس پشت ڈال دینے مین کبھی تامل نہین کیا گیا۔ جن لوگون کو کسی مسئلہ پر یقین کرنے کے کافی وجوہ نہین ملتے اور جو لوگ معقول دلائل کی موجودگی مین کسی چیز پر یقین نہین کرتے انکی شان مین اسلام یہ کہتا ہے :۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا العلم وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

کیا اس آیت سے بڑھکر اور کسی طریقہ سے یہ مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے کہ اپنی عقل و علم کو کسی مسئلہ کی صحت و عدم صحت کا معیار قرار نہ دو؟

اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی مذہبی جماعت بجائے اسکے کہ عقل کو معیار قرار دیکر مذہب کو اسکے مطابق جانچے مذہب کو اصل معیار قرار دیکر عقلی نتائج کو زبردستی کھینچ تان کر اس سے مطابقت دینا چاہتی ہے۔ ایک معقول پسند شخص کے نزدیک وہ مذہبی اعتقاد غلط ہے جو عقل کے مخالف ہے! لیکن مذہبی جماعت کے نزدیک وہ عقل ناقص ہے جو کسی مذہبی عقیدہ کے مخالف ہو۔ چنانچہ خود پروفیسر شبلی اسی بات پر سرسید سے ناراض ہین۔ کہ اس بیچارے نے معقولات سے قرآن کی تشریح کرنا چاہی تھی حالانکہ ہمارے علماء کے نزدیک منقول کی بنا پر معقول کی تاویل کرنا چاہیئے۔

ہم کو ان مصنفین پر حیرت ہوتی ہے جو اپنی تحریر مین فلسفہ مذہب کا مرکب اضافی استعمال کرتے ہین یا کسی مذہب کو فلسفہ قرار دیتے ہین۔ اس قسم کے جملے نہ صرف غلط ہین بلکہ بے معنی ہین فلسفہ کا مقصد یہ ہے کہ شخص بجائے خود اپنے قوائے عقلی کی بنا پر راز ہائے عالم کی تفتیش کرے لیکن فلسفۂ اسلام [illegible] یہ ہے کہ راز ہائے عالم کی وہ حقیقت جو حضرت محمدؐ نے بتائی ہو اور وہ بھی اپنے قوائے عقلی و دماغی کی بنا پر نہین بلکہ وحی و الہام کی مدد سے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وحی و الہام کی کیا حاجت تھی؟ صرف اس لئے کہ ہمارے قوائے عقلی ناکافی ہین۔

یا دوسرے الفاظ مین بعض مسائل ایسے ہین جنکی تحقیقات کا معیار عقل کے سوا کوئی اور مافوق الفطرت قوت ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہان سے فلسفہ اور مذہب کے حدود بالکل علیحدہ ہو جاتے ہین۔

مذہب کی تعریف کرتے ہوے حامیان مذہب کو حسب ذیل دو صورتون مین سے ایک لازمی طور پر قبول کرنا پڑیگی:-

(۱) یا یہ کہ مذہب صرف روحانیات اور معاد سے تعلق رکھتا ہے۔

(۲) یا یہ کہ مذہب نے دنیا کے ہر معاملہ و مسئلہ مین راے زنی کی ہے۔

اول الذکر صورت مین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر خدا کو صرف امور معاد سے کیا تخصیص تھی؟ قواے جسمانی و دماغی اسکی توجہ سے کیون محروم رہے؟ مقتضاے انصاف تو یہ تھا کہ وہ اپنی مخلوقات کی تمام ضروریات کے متعلق خواہ وہ بادی النظر مین کتنی ہی حقیر معلوم ہون ہدایت کرتا۔ خالق عالم کے نزدیک تمام مخلوقات مساوی حیثیت رکھتی ہین۔ اگر شق دوم اختیار کی جاے تو تمام عقلی و علمی ترقیون کا سد باب ہو جاتا ہے جب خدا نے خود ہی کسی مسئلہ کا فیصلہ کر دیا تو اُس سے بہتر کون شخص راے دے سکتا ہے؟ اس بنا پر قانوناً ... فلسفہ ... غرض کسی علم پر غور و توجہ بیکار ہے۔

مولانا کے اس غلط دعوے کے کہ "مذہب کو سائنس سے کچھ تعلق سروکار نہین" جواب مین ہم محض چند مسائل ذیل مین درج کرتے ہین جو مذہب[1] و سائنس مین مابہ النزاع ہین۔ اس قسم کے بیسیون مسائل اور مل سکتے ہین۔

(۱) مذہب کہتا ہے کہ تمام موجودات کو ایک قادر مطلق نے چھ روز (یا بہ قول بعض حامیان مذہب کے چھ وقتون) مین پیدا کر دیا۔	سائنس کا یہ دعویٰ ہے کہ کروڑون سالین تمام موجودات رفتہ رفتہ ترقی کے مدارج طے کرتی ہوئی اس حالت کو پہونچی ہے۔

[1] ان مثالون مین مذہب سے صرف اسلام اور عیسائیت مراد ہے ۱۲

(۲) مذہب کہتاہے کہ چند ہزار سال ہوے ایک پیمبر کی دعا سے ایک نہایت ہی عظیم الشان سیلاب آیا تھا جو اگر تمام روے زمین پر نہین تو کم از کم اسکے ایک بہت بڑے حصہ پر ضرور محیط تھا اور جس مین باستثناء چند افراد کے کل مخلوقات فنا ہو گئی تھی —	سائنس اسکے جواب مین صرف یہ نہین کہتا کہ اس واقعہ کی کوئی معتبر شہادت نہین ملتی بلکہ یہ کہ اس طوفان کے عدم وقوع پر علم طبقات الارض (جیالوجی) کی شہادت موجود ہے —
(۳) مذہب رات ہونے کا سبب یہ بتاتاہے کہ آفتاب گرم پانی کے ایک چشمہ مین ڈوب جاتاہے (تغرب فی عین حمئۃ)	جغرافیہ کا ابتدائی مسئلہ جس سے اسکول کا بچہ بچہ واقف ہے : یہ ہے کہ رات اور دن ہونے کا باعث زمین کی گردش ہے —
(۴) مذہب ہم کو یقین دلاتاہے کہ زمانہ ماضی مین خدا نے کسی شخص کی دعا یا خود اپنی مرضی سے قوانین فطرت کو توڑ دیاہے۔ رسیان سانپ بن گئی ہین۔ لاٹھی اژدہا ہو گئی ہے۔ چاند شق ہو گیاہے مردہ دوبارہ زندہ ہو گیاہے۔ اور طرح طرح کے خرق عادات سرزد ہوا کئے ہین	سائنس کا فتوی ہی کہ خرق عادات ومعجزات کا وقوع غیر ممکن ہے اور قوانین فطرت کے خلاف ہونا محال ہے — (معجزات کی بحث تفصیل کے ساتھ آگے آتی ہے)
(۵) مذہب کا دعوی ہی کہ مرد کی مقابلہ مین عورت کا درجہ نہایت پست ہے اور اسی بنا پر عورتون کے پامالی حقوق مین کبھی تامل نہین کیا گیا۔ اسلام نے جو اس معاملہ مین نسبتاً انصاف پسند ہے عورت کا درجہ مرد سے نصف	سائنس نے مرد وعورت کے قواے دماغی وجسمانی کا مقابلہ کرکے فیصلہ کر دیاہے کہ اگرچہ بعض حیثیتون سے مرد کو عورت پر اور بعض حیثیتون سے عورت کو مرد پر فضیلت ہے؟ لیکن بہ حیثیت مجموعی دونون کا درجہ مساوی ہے اور ایک کو بہ حیثیت انسان دوسرے

رکھا ہے[1] (وراثت اور شہادت کے معاملات مین) اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو علانیہ طور سے بمکرر کہا گیا کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے۔

پر ترجیح نہین۔

(۶) مذہب کا بیان ہے کہ تقریبًا دو ہزار سال ہوے ایک شخص (یعنی مسیح) دنیا کے مصائب سے تنگ آکر آسمان پر اڑ گیا۔

سائنس کہتا ہے کہ بوجہ کشش ارض اور ہوا کی عدم موجودگی کے کسی شخص کا دوسرے اجرام فلکی تک اُڑ جانا ناممکن ہے (اور آسمان کا توسرے سے وجود ہی نہین)

(۷) مذہب کہتا ہے کہ خدا جسوقت چاہے کسی چیز کو پیدا کر سکتا ہے یعنی عدم محض سے وجود مین لا سکتا ہے اور جسوقت چاہے کسی چیز کو فنا کر سکتا ہے یعنی وجود سے عدم مین لا سکتا ہے

سائنس کہتا ہے کہ مادہ ازلی اور ابدی ہے نہ اسکو فنا ہے اور نہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا ہے۔

(۸) مذہب کہتا ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے

کمسٹری کی تحقیقات کے بموجب خاک کا جزو انسانی ہونا تو درکنار کوئی عنصر ہونا اور مثل آکسیجن ہائڈروجن کاربن وغیرہ کے کوئی مستقل وجود رکھنا نہین ثابت ہوتا۔

(۹) مذہب کی تعلیم ہے[2] کہ ایک وقت آئیگا جبکہ آسمان پھٹ جائیگا اور ستارے جھڑ پڑینگے (گویا آسمان ایک چھت ہے

علم ہیئت (اسٹرانومی) نے ثابت کر دیا ہے کہ آسمان کوئی مادی چیز نہین جس مین خرق و التیام ہو سکے اور نہ ستارے کہین جڑے

[1] زمانۂ حال کے ایک مشہور و مقتدر مسلمان عالم یعنی شمس العلماء مولانا نذیر احمد ال ال ڈی نے قران کی ایک آیت سے یہان تک استدلال کیا ہے کہ مرد کی قوت حافظہ عورت کے حافظہ سے پوری دوگنی ہوتی ہے -!!

[2] - قران مین متعدد آیات ایسی ملتی ہین جن مین آسمان کو مادی چیزون سے تشبیہ دی گئی ہے۔

جس مین ستارے بطور قمقمہ کے آویزان ہین) ہوے ہین جو گر پڑین گے۔

اسی ضمن مین ایک دوسری غلطی مولانا سے سائنس دان جماعت کے منصب وفرائض کے سمجھنے مین واقع ہوئی ہے۔ ہمارے علامہ فرماتے ہین کہ سائنس کے اساتذہ صرف عدم علم کا اعتراف کر لیتے ہین اس لئے اُس سے علم عدم کے معنی لینا غلط ہین۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اساتذہ سائنس محض عدم علم کا اعتراف نہین کرتے بلکہ عدم ثبوت وعدم یقین کے مدعی ہین وہ کہتے ہین کہ خدا کے ثبوت مین جسقدر دلائل مذہب پیش کرتا ہی وہ سب غیر مشفی (ملتفی) بخش ہین اور اُن سے ایک سائنٹسٹ کا اطمینان نہین ہو سکتا۔ خدا کے متعلق ایک مذہبی شخص کہتا ہے کہ ہم اسکے وجود پر دلائل قائم کرتے ہین اور اسکا ہونا ثابت کرتے ہین۔ ایک دہریہ کہتا ہے کہ ہم اسکے عدم وجود پر دلائل قائم کرتے ہین اور اُسکا نہ ہونا ثابت کرتے ہین۔ لیکن ایک ماہر سائنس کا مسلک ان دونون سے جداگانہ ہی وہ کہتا ہے کہ ہم لوگ اسوقت تک کسی عقیدہ کو تسلیم نہین کرتے جب تک کہ اُسکے ثبوت مین کافی شہادت نہ موجود ہو اور وہ تجربات کی بنا پر ثابت نہ ہو۔ اب وجود باری کا مسئلہ جو پیش کیا جاتا ہے اسکے عدم وجود پر چونکہ تجربہ کی شہادت کافی طور سے موجود نہین اس لئے ہم اِس سے قطعاً انکار بھی نہین کر سکتے باینہمہ اسکے تائید مین جو دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ سب غیر معقول ہین اس لئے ہمارا ذہن اسکے وجود کے متعلق ایک عدم یقین کی حالت مین ہے۔

بلاشبہ لفظ اگناسٹک کے لفظی معنی صرف نہ جاننے والے اور علم نہ رکھنے والے کے ہین لیکن سائنس کے اساتذہ نے اسکو جب کبھی اپنے نئے استعمال کیا ہے تو اسکے مفہوم مین "عدم یقین" کو بھی داخل کیا ہے۔ چنانچہ ذیل مین ہم اُس شخص کی شہادت نقل کرتے ہین جس نے پہلے پہل اس لفظ کو سائنٹفک جماعت کے لئے اختراع کیا اور جو انگلستان کے ماہرین سائنس کا مسلم الثبوت پیشوا تھا

پروفیسر ہکسلی[1] ایک مضمون مین جو مشہور انگریزی رسالہ "اُنیسوین صدی" مین "اگناسٹی سی ازم اور عیسائیت" کے عنوان سے شایع ہوا تھا حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

مین یہ بھی کہتا ہون کہ اگناسٹی سی ازم کو کسی منفی مذہب کا لقب نہین دیا جا سکتا اور دراصل وہ کسی قسم کا مذہب نہین کہا جاسکتا ہے بجز اسکے کہ وہ صرف ایسے اصول کی صحت کا یقین دلاتا ہے، جسکا تعلق جس قدر عقل سے ہے اسی قدر اخلاق سے بھی ہے۔

یہ اصول مختلف طرز سے بیان کیا جا سکتا ہے لیکن اُن کا خلاصہ اِن الفاظ مین ہو سکتا ہے:- انسان کے لئے یہ کہنا کہ وہ کسی دعوی کی واقعیت کا یقین رکھتا ہے تا وقتیکہ اسکے ثبوت مین اسکو کافی طور سے منطقی شہادت نہ ملے محض غلط ہے۔

اگناسٹی سی ازم کا یہی دعویٰ ہے اور اُسکے لئے صرف یہی ضروری ہے اگناسٹک جماعت جن اعتقاد سے انکار کرتی ہے اور جسکو وہ اخلاقی حیثیت سے جرم سمجھتی ہے یہ ہے کہ "آدمی کو اُن چیزون کا بھی یقین کرنا چاہیے جسکے ثبوت مین اسکو قابل اطمینان دلائل نہ ملین- اور یہ کہ اُنکو ایسے دعاوی کے نہ قبول کرنے پر ملامت کیا جائے"

.... جہان تک میری ذات کو تعلق ہے مین یہ بھی کہتا ہون کہ اگناسٹی سی ازم اگرچہ نہ مذہب ہے اور نہ ہو سکتا ہے تاہم اس (متذکرہ بالا) عام اصول پر عملدرآمد کا نتیجہ یا تو اُن چیزون کا انکار ہوتا ہے جن کے متعلق ہمارے ہم عصر مذہبی علم رکھنے والی جماعت یقین کامل کا اظہار کرتی ہے اور یا اُن کے متعلق کوئی راے نہین قائم کرتا ہوتی ہے" (دیکھو مجموعہ مضامین جلد پنجم)

غور کرو کہ ہکسلی نے ہر موقع پر بجاے علم کے یقین کا لفظ استعمال کیا ہے اور آخر مین اس راز سے بالکل پردہ اُٹھا دیا ہے۔

جیمس ہل جو علم النفس والقوی (سایکالوجی) کا مشہور عالم ہوا ہے اگرچہ ہیں اُسکا قائل

---

[1] ٹامس ہنری ہکسلی سال ولادت ۱۸۲۵ء وفات ۱۸۹۵ء قانون فلسفہ اور علم العلاج مین متعدد دیونیورسٹیون سے "ڈاکٹر" کی ڈگری پائی تھی انگلستان کی رائل سوسائیٹی کا ایک عرصتک صدر انجمن تھا- یورپ مین شاید ہی کوئی سائنٹیفک مجلس ہو جسکا ممبر وہ نہ ہو- انگلستان مین اس سے بڑھکر کوئی علم الحیات (بیالوجی) کا ماہر نہین پیدا ہوا-

تھا کہ حقایق اشیا کے متعلق انسان کو مطلق علم نہین ہوسکتا تاہم مذہب کے بارے مین سکوت یا تذبذب کی حالت مین نہ تھا بلکہ جیسا کہ اُسکا نامی گرامی فرزند اسٹوارٹ مل لکھتا ہے۔[۵۱]

"وہ یہ یقین کرنا غیر ممکن سمجھتا تھا کہ دنیا جو اسقدر برائیون سے لبریز ہے کسی ایک خالق کا جو غیر محدود طاقت اور کامل نیکی کا جامع ہو کام ہوسکتی ہے اسکی عقل ان دلائل کو حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی جنکی وجہ سے لوگ اس صریحی تناقض کو دیکھنے سے اندھے ہوگئے ہین .... وہ مذہب کو محض ایک عقلی غلطی ہونے کی وجہ سے نفرت کی نظر سے نہین دیکھتا تھا بلکہ اسکو اخلاقی حیثیت سے بھی مضر سمجھتا تھا"

خود جان مل بھی اپنی سوانح عمری مین لکھتا ہے کہ میرا نشو ونما مذہب کی جانب سے ایک عدم یقین کی حالت مین ہوا (مذہب سے ادھار پایا) وفات سے چند روز پہلے اُس نے جو مضامین مذہب کے متعلق تحریر کیے۔ جانتے ہو کہ اُن مین کیا تھا؟ کیا یہ تھا کہ مین مذہب کے متعلق۔ سکوت کی حالت مین ہون؟ نہین بلکہ اُس نے اُن تمام دلائل کی جو مذہب کی حمایت مین پیش کیے جاتے ہین تردید کی تھی اور ثابت کیا تھا کہ یہ تمام دلائل مغالطہ پر مبنی ہین (یہ مضامین کتاب کی شکل مین شایع ہوگئے ہین اور انکو دیکھکر ہر شخص خود اطمینان کرسکتا ہے)

مذکورہ بالا بیانات سے صاف انکار مذہب ظاہر ہوتا ہے لیکن ہمارا دعوی ہی کہ اگر اُن لوگون کے خیالات کی تحلیل کیجاے جو واقعی اپنی زبان سے صرف عدم علم کا اعتراف کرتے ہین تو اُنکو بھی چاروناچار اقراری کے دامن مین پناہ لینا پڑیگی مگر اس نتیجہ تک پہونچنے کے قبل مقدمات ذیل کو ذہن نشین کرلو۔

(۱) انسان کسی واقعہ کے متعلق بالکل خالی الذہن نہین رہ سکتا۔ اسکو جب کسی واقعہ کی اطلاع ملتی ہے تو اسکے اقرار یا انکار پر وہ ضرور کوئی راے قائم کرتا ہے۔ اگر وہ علم محسوسات پر مبنی ہوتا ہے اور ہمارے گذشتہ تجربات کے مطابق ہوتا ہے تو ہم اسکی صحت پر

[۵۱] جان اسٹوارٹ مل کی آٹو بیاگرافی" صفحہ ۲۳ جان اسٹوارٹ مل منطق فلسفہ اور پالیٹکس مین نہایت بلند پایہ مصنف ہوا ہے دنیا کے فلسفیون مین صرف یہی شخص تھا جسکی راے کا لحاظ ہربرٹ اسپنسر بھی کرتا تھا۔

بلا تامل یقین کر لیتے ہین - لیکن جسقدر کمی کے ساتھ اس مین یہ شرائط پائے جاتے ہین اسی نسبت سے وہ مرتبہ یقین سے گرا ہوا ہوتا ہے -

(۲) جب کسی واقعہ کے انکار و اقرار دونون پہلوؤن مین سے کسی جانب شہادت نہین ملتی تو ہمارے یقین کا رجحان اسکی عدم صحت کی جانب ہوتا ہے[۱] اور علی الخصوص جبکہ وہ واقعہ ہمارے تجربات و بدیہیات سے بعید ہو - اس اصول کی مثال خود ہمارے علامہ نے بھی ایک دلچسپ پیرایہ مین دی ہے جسکو ہم بجنسہ یہان پر درج کرتے ہین - مولانا فرماتے ہین[۲] کہ ہم روزمرہ کے تجربہ مین اسی اصول کے پابند ہین - فرض کرو ایک شئے ہے جس کے نہ وجود کی شہادت ہے نہ عدم کی تو ہمارا علم اسکی نسبت کس قسم کا ہوتا ہے ؟ ہم یہ نہین کہتے کہ ہم اس شے کے متعلق کچھ نہین جانتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ جہان تک ہمکو معلوم ہے یہ شئے موجود نہین - مثلاً یہ ممکن ہے کہ دنیا کے کسی حصہ مین ایسے آدمی ہون جنکے دو سر ہون ممکن ہے کہ ...... ایسے دریا ہون جن مین مچھلیون کے بجاے آدمی رہتے ہون مگر ہم ان چیزون کی نفی کا یقین رکھتے ہین کیون اسلئے کہ ان کے وجود کی کوئی شہادت موجود نہین -

ان دونون مقدمات کے تسلیم کرنے کے بعد یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ مذہب کے بارہ مین عدم علم کا اعتراف کرتے ہین ان کے یقین کا رجحان بھی اسی جانب ہوتا ہے کہ مذہب کی صحت ثابت نہین -

اب جبکہ یورپ کے اساتذۂ فن کے بیانات سے ثابت ہو چکا کہ وہ لوگ مذہب کے منکر ہین اور جبکہ یہ بھی مسلّم ہو چکا کہ جو لوگ عدم علم کے معترف ہین انکا طبعی رجحان بھی

---

[۱] انگریزی منطق کا امام ڈاکٹر بین مندرجہ ذیل کلیہ کو اصول یقین قرار دیتا ہے "کسی امر کے وقوع کے دعوے کو جسکی تائید یا تردید مین کسی قسم کی شہادت موجود نہین ہے غلط قرار دینا چاہیئے" (پروفیسر موصوف کی منطق استقرائی جلد ۲ صفحہ ۱۵۲) [۲] الکلام صفحہ ۴۲ -

دراصل انکار کی جانب ہے تو ایک مرتبہ پھر علامہ کے اس قول پر نظر ڈالو کہ ماہرین فن کی رای مذہب کے مخالف نہین بلکہ یہ بعض کم درجہ کے مادئین ہین جنکی ملمع کاریون نے ہمارے ملک کے نوجوانون کی آنکھون کو خیرہ کر رکھا ہے"!!! جس قوم کے علامہ مصنفین ہکسلی ہِل[1] بوشنر[2] ویرشو[3] کو کم درجہ کے مادئین قرار دین اور کیس فیلمرین[4] کی راے کو ماہرین فن کا قائمقام تسلیم کرین۔ اسکی دماغی حالت کی اصلاح کون کرسکتا ہے؟

غالب سوختہ جان را چہ بگفتار آری
بدیارے کہ ندانند نظیری ز قتیل

مذہب و سائنس کے ان ہی اختلافات کو پیش نظر رکھکر اور پھر ان دونون کی گذشتہ تاریخ پر لحاظ رکھکر یہ امید کرنا بجا نہین کہ مذہب اب چندروز دہمان ہے اور جسطرح آفتاب علم کے سامنے توہمات کی تاریکی دور ہوتی جاتی ہے اسیطرح جیون جیون سائنس کی تعلیم عام ہوتی جائیگی اسی نسبت سے مذہب کا اثر بھی زائل ہوتا جائیگا۔ انگلستان کا ایک مصنف جیمس کا ٹرماڈیسن لکھتا ہے کہ مذہب عیسوی کی بنیاد اسقدر متزلزل ہوگئی ہے کہ اسکے قیام کی کوئی معقول امید نہین معلوم ہوتی[5]۔ لیکن ہمارے خیال مین یہ ریمارک آج دنیا کے تمام مذاہب پر صادق آتا ہے۔

لیکن تحریر بالا کی بنا پر اگیناسٹی سی ازم اور دہریت کو مرادف ہرگز نہ قرار دینا چاہیئے حاشا یہ ہمارا منشا نہین۔ اگیناسٹک کے نزدیک ایک دہریہ بھی حقیقت سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ ایک سخت پابند مذہب اسکے میزان خیال مین مذہب و دہریت دونون مساوی وزن رکھتے ہین۔ جس طرح سے حامیان مذہب بغیر کافی شہادت کے یہ فرض کر لیتے ہین کہ وجود عالم کی ایک علت فاعلی ہے جو اسکی خالق ہے قادر مطلق ہے عالم الغیب ہے اور جو ہر شے کی

---

[1] جرمنی کا نہایت مستند محقق [2] جرمنی کا نہایت مشہور عالم فزیالوجی کا ماہر۔ [3] انیسوین صدی مین علم الامراض (پیتھالوجی) کا سب سے بڑا عالم اور علم الانسان (انتھراپالوجی) کا ماہر [4] فرانس کا ایک ہیئت دان"

[5] خدمت انسان صفحہ ۱۵ مطبوعہ واٹس اینڈ کو

مسبّب ہے مگر خود بلا سبب ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح دہریہ بھی کسی معقول استدلال کے بغیر یہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ عالم بلا کسی علت کے خود بخود قائم ہے! لیکن اگنا سٹک کی راے مین یہ دونون عقائد سطحی احتمالات سے زیادہ وقعت نہین رکھتے اور وہ دونون کی نسبت عدم یقین کا اظہار کرتا ہے ۔

درحقیقت مذہب کی بنیاد اسوقت سے پڑتی ہے جبکہ انسان اپنے گرد وپیش کے واقعات وحادثات کو تجسس وتفحص کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے وہ غور کرتا ہے کہ دنیا مین ہر لحظہ جو تغیرات ہوا کرتے ہین اِن کے علل واسباب کا سلسلہ آخر کہین ختم ہوتا ہے ؟ اگر ہوتا ہے تو کہان اور کیونکر؟ اس کے دل مین یہ خود بخود سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان عالم کی ابتدائی حالت کیا تھی؟ اسی قسم کے سوالات کے جواب پر مذہب کی بنیاد پڑتی ہے - اسکے ساتھ ہی انسان کو یہ بھی نظر آتا ہے کہ دنیا مین ہر تغیر کسی دوسرے تغیر کا محتاج ہوتا ہے اور ہر نیا واقعہ کسی نہ کسی واقعہ سابقہ سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ علت ومعلول کا باہمی رشتہ تمام نظام عالم مین پایا جاتا ہے اپنے اسی روزمرہ کے مشاہدہ وتجربہ کو اپنی آیندہ تحقیقات کا سنگ بنیاد قرار دیکر وہ اپنی عقلی عمارت کھڑی کرنا چاہتا ہے اور اسی اصول اولین کی بناپر وہ وجود عالم کے متعلق کسی تھیوری کے قایم کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن یہان پہونچکر جو راے وہ قائم کرتا ہے وہ اسکے سابقہ تجربات ومشاہدات کے مخالف ومنافی ہوتی ہے اور ان کے درمیان مطابقت دینے کے لئے اُسکی تمام کوشش بے سود ثابت ہوتی ہے! بلکہ اس راز کے انکشاف مین جسقدر زیادہ موشگافی کی جاتی ہے اسی نسبت سے یہ عقدہ اور زیادہ پیچیدہ ہوتا جاتا ہے اور مذہبی جماعات طفلانہ احتمالات کو بناے یقین قرار دیتی ہین -

چون نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

وجود عالم کے متعلق جو رائین قائم کی جاتی ہین ان مین سے دو خاصکر

قابل الذکر ہین [۵۱]:-

(۱) ایک یہ کہ عالم ابتداءً معدوم محض تھا اور اسکی خلقت ایک ہستی مطلق کی قوت ارادی کی وجہ سے ہوئی ہے جسکی قوت علم وعقل لاانتہا ہے جسکو کبھی فنا نہین اور جو اپنے وجود کے لئے کسی دوسری علت کی محتاج نہین اہل مذاہب عموماً اسی شق کو اختیار کرتے ہین

(۲) دوسرے یہ کہ یہ عالم کسی کا مخلوق نہین - بلکہ کسی علت کا معلول نہین اور بذات خود ہمیشہ سے قایم ہے - اس راے کو صحیح تسلیم کرنے والے دہریہ کے لقب سے مشہور ہین -

اول الذکر احتمال کی تائید مین جو ظاہر فریب دلائل پیش کئے جاتے ہین انکی مفصل تنقید آیندہ نمبرون مین آیگی لیکن سردست ہم صرف اتنا بتانا چاہتے ہین کہ مادہ عالم کا عدم محض سے وجود مین آنا ہمارے تجربات ومشاہدات کے منافی ہے [۵۲] - لیکن اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مادہ عالم کی خلقت کے قبل کیا خلا بھی نہ تھا اگر تھا تو اسکا وجود کیونکر ہوا؟ اور اگر اسکا جواب نفی مین دیا جاسے تو کیا عدم خلا کا تصور کسی انسانی دماغ مین آسکتا ہے؟ ان سوالات سے قطع نظر کرکے سب سے اہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس "ہستی مطلق" کی علت کیا ہے؟ اگر اسکے وجود کو علت ومعلول کے سلسلے

[۵۱] - ان دو شقون کے علاوہ اور بھی بعض احتمالات وجود عالم کے متعلق فرض کئے جاتے ہین - مثلاً صوفیون کا مسئلہ ہمہ اوست وحدت وجود وغیرہ لیکن چونکہ اسوقت ہمارا روے سخن صوفیون کی جانب نہین ہے اسلئے ہم ان کے عقائد سے قطع نظر کرتے ہین -

[۵۲] ہمارے ایک لایق عربی دان دوست اس اعتراض سے بچنے کے لئے یہ کہا کرتے ہین کہ الفاظ قرآن سے مادہ کا حدوث نہین ثابت ہوتا بلکہ قرآن اس مفہوم کا بھی محتمل ہے کہ مادہ عالم ہمیشہ سے موجود تھا خدا نے صرف ترکیب دیکر یہ صورت پیدا کردی - خود علامہ شبلی بھی قدامت مادہ کے قائل ہین اور بعض مسلمان حکماے سلف بھی (جس مین غالباً ابن رشد بھی شامل ہو) ان کے ہم زبان ہین - لیکن اس تاویل پر ہمارا اعتراض بدستور قائم رہتا ہے آخر مادہ عالم کی ترکیب دینے والے اور اسکی صورت قایم کرنے والے کا وجود کیونکر ہوا؟ اور اسکی کیا علت ہے؟

مستثنیٰ سمجھا جائے تو یہ بھی بدیہیات کے خلاف ہے۔

اگر شق ... تسلیم کیا جائے تو بھی ایسی ہی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے اسکے ماننے سے یہ ماننا لازم آتا ہے کہ دنیا کی ابتدا کسی زمانہ مین نہین ہوئی بلکہ ایک غیر محدود زمانہ سے قائم ہے لیکن ہم دریافت کرتے ہین کہ کیا ہمارے دماغ مین کسی غیر محدود زمانۂ ماضی کا تصور پیدا ہو سکتا ہے ؟ لیکن اگر یہ فرض محال ہم تسلیم کر لین کہ ہمارے دماغ مین سلسلہ نا متناہی کا تصور سما سکتا ہے تو بھی ایسا عقیدہ ہمارے پچھلے تجربات کے منافی ہے ہمارا مشاہدہ تو یہ کہتا ہے کہ ہر تغیر معلول ہے کسی تغیر سابقہ کا ؟ مگر دہریہ کہتا ہے کہ اسوقت تک تغیرات عالم مجموعی حیثیت سے کسی علت کے ساتھ وابستہ نہین !! اس سے قطع نظر کر کے یہ دیکھو کہ کیا اس جواب سے ہماری کچھ بھی تسکین ہوتی ہے ؟ کیا اس سے راز عالم کی گتھی کے سلجھنے مین مدد ملتی ہے ؟ ہمارا سوال یہ تھا کہ عالم کا وجود کیونکر ہوا ؟ اسکے جواب مین کہا جاتا ہے کہ یہ آج سے نہین بلکہ ہمیشہ سے قائم ہے۔ غور کرو کہ کیا اس جواب مین معقولیت کا کوئی بھی حصہ شامل ہے !!

ان ہی وجوہ کی بنا پر ایک سائنس دان ایگناسٹک مذہب اور دہریت دونون کو پایۂ معقولیت سے گرا ہوا اور غیر تشفی بخش قرار دیتا ہے وہ اگرچہ مذہب کا صاف صاف منکر ہے لیکن اسکے ساتھ ہی دہریت سے بھی متنفر ہے وہ بجائے کسی فرضی و غیر معقول احتمال کے تسلیم کرنے کے اپنے عقلی عجز و نارسائی کا اعتراف بدرجہا بہتر جانتا ہے وہ علانیہ کہتا ہے کہ ہمارے قوائے عقلی اسقدر قوی نہین کہ اس مادی عالم سے خارج کسی ہستی کی حقیقت دریافت کر سکین ہربرٹ اسپنسر کی رائے کے مطابق ممکن ہے کہ کسی غیر مادی ہستی کا وجود ہو لیکن ہمارے سامنے اسکی تائید مین جسقدر دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ سب غیر معقول ہین۔ اس لئے ایک جانب تو ہم ان تمام پیش کردہ رایون کی صحت سے انکار کرتے ہین اور دوسری جانب اس ما فوق العقل ہستی کے متعلق اپنی جانب سے کسی قسم کی رائے

قائم کرنے سے ساکت رہتے ہین۔

عرفی شیرازی نے مذہب والون کی نسبت کسقدر سچ کہا ہے۔

آنان کہ وصف حسن تو تقریر می کنند
خواب ندیدہ راہمہ تعبیر می کنند

راقم

"مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز"

بقلم ایک طالب علم

غزل

کچھ تجھکو یہ خیال بھی ہے مشق ناز مین
پامال کون ہوگیا اس ترکتاز مین

کچھ کھل گئے ہین بند قبا خواب ناز مین
نقد وصال ہے گرہ نسیم باز مین

نیچی نظر ہے شرم کی اونچی ہے قہر کی
بچتا نہین شکار نشیب و فراز مین

دل لیکے بھول جانے کی عادت ہے آپکو
اب کے گرہ لگا ہے زلف دراز مین

بے پردہ ہوگیا ہے تجلی سے حسن یار
ہے طاقت نگاہ کسی دیدہ باز مین

تیری زبان سے آگ لگی شمع انجمن
میری زبان کو دخل نہین میرے راز مین

پردہ مین نغمہ زن ہے تو دھوکا ہی رنگ کا
ہے جسم مین یہ روح کہ آہنگ ساز مین

کہتی تھی آج شمع سحر مجھکو دیکھکر
جیتے ہو کس طرح سے غم جان گداز مین

اس بحر پر خطر مین ہون مین جسکی موج سے
ڈر کر ہوا سوار تلاطم جہاز مین

وہ صید پر شکستہ ہون پائی ہے پرورش
مین نے ہوائے بال و پر شاہباز مین

خالی نہین فریب سے عیش اس جہان کا
ساغر شراب کا ہے کف شیشہ باز مین

پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح
الجھا کے رشتہ ہائے امید دراز مین

علی حیدر طباطبائی لکھنوی

فغان بسمل

نہ قابو مین سہے دل میرا نہ بس مین ہو زبان میری
معاف اے ضبط اب معذور ہے تاب بیان میری

بجاے داغ خون دامن مین ہین آتش کے پرکالے
ہوئی ہے آتش افشان آج چشم خونفشان میری

دفور اشک مین آہو نسے چشم باد بانی ہے
عجب منجدھار مین ہے کشتی عمر روان میری

میری تقدیر مین وارفتگی تھی اور بربادی
ہوئی اک مشت خاک آخر غبار کاروان میری

تمناؤن کا دل مین اور دل کا خون ہے آنکھون مین
بیان کن سرخیونسے ہو رہی ہے داستان میری

مجھے ہر ہر قدم پر دوری منزل کا رونا ہے
ہم آہنگ جرس ہے شورش طرز فغان میری

بتا کوئی سبیل اے خضر مرگ ناگہانی کی
رہین سخت جانی ہے حیات جاودان میری

جگاتا ہے مجھے خواب عدم سے بخت خفتہ کو
صداے صور محشر ہے الٰہی ہر فغان میری

مٹون خود یا مٹا دون حسرت و حرمان کی ہستی کو
کہ ایسی زندگی اک داغ ہے انسان کی ہستی کو

رہی جس قوم مین تاب عمل روح روان ہوکر
دکھایا اس نے سکان زمین کو آسمان ہوکر

یہ وہ طاقت ہے جس سے بادشاہ مصر کہلایا
وہی یوسف جو آیا تھا غلام کاروان ہوکر

پشیمانی ہے ہمکو آہ اس بے دست و پائی سے
کہ غفلت نے دبایا ہے ہمین خواب گران ہوکر

نہ گرد راہ بنکر ساتھ پہونچے جانیوالون کے
رہے منزل مین پیچھے نقش پاے کاروان ہوکر

گئے آگے نکل وہ ہم سفر جو ہم سے پیچھے تھے
تن آسانی پڑی پاؤن مین اپنی بیڑیان ہوکر

متاع خانہ لوٹا سامنے قزاق دوران نے
خموشی نے نہ کچھ کہنے دیا مُہر دہان ہوکر

حریفون نے کیا رنگین ملک تمدن کو
مٹے ہم صفحۂ ہستی سے بے نام و نشان ہوکر

کئے حاصل ہم آہنگوں نے تمغۂ نیکنامی کے
کیا اک نام پیدا ہم نے رسواے جہان ہوکر

سیہ خانے جو تھے سب بنگئے ہین نور کے بقعے
ہماری شمع کا رنگ اڑ گیا آخر دھوان ہوکر

کوئی چارہ نہین اب سوز غمہائے نہانی کا
فقط یہ ہو کہ لین ہم آنسوؤن سے کام پانی کا

الٰہی دیکھتے ہین شان ہم تیری خدائی کی
بجز ون کے واسطے بھی ہو کوئی صورت بھلائی کی

دعا کی تو رسائی ہو تری درگاہ تک آخر
نہین کچھ غم جو بخت نارسا نے نارسائی کی

خدایا بس ترے در پر ہو اب فرق نیاز اپنا
بتون کے آستانون پر بہت دن جبہہ سائی کی

لگا دے پار خود اپنے کرم سے قوم کا بیڑا
خداوندا دکھا دے شان اپنی ناخدائی کی

برے ہین یا بھلے ہین امت خیر الوریٰ ہین ہم
سفارش ہو یہی نسبت جناب مصطفائی کی

خلیلؑ و آدمؑ و ایوبؑ کے مطلب آئے تھے
اب اس مشکل کو بھی امید ہو مشکلکشائی کی

ترقی پر ہو میدان عمل کی دوڑ مین حاصل
جگہ لے پھر قبائے خسروی دلق گدائی کی

جھلک ہو قرن اولیٰ کی ہویدا قرن آخر مین
کہ ہے مشہور نسبت ابتدائی انتہائی کی

فقط بسمل نہین اک شوکت اسلام کا طالب
یہی ہو آرزو ہر ایک مذہب کے فدائی کی

نہ حسرت آفرین کی ہو نہ تحسین کی تمنا ہے
دعا کے ختم پر اے قوم آمین کی تمنا ہے

عبدالحکیم بسمل

مقدس گنگا

اے ہندوستان کی سب سے مقدس اور پاک ندی۔ اے دلفریب اور دلستان ادا سے بہنے والی ندی۔ اے صبح بنارس کا سمان دکھانے والی ندی تو کچھ اپنے حالات تو بتا سیاح اپنے سفر کے حالات بتاتے ہین مگر تو جو دائمی سیاح ہے کیون زبان بے زبانی اختیار کئے ہوئے ہو۔

تیری داستان دلچسپ ہے۔ تیرے حالات بامزہ ہین تیرے جمال جہان آرا کی زیارت پاک ہندو دھرم کے ماننے والے لوگون کو ایک آن کی آن مین گناہون سے پاک

کرتی ہے - اور جنت الفردوس مین جسکو وہ لوگ اپنی زبان مین "سورگ" کہتے ہین پہونچاتی ہے -

تیری سطح پر آفتاب جہان تاب کی کرنین کسی کی پر افشان پیشانی کی یاد دلاتی ہین - تیری لہرون پر کسی کی زلف کا دھوکا ہوتا ہے - اور تیری چمک پر کسی کے رخسار تابان کا نقشہ سامنے آجاتا ہے - تو کبھی ہماری پالن ہار رہی ہے تو کبھی تونے ہمکو بحر فنا مین ڈبو دیا ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ تجھکو لوگون نے ذات الوا‌ط بنا دیا مگر ہم تو اسپر بھی تیری خوبیون کے قائل ہین -

اے مقدس اور اے پاک ندی ہمکو وہ زمانہ یاد ہے جبکہ سگر راجہ نے جسکے ساٹھ ہزار لڑکے تھے یگ کیا تھا اور اِندر اسکا گھوڑا پاتال مین لیگیا اور اُسکی تلاش مین ساٹھون ہزار لڑکے زمین کھودنے لگے تھے - اور اُس سے ایک گڈھا پیدا ہو گیا تھا - جسکو اب ساگر یا سمندر کہتے ہین اوسمین جو لڑائی ہوئی تھی اور یہ ساٹھون ہزار مارے گئے تھے جنکی مکتی کی فکر بھاگرت کو پیدا ہوئی تھی اور اسی وجہ سے وہ تجھکو اے مقدس ندی ہمالیہ سے لایا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اُس قرب و جوار مین تیرا نام بھاگی رتی بھی ہے - تو سورگ (فردوس برین) سے آئی ہے اسلئے تجھکو دیوتا ندی بھی کہتے ہین اور وہان سے اگر تو شیوجی کی جٹا سے نکلی ہے اور وہان سے ہمالیہ کا چکر کاٹکر تو اس ملک مین نمودار ہوئی ہے - اے ہندوستان کی ساری ندیون سے مقدس ندی اگر تو آج خشک ہو جائے تو قیامت نمودار ہو جائیگی - اصلی قیامت چاہے آئے یا نہ آئے یا کل کا وعدہ کرے مگر زندہ قیامت ضرور آ جائیگی - جن زمینون کی رکشا اور پرورش تو کرتی ہے اور جنکے دل تونے ہاتھ مین لے رکھے ہین وہ مرجائینگی اور اُسیوقت واذالبحار سجرت کا نمونہ ہو جائے گا -

ہردوار مین ہڑکی پیڑیان اور کشنا گھاٹ علی گڈھ کے پاس راج گھاٹ فرخ آباد کے پاس سوسون گھاٹ اور بنارس مین منی کرنیکا گھاٹ تیرے تقدس کی آج تک

یادگارین ہین -

اے مقدس اور پاک ندی ہندوستان کا مشہور شاعر جگناتھ کبھی تیرے لئے اپنی کتاب گنگا ہری مین کہتا ہے کہ " اے گنگا مہارانی جبکہ رانیان اپنے بدن مین چندن اور کستوری لگاکر تجھ مین نہاتی ہین تو جن بر تون کی کستوری اُن کے بدن مین لگی ہوتی ہے وہ بھی تیرے پاک جل کی بدولت چتر بھج روپ دہان کرکے سیدھے سورگ مین چلی جاتی ہین اللہ اللہ کیا تیری شان رحمت ہے -

نظر لطف سے دیکھے گی جنھین تو یکبار
مستحق خلد کے ہو جائینگے سارے سقری

اے مقدس ندی تیرے کنار عاطفت مین مرنا جنت کے داخلہ کا پروانہ ہے اور اسی لئے جو ہندو چوتھے آشرم مین آجاتے ہین وہ وہین عبادت کرتے کرتے رہ جاتے ہین -

تیرے آغوش عاطفت مین ہڈیان آجتک ڈالی جاتی ہین جسمین سب سے زیادہ دانت اور گھٹنے کی ہڈیان ہوتی ہین جنکو اصطلاح عام مین پھول کہتے ہین - اور انھین پھولون کی دیکھا دیکھی تیرے ماننے والون کے ہمنشینون نے سچ مچ کے پھول ایجاد کرلئے ہین - جو شخص تیرا پانی رامے شرم مین چڑھاتا ہے وہ شیولوک مین بلا روک ٹوک داخل ہوجاتا ہے اور یہی راجون کے راجہ مہاراجہ سری رامچندرجی کی نصیحت ہے - ہندؤن مین جسقدر پاک رسوم ادا کی جاتی ہین اسمین تیرا پاک پانی استعمال کرنا ضروری ہے تیرے ہی پانی سے کریاکرم ہوتا ہے اور تیرے ہی نام اور تیرے پانی سے حلف اٹھایا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ ہندؤن کے لئے تیرا پانی آب زمزم کے برابر ہے چاہے ڈاکٹر دونون کو مرکری لوشن کے برابر نہ خیال کرین -

اے مقدس اور پاک ندی تیرے اسقدر احسانات ہین کہ اُنکا بیان کرنا مشکل ہے مگر اسپر بھی تیرے ملک کے رہنے والے اور تجھسے ثواب اُخروی حاصل کرنے والے تجھسے بے خبر - مسلمان تو شاید ہی جانتے ہونگے کہ تو کیا ہے مگر سچ یہ ہے کہ ہندو بھی بے خبر ہین

تو اسقدر مقدس ہے کہ جہان تو نہین تو تیرے عاشقون اور شیدائیون نے تیرے
نام پر اور دریاؤن کے نام رکھ لئے ہین اور انکو تیرا ظل یا بروز خیال کرتے ہین ۔
اے مقدس اور پاک ندی آج تیرے حالات یہ خادم پبلک مین پیش کرتا ہے
اگرچہ مین تیرے عقیدت مندون مین نہین ہون مگر خدا کا حکم ہے کہ لا تسبوا الذین یدعون
من دون اللہ عدواً بغیر علم اسلئے تیرا ادب کرتا ہون اور ادب سے ذکر۔ کاش
اور مذہب والے اسکی تقلید کرین تو مذہبی فسادات اُٹھ جائین ۔

یہ مبارک اور مقدس ندی جسپر صوبہ جات متحدہ کے لوگ جسقدر ناز کرین کم ہے
ہمالیہ پہاڑ سے نکلی ہے اور سب سے پہلے ریاست گڑہوال کو اپنا مرہون منت بنایا اور
پندرہ سو میل کا سفر طے کرکے خلیج بنگالہ نامی ساگر سے ہم آغوش ہوگئی ہے ۔ مقدس مقام
گنگوتری کے پاس ایک برف سے ڈہکا ہوا کھوہ ہے وہان سے نکلی ہے جو ساگر کے
سطح سے دس ہزار تین سو فٹ بلند ہے شروع مین جہاری جو شمال مغرب سے
آتی ہے اور الک نندا دونون دیو پراگ پر ملتی ہین اسکے بعد یہ گنگا کے مقدس اور
پیارے نام سے یاد کیجاتی ہی اور یہ مقام نہایت مقدس مانا جاتا ہی اور اسیطرح گنگوتری
بھی۔ سکھی مقام پر یہ ہمالیہ سے نکل آتی ہے اور جنوب اور مغرب کی طرف اسکا رُخ ہوجاتا
ہے اور ہردوار مین نمودار ہو جاتی ہے۔ دیرہ دون سہارنپور۔ مظفر نگر۔ بلند شہر۔
فرخ آباد کا نپور مین ہوتی ہوئی یہ آگے روانہ ہوتی ہے۔ یہان تک نہ تو اسکا زیادہ جوش
وخروش ہے اور نہ اسمین پانی کی کثرت ہے۔ صرف گرمیون مین جبکہ برف گھلتی ہی یا برسات
ہوتی ہے تو اسکا بھی پانی بڑھتا ہے۔ الہ آباد مین اس سے اسکی بہن جمنا ہم آغوش ہوجاتی
ہے پھر یہ دونون اپنا سفر شروع کرتی اور مشرق کی طرف اپنا رُخ کرتی ہین اور پھر جنوب
اور مشرق کی طرف رُخ ہوجاتا ہی اور اس سفر مین گھاگرا (جو اجودھیا جی سے متبرک
مقام مین شام اودھ کا لطف دکھاتا ہی) اور گومتی معانقہ کرتی ہین ۔

الہ آباد مین جس متبرک مقام پر یہ دونون مقدس ندیان ہم آغوش ہوتی ہین وہ بہت مقدس ہے اور اسکو پراگ کہتے ہین جہان لاکھون زائرین ہر سال جمع ہوتے ہین۔ پھر بنارس مین ہوکر یہ بہار کے لوگون کو اپنے جمال جہان آرا کی زیارت کراتی ہے جہان سون ندی اس سے آکر ملتی ہے پھر پٹنہ کے لوگون کو اپنا دیدار دکھاتی ہے اور یہان نیپال والی گنڈک اسکے قدم لیتی ہے اور راج محل تک پہونچ جانے پر اسکا رخ جنوب کی طرف ہو جاتا ہے اور غور کی تباہ حالت پر غور کرنے لگتی ہے۔ یہان سے سمندر صرف دوسو چالیس میل رہ جاتا ہے بیس میل اور چلتی اور پھر اسکے چشمہ فیض جاری ہوتی ہین اور یہی اوس ڈلٹا کی ابتدا ہے جو خلیج بنگالہ کے دہانے پر ہے جو بخط مستقیم دوسو میل ہے اور پیچدار راستہ کے لحاظ سے تین سو میل۔

اس مقدس ندی کا خاص دہارا اس مقام سے پدنا یا پدا کہلاتا ہے اور جنوبی شرقی سمت کو رخ کرتا ہوا بہا کرتا ہے اور بہتا ہوتا ہوا گولنڈوا پہونچ جاتا ہے اور یہین پر جمونا آکر اس سے بغل گیر ہوتا ہے جو خود برہم پترا کا خاص دہارا ہے اور ان ہر دو کا مجموعہ خلیج بنگالہ سے مل جاتا ہے۔

جس مقام پر ڈلٹا بنا ہے اسکے اوپر کے زاویہ پر مرشد آباد۔ ندیا۔ جے سور اور ۲۴ پرگنے کے اضلاع ہین۔ اور بیس میل پر ایک جنگل ہے جسکو سندر بن کہتے ہین۔ اور اسمین سے ہوکر بہت باریک دہارے گذرتے ہین۔ اسکو سندر بن اسلئے کہتے ہین کہ اسمین سندری کے درخت اُگے ہوے ہین ہگلی بھی دراصل یہی مقدس ندی ہے اور تجارت کے لئے بہت مفید اور وہان سے نوے میل تک چلی گئی ہے۔

اس مقدس ندی کے "کیچمنٹ بےسن" کا رقبہ چار لاکھ بیس ہزار چار سو اسی میل مربع ہے۔

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس مقدس ندی کی لمبائی پندرہ سو چالیس میل ہے۔ راج محل پر پانی کی رفتار تیرہ لاکھ پچاس ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے مگر بزمانہ طغیانی دہانہ پر چوڑائی بیس میل ہے۔ خشک موسم مین اسکا پاٹ سوا میل سے سوا دو میل تک ہے اور گہرائی خشک موسم مین دس گز تک ہے۔

پانی کی رفتار بزمانہ طغیانی اٹھارہ لاکھ مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے معمولی حالت مین دو لاکھ سات ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے۔

۔ اسمین طغیانی جب آتی ہے تو زیادہ سے زیادہ چالیس یوم تک رہا کرتی ہے الہ اباد سے بنارس تک یہ ندی ۶ انچ فی میل نشیب مین ہو گئی ہے اور بنارس سے کلکتہ تک چار یا پانچ انچ فی میل ہے اور کلکتہ سے سمندر تک ایک یا دو انچ فی میل

جب کبھی اس مقدس ندی کو لوگون پر غصہ آیا ہے تو اسنے عذاب کا رنگ بھی پکڑ لیا ہے اور لوگ اگر آل فرعون کے مثل ہوگئے ہین تو یہ ندی دریائے نیل کا بروز بن گئی ہے اور "واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون" کی حالت پیدا ہو گئی ہے اور اسی وجہ سے جنوبی بنگال مین کوئی عمارت اسکے قرب وجوار مین نہین بنائی جاتی۔

اسکے ساتھ ہی گنگوتری کے حالات بیان کرنا بے موقع نہ ہون گے یہ بھی ریاست گڑہوال مین ہے اور گنگا سی مقدس ندی پر واقع ہے اور اس مقام پر گنگا محض پندرہ بیس گز چوڑی ہے اور تین فٹ گہری۔ یہان آٹھ یا دس فیٹ اونچا ایک مندر ہے اسمین دو مورتین ہین۔ ایک گنگا کی ایک بھاگرتی کی۔

یہان پر دریا کو تین حصون پر تقسیم کیا ہے۔ ایک برہما کے نام پر نذر ہے۔ دوسرا دیشنو کے نام پر اور تیسرا شیوجی کے نام پر۔ یہ مندر دس ہزار تین سو اونیس فیٹ سطح سمندر سے بلند ہے اور طول البلد ۲۸ درجہ ۵۹ دقیقہ ہے اور عرض البلد ۳۰ درجہ ۵۹ دقیقہ ہے۔

محمد عمر جذب

گل و بلبل

آرائش چمن ہے حسن و جمال میرا — محبوبیت کی جان ہے غنج و دلال میرا
سوز یوروں کا زیور کی مری سادگی ہے — بے خط و خال ہونا ہے خط و خال میرا
خاکی گھر ہوں لیکن کیفیت میں نپوچھو — جام جہان نما ہے جام سفال میرا
مجھ میں ہیں آشکارا حسن ازل کے جلوے — دفتر ہے معرفت کا مضمون حال میرا
لکھتے ہیں مجھکو شاعر کیوں گوش بے سماعت — باد صبا سے پوچھو کچھ وجد و حال میرا
شمشاد پا بگل ہیں اور پیچ و خم میں سنبل — پھیلا ہوا ہے ہر سو گلشن میں جال میرا
فصل بہار گویا میرا ہی ایک تبسم — موسم ہر جو خزان کا ہے اک ملال میرا
نرگس کی آنکھ مجھپر ہر دم لگی ہوئی ہے — بنیا وہی ہے جو ہے محو جمال میرا
سوسن کی دس زبانیں مصروف ہیں ثنا میں — ورد طیور گلشن ہے ذکر جمال میرا

در محفل بہاران شمع جگر گدازم
اے چون کلم بخوانی آگہ نہ ز رازم

گل نے کہا یہان تک جب اپنی داستان کو — بلبل نے بھی اٹھایا پھر سر پہ بوستان کو
بولی کسے سناؤں میں کون ہوں کہاں ہوں — پیدا کروں کہاں سے ہمراز و ہمزبان کو
کیونکر بتاؤں کیا کیا صدمے پہونچ رہے ہیں — گلچین سے گلستان کو بجلی سے آشیان کو
غش دل گلاب پر ہی لالہ سے خون جگر ہے — آشوب کسقدر ہے اک جان ناتوان کو
مجھکو پڑی ہوئی ہے پھولونکی گلستان کی — میری پڑی ہوئی ہے صیاد و باغبان کو
گھر کر لیا ہے دل میں جسدن سے عشق گل نے — ہے کام لخت دل سے بس چشم خونفشان کو
گلہائے اشک خون سے آخر سراغ نکلا — دلمیں چھپا رکھا تھا جس شاخ ارغوان کو
اک برق آسمان کی اک قہر باغبان کا — کس کس سے میں بچاؤں خاشاک آشیان کو

از عافیت در ینجا گاہے نشان ندیدم
بر ہیچ شاخسارے کنج امان ندیدم

ملک محی الدین احمد قمر

لیڈیز کانفرنس کی ضرورت

سید امین الحسن رضوی نے جو تحریک اپنے مضمون مین پیش کی ہے ہم اسکو ناظرین کی خدمت مین پیش کرتے ہین - النظام کے صفحات نہایت مسرت سے زمانہ موافق و مخالف ہر پہلو پر غور کرکے لکھنے والون کے واسطے وقف ہین ہم امید کرتے ہین کہ بزرگان قوم جنکو تعلیم نسوان کے اہم مسئلہ سے دلچسپی ہے - اپنی قیمتی رایون کا اس خاص تجویز پر اظہار فرماینگے -

ترقی تعلیم نسوان کے بہی خواہون کو یہ محسوس کرکے بہت مسرت ہوتی ہے کہ تقریباً اکثر نامور حصص ہندوستان کی عورتین تعلیمی معاملات مین غور و فکر کی عادی ہو چلی ہین - مضامین کے ذریعہ سے تبادلہ خیالات مین مشاقی پیدا ہو رہی ہے عورتون کے مخصوص پرچے ملک کی اس اہم ضرورت کو بتدریج پورا کرتے جاتے ہین - عورتون مین یہ مفید امنگ کچھ زیادہ دن نہین ہوئے کہ پیدا ہوئی ہے اور رہنمایان قوم نے تھوڑا ہی زمانہ گذرا کہ شد و مد سے قوم کی ابتری اور کاواک نشو و نما کو محسوس کرکے اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت اور تبادلہ خیالات کے مفید ذریعے عورتون کے لئے ضروری اور اشد ضروری ظاہر کئے ہین - مدبران مصالح قومی کو مردون مین اعلیٰ تعلیم اور جامع تربیت کے نشو و نما مین کچھ ایسی ناگزیر دقت پیش آئی کہ عورتون کو گمنامی سے نکالنے "اور حجاب اکبر" کے بیش بہا جواہر کی طرف تحریص دینے کیلئے توجہ کرنا پڑی جہان تک مین سمجھتا ہون تیر بہدف تدابیر اصلاح قومی مین مایوسی اور سب جتن پورے کرنے کی تھکن اسکا باعث ہوئی خادمان قوم نے ہر قسم کی تدبیرین (بدون شمول خواتین ہند) مردون مین ترقی تعلیم درستی اخلاق و معاشرت کے واسطے کین لیکن منتہائے کار پر معلوم ہوا کہ جبتک قدرت کے شگفتہ پھول اپنی نیرنگیان زیب نگاہ نہ کرینگے یہ چمن سجتا نظر نہین آتا - افسوس یہ جو انجام مین خیال کیا گیا آغاز مین سوچ کر عمل پیرا

ہونیکی چیز تھی۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ ہر شخص کی عمر کا اصلاح پذیر حصہ بلکہ بعض بعض مقامات پر اُس سے بھی زیادہ زمانہ عورتون ہی کے زیر پرورش و نگرانی بسر کرنا پڑتا ہے لڑکا اور پھر ہندوستانی لڑکا فطرتی طور پر مدت مدید تک ماں بہن خالہ پھوپھی چچی ہی سے بسی ہوئی دنیا کو دنیا سمجھتا ہے اور اس محدود حلقہ کے اخلاق و آداب تعلیم حسن معاشرت سے اُس کے دماغی قوی نشو و نما پاتے رہتے ہین۔ ظاہر ہے کہ اگر اسی اہم دنیا کی اقتاد تعلیمی بنیاد پر ہے تو لڑکا بھی اسی رنگ مین رنگ جائیگا اور اگر ایسا نہین ہے تو لڑکے کو بھی "بوا بتا دے" کے سبق کا حافظ سمجھو۔ ہان تو میری غرض یہ ہے کہ مدبران قوم نے بہت دیر مین پورے طور پر عورتون کی تعلیم کے مسئلہ کو طے کیا اور ہندوستانی پبلک خصوصاً مسلمانون کی جامع ترقی کے لیے آخری علاج بھی تجویز کیا اس درنگ کاری کی تلافی ممکن ہے مگر نہ اس رفتار سے ۔ ماہر جو اس سرد مزاج والی صنف النسائی نے اس وقت اختیار کی ہے ذرا غور کرو کہ ہر سال ہندوستان مین کتنی لڑکیان اور لڑکے وجود پذیر ہوتے ہین اور اس نسبت سے انکی نشو و نما اور عورتون کے سالانہ معیار اصلاح اخلاق و ترقی تعلیم کو قیاس کرو پورے غور کے بعد تم مایوس ہو جاؤگے اور یہ یقین کرنے لگوگے کہ بس وقت نکلگیا اب اگر عورتین تعلیم بھی پائین تو سو برس تک کسی مین وہ برکات اور روشنیان نہین نظر آسکتی ہین جو ایک تعلیم یافتہ ملک مین نظر آنا چاہیئے مگر مایوسی ترقی کی دشمن اور کام کی بیرن ہے اسلئے کچھ نہ کچھ جو امکان مین رہ گیا ہے ضرور ہونا چاہیئے اسکی تدبیر یہ ہے کہ ہندوستان کی عورتون کی رفتار تعلیم تیز کر دیجائے اور یہ ممکن نہین جبتک کہ تعلیم یافتہ عورتین غیر تعلیمیافتہ عورتون سے نہ ملین اور اُن کے ذہن مین فوائد تعلیم ذہن نشین نہ کر دین اور ایک دوسرے کے تبادلۂ خیالات سے سادے دماغ نہ متاثر ہون محض ہر مہینہ بیت دو چار پرچون مین چند عورتون کے مضامین کا شایع ہو جانا میرے نزدیک عورتون کی ترقی کا حامی نہین ہو سکتا اور تحریص و رئیس اس قوم مین نہین پیدا ہو سکتی

جو ضروری و سہل الحصول ہے بشرطیکہ عورتون ہی کی طرف سے ہو۔ ایک ہندوستانی بیوی جسطرح اپنے ہمجنس کو دیکھکر رشک کرتی ہے اور اس جیسی بننے کی کوشش کرتی ہو مشکل سے دوسرے جنس کی کسی قول و فعل سے متاثر ہوگی اسلئے کہ جنس مقابل مردون کے متعلق تو سیدھی سادی سوزنی طبیعتین یہ طے کر چکی ہین کہ "اللہ رکھے تم مرد ہو ہملوگ تمھاری برابری کیا کر سکتے ہین" الغرض اسی اصول پر اس ابتدائی زمانہ مین جبکہ مردون کے لئے بھی اس قسم کے مشکلات درپیش تھے آنریبل سید احمد خان مرحوم نے ایجوکیشنل کانفرنس کا نسخہ تجویز کیا اسمین شک نہین کہ یہ نسخہ شیر مادر ہوکے رہا۔ اگر خدا جھوٹ نہ بلوائے تو ملک مین تعلیم کے شوقین اور زبان آوری مین مشاق نئی صدی نونے تو اس نسخہ کے سریع الاثر ہونے کا نتیجہ ہین قوم کی بھلائیون کے سوچنے کی قوت جو کچھ ادھری قوم کی برائیان جو محسوس ہونے لگین یہ محض کانفرنس کا صدقہ ہے ورنہ تہذیب الاخلاق اور دیگر پرچے آخر مسلمانون کے مضامین سے اور بڑے بڑے کھلے کے مضامین سے لبریز ہوتے تھے مگر جبتک کہ دوبارہ دکی نوبت نہ آئی کچھ اصلاح نہ ہو سکی اس طور پر ضرورت اسکی ہے کہ عورتون کے لئے بھی وہی نسخہ تجویز کیا جائے اور ایک آل انڈیا زنانہ ایجوکیشنل وسوشل کانفرنس" قایم کی جائے انشاء اللہ ملک مین اسوقت بہت سی قابل اور لایق خواتین موجود ہین ثروت کے لحاظ سے بھی ایسی بیبیان ہین جو لندن کی ڈیڑھ ہی جا سکتی ہین یہ لوگ سکریٹری پریسیڈنٹ پیٹرن ممبر ہوکر ہر سال نئے نئے شہرون آبادبستیون مین کانفرنس کے اجلاس کرین اور ان عورتون کو جو ابتک تعلیم واصلاح رسوم کی ترکیب لفظی سے بھی واقف نہین آدمی بنائین اُن مین جائز رشک و تعلیمی تحریص پیدا کرین۔ عورتین جب اپنی بہنون کو اسطرح مضمون آفرین اصلاح رسوم کی دلدادہ و عامل دیکھینگی میرا عقیدہ ہے کہ بغیر مزید کوشش کے ادنیٰ مین وہ روح پیدا ہو جائیگی جو ہر تعلیمیافتہ ملک کے جاندار فرد انسانی مین

ہوتی ہے ابھی تک تو اچھی سمجھدار عورتین بھی اس شبہہ مین ہین کہ بعض پرچون مین جو مضامین عورتون کے نظر آتے ہین ۔ فی الحقیقت انھیں کے قلم و دماغ کا نتیجہ ہین یا اعزا و اقربا (مذکور) مین سے کوئی اُنکے نام سے چھپوا دیتا ہے۔ خود مجھسے اور اس قسم کی فہمیدہ عورتون سے جھک جھک ہو چکی ہے مگر انکو یقین ہی نہین آتا اسلئے کہ ممتد جہالت و ناتراشیدگی عورتون کے لئے طبیعت ثانی ہوگئی ہے اور وہ بھول گئی ہین کہ ہم بھی لایق ہوسکتے ہین ۔ ہم مین بھی وہی قابلیت ہے جو مردون کو عطا ہوئی ہے ایک ذرا توجہ کی دیر ہے اس کانفرنس سے عورتون کے اس قسم کے شبہات بھی رفع ہونگے جسکا نتیجہ شوق تحصیل علم تو بدیہی ہے تبادلۂ خیالات اور میل جول سے جو ضمنی سیکڑون فائدے ہونگے وہ طرفہ بران ۔ پھر عورتون کا میل جول ۔ بقول مسٹر گلڈ اسٹن " دس عورتون کا متفقہ مجمع سیکڑون مردون کی متحدہ جماعت سے زیادہ قوی ہوتا ہے " مین یہ نہین کہتا کہ یہ کانفرنس آج ہی اس اعلیٰ پیمانہ پر نظر آئے جیسی مردون کی کانفرنس ہے اسلئے کہ یہ ممکن ہی نہین ۔ اُس کانفرنس کی ابتدا بھی کچھ ایسی شاندار نہین تھی ۔ شروع شروع مین خدا بخشے سرسید اپنے حواریون اور دو چار تابعین سمیت تقریرین کر دیتے تھے ۔ مگر رفتہ رفتہ ترقی ہوئی ۔ یہ بھی یونہی شروع ہوگی اور بڑھے گی ابھی مینے ایک تجویز کی صورت پیش کی ہے اگر ملک کی خواتین نے اسکو بنظر استحسان دیکھا تو مین آیندہ کسی مضمون مین اس کانفرنس کے چند اوامر و نواہی بھی لکھونگا امید ہے کہ تعلیمیافتہ خواتین ہند ضرور ہر پہلو پر غور فرمائینگی ۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کرین گی ۔

امین الحسن رضوی

عرض مطلب نرمی گفتار انشا میکند ۔ حرف ناموزون ما را کرد موزون احتیاج

حسن و عشقے نیست جز اقبال و ادبار ظہور ۔ لیلی این بزم استغناست و مجنون احتیاج

مرزا عبدالقادر بیدل

غیبت و اعتراض

افسوس کی بات ہی کہ غیبت اور اعتراض کا مرض ہم عورتون مین وبائی امراض کی طرح پھیلا ہے ۔ مردون مین یہ عیب شاذ و نادر ہوتا ہے ۔ مگر عورتین زیادہ تر اس مین مبتلا ہین جاہل ہی نہین بیچ قوم نہین ۔ خاصی لکھی پڑھی شریف بیبیان اس سے بچنے کی کوشش نہین کرتین ۔ مینے بارہا خیال کیا ہے کہ جہان چار بہنین ایکجگہ ہوئی ہین بس اسی قسم کے تذکرے چھڑ جاتے ہین ۔ کیسیکے لباس پر ہنسی ہوتی ہے ۔ کسی کے زیور پر کسی کی صورت پر مذاق ہوتا ہے کسی کی طرز گفتگو پر ۔ کسی کی سادہ لوحی پر قہقہے لگائے جاتے ہین ۔ تو کسی کی سنجیدگی اور متانت پر ۔ اگر دو کسی کی تعریف کرتی ہین تو چار اوسی مین بے شمار عیب نکالتی ہین ایک کہتی ہین تو بہ فلان بی بی تو بالکل دقیانوسی خیال پرانے فیشن کی آدمی ہین انکے یہان کوئی زمانے کے رنگ پر نظر کرنا ہی نہین جانتا " دوسری بولین " آخہ وہ تو ہمیشہ پرانی لکیر پیٹتی ہین " ایک بہن کسی دوسری بہن کی بابتہ فرماتی ہین " ارے بھلا اُنکا کیا کہنا ۔ وہ تو ہندوستانی معلوم ہی نہین ہوتین انہون نے تو سارا طریقہ انگریزون کا لیلیا ہے ۔ وہی ہر چیز مین صفائی ۔ وہی کھانیکا طریقہ ۔ ویسی ہی وقت کی پابندی ۔ بچون کی پرورش بھی انگریزی طرز پر ہوتی ہے ۔ بڑی آزاد خیال آدمی ہین ۔ ہم غریب ہندوستانیون سے وہ کیون بات چیت کرنے لگین " اور جن بیچاری بہنون پر یہ تبرے ہو رہے ہین ۔ اُنکے فرشتون کو بھی خبر نہین ۔ کہ کیسنے اُنکو کیا کہا شرم ! شرم !! کیا یہی صورتین ہماری ترقی کی ہین ؟ اور کیا انھین باتون پر ہم مسلمان خاتونین " کہی جانیکی مستحق ہین ؟ نہ غیبت کرنے والی بہنین خدا سے ڈرتی ہین ۔ اور نہ اعتراض کرنے والیان اپنی بہنون کی دلشکنی کا خیال کرتی ہین ۔ بلکہ فخریہ بیان کرتی ہین کہ ہمنے تو چار آدمیو نکے

سامنے اُنکے منہ پر جھٹ سے کہدیا۔ بُرا لگے یا بھلا۔ کچھ ہمکو انکا یا کسیکا ڈر تو پڑا نہین ہے۔

تو کوئی ان سے پوچھے کہ آپ نے کون بڑا عمدہ کام کیا۔ ہان ایک بہن کا دل دکھا کر دل آزاری کی سند یافتہ البتہ ہوگئین۔ اگر وہ بھی (جنپر اعتراض کیا گیا ہے) صاف گو اور تیز مزاج ہین تو ترکی بترکی جواب دیکر انھون نے آپکو شرمندہ کیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ بجاے راہ و رسم بڑھنے کے آپسمین رنجش ہوگئی۔ اور اگر وہ "جواب جاہلان باشد خموشی" سمجھ کر ٹال گئین۔ تو آپ سمجھین کہ ہمنے انکو لاجواب کر دیا۔ بہر صورت ایک نے دوسرے کی وقعت نہ کی۔ اور جب وقعت نہ کی تو محبت کہان۔ اسکی جگہہ عداوت اور حقارت نے لیلی۔ کیونکہ ہم جبتک وقعت نہین کرتے۔ اس سے محبت بھی نہین کر سکتے۔ ہم آپسمین ایکدوسرے سے محبت و ہمدردی کرنے کے واسطے ملتے جلتے ہین۔

ہماری تعلیم اور ہمارے میل جول کا یہی حاصل ہونا چاہئے۔ ہماری ترقی کا حصہ [illegible] اتفاق ہی سے ہو سکتا ہے اور یہ ہمارے مذہب کا ایک ضروری جزو بھی ہے مثل مشہور ہے کہ تلوار کا زخم بھر جاتا ہے۔ مگر زبان کا زخم کبھی نہین بھرتا۔ ہمیشہ ہرا ہی رہتا ہے۔ دل آزاری بہت ہی بد تر چیز ہے۔ میری راے مین یہ ایک ایسا گناہ ہے جسکو نہ خدا معاف کرتا ہے نہ بندے۔

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن

غیبت اور [illegible] بھی دل دکھانے والی باتین ہین اور گناہ بے لذت۔
میرے نزدیک تو یہ طریقہ نہایت مناسب ہے کہ اگر ہمکو کسی بہن کی کوئی بات ناپسند ہے اور ہماری راے مین قابل اعتراض ہے (اگر ہمارے اور اُن کے زیادہ رسم ہے) تو ہمکو لازم ہے کہ اُن سے دریافت کرین۔ کہ کیون وہ ایسی بات پسند کرتی ہین جسکو

لوگ برا کہتے ہین - اگر وہ اسکے لیے معقول وجوہات رکھتی ہین - تو ہمکو اسپر اعتراض کا کیا موقع ہے - اور اگر وہ غلطی پر ہین - تو ہمارا فرض ہے کہ از راہ ہمدردی انکو [illegible] عیوب دکھائین اور سمجھائین - وہ مانین یا نمانین - یہ اُنکا فعل ہے - اور اگر ہمارے اُن کے اتنی بے تکلفی نہین ہے - صرف صاحب سلامت ہے - تب تو اور بھی ہمکو اعتراض کرنے یا پیٹھ پیچھے برا کہنے کا حق نہین ہے - خاموشی بہتر ہے [illegible] کافی کہ انکی کچھ اسی مین مصلحت ہوگی -

- اپنی اپنی پسند - اپنی اپنی مصلحت وطبیعت - ہم کوئی خدائی فوجدار نہین ہین کہ زمانے بھر کا انتظام کرین پہلے ہمکو اپنی حالت دیکھنا چاہیے کہ ہماری [illegible] باتین دوسرون کی نظرون مین قابل اعتراض ہو سکتی ہین. ہمکو آپس مین [illegible] میل ملاپ بڑہانا چاہیے کہ تبادلہ خیالات کا موقع ملے - ہمدردی اور محبت اور اتفاق بڑھے اچھے برے کی تمیز ہو - نہ اسلیے کہ نفرت وحقارت - ملال وحسد پیدا ہو

خدا ہم سب بہنون کو توفیق دے کہ غیبت اعتراض اور تمام بری باتون [illegible] جنکو خدا بھی برا سمجھتا ہے اور بندے بھی بچنے کی کوشش کرین - اور اپنے [illegible] چھوٹے بچون اور بھائی بہنون کے لیے ہم ایک اچھی مثال ہون تا کہ [illegible] ان عیوب سے پاک رہین -

بیگم صفدر علی

بپوش چشم خود از عیب تا شوی بے عیب — کہ عیب پوش کسان عیب پوش خود باشد [illegible]

رسوا شود کسے کہ سخن چین بود غنی — ہر جا کہ خامہ ایست زبانش بریدنی است

عیب مردان فاش کردن بدترین عیبہاست — عیب گو اول کند بے پردہ عیب خویش را [illegible]

سیاہ رو شود آنکس کہ عیب بین گردد — چو خامہ بر سخن ہیچکس مدار انگشت [illegible]

آئینہ خود باش صفائی بہ ازین نیست — عیب ہمہ کس پوش قبائے بہ ازین نیست [illegible]

ندارد نکتہ گیری حاصلے غیر از پشیمانی — سر انگشتے کہ بر حرفے نہی خواہی گزید آخر [illegible]

نظرے خوش گذرے

یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ اکثر معاونین نے اپنے اپنے رسالون کو وقت پر شایع کرنے کی جد وجہد شروع کردی ہے اخبار ہو یا رسالہ وقت پر نہ پہونچے تو ناظرین۔ ایسے ناظرین جو رسالون اور اخبارون کے پڑھنے مین لطف پاتے ہین۔ پریشان ہوتے ہین۔ وقت کی پابندی کا خیال ہمارے ملک مین محض اس بنا پر نہین کیا جاتا کہ یہان وقت کی قیمت بہت کم ہے۔ مگر اخبارات ورسائل جو اہل ملک کے دماغی معلم ہین انکو تو وقت کی ناقدری کرکے بری مثال نہ قائم کرنا چاہیئے۔ سنہ ۱۹۰۹ء کو ختم ہوے دو مہینے ہوگئے ہین اور بعض رسالون نے ابھی تک سال گذشتہ کے پرچے شایع نہین کئے ہمنے الناظر کی مختصر زندگی مین کئی بار سخت مخالف اسباب جمع ہوجانیکے باوجود اس خاص اصول کو کبھی نظر انداز نہین ہونے دیا۔ چنانچہ اس بار عین زمانۂ اشاعت کے قریب ناچیز اڈیٹر کی علالت سے اشاعت مین تاخیر ہوجانیکا سخت اندیشہ تھا مگر الحمد للہ کہ ہماری قوت ارادی جسمانی بدنظمی پر قادر آئی اور ہمین اپنے ناظرین سے نادم ہونا نہ پڑا تاہم اتنا ضرور ہوا کہ اس عنوان کے تحت مین جس التزام سے ہم معاصرین کی خدمت کرتے تھے اسمین ایک گونہ خلل واقع ہوگیا یعنی صرف ایسے ہی رسالون پر ہمین نظر ڈالنے کا موقع ملا جو خواتین کی دماغی تعلیم سے اہم کام کو سرانجام دے رہے ہین انمین بھی علیگڈھ کا معزز ہمعصر ہماری نظر سے نہین گذرا اس کے لئے جنوری نمبر اس کا ابھی تک ہمارے دفتر مین موصول نہین ہوا غالباً ہنوز شایع نہین ہوا ہے ہم اس کوتاہی کے لئے معزز ناظرین سے عذرخواہ ہین اور آیندہ بمنزیمت کوشش کرینگے کہ اسکی تلافی ہوجائے۔

عصمت

اس رسالہ کے دسمبر نمبر سے ایک سبق آموز اور دلچسپ مضمون (جوح م

کے قلم سے نکلا ہے) کا ایک حصہ نقل کرنا خالی از لطف نہ ہوگا - یہ تذکرہ ہے مسز الزبتھ فرائے ایک انگلستان کی خاتون کا جسنے رفاہ عام کے کامون مین اپنی فیاضی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ثبوت دینے کے علاوہ لنڈن کے مشہور محبس "نیوگیٹ جیل" کی اصلاح و درستی مین نمایان حصہ لیکر انگلستان کے تمام باشندون کو اپنے اعلیٰ اخلاق کا رہین منت بنالیا اور تمام طبقۂ اناث کی رہبری کیلئے مشعل ہدایت روشن کردی -

"سنہ ۱۸۱۳ء مین پہلی مرتبہ مسز الزبتھ فرائے نے اولڈبیلی کے "نیوگیٹ جیل" کو دیکھا - جو باتین یہان کے بارے مین سنی تھین - اُس سے بھی بدتر حالت مین پایا - چار کمرون مین قریباً تین سو مستورات معہ اپنے بچون کے کھچا کھچ بھری ہوئی تھین - کپڑا اُن کے پاس کافی نہ تھا بلکہ چیتھڑے پہنے ہوے تھین - اُنکی اخلاقی حالت اس درجہ خراب تھی کہ جو کوئی اُدھر آ نکلتا تھا اس سے شراب کے لئے خیرات مانگتی تھین - بلکہ جو کچھ ہاتھ لگتا جبراً چھین لیتی تھین - چنانچہ داروغہ جیل نے مسز الزبتھ فرائے سے درخواست کی کہ مہربانی فرماکر اپنی جیب گھڑی دفتر ہی مین چھوڑ جائیے - کیونکہ اندیشہ ہے کہ میری موجودگی مین بھی آپکی گھڑی جاتی رہے" اس نیک خاتون نے بہت دیر تک یہان کی حالت کا ملاحظہ کیا اور جب واپس چلی گئین تو سر ٹامس فاؤل بکسٹن سے کہا کہ

"وہان کے چشم دید مشاہدات کا تذکرہ مختصر الفاظ مین کرنا بالکل ناممکن ہے اور جو کچھ مین بیان کرتی ہون اسکو محض ایک دُھندلی تصویر سمجھیے بند اور گھٹی ہوئی کوٹھڑیون کی غلاظت - مستورات کی آپسمین تندمزاجیان اور شرارتین ناقابل بیان ہین"

رہنا سہنا - کھانا پکانا - بچھانا دھرنا - الغرض سب کچھ ایک ہی کمرہ مین ہوتا تھا ایک پمپ بھی وہان لگا ہوا تھا مگر پانی قیمتاً ملتا تھا -

شروع مین جب مسز الزبتھ فرائے نے قیدخانے کی یہ دردناک حالت دیکھی تو اسوقت ناممکن تھا کہ اسکی اصلاح کی طرف متوجہ ہون لیکن اسکی متواتر تین سال کی کوششون اور محنتون کے بعد کچھ کچھ آثار امید

نظر آسنے لگے۔

وہ پھر جیلخانہ کی اُن گندی اور غلیظ کوٹھریون مین گئی۔ بلکہ اس دفعہ اپنی ہی درخواست پر چند گھنٹون کے لئے قیدی مستورات کے ساتھ بند رہی۔ دار وغہ جیل نے لاکھ سمجھایا کہ آپ اُن کے ساتھ تنہا نہ رہین کیونکہ ممکن ہے کہ وہ آپ پر حملہ کر کے آپ کو گزند پہونچائین" مگر اُس نے ایک نہ مانی۔ اُس کی خوش خلقی۔ حلیم الطواری اور سرگرمی نے اُن مجرم مستورات کے دلون پر جن مین سے بعض وحشی جانورون کی مانند تھین بہت اثر کیا۔ انھین یقین ہو گیا کہ الزبتھ فرائے جو کچھ کہتی اور کرتی ہے اس مین سراسر ہمارا ہی فائدہ ہے۔ چنانچہ وہ سب غور اور توجہ کے ساتھ اُس کا کلام سنتی رہین۔

مسز الزبتھ فرائے نے قیدیون کی خراب حالت کو درست کرنے اور اُن کو مدد پہونچانے کی غرض سے ایک "انجمن نسوان" بھی قائم کی اور حکام و افسران جیل سے قیدخانہ مین کام کرنے کی اجازت حاصل کر کے کام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس انجمن کے مقاصد یہ تھے کہ جیل خانہ مین دینی و دنیوی تعلیم دیجائے۔ قیدیون مین اچھی عادات و اطوار پیدا کئے جائین اور جو قیدی رہا ہون کوشش کر کے انکو کہین نہ کہین ملازم رکھا دیا جائے جس وقت یہ مفید کام شروع کیا گیا تھا۔ تو بہت سے بڑے بڑے آدمیون نے اس کی مخالفت کی اور روکنا چاہا۔ اُن کی نگاہ مین مسز الزبتھ فرائے کسی "سڑی" سے کم نتھی اُن لوگون کے خیال مین یہ بات جمی ہوئی تھی کہ جس جگہ مجرم رکھے جائین۔ اُسے آرام دہ جگہ بنانا گویا مجرمون کی تعداد کو بڑھانا ہے۔ لیکن الزبتھ فرائے اور اُن کی مددگار ان مخالفون سے پسپا ہونیوالی نہ تھین۔ انھین یقین تھا کہ اگر پیار اور محبت سے کام لیا جائے تو خراب سے خراب مستورات بھی اچھی عادات اختیار کر سکتی ہین۔

جب لگاتار کوششون کا سلسلہ جاری رہا تو مسز الزبتھ فرائے کو بہتری کی صورت نظر آنے لگی اور اس سے وہ بیحد محظوظ ہوئی۔ قیدیون مین جو تبدیلی واقع ہوئی تھی اس کا ذکر مسٹر گبسن اس طرح کرتے ہین کہ:۔

"اُن مین (قیدیون مین) اب دنگہ و فساد۔ بدمعاشیون اور بری عادتون کے بجائے

نیک عادات و اطوار اور اخلاق نظر آتے ہین - پہلے کی طرح اب شرابیون کا جھتا نہین دیکھا جاتا - اور نہ اب فحش اور واہیات گیت گائے جاتے ہین - اسی جیلخانہ کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ دنیا کا دوزخ ہے - مگر اب یہی ایک اچھا خاندان اور صنعتی کارخانہ بنگیا ہے!

حکام اور افسران جیل قیدیون کی اس تبدیلی شدہ حالت کو دیکھ کر سخت متعجب ہوئے - مسز الزبتھ فرائے کی اب حوصلہ افزائیان ہونے لگین سب لوگ اسکی عزت و تعظیم کرنے لگے حتیٰ کہ اُسکے دعوت دیگئی کہ وہ "ہاؤس آف کامنس" کے اجلاس کے روبرو قواعد جیل کے بارے مین اپنی راے کا اظہار کرے ملکہ شارلٹ ڈیوک آف کناٹ اور شاہی خاندان کے دیگر ممبران نے اس کو نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا۔

مسز الزبتھ فرائے کی کوششین صرف انگلستان ہی مین محدود نہین رہین - بلکہ اس نے انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ کے قیدخانون اور پاگل خانون کو دیکھنے کے علاوہ فرانس اور جرمنی کے قیدخانون کا بھی ملاحظہ کیا اور اُنکی بہتری و بہبودی مین حتی الامکان کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا - شاہ ڈنمارک اور انکی ملکہ اس کے کامون سے بہت خوش ہوے اور یہان تک اس کی عزت افزائی کی کہ اُسے اپنے ساتھ کھانے مین شریک کیا مسز الزبتھ فرائے کو چونکہ اب اعلیٰ اور خاندانی مستورات سے امداد ملنے لگی تھی اس لئے کام نے بہت عمدہ صورت اختیار کرلی تھی - اور صرف قیدیون کے ساتھ برتاؤ ہی مین نہین بلکہ قیدخانہ کی عمارت انتظام اور صفائی کے بارے مین بھی بہت کچھ مفید تبدیلیان ہوگئی تھین - ان حالات سے مسز الزبتھ فرائے کو بہت خوشی ہوئی ۔"

شریف بی بی

سید محمد فاروق کے جمع کئے ہوے بعض عمدہ اقوال "بیوی" کے متعلق شریف بی بی کے جنوری نمبر مین شایع ہوے ہین - جو بجنسہ درج ذیل ہوتے ہین :-

"حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے اچھے لوگ وہی ہین جو اپنی بی بیون سے اچھا برتاؤ کرتے ہین -

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایمان کے بعد نیکبخت عورت سے زیادہ

کوئی نعمت نہین ہے۔

مارٹن لوتھر کا قول ہے کہ اگرچہ مین کیسی ہی مفلسی کی حالت مین ہون لیکن اگر کوئی مجھکو دنیا کا تمام خزانہ بھی دیدے تو مین اپنی بیوی سے مبادلہ نہ کرون۔ دنیا مین سب سے زیادہ خوش نصیب وہی ہے جسکی بیوی عصمت مآب ہو۔ اور جسکے ساتھ وہ عیش سے زندگی بسر کرے۔

فریڈی کہتا ہے کہ جیسا آرام مجھے اپنی بیوی سے ملا ہے۔ حقیقت مین کسی سے نہین ملسکتا۔

ملٹن کہتا ہے کہ دنیا مین شریف بیوی مرد کیواسطے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

سائمن آرٹیس نے کہا ہے کہ اگر کسی مرد کے پاس نیک عورت ہو تو اُس کو اس سے بہتر کوئی چیز دنیا مین نہین ملسکتی۔

ٹینس کا قول ہے کہ مین اپنی بی بی کی ذکاوت اور فراست پر نازان ہون اور فخر کرتا ہون اور مین اپنے کو تمام دنیا سے زیادہ خوش نصیب خیال کرتا ہون۔

تھیوڈور پارکر نصیحت کرتا ہے کہ اشد ضروری باتون کے علاوہ کسی کام مین بیوی کی مرضی کے خلاف نہین کرنا چاہیئے۔ بیوی کی خاطر تواضع کو فرض سمجھنا چاہیئے۔ اُسے لعنت ملامت نہ کرنا چاہیئے۔ بیوی کیطرف غصہ سے نہین دیکھنا چاہیئے اسپر حکومت نہ کرنا چاہیئے اور نامناسب احکام سے اسکو تھکانا نہ چاہیئے۔ بیوی کے ساتھ محبت بڑھانا چاہیئے اور اُسکی کمزوریون اور خطاؤن کو معاف کرنا چاہیئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔

زن نیک و فرمان بر و پارسا
کند مرد درویش را بادشا

الحجاب

نومبر کے الحجاب مین تعلیم نسوان پردو مضمون ہین - مولوی ابوالحسن صاحب الہ آبادی تحریر فرماتے ہین :-

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان خواتین کے لئے دار العلوم کھولنا کس حد تک سودمند ہے اور شیخ عبد اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی اور اُن کے ہم خیال اخبار کا مجوزہ نصاب کہان تک مفید ہوگا - اور علامہ شبلی تجویز نصاب مین عورتون کو مردون کے نصاب کے ساتھ کہان تک تحقیق کیا چاہتے ہین -

تعلیم انگریزی حقیقت مین خراب نہین ہے زبانی علم ہونے کی حیثیت مین وہ عربی سے ہر طرح مساوی ہے مگر طریق تعلیم خراب ہونے کے سبب سے عورتون کو انگریزی تعلیم دنیا اسلام کی فطرت کو بدلنا ہے اس لئے کہ جب وہ ایسے قوم کے علوم پڑھینگے جن کی تہذیب جسکا تمدن اور طریق معاشرت اسلام کے خلاف ہے تو تعلیم ضرور اثر کرے گی اور وہ بھی اسلامی تہذیب سے اسیقدر دور ہو جائینگی جتنے تعلیم یافتہ بچے دور جا پڑے ہین -

عورتون نے اگر ایف اے بی اے پاس کر لیا تو آیندہ کس بہبودی کی امید ہے وہ وکالت نہین کر سکتین وہ کسی عدالت کی کرسی نہین پا سکتین - عورتون کی ڈاکٹری انجنیری کی بھی آفرینش نہین ہوئی - وہ خانہ داری کی اہم ذمہ داریون کی جواب دہ ہین - بچون کی درستی اخلاق اور حفظان صحت کا پورا خیال بغیر تعلیم مذہبی کے کامیابی حاصل نہین کر سکتا میرے دعوے کی تائید مین الاسلام مصنفہ علامہ گورکھپوری کی ہر ہر سطر پڑھو اور غور کرو ا وہ کن کن خوبیون کو اسلام مین ثابت کرتا ہے اور اسلامی تعلیم ضروری بلکہ اہم خیال کرتا ہے مسلمان اور اقوام سے صرف خوبی پردہ مین ممتاز ہین - اور بقول ڈاکٹر گستاولی بان مصنف تمدن عرب کے پردہ کا عمدہ انتظام جیسا مسلمانون مین ہے وہ کسی قوم کو میسر نہین " خواتین مدرسہ مین تعلیم پاکر واقعی پردہ کو محفوظ نہین رکھ سکتین وہ ضرور پردہ شکنی کی درپے ہونگی - اور

عورتون کا پردہ توڑنا ہرگز قرین مصلحت نہین ہے اسلام کا تمدن اسکا موید ہے کہ عورتین پردہ کرین۔ عورت کی فطرت مین یہ مادہ ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ مردون سے محجوب ہون۔ ان کو حجاب سے نکالنا اُن کی فطرت کو بدلڈالنا ہے۔

عورتون کی تعلیم اُنکے گھر اُن کے محلہ کی مہذب خواتین کے زیر اثر ہونا چاہیئے اور تعلیم وہی ہو جسے اسلام نے جائز رکھا ہو۔ اور جس سے اسلام پر حرف نہ آسکے۔

مسلمان بچے آٹھ سال کی عمر مین اسکول وغیرہ مین داخل ہوتے ہین۔ اور ان مقامات مین یا تو انگریزی تعلیم ہوتی ہے یا اردو کی مغربی تہذیب کا دور چلتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ لاکھون کی تعداد مین ایسے مسلمان موجود ہین جو قرآن شریف سے سراسر ناواقف ہین اور صلوٰۃ وصیام سے نابلد۔ اگر عورتین مذہبی تعلیم یا جرعہ نوشی سے سیراب ہونگی تو وہ بچون کو ابتدا ہی مین مذہبی تعلیم سے روشناس اور خیالات ملت کی جانب سے پختہ کردین گی۔ اور اس وسیلہ سے اسلام قوی اور زور آور رہے گا۔

پس بوجہ مذکورہ بالا عورتون کے لئے مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے جسمین اُن کی فطری امور کے متعلق مسائل موجود ہین اور بچون کو تربیت کے ساتھ وہ مذہبی مسائل سے ناواقف بنا سکین گے۔ مذہبی علوم حکمت عملی سے بالکل لبریز ہین اور خاصتہً عورتون کے لئے اسی فلسفہ کی ضرورت ہے جسمین تدبیر قرن تہذیب اخلاق۔ سیاست مدن سے بحث کی جاتی ہے۔ اور سیاست مدن کو چھوڑکر بقیہ دونون موضوع عورتون مردون کی اصلاح ومفاد پر مشترک ہین۔ اس سے میری غرض یہ نہین ہے کہ عورتین مسائل مذہبی کے ماورا اور علوم سے محروم رکھی جائین اگر اہل خاندان انکی تعلیم کا وہی انتظام کرسکتے ہین جو متقدمین کے زیر عمل تھا۔ تو ان کو فلسفہ کی بھی تعلیم وہیئت۔ ریاضی۔ بلاغت۔ ادب۔ عروض۔ کیمسٹری۔ سائنس غرض سب پڑھاؤ۔ یہ بھی بتا دینا خلاف مبحث نہ ہوگا کہ فی نفسہ کسی علم کی تعلیم مین نقص نہین ہے لیکن موجودہ طریق تعلیم اور وسائل تعلیم مضر اور خراب ہین۔

بدہضمی و کھٹی ڈکارونکا آنا	قبض و کمی اشتہا	نفخ شکم و پیٹ کا درد

ضعف و فتور ہاضمہ	گردہ یا مثانہ کی گرمی کا کم ہونا
امتلاے کھانسی و دمہ	بواسیر و اسہال پیچش

تازہ سندات

جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب مقام بہپال سے تحریر فرماتے ہین کہ تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ مین نے آپ کے کارخانہ سے ایک بوتل نمک سلیمانی منگایا تھا۔ یہ نمک امراض معدہ کے لئے ازحد مفید پایا ایک بوتل کلان نمک سلیمانی اور بھیجد یجئے۔

جناب منشی بدھو خان صاحب زمیندار مقام سوہن پور ضلع گورکھپور سے تحریر فرماتے ہین کہ مین نے ایک شیشی نمک سلیمانی آپ کے کارخانہ سے منگایا تھا اُس سے میرا دمہ جاتا رہا اور ایک لڑکا میرا تین برس سے بیمار تھا اُسے بھی اس نمک سلیمانی سے صحت کامل ہوگئی۔ مہربانی فرماکر ایک شیشی اور عنایت کیجئے۔

ہیضہ و طاعون	درد قولنج و زیادتی ریاح	ہضم غذا کیوقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا

نمک سلیمانی

[illegible]

[illegible]

قیمت فی بوتل کلان [illegible]

قیمت فی شیشی [illegible]

ملنے کا پتہ [illegible]

ضعف دماغ و ضعف بصر	درد گھٹیا و نقرس	پیشاب کا بار بار اور زیادہ مقدار مین ہونا

جسم پر ورم ہونا اور مواد فاسد کا اجتماع
فساد خون و داء سہوان
بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر
بچون کے دانت نکلنے کی تکلیف

تازہ سندات

جناب سید عبد الحسن صاحب وکیل مقام لنگسگور ریاست حیدرآباد دکن سے ۲۰ مارچ ۱۹۰۹ء کو تحریر فرماتے ہین کہ خدا کا شکر ہے کہ آپ کا نمک سلیمانی میرے امراض کے لئے بہت مفید ثابت ہوا مین اسکو ہمیشہ استعمال کرتا ہون مجھکو ضعف دل و ضعف معدہ کی شکایت اکثر رہا کرتی تھی لیکن جب سے یہ نمک سلیمانی استعمال کرنے لگا مجھکو پورا فائدہ ہے مہربانی فرماکر دو شیشیان اور بھیجدیجئے

جناب ڈاکٹر عبد المجید خان صاحب سینیر گریڈ اسپتال اسسٹنٹ مقام الان عید ملک [illegible] سے ۱۰ مارچ ۱۹۰۹ء کو تحریر فرماتے ہین کہ مین نے کئی مرتبہ آپکے کارخانہ سے نمک سلیمانی منگوایا اور اسکو چند مریضون کو استعمال کرایا اور جس مریض کو دیا مفید ثابت ہوا۔

عام کمزوری و کمی پیدائش خون	مستورات کے ایام کی خرابی	گلے کی سوزش و دانت کا درد

پھر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ارتفاع لیتا رہے جب تک بڑھتا جائے اور جب کم ہونے لگے تو اسکے پیشتر جو ارتفاع لیا تھا وہی غایۃ ارتفاع ہے۔ پھر مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اگر سایہ بائین جانب پڑے تو آفتاب نصف النہار مین سمت الراس سے جنوب کی طرف ہے اور اگر داہنی طرف پڑے تو آفتاب نصف النہار مین سمت الراس سے شمال کی طرف ہے۔

اگر عرض البلد اور میل آفتاب دونون ایک جہت مین ہون یعنے دونون شمالی ہون یا دونون جنوبی۔ تو میل درجہ آفتاب کو عرض بلد پر زیادہ کرین اگر مجموع ۹۰ درجہ یا اس سے کم ہو تو وہی غایت ارتفاع ہے اور اگر ۹۰ درجہ سے زیادہ ہو جائے تو ۱۸۰ سے گھٹا دین باقی غایۃ ارتفاع ہے۔ اور اگر ایک جہت مین نہ ہون تو میل درجہ آفتاب کو تمام عرض بلد سے گھٹا دین باقی غایت ارتفاع ہے۔

بعبارت دیگر

تمام عرض بلد۔ بعد کوکب جانب قطب خفی
تمام عرض بلد۔ بعد کوکب جانب قطب ظاہر
} = غایۃ ارتفاع

اور اگر مجموع ۹۰ سے زاید ہو تو اس کا تکملہ غایۃ ارتفاع ہے۔

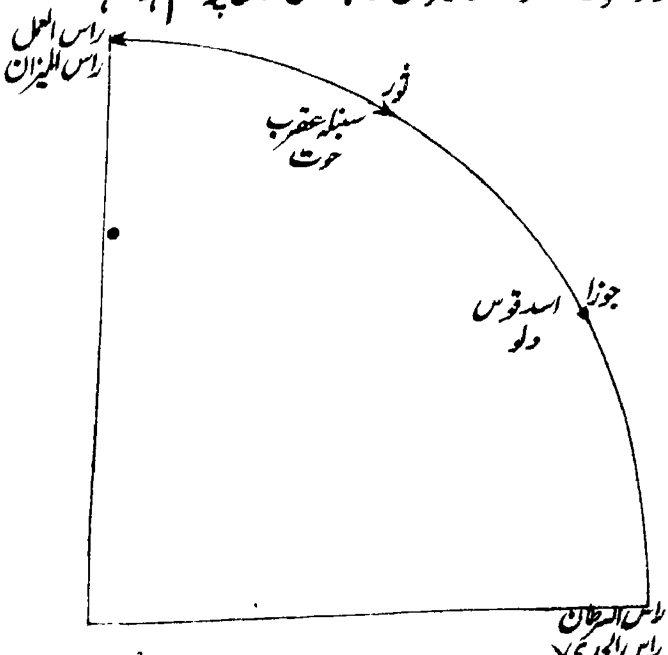
تکملہ کسی قوس یا زاویہ کا اس کا تفاوت ہے نصف دور سے۔

دائرۂ میل وہ دائرہ جو معدل النہار کے کسی نقطہ اور قطبین مین گذرتا ہے ایسے بیشمار دائرہ فرض کئے جا سکتے ہین کیونکہ معدل النہار کے کسی نقطہ مین ایسا دائرہ گذر سکتا ہے اس دائرہ پر کسی سیارہ کا بعد معدل النہار سے ناپا جاتا ہے۔ معدل النہار کا بعد منطقۃ البروج سے زیادہ سے زیادہ ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ ہے چونکہ آفتاب منطقۃ البروج سے کبھی نہین ہٹتا اسلئے غایۃ بعد آفتاب ۲۳ ۲۷ دقیقہ سے زائد نہین ہو سکتا اسکو میل کلی کہتے ہین۔

دائرۂ عرض جو دائرہ منطقۃ البروج کے قطبین اور منطقۃ البروج کے کسی نقطہ او معدل النہار

کے نقطہ محاذی پر گذرتا ہو- دائرہ عرض کی قوس جو منطقہ اور معدل النہار کا مابین ہو اُسکو میل ثانی کہتے ہین-

میل اول معلوم کرنے کیلئے- اگر غایت ارتفاع بذریعہ ربع مجیب کے یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو اور تمام عرض بلد بھی معلوم ہو تو دونون کا تفاوت میل ہے اگر غایت ارتفاع سمت الراس سے جنوب کی طرف ہو اور اگر سمت الراس سے شمال کی طرف ہو تو تمام عرض بلد اور غایت ارتفاع کے مجموع کو ۱۸۰ درجہ سے گھٹا دین باقی میل اول ہے اور اگر ربع مجیب سے میل کو معلوم کرنا چاہو تو قوس ارتفاع کو بعینہ منطقة البروج فرض کرو اور اول قوس کو راس الحمل کہو اور ۳۰ درجہ تک برج حمل پھر ثور پھر جوزا- جوزا آخر قوس پر ختم ہوا اسی نقطہ کو راس السرطان اعتبار کرکے اول قوس کی طرف چلو- سرطان- اسد- سنبلہ- سنبلہ کا تیسوان درجہ اول قوس پہ پھر اس نقطہ کو راس المیزان سمجھو اور آخر قوس تک میزان عقرب- قوس- آخر قوس ارتفاع پر برج قوس کا تیسوان درجہ ہوا پھر اوسی کو راس الجدی مان کے اول قوس کی طرف چلو- جدی- دلو- حوت- حوت کا تیسوان درجہ اول قوس پر تمام ہوتا ہے-

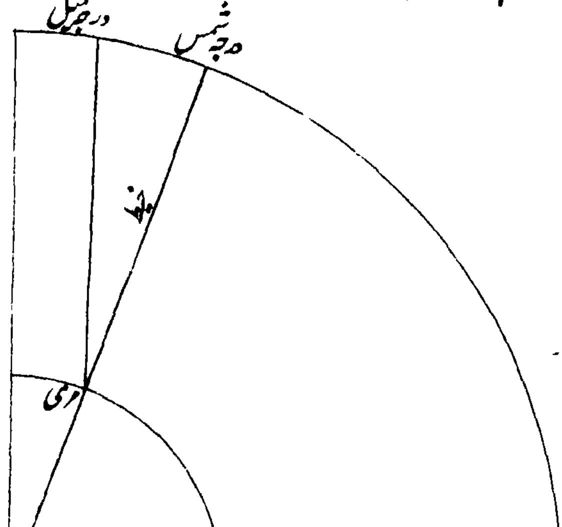


حمل۔ ثور۔ جوزا کے درجے اول قوس کی جانب سے شروع اور آخر قوس کیجانب تمام ہوتے ہین سرطان۔ اسد۔ سنبلہ کے درجے آخر قوس کی جانب سے آغاز اور اول قوس کیجانب سے ختم ہوتے ہین۔

میزان۔ عقرب۔ قوس۔ مثل۔ حمل۔ ثور۔ جوزا کے اول قوس سے آخر قوس کی طرف۔

جدی۔ دلو۔ حوت مثل سرطان۔ اسد۔ سنبلہ کے آخر قوس سے اول قوس کی طرف۔

ربع مجیب مین دائرہ میل شمس قطب سے ۲۴ اجزاے قطر کی دوری کھینچا ہوا ہے۔ جب درجہ منطقۃ البروج کا میل معلوم کرنا ہو تو خیط کو اس درجہ پر رکھو اور مری کو دائرہ میل اور خیط کے تقاطع پر پھر مری سے قوس کی طرف چلو جیب التمام کے موازی جو درجہ اول قوس سے ملے وہی میل ہے۔ مثلاً۔

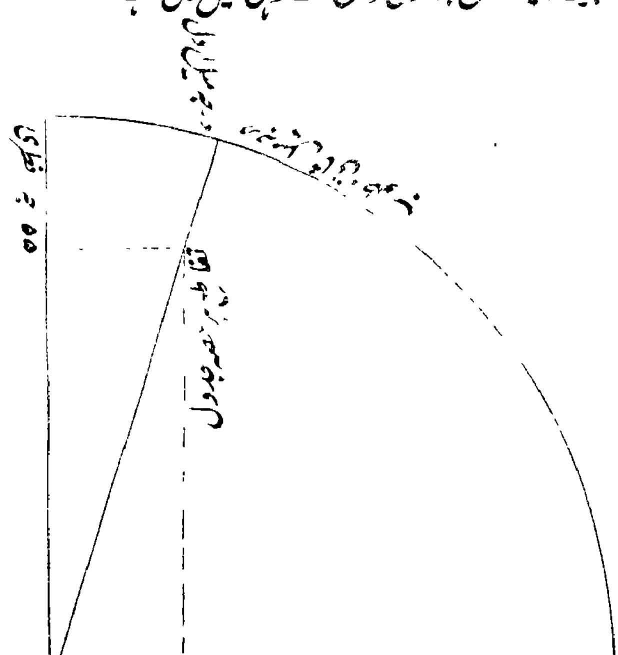


اور اگر دائرہ میل نہ کھنچا ہوا ہو تو مری کو ۲۴ اجزاے قطری پر منعقد کرکے خیط کو درجہ شمس پر رکھو اور مری سے قوس کی طرف جیب التمام کے موازی چلے آؤ۔ اول قوس سے

میل ہے۔ بعینہ اسی طرح آخر قوس سے بھی میل کو معلوم کر سکتے ہین۔

بطریق حساب۔ درجہ شمس کو نقطہ اعتدال اقرب سے لیکے قوس کو منقح کرین اور اوسکی جیب معلوم کرین اس جیب کو دوچند کرکے اس کو پانچ پر تقسیم کرین حاصل عمل اون کی جیب سے اسکی قوس دریافت کرلین۔ خواہ ربع سے خواہ جدول الجیوب سے۔

ظل ثانی — میل اول درجہ مفروض معلوم کرین اور وہان سے مسطر مین درآئین اور ۵۵ درجہ اول جیب التمام سے لیکے منکوس مین چلین اور تقاطع جدول پر خیط کو رکھین جس جا پر کہ خیط واقع ہو اول قوس سے وہی میل ثانی ہے۔

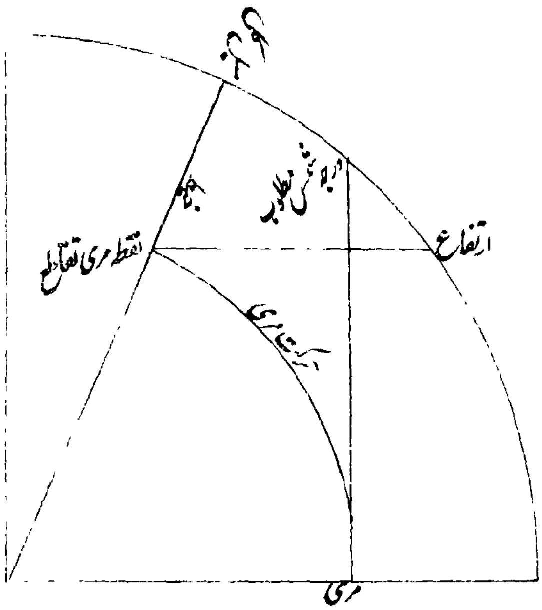


بطریق حساب ظل میل کلی : ظل میل مطلوب = جیب اعظم : جیب جزو مفروض جیب جزو مفروض کو ۱۰ مین ضرب دیکے ۲۳٫۲ پر تقسیم کرین خارج قسمت ظل میل ثانی مطلوب ہے۔

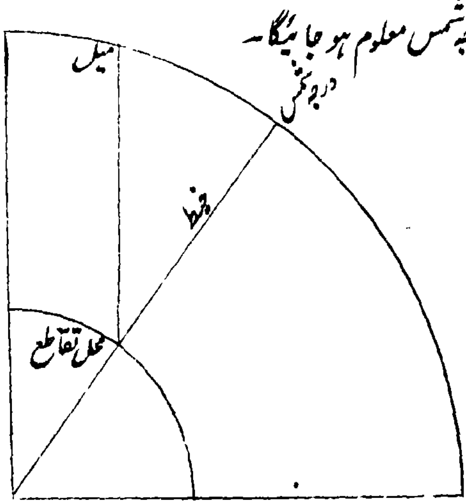
درجہ شمس۔ اگر غایت ارتفاع سے میل شمس معلوم ہو گیا ہو اور چاہتے ہو کہ درجہ شمس

معلوم کرو - خیط کو مقدار میل کلی پر رکھ کے (اول قوس سے) اور ارتفاع معلوم کو اول قوس سے لین اور مبسوط مین چلین اور تقاطع پر مری رکھین پھر خیط کو اٹھا کے سیتمی پر رکھین اور مری سے مبسوط مین ہو کے قوس پر آئین اول قوس سے درجہ شمس ہے -

بس اگر میل شمس شمالی متزاید ہو تو شمس ربع ربیعی مین ہے اور اگر شمالی متناقص ہو تو ربع صیفی مین - اور اگر جنوبی متزاید ہو تو شمس ربع خریفی مین ہے - اور اگر جنوبی متناقص تو ربع شتوی مین -



دوسرا طریقہ - میل کو اول ربع سے لین اور مبسوط مین وہ آئین جہان کہین جدول مبسوط قوس میل سے تقاطع کرے خیط کو وہان رکھین جس درجہ پر کہ خیط واقع ہو اول ربع سے شمار کرین درجہ شمس معلوم ہو جائیگا -



یہ طریقہ نہایت سہل اور واضح ہے۔

عرض البلد - یعنی دوری شہر کی خط استوا سے اور وہ بعینہ بعد معدل النہار کا ہے اُس شہر کے سمت الراس سے یا ارتفاع قطب کا ہے افق سے - عرض بلد معلوم کرنے کے لئے غایت ارتفاع کو رصد سے معلوم کرین اگر آفتاب عدیم المیل ہو یعنی اعتدالین مین سے کسی مین ہو تو اُس کا غایت ارتفاع تمام عرض البلد ہے ورنہ بعد کوکب یا میل شمس مین غایت ارتفاع کو جمع کرین اگر آفتاب یا کوکب جنوبی ہو یا بعد کوکب کو غایت ارتفاع سے تفریق کرین اگر آفتاب یا کوکب شمالی ہو صورت اول مین مجموع اور صورت دوم مین تفاضل تمام عرض البلد ہے -

مساوات - غایت ارتفاع + بعد کوکب جانب قطب خفی = تمام عرض البلد

غایت ارتفاع - بعد کوکب جانب قطب ظاہر = تمام عرض البلد

صورت اول مین اگر مجموع ۹۰ سے زائد ہو تو ۹۰ کو اسمین سے گھٹا دین باقی عرض البلد ہے -

معلوم رہے کہ غایت ارتفاع کی جہتہ کو سمت الراس سے شمار کرتے ہین - جب غایت ارتفاع ۹۰ درجہ ہو تو میل آفتاب بغیر عرض البلد ہے -

جس شہر مین سایہ آفتاب کا سمت الراس سے شمال کی طرف جائے اس شہر کا عرض البلد میل کلی سے کم ہے - ایسے شہر کو ذات ظلین کہتے ہین (دو سایون والا شہر) کیونکہ جب غایت ارتفاع شمالی ہو تو سایہ بائین طرف ہو گا اور جب جنوبی ہو تو داہنی طرف ایسے شہر مین آفتاب دو مرتبہ سمت الراس پر گذرتا ہے - بخلاف ایسے شہر کے جس کا عرض البلد میل کلی سے زیادہ ہو - ایسے شہر کو ذات ظل واحد کہتے ہین کیونکہ سایہ آفتاب کا ہمیشہ بائین طرف رہتا ہے - یہ جو کچھ بیان کیا گیا اُن شہرون کے بارے مین ہے جو خط استوا کے شمال مین واقع ہون اور جو بلاد خط استوا کے جنوب مین ہین

اُنکا حکم اسکے برعکس ہے ۔

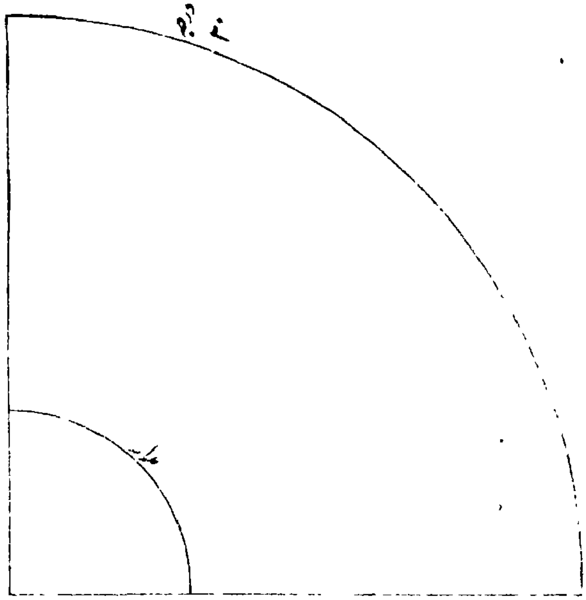
عرض البلد کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کوکب ابدی الظہور کا غایت ارتفاع اور غایت انخفاض معلوم کرکے دونون کا اوسط لین وہی عرض البلد ہو۔

کواکب ابدی الظہور اُن ستارون کو کہتے ہین جو کسی افق مفروض مین کبھی غروب نہین ہوتے یعنی وہ ستارے جنکا بعد قطب ظاہر کے عرض البلد سے کمتر ہو۔ اور مقابلہ اُنکے کواکب ابدی الخفاء یعنے وہ کواکب جنکا بعد قطب خفی کی جانب عرض البلد سے زائد ہو۔

مدارات شمس وکواکب تمام نقاط آسمانی معدل النہار کے ساتھ حرکت کرتے ہوے نظر آتے ہین۔ روزانہ حرکت کا سبب حرکت ارض ہو یا حرکت سماء حسابی امور مین کچھ فرق نہین آتا۔ چونکہ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان ہی حرکت کرتا ہے۔ اسیے حرکت مرئی کے اعتبار سے تمام بول چال مین خواہ کسی زبان مین کیون نہو یہی کہا جاتا ہے کہ آفتاب ماہتاب یا ستارہ طالع ہوا افق سے اونچا ہوا سر پر پہونچ گیا۔ نیچا ہونے لگا ڈوب گیا غروب ہوگیا۔ غرضکہ عام بول چال مین آسمان ہی کی حرکت اعتبار کی گئی آسمان کے کسی نقطہ کے دورہ کرنے سے ایک دائرہ معدل النہار کے موازی پیدا ہوتا ہے اس دائرہ کو اُس نقطہ کا (یا اگر اُس نقطہ پر کوئی ستارہ ہو تو اُس کا) مدار کہتے ہین ربع مین کچھ مدارات بنا دیا کرتے ہین لیکن جب ربع مین مدار نہ ہو تو مرئی کی حرکت سے جو دائرہ پیدا ہوتا ہے وہ مدار ہوتا ہے۔ یعنی اس نقطہ کا مدار جسپر کہ مری عقد کی گئی ہے ۔

ربع مجیب کا مرکز بجاے قطب (ہمارے ملکون مین بجاے قطب شمالی) کے ہو اسلئے ربع ارتفاع سے جو قوسین لیجائین اُسکا جیب التمام مدار اس نقطہ کا ہے جو قوس ارتفاع پر لیا گیا ہے مثلاً اول قوس سے ۲۰ درجہ کے بعد کا مدار کا نصف قطر ۵۶ درجہ ۲۳ ق تقریبًا۔

اور جو نقطہ یا ستارہ معدل النہار پر ہو اُسکا مدار ربع کے نصف قطر کے برابر ہے۔



جیب التمام ۶۰ درجہ

کسی زاویہ یا قوس کا جیب یا ظل یا سہم وغیرہ بقاعدہ تناسب معلوم کرسکتے ہیں یعنی جو نسبت افاعیل قوس اعظم کو افاعیل قوس اصغر سے ہی وہی نسبت نصف قطر اعظم کو نصف قطر اصغر سے ہے۔ مثلاً جیب ۲۵ درجہ قوس اعظم : جیب ۲۵ درجہ قوس اصغر = ۶۰ : ۵۶ درجہ ۲۳ قہ۔

سہم قوس اصغر = سہم قوس اعظم اسی قاعدہ سے معلوم ہو سکتا ہی لیکن چونکہ دائر وغیرہ معلوم کرنے کے لئے اکثر سہم کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ربع مجیب سے اُسکے معلوم کرنے کا قاعدہ لکھا جاتا ہے۔

مفید عام پریس واقع ارادت نگر متصل ڈالی گنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۷۴

جا بیست جہان نماے ہر صفحہ درین

الناظر

نمبر ۱۰	یکم اپریل سنہ ۱۹۱۰ع	قیمت سالانہ عہ/

فہرست مضامین

صفحہ

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی   ظفر الملک علوی

بہ اہتمام ناظر و مالک اجناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر ۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

اطلاع ۔ جن صاحب کو پرچہ مہینہ کی ابتدائی تاریخون مین نہ پہونچے وہ براہ کرم فوراً نیاز مند کو اطلاع دیا کرین ۔ ظفر الملک علوی

۱۲/

یہ سب دوائین فقیرون کے مجربات سے ہین

دواخانہ مجربات جڑی بوٹی لکھنؤ

کی

ادویہ اپنے سریع الاثر اور کثیر المنفعت ہونیکی وجہ سے ہر حصہ ملک مین مشہور ہین

عرق ممیرہ - امراض چشم کے واسطے اکسیر الخاصیت - دافع نزول ماء - جاذب رطوبات جالی - مقوی بصر - ہر طرح کی شکایات متعلقہ بصارت کا قطعی علاج اور ہر عمر کے آدمی کو یکسان مفید ہے - حالت صحت مین بھی اسکا استعمال بیحد فائدہ دیتا ہے - قیمت فی تولہ عمار

سفوف سامری - مقوی معدہ و اعصاب و دماغ و مولد خون صالح ہے - مثانہ اور گردہ کی بیماریون مین مفید ثابت ہوا ہے - اور سرفہ کہنہ ضیق النفس و اختلاج قلب کا دافع (خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک) قیمت فی تولہ للعہ

حبوب بخار - تپ فصلی کے واسطے اکسیر کا کام کرتی ہین - بخار کی حالت مین بھی استعمال ہوسکتی ہین (خوراک ایک گولی) فی ڈبیہ جسمین ۱۲ گولیان ہوتی ہین ۴ ر ۳۰ گولیان ؏

حبوب تپ کہنہ و سرفہ کہنہ - یہ ایک نہایت بےمثل چیز ہے - مگر اسکے استعمال کیوقت سخت پرہیز کی ضرورت ہے کیسی ہی مزمن تپ ہو گیارہ دن مین اکسیر کا کام کرتی ہے اور ایک عجیب قوت پیدا کردیتی ہے (خوراک ایک گولی) گیارہ گولیان ایک ڈبیہ مین فی ڈبیہ عہ

حبوب نادرہ - بواسیر کو مفید - دافع قبض - مصفی خون - اخلاط فاسد کی دافع چند روز کے استعمال سے بہت فائدہ ہوسکتا ہے - حکیم صاحب کی گولیان اور اس قسم کی سب ادویات کو مات کرتی ہے (ایک گولی سے پانچ گولی تک خوراک ہے) فی ڈبیہ ۳۲ گولیون کی قیمت عہ

روغن حیات - نادر الوجود چیز ہے - دافع قبض - مفرح - مفتح - مقوی معدہ

[illegible] لکھنؤ

[illegible] لکھنؤ

مقوی گردہ و مثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح - مقوی جگر دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضائے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے - ۳ قطرہ سے ۴ ماشہ تک انتہائے مقدار ہے - قیمت فی تولہ صہ

روغن بواسیر - بواسیر خونی و بادی دونون کے حق مین اکسیر ہے مسّے پھولے ہوے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائینگے اور مرض دفع ہو جائیگا - قیمت فی تولہ عہ

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہیئے - کان کے تمام امراض - دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے قیمت ایک تولہ عہ دو تولہ عہ تین تولہ عہ پانچ تولہ سے

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کرکے تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ سے اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائینگے مرض انکا چاہے کیسا ہی سخت اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ارٹکٹ آنے پر روانہ کی جاسکتی ہین -

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصول ڈاک و وی پی ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر - جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس و مالک کارخانہ آئس فلاور آینڈ ائل ملز - لکھنؤ -

جملہ فرمائشات - منیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین -

الناظر

نمبر ۱۰ یکم اپریل سنہ ۱۰ ۱۹ء

الکلام

مولفۂ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر دوم

فطرت انسانی اور حاسۂ مذہب

حامیان و مخالفین مذہب کے درمیان ایک مابہ النزاع مسئلہ مذہب کا فطری ہونا ہے۔ اول الذکر گروہ کا خیال ہے کہ مذہب انسان کی فطرت و خمیر مین داخل ہے اور کوئی شخص یا فرقہ قطعاً لا مذہب نہین ہوسکتا۔ منکرین مذہب کا دعوی ہے کہ حاسۂ مذہب فطری نہین۔ بلکہ محض بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر ہے۔ علامہ شبلی جو اول الذکر جماعت کے مسلمہ وکیل ہین اس معلہ مین کیونکر اپنے فریق کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے؟ فرید وجدی کی

تقلید مین اُنھون نے بھی "انسان و ایمان" کے تعلقات پر بحث کی ہے اور الکلام مین ایک مستقل باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ "مذہب انسان کی فطرت مین داخل ہے" (صفحات ۱۶ - ۲۱ کتاب مذکور) لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکی تصنیف کا یہ حصہ جسقدر خلاف واقعہ اور مغالطہ آمیز ہے - اسکی نظیر خود الکلام کے دوسرے مقامات مین بھی نہین ملتی - ذیل مین ہم مولانا کے خیالات کو اُن ہی کے الفاظ مین درج کرتے ہین :-

مذہب کے فطری ہونے کی پہلی دلیل .... "بیرونی دشمنون اور مخالفون سے زیادہ سخت اور زیادہ خطرناک گروہ دشمنون کا ایک اور ہے جو خود انسان کے اندر موجود ہے اور جن سے اسکو ہمیشہ سخت معرکہ آرائیان رہتی ہین (مثلاً) طمع ..... کینہ پروری .... جاہ طلبی ...... خواہش نفس ان دشمنون سے بچانے کیلئے ایک حد تک عقل کام دیتی ہے - وہ بتاتی ہے کہ اگر تم کسی کی آبرو کا قصد کروگے تو وہ بھی کریگا - تم کسی کو برباد کرنا چاہوگے وہ بھی چاہیگا - تم دوسرون کی عزت نہ کروگے وہ بھی نہ کرینگے - لیکن اول تو ایسی پیش بین عقل خاص خاص تعلیم یافتہ اشخاص مین ہو سکتی ہے اسکے علاوہ بہت سے ایسے مواقع پیش آتے ہین جہان اس قسم کے انتقام کا مطلق اندیشہ نہین ہوتا - حکومت کا خوف جاسوس کا ڈر بدنامی کا احتمال انتقام کا خطرہ ان مین سے ایک چیز بھی نہین ہوتی - ان موقعون پر عقل اُن پرزور مخالفون کا مقابلہ نہین کر سکتی بلکہ ایک دوسری قوت ہے جو سینہ سپر ہوتی ہے اور انسان کو ان دشمنون کے حملہ سے بچاتی ہے - اس قوت کا نام نور ایمان کانشنس یا حاسۂ اخلاقی ہے اور یہی چیز مذہب کی بنیاد ہے - یہ قوت انسان کی اصل فطرت مین داخل ہے عالم و جاہل رذیل و شریف شاہ و گدا افریقہ کا وحشی اور یورپ کا تعلیم یافتہ سب اسمین برابر کے حصہ دار ہین" (صفحہ ۱۷ - ۱۸)

دوسری دلیل - دنیا مین افراد انسانی کے خاص خاص مختصات "یعنی زبان ملک قوم صورت رنگ کو حذف کرتے جاؤ تو جو چیزین قدر مشترک رہ جائینگی - ان مین ایک مذہب بھی ہوگا

اور یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ مذہب فطری چیز ہے - جن چیزون کو ہم انسان کی فطرت خیال کرتے ہین - مثلاً اولاد کی محبت ...... ان کے فطری ہونے کی یہی وجہ قرار دیتے ہین کہ تمام دنیا کے آدمیون مین مشترک پائی جاتی ہین - اس بنا پر جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ دنیا مین ہر قوم ہر نسل ہر طبقہ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور رکھتا ہے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ مذہب فطری چیز ہے اس سے بڑھکر یہ کہ مذہب کے جو مقدم اصول ہین وہ تمام مذاہب مین یکسان پائے جاتے ہین - خدا کا وجود اسکی پرستش کا خیال حیات بعد الموت جزا سزا - رحم دلی ہمدردی عفت کا اچھا سمجھنا - جھوٹ دغا زنا چوری کو برا جاننا دنیا کے تمام مذہبون کا اصل اصول ہے ..... جو باتین نشو طرز زندگی و مدار حیات ہین تمام افراد انسانی مین یکسان عطا کی گئی ہین (مثلاً کھانا پینا چلنا پھرنا سونا جاگنا) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مذہب کا اسقدر حصہ جو دنیا کی تمام قومون مین مشترک ہے لازمہ انسانی تھا اور اس وجہ سے قدرت نے تمام قومون کو یکسان عطا کیا - ارسطو دبنتھم بہت سے دلائل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ سچائی دیانت داری عفت علم اچھی چیزین ہین لیکن افریقہ کا ایک وحشی بغیر تعلیم و بغیر کسی دلیل کے خودبخود ان چیزون کو اچھا سمجھتا ہے" (صفحہ ۲۱)

پھر آگے چلکر اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب دعویٰ کیا ہے کہ خدائے واحد کا اعتراف انسان کی فطرت مین داخل ہے اور اسکی تائید مین یون استدلال کیا ہے -

"علم الانسان کے ماہرون نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ انسان جب بالکل فطری حالت مین تھا یعنی علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی کا بالکل وجود نہین ہوا تھا اُسوقت اُسنے سب سے پہلے اصنام کی پرستش کی تھی یا خدا کی ؟ مادیین کے سوا تمام محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی - مشہور محقق میکس مولر اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے خدا کے آگے اُسوقت سر جھکایا تھا جب وہ خدا کا نام بھی نہ رکھ سکتے تھے "جسمانی خدا (بت) اس حالت کے بعد اسطرح پیدا

ہوئے کہ فطرت اصلی مثالی صورت کے پردہ مین چھپ گئی - یہی وجہ ہے کہ جس زمانہ سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے دنیا کے ہر حصہ مین خدا کا وجود تھا" (صفحہ ۳۵ - الکلام)

اقتباسات بالا کی بنا پر یہان حسب ذیل سوالات تنقیح طلب پیدا ہوتے ہین -

کیا واقعی انسان مین کوئی حاسۂ اخلاقی پایا جاتا ہے جو فطری ہے ؟

کیا یہ صحیح ہے کہ دنیا کی تمام اقوام بلا استثنا مذہب کی پیرو ہین ؟

کیا درحقیقت علم الانسان نے فیصلہ کر دیا ہے کہ نوع انسان نے ابتدائی حالت مین بجائے بتون کے خدا کی پرستش کی تھی ؟

پہلی بحث - انسان کے ضمیر مین ایک حاسۂ اخلاقی یا کانشنس کے فطری ہونے کا دعوی صرف ہمارے علامہ ہی نے نہین کیا ہے بلکہ یورپ کے فلسفیون کا ایک گروہ بھی جو انجوئیشنلسٹ اسکول (Intuitionalists) کا متبع کہلاتا ہے (اور جسمین ڈیکارٹ - لبنز - [illegible] - ہری کلیٹن وغیرہ شامل ہین) انکا ہمزبان ہے لیکن ناظرین کو ان پر عظمت نامون سے مرعوب نہ ہو جانا چاہیے بلکہ غور کرنا چاہیے کہ کیا ان کے پیش کردہ دلائل کافی وزن رکھتے ہین اس جماعت کے اراکین کانشنس کے فطری ہونے پر حسب ذیل استدلالات قائم کرتے ہین -

(الف) حواس خمسۂ ظاہری جو فطری ہین عقل و فکر کی وساطت کے بغیر اپنے فرائض انجام دیتے ہین مثلاً ہماری آنکھون کے سامنے جو چیز آتی ہے ہم بلا تامل اسکا رنگ بتا دیتے ہین - ہم اپنے ہاتھون سے جس شے کو چھوتے ہین - اسکی سردی گرمی یا سختی و نرمی کو بلا توقف محسوس کر لیتے ہین - ہم اپنی زبان پر جس چیز کو رکھتے ہین بغیر وقفہ کے اسکے ذائقہ کا فیصلہ کر لیتے ہین بالکل اسی طرح سے جب کسی فعل کا ہمارے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو ہم فوراً بغیر توقف و تامل کے اسکے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہین - فیاضی ایمانداری ایثار نفس کے واقعات سنتے ہی ہماری زبان سے

تحسین کے الفاظ نکل جاتے ہین اور چوری یا ایمائی قتل کے واقعات سننے کے ساتھ ہی ہمارے دل مین ناپسندیدگی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہین۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مثل حواس ظاہری کے ایک حاسۂ باطنی بھی فطری ہے جو عقل کے توسط کے بغیر افعال کے ممدوح و مذموم ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔

(ب) جو حاسات کہ تمام نوع انسان مین مشترک ہین وہ فطری کہے جاتے ہین اور حاسۂ اخلاقی بھی تمام عالم مین یکسان طور سے پایا جاتا ہے اسلئے وہ بھی فطری ہے۔

(ج) ایسے مواقع پر جہان کہ بدنامی و انتقام کا مطلق اندیشہ نہین ہوتا اور جبکہ ارتکاب جرائم سے باز رہنے کی صلاح عقل بھی نہین دیتی اسوقت ایک خاص باطنی قوت راہ راست کی ہدایت کرتی ہے اور چونکہ یہ قوت خارجی قوتون سے مختلف ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فطری ہے۔

ان ہی استدلالات کی بنا پر مذہبی جماعت انسان اور مذہب کو لازم و ملزوم قرار دیتی ہے چنانچہ بعض ارباب قلم نے اصول منطق کو پس پشت ڈال کر انسان و حیوان کے درمیان صرف مذہب کو مابہ الامتیاز (جسکو اصطلاح مین فصل کہتے ہین) تسلیم کیا ہے اور انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک مذہبی حیوان ہے۔ لیکن ان دلائل کو مشاہدہ کے معیار پر جانچو اور دیکھو کہ میزان واقعیت مین ان کا کیا وزن ہے۔

(الف) پہلی دلیل پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ کسی امر کے متعلق فی الفور فیصلہ کر دینا محض فطری قوت پر منحصر نہین بلکہ بعینہٖ یہی نتیجہ مشق و تجربہ سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک کہنہ مشق و تجربہ کار قانون دان مقدمہ کی روئداد سننے کی ساتھ ہی اسکے متعلق قطعی رائے قائم کرلیتا ہے ایک آزمودہ کار جنگ آزما فوج کی ترتیب و صف بندی وغیرہ پر نظر ڈالتے ہی نتیجۂ جنگ کے نسبت پیشینگوئی کر دیتا ہے۔ علم ریاضی و ہندسہ کا ماہر جامٹری کی شکل پر نگاہ ڈالنے کے ساتھ ہی اسکے ثبوت کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کر دیتا ہے لیکن کیا ان سب باتون کا

[illegible] ثابت ہے کہ مقنن سپہ سالار اور مہندس کی یہ قوتیں مشق و تجربہ کا نتیجہ نہیں بلکہ فطری [illegible] یہی حال ہمارے حاسۂ اخلاقی کا ہے۔ ہم جب کسی اخلاقی جرم کا ذکر سنتے ہی [illegible] کہہ اٹھتے ہیں تو اسکی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ ایام طفولیت سے اسکی برائی [illegible] ذہن نشین کی گئی ہے اور یہی متواتر عادت ہے جو اب طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے۔

[illegible] اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ہم صرف ان ہی افعال کا فی الفور [illegible] فیصلہ کر سکتے ہیں جو روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں اور جنکے متعلق ہماری گردوپیش کی سوسائٹی [illegible] قائم کر چکی ہے۔ مثلاً چوری زناکاری قتل وغیرہ لیکن اگر کسی ایسے واقعہ کا ذکر کیا جائے جس سے ہمارے کان ناآشنا ہوں یا جو کسی قدر پیچیدہ ہو اور جس میں [illegible] تقریباً مساوی ہوں تو ہم ایسے افعال کی نسبت کوئی فیصلہ ایک لحظہ میں نہیں کر سکتے بلکہ ایک مدت درکار ہوتی ہے اور عقل سے مشورہ لیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی فیصلہ کی کوئی قوت فطری نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ نتیجہ ہے ابتدائی تعلیم و تربیت اور روزانہ مشق کا۔

اس خیال کی تائید ایک دوسرے طریقہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک بچہ اپنی پیدائش کے ساتھ ہی ایک بالکل تنہائی کے مقام پر لاکر رکھا گیا اور اسکا نشوونما ایسے مقام پر ہوا جہاں نہ اسکو دنیا کے حالات کا تجربہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ اس پر کسی قسم کا سوسائٹی کا اثر پڑ سکتا تھا۔ اسکے جوان ہونے پر کوئی شخص اوس سے نکاح اور زناکاری کے واقعات بیان کرتا ہے۔ لیکن وہ خاموش ہے۔ وہ دونوں افعال میں سے کسی کے مذموم ہونے کے متعلق (بھی) رائے ہرگز فوراً نہیں قائم کر سکتا۔ حالانکہ اگر حاسہ اخلاقی فطری ہے تو اسکو فوراً فیصلہ کر دینا چاہیئے تھا۔

(ب) اس استدلال کا کبریٰ بھی اگرچہ محتاج ترمیم ہے لیکن صغریٰ تو اسقدر غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ خود حامیان کانشنس کو بھی اب باول ناخواستہ اس دعویٰ سے دست بردار

ہونا پڑا ہے - ایک گروہ کا کانشنس ذبح حیوانات کے نام سے لرز جاتا ہے لیکن دوسرا گروہ اپنے سچے اعتقاد کے مطابق ان کی قربانی کو اپنی نجات کا وسیلہ سمجھتا ہے - ایک جماعت کے نزدیک ایک عورت کے سوا دوسری عورت سے نکاح کرنا تمام اصول اخلاق کے منافی ہے! لیکن دوسرے فرقہ کی رائے مین تعدد ازدواج کا مسئلہ دنیاوی مصالح کی بنا پر مناسب و ضروری ہے - ایک تیسرا طبقہ ایسا بھی موجود ہے جسکے قانون اخلاق مین سرے سے نکاح کی دفعہ ہی غائب ہے - وہ ہر مرد کو اجازت دیتا ہے کہ جسقدر عورتون سے چاہے لذت شہوانی حاصل کرے - اکثر قومون کے نزدیک چوری اور قتل بدترین جرائم ہین لیکن ایسی جماعتون کی مثالین بھی موجود ہین جنکا کانشنس انکو ان جرائم پر بالکل ملامت نہین کرتا - خود ہمارے ہندوستان مین ایک صدی کا عرصہ ہوا ٹھگون کی جماعت موجود تھی جو اپنے عقیدہ کے مطابق مسافرون کو دغا و فریب سے ہلاک کر ڈالنا فرض مذہبی سمجھتی تھی - اس طرح کی سیکڑون مثالین پیش کیجا سکتی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف قومین ایک دوسرے سے بالکل مختلف بلکہ مخالف و متضاد اصول پر عمل کرتی ہین اور اپنے اصول کو کانشنس کے موافق خیال کرتی ہین - اس اختلاف سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حاسۂ اخلاقی فطری نہین بلکہ اسکا نشو و نما گرد و پیش کے خارجی اسباب کے اثر سے ہوتا ہے -

(ج) اس استدلال کی صحت کا دار و مدار اس دعویٰ پر ہے کہ ارتکاب جرائم کے وقت عالمگیر طور پر ایک باطنی قوت مانع ہوتی ہے - لیکن درحقیقت جس تعمیم کے ساتھ یہ دعویٰ پیش کیا گیا ہے - اسکی تائید واقعات سے نہین ہوتی - مشاہدہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگون کو ابتدا سے اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے اور سوسائٹی جنکو بچپن ہی سے نیکی و بدی کا فرق بتاتی ہے - ان لوگون مین ایک حاسۂ اخلاقی پایا جاتا ہے لیکن جن لوگون کا نشو و نما بغیر اخلاقی تربیت کے اور رندی کی حالت مین ہوتا ہے وہ تمام

عمر علانیہ بدکاریون مین مبتلا رہتے اور کوئی اندرونی تحریک ان کو منع نہین کرتی۔ ایسے بیسیون جرائم پیشہ قبایل موجود ہین جنھون نے بدافعالیون کو اپنا ذریعۂ معاش قرار دے لیا ہے مگر ان کا کانشنس ان کو کبھی سرزنش نہین کرتا اور وہ لوگ کبھی جرایم کو قابل ترک نہین خیال کرتے۔ لارڈ مکالے ہائی لینڈز (اسکاٹ لینڈ) کے ایک قدیم لوٹیرے سردار کے حالات کے ضمن مین لکھتا ہے:-

> وہ اپنے طاقتور اعزا سے مراسم اتحاد قائم رکھتا تھا اور وہ لوگ بھی اسکے ڈاکو ہونے کی وجہ سے اسکے ساتھ محبت مین کمی نہین کرتے تھے کیونکہ وہ کبھی ان لوگون کو نہین لوٹتا تھا۔ اور یہ خیال کہ ڈاکہ زنی بہ حیثیت ڈاکہ زن کے ایک ذلیل و شرمناک حرکت کہی جا سکتی ہے کبھی ان لوگون کے دماغ مین آیا ہی نہ تھا۔

تلاش سے ایسی جماعتون کی بہ کثرت مثالین مل سکتی ہین جنھون نے اپنی تمام زندگی کو جرم و عصیان کی نذر کر دیا ہے حالانکہ اگر حاسۂ اخلاق فطری ہے تو اُن کو ہر لحظ اس سے مقاومت کرنا چاہئے۔ انگلستان کا مشہور فلسفی جان لاک اگرچہ مذہب کا پابند ہے۔ مگر اس بدیہی تناقض سے حیران ہو کر لکھتا ہے کہ میری سمجھ مین نہین آتا کہ کوئی شخص کیونکر عمداً اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کی جرأت کر سکتا ہے۔ اگر وہ قوانین فطری اور اُسکے دل پر منقش تسلیم کئے جایئن[1]۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان اگرچہ بالطبع آزاد و حریت پسند ہے لیکن سالہا سال کے رسم و رواج نے اسکو تقلید کا اس درجہ عادی بنا دیا ہے کہ قانون توارث کی رو سے موجودہ نسل مین وہ بمنزلہ طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہے اور اب یہ حالت ہے کہ جب وہ اپنے گرد و پیش کی سوسائٹی کے اثر اور دباؤ سے باہر ہو کر کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ایک قسم کا ہراس

---

[1] دیکھو لاک کا رسالہ فہم انسانی کے متعلق حصہ اول باب ۳۔ (Locke's "Essay on Human Understanding")

معلوم ہوتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر وہ جب کسی ایسے فعل کے ارتکاب کا قصد کرتا ہے جو اسکی سوسایٹی مین مذموم و ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہی اور جسکو اُسکے گرد و پیش کی جماعت اخلاقی حیثیت سے قبیح خیال کرتی ہے تو اسکی طبیعت مین ابتداءً ایک طرح کی جھجک محسوس ہوتی ہے اسی جھجھک اور ہراس کو مولانا شبلی حاسۂ طبعی قرار دیتے ہین۔ لیکن دراصل یہ حاسۂ اخلاقی سوسایٹی کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے کیونکہ جن لوگون کا نشو و نما اخلاقی طبیعت کے دائرہ سے باہر ہوتا ہی یا جنکی سوسایٹی مین کوئی اخلاقی قانون متعارف نہین ہوتا وہ لوگ کسی فعل کے ارتکاب کے وقت نہین ہچکچاتے۔

فطری جذبات کے مفہوم کو ہمارے مولانا نے اسقدر وسعت دی ہے کہ انکے خیال مین کسی حاسہ کی فطری ہونے کے لئے صرف یہ شرط کافی ہے کہ وہ تمام نوع انسان مین مشترک ہو اور اسی بنیاد پر وہ حاسۂ مذہب کے ساتھ اولاد کی محبت کو بھی فطری قرار دیتے ہین۔[۵] لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ کوئی غیر فطری حاسہ بھی تمام عالم مین مشترک ہو ہمارے خیال مین کسی حاسہ کے فطری ہونے کے لئے حسب ذیل شرائط لازمی ہین۔

(۱) وہ تحریک غیر ارادی ہو۔

(۲) وہ تحریک تمام نوع انسان مین یکسان طور سے مشترک ہو۔

(۳) اگر اس تحریک پر عمل نہ کیا جاے تو صریح نقصان محسوس ہو۔

مثال کے لئے ہم حاسۂ اشتہا کو لیتے ہین۔ بلاشبہ یہ تحریک ہر سہ شرائط بالا کے معیار پر پوری اُترتی ہے اور ہم اس حاسہ کو صحیح معنے مین فطری تسلیم کر سکتے ہین علی ہذا پیاس اور نیند کے حاسات بھی طبعی اور فطری کہے جا سکتے ہین۔ لیکن اس صنف مین حاسۂ مذہب کسی طرح نہین داخل ہو سکتا۔ حاسۂ اخلاقی مین آخر الذکر دونون شرائط قطعاً نہین پائے جاتے اسلئے وہ فطری نہین کہا جا سکتا۔ ادلاد کی محبت کو فطری

---

[۵] الکلام صفحہ ۲

حاسہ قرار دینا اگرچہ اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ یہ جذبہ تمام نوع انسان مین بالکل مشترک نہین ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر کرکے یہ نقص موجود ہے کہ منجملہ شرایط مالا اس مین تیسری ضروری شرط نہین پائی جاتی۔

دوسرا مسئلہ۔ مذہب کا عالمگیر ہونا۔ مذہب کا لفظ اگرچہ نہایت مبہم اور کثیرالمعنی ہے لیکن ہم مولانا کے نہایت مشکور ہین کہ اُنھون نے خود اس لفظ کی تشریح کردی۔ جسکے تسلیم کرنے مین ہمکو بھی کوئی عذر نہین۔ مولانا کی راے مین مذہب کے اصل اصول یہ ہین:—

خدا کا وجود اسکی پرستش کا خیال۔ حیات بعدالموت۔ جزا۔ سزا۔

رحمدلی۔ ہمدردی۔ عفت کا اچھا سمجھنا۔ جھوٹ۔ دغا۔ زنا۔ چوری کو بُرا جاننا۔

لیکن کیا واقعی تمام دنیا ان کل عقائد کی پابند ہے؟ نہین ہم اس سوال کا معیار اور گھٹا کر صرف اتنا دریافت کرتے ہین کہ کیا تمام دنیا ان مین سے کسی عقیدہ کی پابند ہے؟ گذشتہ اقوام کی تاریخ اور حال کے سیاحون کے مشاہدات متفق اللفظ ہو کر اس سوال کا جواب نفی مین دیتے ہین۔ ایسی متعدد قومون کی مثالین موجود ہین جو مذکورہ بالا عقائد مین سے ایک کی بھی پابند نہین۔ پہلے ہم وجود خدا کے مسئلہ کو لیتے ہین جو سب عقائد سے زیادہ مہتم بالشان ہے مسٹر لینگ[۲] کوئنس لینڈ (واقع آسٹریلیا) کے باشندون کے متعلق حسب ذیل

---

[۱] ممکن ہے کہ ہمارا یہ دعوی بعض لوگون کو انوکھا معلوم ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعض قومین ایسی ہین جو محبت والدین تو ایک طرف اپنی اولاد کو عداوت کی نظرون سے دیکھتی ہین جان لاک اپنی اسی کتاب مین جسکا حوالہ ہم پیشتر دے چکے ہین لکھتا ہے کہ:—

"منگریلیا [illegible] کے باشندے جو عیسائی مذہب کے پیرو ہین یہ ایک عام دستور ہے کہ اپنے بچون کو بلا تامل زندہ دفن کردیتے ہین اور بعض مقامات ایسے بھی ہین جہان کے باشندے اپنی اولاد کو کھا جاتے ہین" (صفحہ ۲۴)

[۲] لینگ صاحب کا سفرنامہ کوئنس لینڈ صفحہ ۳۴۰ (Lang's Queensland)

تحریر کرتے ہین۔

"وہ لوگ دنیا کے خالق و حاکم اپنے افعال کے نگران اور آیندہ زندگی مین اجر دینے والے کی نسبت کوئی خیال نہین رکھتے۔ وہ کسی معبود کی خواہ وہ ادنیٰ ہی درجہ کا کیون نہ ہو پرستش نہین کرتے۔ ان لوگون کے یہان نہ کوئی بت ہے نہ عبادتگاہ ہے اور نہ کسی قسم کی قربانی ہوتی ہے۔ الغرض وہ لوگ کسی قسم کا مذہب نہین رکھتے اور نہ اُن مین کسی مذہبی اعتقاد کا وجود ہے جو اُن مین اور درندون مین مابہ الامتیاز ہو سکے۔ وہ لوگ بغیر خدا کے زندگی بسر کرتے ہین"

غور کرو کہ اس مصنف کو مذہب اسقدر عزیز ہے کہ وہ اسکو انسان و حیوان کے درمیان مابہ الامتیاز قرار دیتا ہے تاہم حق گوئی سے مجبور ہوکر اسکو ایک جماعت کے قطعاً لامذہب ہونے پر شہادت دینا پڑتی ہے۔ اسی مصنف نے آگے چلکر مسٹر شمٹ Schmidt کا قول بھی اپنی تائید مین نقل کیا ہے جو خلیج مورٹن مین سات سال تک بہ حیثیت ایک مشنری کے قیام پزیر رہ چکے تھے اور وہان کی زبان اور باشندون کی طرز معاشرت سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے۔

سرجان لببک (لارڈ ایوبری) ایم ڈی۔ ال ال ڈی۔ اف۔ آر۔ ایس جو نہایت وسیع النظر مولف اور طبقات الارض و آثار قدیمہ کے متعلق یورپ و امریکہ کی متعدد سوسائٹیون کا ممبر ہے اپنی کتاب "پری ہسٹارک ٹائمس (Prehistoric Times) مین اکثر وحشی قبائل کے متعلق متعدد سیاحون کے چشمدید بیانات نقل کرتا ہے جنکا ماحصل یہ ہے کہ ان مین کسی طرح کے مذہبی اعتقادات کا وجود نہین۔ ذیل مین ہم اُن مین سے چند کے نام درج کرنے پر اکتفا کرتے ہین:-

اسکیموز کے متعلق (یعنی نواح قطب شمالی کے باشندون کے متعلق) فرانکلن اور راس کی شہادت۔

کناڈا کے بعض قبائل کے متعلق مسٹر ہیرن (Hearne) کی شہادت۔

کالیفورنیا کے متعلق لاپیروز (La Perouse) اور بیگرٹ (Baegert) کی شہادت۔

برازیل کے اکثر فرقون کے متعلق والس بیٹس اسپکس مارٹیس کی شہادت۔

پاراگے کے متعلق ڈوب رزافر (Dobritzhoffer) کی شہادت۔

پالینیشیا کے بعض جزیرون کے متعلق ولیمز (Williams) کی شہادت۔

جزائر ڈامود (واقع آسٹریلیا) کے متعلق جوکس (Jukes) کی شہادت۔

افریقہ شمالی کی بعض قومون کے متعلق برٹن (Burton) اور گرانٹ (Grant) کی شہادت۔

جزائر انڈمان کے متعلق مواٹ (Mouatt) اور پورٹ مین (Portman) کی شہادت۔

جزائر پلیو کے باشندون کے متعلق ولسن (Wilson) کی شہادت۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد شہادات ہین جنکو ہم طوالت کے خیال سے قلم انداز کرتے ہین اسی مصنف نے ایک دوسری کتاب "تمدن کا آغاز اور انسان کی ابتدائی حالت" کے عنوان سے تالیف کی ہے جو تحقیق و جامعیت کے لحاظ سے لاجواب ہے اس کتاب مین مذہب کے عالمگیر نہ ہونے پر اس نے اور چند معتبر شہادتون کا اضافہ کیا ہے اور خود مذہب کی نسبت اپنی رائے حسب ذیل الفاظ مین ظاہر کرتا ہے۔

یہ خیال کہ مذہب عام و عالمگیر ہے اکثر جلیل القدر حضرات نے ظاہر کیا ہے بااینہمہ یہ دعوی متعدد و معتبر شاہدون کے بیانات کے منافی ہے۔ جہاز ران تاجر فلسفی رومن کیتھولک پادری پروٹسٹنٹ مشنری خواہ زمانہ قدیم کے ہون یا دور جدید کے کرہ ارض کے ہر گوشہ سے اس بیان پر متفق اللفظ ہین کہ انسان کی ایسی نسلین موجود ہین جو قطعاً لامذہب ہین ہمارے بیان کی تقویت اس امر سے اور بھی ہوتی ہے کہ بعض حالتون مین اس واقعہ نے خود اسکو

حیرت مین ڈال دیا ہے جو اسکو بیان کرتا ہے اور اسکے سابقہ تصورات کے بالکل مخالف پڑا ہے۔[۱]

اسی مصنف کے حوالہ سے ہم پادری بیگرٹ صاحب کا بیان کالیفورنیا کے اصلی باشندون کی نسبت درج کرتے ہین۔ پادری موصوف تحریر کرتے ہین کہ ہمارا مذہب قبول کرنے سے قبل ان لوگون کی گورنمنٹ اور مذہب کی حالت کا ذکر ضروری ہے لیکن دراصل ان لوگون مین دو نون چیزون کا وجود نہ تھا۔ مجسٹریٹ پولیس قانون کچھ نہ تھا بجون عبادتگاہون پرستش اور مذہبی رسوم سے یہ لوگ بالکل نا آشنا تھے۔ یہ لوگ نہ تو خدا سے یکتا کا اعتقاد رکھتے تھے اور نہ جھوٹے دیوتاؤن کی پرستش کرتے تھے مین نے ان لوگون کے درمیان رہ کر یہ دریافت کرنے کی کامل تحقیقات کی کہ آیا یہ لوگ خدا حیات بعد الموت اور اپنی روحون کی نسبت کسی قسم کا تصور رکھتے ہین۔ لیکن مجھکو کبھی ان لوگون مین اس قسم کے خیالات کا ذرہ بھر بھی وجود نہین معلوم ہوا۔ ان کی زبان مین خدا اور روح کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے کوئی الفاظ ہی نہین ہین[۲]

تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلو کہ ان تمام سیاحون نے دغابازی اور دروغ گوئی پر کمر باندھی ہے لیکن اسکا کیا جواب ہوسکتا ہے کہ وہ مذہب جسکے متبعین کی تعداد تقریبًا آبادی عالم کی نصف ہے۔ یعنی بدھ مذہب۔ اپنے مذہبی دستورالعمل مین خدا کا ذکر ہی نہین کرتا؟ باایں ہمہ اسکی اخلاقی تعلیم کسی دوسرے مذہب سے کم درجہ پر نہین۔ مغرب کا وہ پابند مذہب مصنف جسکو ہمارے علامہ مشہور محقق کے لقب سے یاد کرتے ہین۔ یعنی میکس مولر لکھتا ہے کہ "دین عیسوی سے پہلے جو اعلیٰ اخلاقی تعلیم انسان کو دی گئی تھی اسکے دینے والے وہ لوگ تھے جنکی نظرون مین خدا کا وجود

---

[۱] Lubbock "On the origin of civilization and Primitive Condition of man" صفحہ ۲۱۲

[۲] صفحہ ۲۰۵

ایساہی بے بنیاد تھا جیسا کہ سایہ کا وجود۔ یہ وہ لوگ تھے جو معابد بناتے ہی نہ تھے۔ یہان تک کہ اس نامعلوم خدا کا بھی معبد نہ بناتے تھے"

مذکورہ بالا استشہادون سے مذہبی عقاید (خدا کا وجود اسکی پرستش حیات بعد الموت وغیرہ) کا عالمگیر نہ ہونا بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ اب مذہب کے اخلاقی پہلو پر نظر ڈالو اور تحقیقات کرو کہ کیا واقعی تمام دنیا۔ ہمدردی رحمدلی عفت کو مستحسن اور جھوٹ زنا چوری کو قابل نفرت خیال کرتی ہے؟ اس کا مجمل جواب نفی مین ہم پیشتر بھی دے چکے ہین اور بتا چکے ہین کہ بعض جرائم پیشہ قومون مین ڈاکہ زنی بالکل معیوب نہین سمجھی جاتی۔ ذیل مین اسی جواب پر چند اور شہادات کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ افریقہ کے بعض قبائل کے متعلق مسٹر برٹن تحریر فرماتے ہین[۵۱]

"مشرقی افریقہ مین کانشنس کا وجود ہی نہین پایا جاتا ہے اور توبہ کا لفظ صرف موقع جرائم کے ہاتھ سے نکل جانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ڈاکہ زنی اعزاز کی علامت سمجھی جاتی ہے اور قاتل (جسقدر سفاکانہ جرم ہو اسی قدر بہتر ہے) ہیرو خیال کیا جاتا ہے"

سر جان لیبک شمالی امریکہ کے ایک قبیلہ سیوکس (Sioux) کے متعلق مسٹر گال بریتھ (Galbraith) کے حوالہ سے لکھتے ہین[۵۲]

"وہ لوگ بدکاریون کو نیکی سمجھتے ہین۔ چوری آتش زنی۔ زنا بالجبر قتل یہ چیزین ان کے یہان فخر و امتیاز کی علامت تصور کی جاتی ہین۔ وہان کے باشندون کو بچپن ہی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ انسان کے لئے اعلیٰ ترین خوبی قتل کرنا ہے۔ وہ لوگ اپنی ناچ رنگ

---

۵۱) Burton's First Footsteps in East Africa "ابتدائی نقش پا افریقہ مشرقی مین" صفحہ ۱۷۶۔

۵۲) آغاز تمدن" صفحہ ۳۹۷ (Origin of Civilization)

کی محفلوں اور ضیافتوں میں اپنی چوری لوٹ مار اور قتل کی داستانوں کو فخریہ نظم میں سناتے ہیں۔ یہاں کے نوجوانوں کا اعلیٰ ترین مقصد بلکہ تنہا مقصد یہی ہوتا ہے کہ نوعِ انسان کے کسی فرد کے قتل میں ہاتھ رنگیں۔ خواہ وہ عورت ہو یا مرد یا بچہ"۔

اسی کتاب میں آگے چلکر یہ مصنف آسٹریلیا کے باشندوں کے متعلق گورنر آیر (Eyre) کے حوالہ سے تحریر کرتا ہے کہ ان لوگوں میں عدل و انصاف کا اخلاقی احساس بالکل نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کسی فعل کے حق بجانب ہونے کا معیار صرف اس سوال کو قرار دیتے ہیں کہ آیا ہم لوگ جسمانی حیثیت سے یا باعتبار کثرت تعداد کے اس قابل ہیں کہ اُن لوگوں کے انتقام سے جنکو ہم نقصان پہونچانا چاہتے ہیں محفوظ رہ سکتے ہیں؟[1]

قتل و غارت ڈاکہ زنی چوری بدعہدی سے قطع نظر کرکے عفت وعصمت کے احساسات بھی عالمگیر نہیں کہے جا سکتے۔ تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ بعض قدیم اقوام میں بدچلنی کسی قسم کا جرم نہیں سمجھی جاتی تھی۔ خود یونان قدیم کی یہ حالت تھی کہ ایک جانب تو حکمت و فلسفہ کا آفتاب آسمان کمال پر پوری چمک دمک کے ساتھ ضیا گستر تھا اور دوسری جانب اسی روشنی میں وہ اندھیر تھا کہ بڑا سا بڑا حکیم اُن حیا سوز جرایم کا مرتکب ہوتا تھا جنکے ذکر سے بھی ہم زبان قلم کو آلودہ کرنا نہیں پسند کرتے۔ آج بھی مختلف اقطاع عالم میں ایسی قومیں ہیں جن میں عفت و پاکدامنی کا مطلق خیال نہیں۔ چنانچہ پالینیشیا میں بے حیائی انتہائی درجہ پر ہے۔ وہاں کے سیاحوں کا بیان ہے کہ جس قسم کے فحش الفاظ کو زبان پر لاتے ہوے ہمارے یہاں کے مرد بھی جھجکتے ہیں اس سے بدرجہا زیادہ شرمناک گفتگو وہاں کی عورتیں بے محابا غیر مردوں سے کرتی ہیں۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہاں کے مرد اپنی بیویوں کو بطور تحفہ کے مہمانوں کے سامنے پیش

[1] آغاز تمدن صفحہ ۲۹۷

کرتے ہین چنانچہ متعدد یورپین سیاحون مثلاً کپتان بیچی اور پورٹر وغیرہ کو اسکا تجربہ ہوا ہو۔ تاسمانیا کے باشندون کا نمبر اور بھی بڑھا ہوا ہے۔ وہ لوگ اس امر کو بہت بڑا اعزاز خیال کرتے ہین کہ کوئی یورپین انکی عورتون کے ساتھ زنا کرے۔ آسٹریلیا کے بعض قبائل کچھ نقدی معاوضہ پر اپنی بیویون کو اپنے دوستون کے یہان بھیجدیتے ہین مجمع الجزائر نوکاہیوا (Nukahiva) کے باشندون کے متعلق ڈاکٹر رابلٹ (Roblet) کا بیان ہے کہ وہان کے لوگ فرانسیسی ملاحون کے پاس اپنی عورتون کو اکثر بخوشی بھیجدیا کرتے تھے جن مین بعض لڑکیون کی عمر آٹھ آٹھ سال کی ہوتی تھی لیکن وہان کی بداخلاقی کا تم اس سے اندازہ کر سکتے ہو کہ وہ بھی باکرہ نہین ہوتی تھین!!! جزائر انڈمن مین عام رواج ہے کہ شادی کے قبل عورت اپنے تئین مردون کے لئے وقف عام رکھتی ہو۔ لطف یہ کہ ان تمام مثالون مین سوسائٹی کے رسم و رواج کے بموجب عورت اپنے تئین کسی جرم کا مرتکب نہین سمجھتی[1]۔

مختلف اقوام کی لامذہبی اور بداخلاقی کی ایسی ہی حالتون کو پیش نظر رکھکر پانشیور جولی۔ پروفیسر آف سائنس۔ ٹولوس (فرانس) نے یہ نہایت صحیح نتیجہ اخذ کیا ہے[2] کہ

"صرف یہی نہین کہ یہ قبائل خدا اور حیات بعد الموت کا کوئی عقیدہ نہین رکھتے۔ بلکہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ ان مین کوئی اخلاقی خیال نہین ہوتا"

لیکن اسکے مقابلہ مین ہمارے مولانا کے فتوے پر غور کرو کہ اخلاقی جماعت مین ایک وحشی سا وحشی بھی ارسطو اور بنتھم کے دوش بدوش کھڑا ہو سکتا ہے!!! (الکلام صفحہ ۲۰)

---

[1] یہ تمام مثالین ماخوذ ہین پیرس کے انتھراپالوجیکل سوسائٹی کے سکریٹری اور اسکول آف انتھراپالوجی کے پروفیسر مانشیور لیٹرنیا کی لاجواب تالیف (Letourneau's "Evolution of marriage") "ارتقاء نکاح" سے دیکھو صفحات ۵۶ لغایت ۶۴۔

[2] پروفیسر موصوف کی کتاب مین بیفورہسٹری صفحہ ۳۲۹-۳۳۰ (Joly; "man before history")

تیسرا سوال- کیا علم الانسان کے ماہرین نے فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان نے پہلے پہل خدائے واحد کی پرستش کی تھی؟ علامہ شبلی اس مسئلہ پر کسی بحث کو غیر ضروری سمجھکر اسکا مختصر جواب اثبات مین دیتے ہین اور اپنے سرسری جواب کو پبلک کی نظرون مین مستند و وقیع بنانے کے لئے تحریر فرماتے ہین کہ

"مادئین کے سوا تمام محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ
انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی"۔ [۱]

اس جملہ سے جو مفہوم میری سمجھ مین آیا وہ یہ ہے کہ جمہور محققین علم الانسان کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ انسان ابتدا ہی سے موحد ہے اور صرف ایک خاص جماعت یعنی مادہ پرستون کو اس سے اختلاف ہے مگر ان کی رائے قابل وقعت نہین۔

ہم حیرت واستعجاب کے ساتھ اس عجیب وغریب فیصلہ کو بار بار پڑھتے ہین اور سمجھ مین نہین آتا کہ مولانا کے اس دعوے کی کیا معقول دلیل ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر عبارت بالا کا وہ مفہوم صحیح ہے جو ہماری سمجھ مین آیا ہے۔ تو ہمکو چار ناچار کہنا پڑتا ہے کہ مولانا نے اس موقع پر ایسے مغالطہ سے کام لیا ہے جسکی توقع ہرگز ان سے نہین کی جاتی تھی۔ ممکن ہے جو لوگ یورپ کی زبانون سے ناآشنا ہون ان پر اس دعوی کا جادو چل جائے لیکن جو شخص کہ خود محققین علم الانسان کی تصانیف کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس پر اس صریح غلط بیانی کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟

دراصل اس مقام پر سب سے زیادہ مغالطہ خیز لفظ مادئین کا ہے اگر اس لفظ سے مراد ان لوگون سے ہے جو کسی قسم کی غیر مادی ہستی کے قطعاً منکر ہین اور جنکے خیال مین عالم کی علت محض مادہ ہی سے ہے تو مولانا کا دعوی اس لحاظ سے غلط ہے کہ ان مادہ پرستون کے علاوہ محققین کی ایک اور بڑی تعداد ہے جس نے انسان کے

[۱] الکلام صفحہ ۳۵

ابتداءً خدا پرست ہونے کی نفی کی ہے اور جس مین ڈارون ہکسلی اسپنسر اینڈریو لینگ گرانٹ ایلن ایڈورڈ کلاڈ وغیرہ شامل ہین ۔ لیکن ان لوگون کو مادہ پرست کا لقب دینا سخت بیدردی کے ساتھ انصاف کا خون کرنا ہے ۔ کاش آج اسپنسر اور ہکسلی زندہ ہوتے تو اپنی آنکھون سے یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھتے کہ جس عقیدہ کی صاف صاف مخالفت وہ اپنی تصانیف مین کر گئے ہین اسی کے تسلیم کرنے کا الزام آج اُنپر لگایا جاتا ہے[1]

ہان اگر مادئین کے مفہوم مین وہ تمام لوگ داخل کر لئے جائین جو روح پرست (اسپریچولسٹ) نہین ہین تو بلا شبہ مولانا کا دعویٰ درست ہے ۔ لیکن اس صورت مین اُنکو محض چند افراد تک محدود رکھنا سخت غلطی ہے ۔ کیونکہ علم الانسان کے جسقدر محققین ہوے ہین وہ بہ استثنائے چند سب اسی جماعت مین داخل ہین ہمارے خیال مین اگر مولانا اپنے دعوی کو یون بیان فرماتے کہ بہ استثناء چند افراد کے جو روحانیت کے معتقد ہین عموماً محققین نے انسان کے ابتداءً خدا پرست ہونے کی نفی کی ہے ۔ تو زیادہ قرین صحت ہوتا[2] ۔

---

[1] پروفیسر ہکسلی اپنے ایک مضمون مین جو سنہ ۱۸۶۸ء مین اُسنے بمقام ایڈنبرا پڑھا تھا صاف صاف کہتا ہے کہ اگرچہ سائنٹفک خیالات کے اظہار کے لئے ہمکو مادّی مصطلحات و اشارات سے کام لینا چاہیئے ۔ لیکن مادیت کے غلط اصول ہماری زندگی کی قوتون کو نقصان پہونچانے والے ہین اور مادیت ایک سخت اصول ہو (دیکھو "زندگی کی طبعی بنیاد" مشمولہ مجموعہ مضامین جلد اول) اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ مین وہ اپنے دوست جورج ہوکر کو ایک خط مین تحریر کرتا ہے کہ میرے فلسفہ کا اصول اولین یہ ہے کہ مادہ پرستی اور روح پرستی دونون ایک ہی لغو محال کے انتہائی حدود ہین (دیکھو "لایف اینڈ لیٹرز آف ہکسلی" جلد اول صفحہ ۲۴۳) بالکل یہی خیال اسپنسر کا بھی تھا وہ کہتا ہے کہ میٹریلسٹ اور اسپریچولسٹ کا اختلاف محض نزاع لفظی ہے اور ہر دو فریق یکسان طور پر خارج از عقل ہین (دیکھو "فرسٹ پرنسپلز" صفحہ ۵۵۰ طبع پنجم)

[2] ۔ زیادہ تعجب یہ ہے کہ خود فرید وجدی کی تصانیف مین جو مثل دیگر مقالات کے اس کوچہ مین بھی ہمارے مولانا کے لئے شمع راہ ہین یہ بیان بالکل اسی حیثیت سے نہین پایا جاتا جیسا کہ الکلام مین ہے ۔ فرید وجدی کے خاص

حقیقت یہ ہے کہ علم المعاشرت (سوشیالوجی) اور علم الانسان (انیتھراپالوجی) کے تقریبًا تمام ماہرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ عقل کے ساتھ مذہب کا بھی نشو و نما ہوا ہے اور انسان نے اپنے قوائے دماغی کے ارتقا کے ساتھ مذہبی اعتقادات مین بھی تدریجی ترقی کی ہے جسکا منشا دوسرے الفاظ مین یہ ہے کہ خدائے واحد کا اعتقاد جو نسبتاً زیادہ شریفانہ اور زیادہ معقول ہے دفعتہً نہین پیدا ہوا بلکہ عقل انسانی بہت سے ادنیٰ درجہ کے مذہبی عقائد کے دورون کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی ہے - مولانا اپنی تائید مین مکس مولر کا قول نقل کرتے ہین اور اس شہادت کو زیادہ وزندار بنانے کیلئے اسکو "مشہور محقق" کے لقب سے یاد کرتے ہین لیکن اول تو یہی امر بحث طلب ہے کہ یہ کون مصنف ہے اور اسکی کس کتاب سے یہ اقتباس منقول ہے[۱] - دوسرے یہ کہ اگر یہ وہی مصنف ہے جو یورپ مگر اس سے بہت زیادہ ایشیا کی مذہبی جماعت مین مقبولیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو بلا شبہ وہ علم الالسنہ (فیلالوجی) کا ماہر تھا - مگر کیا علم الانسان مین اسکی رائے کچھ بھی وقعت رکھتی ہے؟

ڈارون لکھتا ہے کہ اس امر کی کوئی شہادت نہین پائی جاتی کہ انسان

بقیہ حاشیہ گذشتہ - الفاظ یہ ہین :- اختلف العلماء الباحثون فی اصول الادیان فی اوّل معبود عبدہ الانسان فی اوّل نشأتہ فذهب الماديون منهم الی انه عبد الاصنام ...... ومال الروحیون من الفلاسفة الی ان الانسان عبد الخالق الاقدس (حدیقہ فکریہ صفحہ ۱۳) اگرچہ اس کے بعد اُس نے یہ بھی لکھدیا ہے اما النظریة الاولی وهی نظریة الماديين فقد سقطت الآن الی الحضیض وتبین فسادها (حدیقہ صفحہ ۱۴) فرید وجدی کے مسلسل افتراعات اور غلط بیانیون کو پیش نظر رکھکر اسکے قلم سے اس اخیر جملہ کا نکلنا کچھ بھی عجیب نہین لیکن تعجب یہ ہے کہ مولانا شبلی فرید وجدی کے پہلے جملہ سے کیون قطع نظر کر گئے؟ اگر وہ اسکا محض ترجمہ ہی کر دیتے تو الزام سے بری الذمہ ہو جاتے -

[۱] دیکھو اسی مضمون کا پہلا نمبر الناظر ماہ مارچ مین -

ابتدا اً ایک قادر مطلق خدا کے وجود کا اعتقا د موجود تھا بلکہ اسکے برعکس اس امر کی بہت قوی شہادت موجود ہے (جو عجلت پسند سیاحون کے بیانات سے نہین بلکہ ان لوگون سے ماخوذ ہے جو عرصہ دراز تک وحشی قبائل کے ساتھ قیام گزین رہے ہین) کہ ایسی متعدد قومین گذری ہین اور اب بھی موجود ہین۔ جنکی زبان مین اس خیال کے اظہار کے لئے کوئی لفظ ہی نہین ہے[۵۱]۔

ایک اور فاضل مصنف جسکی تصنیف کے استناد کے لئے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ انٹرنیشنل سائنٹفک سیریز کے زیر اہتمام شایع ہوئی ہے سو صفحات سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث کرکے آخر کار اسی نتیجہ پر پہونچتا ہے اور خاتمہ پر اپنی رائے یون ظاہر کرتا ہے[۵۲]۔

"اس مسئلہ کی صداقت و واقعیت پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ اُن لوگون کی رائے کسقدر غلط ہے جو اپنے مذہبی تعصبات یا اپنی خانہ ساز منطق و تاریخ کی بنا پر یہ دعوی کرتے ہین کہ نوع انسان یا کم از کم ترقی یافتہ نسلون کا ابتدائی حاسہ خدا پرستی تھا یہ قطعاً غیر ممکن ہے۔ کیونکہ ایسا خیال منافی ہے عقل انسانی کے اصلی نشو و نما کے اسکی ابتدائی فطرت و تدریجی ترقی کے اور فطرت انسانی کے لازمی اتحاد کے"۔

پیرس کے انتھراپالوجیکل سوسائیٹی کے ایک مقتدر ممبر پروفیسر بروکا[۵۳] (Broca) نے نصف صدی سے زائد عرصہ ہوا ایک مبسوط آرٹکل کے ذریعہ سے اپنا یہ خیال مذکورہ بالا سوسائیٹی کے سامنے ظاہر کیا کہ انسان مین مذہب و خدا کے وجود کا خیال فطری و طبعی ہونا تو ایک طرف عام و عالمگیر بھی نہین بلکہ محض بچپن کی تربیت کا اثر ہے۔

---

[۵۱] "ڈیسنٹ آف مین" صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ ۱۹۰۱ء (Darwin's Descent of man)

[۵۲] "متھ اینڈ سائنس" مصنف ٹیٹو ویگنولی صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ ۔ (Myth and Science by Tito Vignoli)

ر فیسر موصوف کی اس مدلل راے کو سوسائیٹی مین بہت وقعت دی گئی اور اس کے
ہرون کی ایک کثیر جماعت سے (جن مین سے ہر ایک بجاے خود انتھراپالوجی کا ماہر ہی)
س راے سے اتفاق ظاہر کیا انسان کا ابتدائی مذہب سمجھنے کیلئے ہمکو انسان سے
دائی طرز معاشرت پر غور کرنا چاہیئے اور اس بے انتہا اختلاف کو پیش نظر رکھنا چاہیئے
ر موجودہ سوسائیٹی اور ابتدائی سوسائیٹی کے خیالات و تجربات مین ہے - آج ہمکو کارخانۂ
لم قوانین وضوابط کا پابند نظر آتا ہے - لیکن قدیم وحشیون کے نزدیک نہ کوئی قانون
طرت ہے اور نہ علت ومعلول کا سلسلہ کوئی چیز ہے نہ اسکی سوسائیٹی ایسی بڑی ہوتی
ہے "، نہ اسکے قواے مشاہدہ کافی نشو ونما پائے ہوتے ہین - ہم لوگون کے نزدیک
ذی حیات کے لئے موت لازمی ہے مگر ہمارے دماغ مین یہ خیال کیونکر پیدا ہوا؟
سلئے کہ ہم برابر لوگون کو اپنی طبعی موت سے وفات پاتے ہوے مشاہدہ کرتے ہین ہم گنجان
دیون مین رہتے ہین جہان روزانہ طبعی اسباب سے اموات واقع ہوا کرتی ہین - اس
ے علاوہ ہمارے پاس تاریخ کا ذخیرہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے پیشتر
شمار نسلین آباد رہ چکی ہین اور انکا ایک ایک فرد اپنے وقت پر فوت ہوا ہے - لیکن
ب غیر متمدن وحشی قبیلہ کا خیال کرو جو آج سے بیشمار سال پہلے اسی سرزمین پر آباد
تھے - اسوقت وہ لوگ آپسمین مل جل کر ایک مقام پر نہین رہتے تھے بلکہ چھوٹی چھوٹی
ڈیان بنا کر متفرق طور پر بود وباش رکھتے تھے - اسکے علاوہ اُس زمانہ مین کسی قسم کی باضابطہ
رمنٹ بھی نہ تھی جسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اکثر جانین کشت وخون کی نذر ہو جاتی تھین
بعض لوگون کو جنگل کے درندے ہلاک کر ڈالتے تھے اور بعض موتین اور اتفاقات سے
کھانی کے باعث ہوتی تھین - ان اسباب کی بنا پر انسان کے لئے موت کے
زمی ہونے کا تصور وحشی قبائل مین پیدا ہی نہین ہوتا - وہ لوگ جب کسی کی موت کی خبر سنتے ہین
اُنکے دل مین حسب ذیل (یا اسی طرح کے اور) سوالات پیدا ہوتے ہین :- کیا وہ کسی

معرکۂ جنگ مین قتل ہوا ؟ کیا کسی دشمن نے اُسکو پوشیدہ طور سے مار ڈالا ؟ کیا کسی جنگلی درندہ نے اُسکو ہلاک کر دیا ؟ کیا وہ جنگل یا ریگستان مین بھوک پیاس سے مر گیا ؟ لیکن اگر اس قسم کے اسباب مین سے اُسکو کوئی سبب نہین ملتا تو وہ لوگ اسکی ہلاکت کو قبیلہ مخالف کی ساحری کا نتیجہ سمجھتے ہین۔

اسکے علاوہ اُس زمانہ مین موت کا متیقن ہونا بھی نہایت دشوار تھا۔ خود آج موجودہ زمانہ مین جبکہ گلی گلی مین طبیب و ڈاکٹر موجود ہین۔ اکثر ایسی مثالین پیش آجاتی ہین جہان کہ کسی شخص کی موت کے متعلق قطعی طور سے رائے نہین دیجا سکتی۔ اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اُس زمانہ مین جبکہ نہ کوئی طبی مسئلہ منضبط ہو چکا تھا نہ کوئی طبیب موجود تھا اور مرگ اتفاقیہ کے اسباب اس کثرت سے موجود تھے کسی شخص کو قطعی طور سے مردہ قرار دینے مین کیسی دشواری پیش آتی ہوگی۔ سکتہ۔ غشی وغیرہ ایسی متعدد حالتین ہین۔ جن مین آدمی بالکل مردہ معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات ہوشیار سے ہوشیار ڈاکٹر بھی دھوکا کھا جاتے ہین۔ ایسی حالتون مین ایک وحشی شخص کیا کرتا ہوگا ؟

اس موقع پر وہ اپنے تجربات سے مدد لیتا ہے۔ اُسکو نظر آتا ہے کہ خود اپنی زندگی مین بھی اُسکو اسی سے ملتی جلتی حالتون کا بیشمار مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ جسطرح مردہ کا جسم بے حس و حرکت ہوتا ہے اسی طرح سوتے وقت خود اسکا جسم بھی بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ باانیہمہ وہ خواب مین چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ جسم ظاہری کے علاوہ کوئی اور باطنی قوت ہے جس سے تمام افعال سرزد ہوتے ہین اور جسکو وہ روح سے تعبیر کرتا ہے۔ اسکے نزدیک غشی سکتہ اور سونے کی حالتون مین روح کی مفارقت جسم سے محض عارضی ہوتی ہے اور جس وقت مین وہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی ہے وہ موت ہے۔ وہ روح کو جسم سے ایک بالاتر قوت سمجھتا ہے اسلئے اُس سے ڈرتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ مردون کی روحین جسم سے نکلکر کسی مقام پر

زندہ رہتی ہین کیونکہ وہ خواب مین اکثر انکی صورتین دیکھتا ہے۔ وہ یہ بھی خواب مین دیکھتا ہے کہ مُردے آتے ہین اور اسکو کسی بات کا حکم دیجاتے ہین۔ پس وہ بیدار ہوکر انکی تعمیل اپنا فرض جانتا ہے۔ وہ اُنکے خوش کرنے کی مختلف تدبیرین کرتا ہے۔ انکے نام پر قربانی کرتا ہے بھینٹ چڑہاتا ہے۔ منت مانتا ہے یا دوسرے الفاظ مین انکی پرستش کرنے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس عام ارواح پرستی مین بھی وہ مختلف مدارج قرار دیتا ہے۔ سردار قبیلہ کی روح اسکو تمام روحون سے ممتاز نظر آتی ہے اور تمام روحون کو وہ اس روح کے ماتحت قرار دیتا ہے۔ اس طرح سے انسان کا پہلا معبود روح ہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ اپنے معبود کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنے اور اظہار تعظیم و عقیدت کے لحاظ سے اسکی مجسم تصویرین بناکر رکھتا ہے اور بت پرستی کا دور شروع ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ ارتقار عقلی کے ساتھ ارتقار مذہبی بھی ہوتا جاتا ہے اور وہ تیسرے دور مین یہ سمجھنے لگتا ہے کہ تمام معبودون سے بالاتر ایک اور ہستی ہے جسکی قوت و قدرت سے یہ نظام عالم قائم ہے اور یہان سے خدا پرستی کا دور شروع ہوتا ہے۔ [ل]

ایک مقام پر مولانا شبلی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جس زمانہ سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے دنیا کے ہر حصہ مین خدا کا اعتقاد موجود تھا لیکن مولانا جبتک کہ اپنی تائید مین کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دین۔ ہم اس دعوے کو قبول نہین کرسکتے۔ ہم نے جہان تک قدیم اقوام کی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ ہمکو اس امر کا کوئی ثبوت نہ مل سکا کہ خدا پرستی کا خیال بت پرستی کے خیال سے مقدم ہے [ع]۔ راقم

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز

ل ارتقار مذہب کا مضمون درحقیقت نہایت وسیع ہے۔ ہم نے اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت مختصر خلاصہ ہے۔ ہربرٹ اسپنسر ایڈورڈ ٹیلر اور گرانٹ ایلن کی تصانیف کا اسکے متعلق ایک مفصل و مبسوط مضمون آیندہ شایع ہوگا۔ ع بلکہ برعکس اسکے ہماری نظر سے جسقدر تاریخین گذرین ان سب مین قدیم اقوام کی

بقیہ حاشیہ گذشتہ - بت پرستی کے حالات درج ہین یہ مسلم ہے کہ انگریزی زبان مین اسوقت مسٹر گروٹ سے زیادہ کسی نے یونانی تاریخ کی تحقیق نہین کی لیکن ہمارے سامنے گروٹ صاحب کی تاریخ یونان کی ضخیم جلدین موجود ہین اور اسکی پہلی جلد مین وہ صفحہ اول سے لیکر صفحہ ۳۰۴ تک قدیم یونان کے دیوتاؤن اور معبودون کے نام و حالات درج کرتے ہین - قدیم مصریون کے مذہب کے متعلق حال کے دو محققین لکھتے ہین کہ وہ لوگ (یعنی قدیم مصری) بکری بھیڑ گائے مینڈک بلی کتا وغیرہ متعدد حیوانات کی پرستش کرتے تھے ایک اور مقام پر یہی مصنفین لکھتے ہین کہ اگر پرستش کرنے والون کے سامنے سیکڑون نہین توبیسیون معبود ضرور رہتے (دیکھو مصر قدیم مصنفہ مسٹر ز النس وگلمین صفحہ ۲۰ و ۳۱) فونیشیا قدیم کے باشندے شمس پرست تھے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۰ صفحہ ۸۰۲) اور قدیم بابل مین ارواح پرستی (یعنی یہ عقیدہ کہ ہر چیز ایک روح رکھتی ہے اور اسکی قوت مافوق الانسان ہے) کا عام چرچا تھا - (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ صفحہ ۱۹۲)

ایک افسوسناک غلطی

"تنقید الکلام"
کے ضمن مین

"الکلام" کی تنقید پر جو مضمون ماہ گذشتہ مین ہمارے قلم سے اسی رسالہ مین شایع ہوا ہے اسمین ایک مقام کی عبارت کا یہ مفہوم ہے کہ فرید وجدی نے توحید کے حاسہ فطری ہونے پر میکسمولر کی کتاب اصل الدین دار تقارہ کی سند پیش کی ہے حالانکہ اس نام کی اسکی کوئی تصنیف نہین[1] -

لیکن یہ صریحی غلطی ہے - واقعی میکس مولر کی کتاب "آریجن اینڈ گروتھ آف ریلیجن" موجود ہے اور متعدد بار شایع ہو چکی ہے - یہ کتاب مجموعہ ہے اُن لکچرون کا جو سنہ ۱۸۷۸ء مین میکسمولر نے ہبرٹ لکچرون کے سلسلہ مین دیئے تھے - ہمکو اس غلطی پر بڑی افسوس ہے اور ہم نہایت ندامت کے ساتھ خود علامہ شبلی اور اُن کے واسطے سے فرید وجدی سے معافی مانگتے ہین -

[1] الناظر ۱۵ مارچ صفحہ ۱۸ و ۱۹

لسان العاقل وراء قلبه وقلب الاحمق وراء لسانه

یہی چاہیئے بشر کو جو زبان اپنی کھولے — کہ وہ سوچ لے سمجھ لے تو پھر اُسکے بعد بولے
جو سمجھ خدا نے دی ہے تو زبان کر اُسکے تابع — وہی عقلمند ہے بس کہ سمجھ سے کام جو لے
ہے زبان گو دہن مین اسے دل سے ہی تعلق — رہے یہ جو دل کے تابع تو یہ موتیونکو رولے
وہ ہے جاہل اور نادان جو زبان پہ آئے کہدے — کہ ہے کور اُس سے بہتر کہ چلے نہ بے ٹٹولے
نہ کہے زبان سے اُف بھی جو نہ سود مند دیکھے — رہے سوز غم مین جلتا جو ہون قلب مین پھپھولے
کرے غیر گر شماتت یہ ہے دوسری مصیبت — یہ ہے کون عقلمندی کہ خود اپنا راز کھولے
جسے ہو نہ درد اصلا تو پھر اُس سے کچھ کہے کیون — نہ کرے زبان سے شکوہ جو بھر آئے دل تو رولے
ہے زبان کی عقل رہبر تو زبان ہلا سمجھ کر — کہ جو راستہ نہ جانے تو کسیکے ساتھ ہو لے
جو کلام دلنشین ہو تو نہ کر تو اسکو اخفا — ملے تجھکو تخم مثمر تو خوشی سے اسکو بو لے
تری عقل ہے کسوٹی تری عقل ہی ترازو — تجھے چاہیئے کہ کس لے تجھے چاہیئے کہ تولے

جو سخن کہ مثل گوہر ترے لب تک آئے یاور
اُسے رشتۂ بیان مین تجھے چاہیئے پرولے

جو سخن ہو مثل گوہر تو ہر ایک ہوگا خواہان — یہ جواہر ایسے ہونگے کہ زمانہ ہوگا حیران
یہ وہ گوہر ثمین ہین کہ نہین نظیر جنکی — یہ وہ لعل بے بہا ہین کہ ہین حاصل بدخشان
جو کلام پر اثر ہو وہ ہے غیرت جواہر — کہ مقابلہ مین اُسکے نہین اُنکا کوئی پرسان
وہ ہین چند سنگ ریزے تو جگر کے ہین یہ ٹکڑے — نہین اُنمین ایسی خوبی جو ہے لطف انمین پنہان
وہ ہین کوہ کے جگر مین تو ہے قلب انکا مسکن — وہ زمین کے نیچے پنہان تو یہ آسمان پہ رخشان
دُر و لعل کی یہ قیمت کہ فقط ہین بہر زینت — یہ کلام مین ہے قدرت کہ بنے فقیر سلطان
جو کلام دلستان ہو وہ بہار بے خزان ہو — یہ صفت کہان گلو نمین کہ وہ ہین خزان سے ترسان

ہے فنا کا رنگ اُنمین ہی بقا کا حسن انمین ۔ وہ ہین معرض تلف ہین یہ ہزار سال یکسان
وہ ہین چند دنین فانی یہ بہار جاودانی ۔ نہ سموم کا ہے صدمہ نہ ہے آفت زمستان
ہے سپید کوئی غم مین کوئی زرد ہے الم مین ۔ کوئی سرخ طیش مین ہے کوئی خوف سے ہے لرزان
ہے ثبات اس سے ظاہر وہ زوال کا ہے مورد ۔ یہ بہار گلشن جان وہ ہے آیۂ رنگ بستان
یہ زمانہ ساعت کا ہے اک آئینہ جو دیکھو ۔ ہوے منکشف اسی سے وہ جو راز سب تھے پنہان

کوئی اسکا ہو مخالف یہ کہینگے ہم تو یاور
ہے کلام مین ہر اک شے جو کھلی ہو چشم عرفان

حیدرآباد دکن ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۲۸

مرآۃ الاذہان

ذہنی ترقی کے لئے بے کتاب کا سبق

مکالمہ (۳)

لفظ

اوستاد۔ لفظ کے مفردات کیا ہین ؟

سعید۔ حروف۔

اوستاد۔ حروف کیا ہین ؟

سعید۔ ا ب ت ث وغیرہ۔

اوستاد۔ کوئی لفظ زبان سے کہو اور اُسکے اجزا کو بتاؤ جسکو ہجے کرنا کہتے ہین۔

سعید۔ مثلاً رشید ر زبر رَ ش ی زیر شی د موقوف رشید

اوستاد۔ ر ش ی د تو حرف ہین۔ زبر زیر موقوف کیا ہے۔

سعید۔ ان کو حرکتین کہتے ہین۔

اوستاد۔ اور رشید کی یٓ پر کون سی حرکت ہے۔

سعید- ساکن ہے-
اوستاد- کیا بغیر حرکت اور سکون کے لفظ نہین بن سکتا تو تم انکو اجزا کیون نہین کہتے-
سعید- تو یہ بھی اجزا ہین-
اوستاد- سکون کسے کہتے ہین-
سعید- جس حرف پر آواز گر پڑتی ہے اسکو ساکن کہتے ہین-
اوستاد- پھر گر کے اٹھتی بھی ہے- اور جب اُٹھتی ہے تو کیا ہوتا ہے-
سعید- پھر حرکت (پھر کچھ سوچ کے) نہین وقف با حرکت- مثلاً رشید مین ی ساکن ہے اسکے بعد دال موقوف-
اوستاد- شاید تم حرکت اور سکون کے معنے نہین سمجھے- حرکت چال کو کہتے ہین اور سکون ٹھہراؤ کو- جب ایک مرتبہ کوئی چیز چلتے چلتے ٹھہر جاے تو اب یا تو وہ اسی طرح ٹھہری رہیگی یعنی ساکن رہیگی یا اُسکی یہ حالت بدلے گی تو پھر چلنے لگے گی- ایسی حالت نہین ہو سکتی کہ نہ چلتی ہو نہ ٹھہری ہو- رشید مین ی پر آواز گر پڑی تو اب ہو سکتا تھا کہ لفظ وہین ختم ہو جاتا- لیکن وہان ٹھہرتے ہی پھر چل پڑا اور چل کے پھر رک گیا لہذا وقف درحقیقت حرکت ہے اگرچہ زیر زبر پیش تین جانی ہوئی حرکتون سے کوئی نہ ہو-
اوستاد- اچھا ایک سب سے چھوٹے لفظ کی مثال دو-
سعید- کہ
اوستاد- اسکے ہجے کرو-
سعید- کاف زبر کہ
اوستاد- تو چھوٹے سے چھوٹا حرف ایک حرف اور ایک چھوٹی حرکت سے بنتا ہے-

سعید - یہ چھوٹی یا بڑی حرکت کیا -

اوستاد - زبر زیر پیش چھوٹی حرکتین اور انکو بڑھانے سے بڑی حرکتین پیدا ہوتی ہین - مثلاً زبر کو بڑھاکے کا زیر کو بڑھاکے کی پیش کو بڑھاکے کو -

سعید - مگر یہ تو حرف ہوگئے الف - یے - واو -

اوستاد - ا ہا - یہی تو سمجھنے کی بات ہے یہ حرف بھی ہین اور حرکتین بھی ہین -

سعید - ہم تو انھین حرف ہی کہین گے -

اوستاد - تو پھر زبر زیر پیش کو بھی حرف کہو - حرف وہی ہین جنکے ملنے سے لفظ بنتا ہے - تو بغیر ان کے لفظ نہین بن سکتے - پس حرف دو طرح کے ہوے ایک وہ جنکے بغیر آواز پیدا نہین ہوسکتی انکو حروف مصوتہ (صوت - آواز) اور دوسرون کو حروف مصمتہ (صمم گونگا پن) کہتے ہین -

سعید - انکو گونگا کیون کہتے ہین - ؟

اوستاد - اسلئے کہ اپنی ذات سے گونگے ہین کیونکہ خود کوئی آواز نہین پیدا کرسکتے - جب تک کہ حرکت مقصورہ یا ممدودہ کے ساتھ نہ ملین -

(زبر زیر پیش حرکات مقصورہ ہین اَ اِ اُ آ ئے وُ ؤ حرکات ممدودہ ہین)

اگر نہین مانتے تو اُن حرفون سے کسیکو بغیر حرکت کے بول کے سناؤ -

سعید - نہین ممکن - یہ تو سب ہوے اور سکون کیا ہوا -

اوستاد - حرکت کے نہ ہونے کو سکون کہتے ہین - اور چونکہ آواز اُسی وقت پیدا ہوگی - جب ہم آلہ صوت (بدن کا وہ حصہ جس سے آواز پیدا ہوتی ہو زبان تالو گلا دانت ہونٹ) کو حرکت دین - اسلئے ابتدا بسکون محال ہو - اچھا تو چھوٹے سے چھوٹا لفظ ایک حرفی ہے مع حرکت مقصورہ - اور اُس سے بڑا ؟

سعید - دو حرفی جیسے گُل یا کا -

اوستاد۔ گل اور کا مین کیا فرق ہے؟

سعید۔ گل دو حرف مصمت اور ایک حرکت اور ایک سکون سے بنا ہے اور کا حرف مصمت حرکت اور حرف ساکن سے بنا ہے۔

اوستاد۔ ان دونون کے بولنے مین برابر وقت صرف ہوتا ہی اور اس سے بڑا شاید تم نہ بتا سکو۔ ہمہ۔

سعید۔ یہ سہ حرفی لفظ ہے۔

اوستاد۔ دو حرفی آخر مین جو ہ ہے اُسکی آواز بولنے مین نہین نکلتی یعنی ہائے مختفی۔ تحریراً سہ حرفی اور تلفظاً دو حرفی۔ اور دو چھوٹی حرکتین ہ زبر م زبر۔ اس سے بڑا؟

سعید۔ اور اس سے بڑا لفظ سہ حرفی۔ جیسے باغ۔ چمن۔

اوستاد۔ تم نے خوب مثالین دین پہلے مین حرف ساکن درمیان مین ہے اور دوسرے مین حرف ساکن آخر مین ہے۔ اچھا تو ان مین سے ہر ایک کو لفظ کہینگے یعنی معنی دار لفظ۔ اتنے بڑے لفظون کی مثال دو لیکن ٹھہر و چمن کو تم کے دفعہ کرکے بول سکتے ہو

سعید۔ چَ۔ مَنْ

اوستاد۔ کیونکہ حرف متحرک کے بعد اک ذرا ٹھہر سکتے ہین لیکن جس متحرک کے بعد ساکن ہو وہان نہین ٹھہر سکتے۔ وہ ٹکڑا لفظ کا جو یک بار منھ سے نکلے مقطع کہلاتا ہی۔

سعید۔ جی ہان جسکو انگریزی مین سلیبل کہتے ہین۔

اُستاد۔ ہان وہی۔ اچھا لفظون کے مُنھ سے بولنے کو کیا کہتے ہین۔

سعید۔ تلفظ۔

اوستاد۔ اور لکھنے کو کیا کہتے ہین۔ مثلاً کوئی لڑکا خوبصورت حرف لکھتا ہی تو کیا کہین گے۔

سعید۔ خط اچھا ہے۔ خوش خط ہے۔ کتابت اور تحریر بھی کہتے ہین۔

اوستاد۔ اچھا تو جو لفظین تلفظ یا کتابت مین یکسان ہوتی ہین۔ اُنکو متجانس کہتے ہین اور اس صفت کو تجنیس کہتے ہین۔

سعید۔ اگر لفظ ایک ہی ہو اور معنی مختلف ہون تو بھی تجنیس کہین گے ؟

اوستاد۔ کہہ سکتے ہین۔ کیونکہ وہ گویا دو لفظین ہین۔ اسی لفظ کو مشترک کہتے ہین۔ اگر لفظ مشترک کے دونون معنی معلوم ہون تو جب ایک معنی یاد آئین گے تو دوسرے بھی یاد آجاینگے۔ کیونکہ ہر معنی کے ساتھ ایک ہی طرح کا لزوم ہے۔ ھان ایک معنی مشہور ہون تو پہلے وہی ذہن مین آئین گے۔ یاد رکھو۔

ذہن مین پہلے آنے کو تبادر کہتے ہین مثلاً۔ سمندر دریاے شور اور وہ کیڑا۔ جو آگ مین رہتا تھا۔ تو پہلے معنی مشہور ہین اسلئے وہی ذہن مین آئین گے۔ اگر دوسرے معنی بھی اُسکے بعد یاد آسکتے ہین۔ یا خطا قصور کو کہتے ہین اور ایک شہر کا نام بھی ہے۔ پہلے قصور کے معنی ذہن مین آئین گے پھر شہر۔

کبھی دو لفظین ملا کے ایک لفظ کے مثل ہو جاتی ہین۔ مثلاً پرم (پرمیرا) پرم (اوڑدن مین) یا دو لفظون مین ایسی مشابہت ہو کہ حرف دونون کے ایک ہی ہون مگر حرکات مین فرق ہو۔ عِلم۔ عَلَم۔ سِحر۔ سَحَر۔ قُمری۔ قَمَری۔ گَرد۔ گُرد۔ یا ایک حرف ایک لفظ مین زائد ہو۔ جیسے حال محال۔ مال جمال۔ برق بیرق۔ سرد سزا۔ یا دو حرف زائد ہون۔ مار بیمار۔ کار بیکار۔ زار بازار۔ نار گلنار۔ یا اس سے بھی زیادہ خوار خونخوار یا حرف ایک حرف مختلف ہو۔ بار باد۔ شراب شرار۔ کلس کلف۔ برف ظرف۔ چلن۔ چمن۔ یا قریب المخرج حرف ہون چلن جلن۔ اچھا تو ان سب صورتون مین کیون ایک سے دوسرا یاد آئیگا۔

سعید۔ کیونکہ آوازین ایک سی ہین۔ قاعدہ تماثل۔ یعنے مثل مثل کو یاد دلا دیتا ہے۔

اوستاد - ادر جب کتابت مین مشابہت ہواگرچہ تلفظ یکسان نہ ہو۔ مثلاً

بوسہ توشہ نوشہ - مشکین مسکین - تاخت باخت کاخ کاج موج موچ

خواب جواب جوان خوان بوم یوم نوم...

سعید - اس صورت مین شکل کو یاد دلاتی ہے وہی قاعدہ تماثل -

مرزا محمد ہادی بی - اے -

اندھی دنیا

قابل افسوس ہو اس محفل کوران کا حال
چھین لے نور بصر ہر آنکھ سے گر کردگار

جتنے ہین انسان اور حیوان جب سوکر اُٹھین — نور آنکھون مین نہ ہو ظلمت ہو ہر سو آشکار
پہلے تو اک شور برپا ہو زمین سے تا فلک — شور بھی وہ شور جس سے دل ہون شیر کے فگار
چیخ اُٹھین کو بچے اپنی مان کی گود مین — اور ہو ماؤن کو اپنے اندھے پن کا انتشار
پیاری پیاری شکل بچون کی نظر آئے نہ جب — ہاتھ سے انکو ٹٹولین رو دین چیخین مار مار
آرزومندان حسرت کیش شیدائے ادا — رات کو جو شاہدان ناز سے ہون ہمکنار
گیسوے مشکین کی نگہت نے سلایا ہو جنھین — عارض گلگون کے نظارے کی لوٹی ہو بہار
کور ہو کر جب وہ مست بادۂ عشرت اُٹھین — ڈالکر باہین گلے مین یاس سے ہون اشکبار

گھر مین جب کہال کہنہ ہو کے نابینا اُٹھے
اور کھولے اپنے دروازے کو ہو کر بیقرار

اندھے ہمسایہ ہزار دن گھیر لین آکر اُسے — اور کہین رو رو کے اس سے الدد اے غمگسار
وہ کہے مین بھی تمہاری طرح اندھا ہو گیا — خاک اب مجھکو سوجھائی دیگی کچھ تدبیر کار
خیر چلتا ہون دواخانے کو تم سب بھی چلو — آزمودہ ہین دوائین آنکھ کی وان بے شمار

فوج کوران راستے مین ٹھوکرین کھاتی ہوئی　　تا دوا خانہ پہونچ جائے بدر دو انتشار

پہلے تو الماریون کا کھولنا دشوار ہو　　پھر نہ کھلنے پر انھین توڑین وہ ہوکر بیقرار

اب دوا مین آنکھ کی پہچاننا ممکن نہ ہو　　ہر دوا کو آنکھ کی سمجھے دوا وہ ہوشیار

ہر دوا کو لیکے وہ ڈالے ہر اک کی آنکھ مین　　ہر دوا نقصان پہونچائے نہ ہو کچھ سودکار

الغرض ہوجائے جب عاجز تو وہ سر پیٹ کر　　یون کہے اندھی ہوئی دنیا بحکم کردگار

گھر سے گھبرا کر نکل آئین جوان و طفل و پیر
عورتین دامن سنبھالے ساتھ ہون با حال زار

گھر سے جو نکلے پلٹ کر پھر نہ وہ گھر جا سکے　　راستے ہو جائین گھر کھو جائے آرام و قرار

ہیچ ہو جائین سبھی دیبا و کمخواب و حریر　　ہیچ ہو جائین سبھی الماس و لعل آبدار

نام یاقوت و زمرد کا کوئی ہرگز نہ لے　　اشک کے قطرے سے ہو بیقدر در شاہوار

اہل زینت بوجھ سمجھین زیورونکو پھینکدین　　ہاتھ سے کنگن گلے سے موتیون کا ہو نہ ہار

کون دیکھے عارض گلگون کی رنگینی کا لطف　　کون دیکھے سنبل زلف پریشان کی بہار

شعلۂ حسن بتان کی گرمیان جاتی رہین　　جلوۂ برق تبسم سے نہ ہو دل بے قرار

ہوکے اندھے جنگلون سے نکلین شیر و خرس و گرگ　　بحر سے نکلین مگر گھڑیال کچھوے سوسمار

کوہ سے اترین عقاب و باز و شاہین و تدرو　　باغ مین ہو جائین اندھے طوطی و کبک و ہزار

ایک ہی صحرا مین نور چشم کھو ئین گرگ و میش　　ایک ہی وادی مین اندھے ہون بہم طاؤس و مار

ٹوٹ جائے حد حسن امتیاز و انتظام
ایک ہی حالت مین ہون سب دلق پوش و تاجدار

لوگ جبجا جمع ہون آواز جب ان کی سنین　　آکے ملجائین بہم اسپ و سگ و فیل و حمار

خوردنی اشیا بڑی سرعت سے ہو جائین تمام　　اور بونے جوتنے کا بند ہو سب کار و بار

پھر تو جسکے ہاتھ لگ جائے مٹھائی کی دکان　　ہو سکے کسطرح اُسکی شادمانی کا شمار

وہ یہ سمجھے بادشاہی اُسکو گویا مل گئی | خوب حلوہ پیٹ بھر کر کھائیں کلین روزہ دار
پاکے خوشبو سیکڑون بھی کے پہونچ جائین وہان | پھر نہ اُس دوکان پر ہو خوان یغما کا شمار
صاف کر دیتی ہے ٹڈی جسطرح برگ شجر | حال اس دوکان کا ہو جائے وہی انجام کار
الغرض کھانے کی شئے کوئی نہ ہو جب دستیاب | جانور جو پالون کے نیچے پڑین کر لین شکار
بھوک سے مجبور ہو کر کھائین کچھ دن گوشت خام | جب نہ ہو وہ بھی میسر ہو چلین مردار خوار
آدمی کا گوشت آخر آدمی کھانے لگے | باپ بیٹے کو تو بھائی کو کرے بھائی شکار
بھوک کی جب آگ بھڑکے مامتا کو بھول جائین | مائین عاجز ہو کے کھائین اپنے طفل شیر خوار
آخرش نشو و نمائے باغ ہستی ختم ہو | جو بچین کھانے سے انسان خشک ہو کر ہون وہ خوار
مادر گیتی کے سب بچے عدم کو چل بسین | کوئی بھی رہ جائے اس گھر مین نہ باقی جاندار

گوش دلمین غیب سے ہر دم یہ آتی ہے صدا
سب فنا ہو جائین گے باقی رہیگا کردگار

نشہ غفلت سے ہی ہر آنکھ اندھی ہو رہی | نشہ غفلت کا ہی ہر کاسہ سر مین خمار
بے حیائی آنکھ مین ہو مرد ہون یا عورتین | آنکھ والے ہین مگر اندھون مین ہی ان کا شمار
شرم سے خالی ہین گو آنکھین بڑی ہین بیل کی | آنکھ کی زینت حیا ہی قدرتی دلکش سنگار

شرم کے سرمے کو آنکھون مین جگہ دے اے جگر
مصحف دلکی ہے تفسیر آنکھ اس سے ہوشیار

محمد افتخار علی جگر

زبان اُردو کی بیکسی اور بے وارثی

نمبر ۲

متقدمین نے (آپ ایسے شخص) اور (فلان ایسے شخص) کی جگہ پر کہین (آپ جیسے شخص) یا (فلان جیسے شخص) نہین لکھا ہے (ایسے) کا لفظ مقام صفت

مین بولتے تھے اور جیسے کا لفظ مقام مثال مین اب ایسے کا لفظ ایسے محل مین لکھا جاتا ہی جو محل صفت ہوتا ہے نہ محل مثال اسیوجہ سے لفظ ایسے کا مخفف لفظ سا ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُسکا سا آدمی یا آپ سا آدمی۔ یہ سا کا لفظ بجاے ایسے لفظ کے بولا جاتا ہے نہ کہ بجاے جیسے کے۔ اب اگر کسی محاورہ یا لفظ مین بمقتضاے ذہانت لوگ جدت کرتے ہین۔ تو مناسبت سے اور لفظ مختار لہ اور اُسکے محل سے کچھ واسطہ نہین رکھتے ہین جیسے نئے خیالات والے۔ اور پُرانے خیالات والے کی جگہ پر نئی روشنی والے۔ اور پُرانی روشنی والے اسمین لفظ مختار۔ اور مختار لہ مین کوئی مناسبت سمجھ مین نہین آتی کیونکہ روشنی کا لفظ کسی طرح سے خیالات کے معنی مین خواہ وضع خواہ دستور خواہ طرز عمل جو معنی مقصود ہون اُس سے مناسبت نہین رکھتا۔ یہ محاورہ اگر بمقابلہ مشعلچیون اور مکان داران حال کے اختراع کیا جاتا تو مضائقہ نتھا اب لفظ وغیرہ کی ساتھ ایک وغیرہ اور بڑھا دیا گیا جو پہلے وغیرہ کے معنی باطل کر دیتا ہے۔ کسی صاحب نے اُمنگ کی جگہ پر لفظ اُپج کا اپنی زبان دانی کے دعوے پر اختراع کیا ہے جسکا پتہ کسی زبان مین نہین ملتا کاشتکار دہقانی البتہ بولتے ہین۔ مین نے ایک اخبار کے سرنامہ پر جسکا نام اصطلاح مین اہل اخبار نے سُرخی رکھا ہے یہ لفظ اُپج کا دیکھا۔ لکھا تھا (نئی اُپج) پہلے تو یہ سمجھا کہ الف اور پے کو زبر ہے جسکو کسی عربی دان نے براہ تمسخر پاجی کا صیغہ افعل التفضیل بنایا ہے۔ جسکے معنی بڑا پاجی ہوے۔ مگر جب اُسکے ساتھ لفظ نئی کا شریک دیکھا تو بوجہ یاے تانیث تامل ہوا اور قیاساً معنی اُپج کے اُمنگ لگائے لیکن جہان تک خیال تحقیق دوڑایا اساتذہ متقدمین کے کلام مین اس لفظ کا پتہ نہین چلا اور مہمل معلوم ہوا اس زمانہ کے غیر محققین نے عورت کو بجاے جناب کے جنابہ لکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اسمین ایک بڑا پہلو ذم کا نکلتا ہے۔ جناب ایک اسم جامد ہے اسمین تاے تانیث یا ہاے تانیث نہین لگائی جا سکتی۔ اسمین تا یا ہا لگانیسے

یہ لفظ مصدر ہو جاویگا اور مصدر ہو جانے پر اسکے معنی جنابت کے ہو جاوینگے - اور یہ لفظ اہل فقہ کی اصطلاح مین غسل کا مضاف الیہ بناکر غسل جنابت یعنی غسل ختم ایام زنان کو کہتے ہین ایسے الفاظ مین تذکیر و تانیث نہین ہوتی - ورنہ حضور بیگم صاحبہ کی جگہہ یہ حضورہ لکھا جاتا (دیکھو لغت برہان قاطع) اسی طرح لفظ بی بی کو اس زمانہ کے لوگ بیوی بولنا صحیح اور فصیح سمجھتے ہین - غرضکہ اب فصیح سمجھکر غلط الفاظ کا استعمال غیر محقق لوگون مین بہت بڑھتا جاتا ہے - اور محاورات مین بھی اپنا محاورہ عمدہ و صحیح چھوڑ کر بہ تتبع انگریزی اپنے محاورات روزمرہ اُردو کو خراب کرتے اور بھلاتے جاتے ہین - مثالاً بیان کرتا ہون کہ جیسے بعض لوگ بولتے یا لکھتے ہین (کہ کیا آپ اپنا گھوڑا مجھکو دے سکتے ہین) اگر انصاف کیجئے تو یہ محاورہ ہمارے قدیم محاورہ سے فصیح اور بہتر اور مودب اور مہذب نہین کیونکہ ہم کہین گے کہ اگر کوئی سبب مانع نہ ہو تو آپ اپنا گھوڑا مجھکو عنایت کیجئے علاوہ اسکے یہ فقرہ کہ کیا آپ اپنا گھوڑا مجھکو دے سکتے ہین - گھوڑے کا مانگنا نہین ہو سکتا بلکہ یہ بات پوچھنا ایک شے کو جانکر اُس سے لاعلم بننا ہے - کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ گھوڑے کا مالک ہے گھوڑا دے سکتا ہے پھر پوچھنا کہ آپ کیا اپنا گھوڑا مجھکو دیسکتے ہین ایک تجاہل عارفانہ ہے غرض کہ کچھ اپنا روزمرہ اور محاورات بگاڑ کے اور کچھ انگریزی الفاظ و محاورات ملاکے زبان اردو کو تباہ کیا اور کر رہے ہین اب تو یہ حالت ہے کہ نثر کا کیا ذکر نظم اُردو مین بھی انگریزی الفاظ و محاورات شریک کئے جاتے ہین ایک دن مین پیسہ اخبار لاہور دیکھ رہا تھا اُسکے ایک صفحہ پر لکھا دیکھا کہ تعزیت منظوم چونکہ طبیعت کو ایک مذاق شعر و سخن سے اٹھاکر دیکھنے لگا سب نظم تو سمجھا مگر دو شعر کے الفاظ پوری طور پر نہ سمجھ سکا نہ پڑھ سکا مجبور ہو کر کاغذ پٹک کے بیٹھ رہا - تھوڑی دیر کے بعد ایک انگریزی خوان دوست آئے تو اُن سے اُن دونون شعرون کا مطلب لیا - وہ دونو شعر یہ ہین ؎

وہ تھے اہل اسلام کے خاص لیڈر ادب اُن کا کرتی تھی ہر قوم یکسر
وہ تھے اولڈ فیشن مین مقبول یکسر رہے نیو فیشن مین جون شیر و شکر

اب یہان اگر لیڈر کی جگہ پر رہبر اور اولڈ فیشن کی جگہ پرانے لوگون مین اور نیو فیشن کے مقام پر نئی وضع والون مین ہوتا تو کیا مصرعہ موزون نہ ہوتا مگر کہیے کہ وہ اپنے زبان قدیم اردو کے الفاظ و محاورات ہی بھولے بیٹھے ہین لکھتے کیا - پھر ایسے روزمرہ اور الفاظ اور محاورات کو لوگ اردو زبان کیون کہتے ہین - زبان مخلوط کیون نہین کہتے - زبان اردو صحیح وہی ہے جو عربی - فارسی - ہندی - انھین تین زبانون سے مرکب ہو اور ترکیب دیگئی ہو - زبان دانان متقدمین دہلوی یا لکھنوی کی زبان ہو ان دونون شہرون کے متقدمین کی زبان ہمارے لئے ذریعہ استناد ہو سکتی ہے اُنکی تقلید مین ہمکو اختیار ہے چاہے جہان کی زبان اختیار کرین یہ منحصر ہر شخص کے ارادہ اور پسند اور خیال پر ہے - ہمارے نزدیک ان دونون مین ایکو دوسرے پر ترجیح دینا اور اسکے لئے مباحثہ کرنا محض جہالت ہے دونون مقامون کی زبان کاملین اور اور اساتذہ مستند کی اختراع کی ہوئی ہے - اور انھین الفاظ اور محاورات عربی فارسی ہندی سے مرکب ہے چوتھی زبان کو دخل نہین اور یہ دونون زبانین ہندوستان مین ایسی شایع ہوئین کہ جنکی بدولت دہقانی بھی اس ملک کے اپنی زبان مین عربی و فارسی کے الفاظ ہندی کے ساتھ ابتک استعمال کرتے ہین - مین مثالاً اُس کی روزمرہ بول چال اور محاورات مین سیکڑون الفاظ عربی اور فارسی کی نشاندھی کر سکتا ہون اور اُن کے لب و لہجہ مین بول کر بتا سکتا ہون -

القصہ اردو زبان کی ایسی خرابیان خاص و عام مین بہت کچھ بڑھتی جاتی ہین اور کسی کے روکے رک نہین سکتین - اب زبان اردو کا فاتحہ پڑھ دینا چاہیئے اور زبان حال کو زبان مخلوط اپنے روزمرہ مین بولنا مناسب ہے - ہان جس کسی کو

زبان اُردو کو زبان آبائی و ملکی جان کر اسکے زوال اور ناقدردانی کا درد و قلق ہو اُسکو مناسب ہے کہ بجز زبان فارسی و عربی و ہندی وقت تقریر اردو اپنے کام و زبان پر حتی المقدور کسی اور زبان کا لفظ آیندہ سے نہ آنے دے۔ البتہ اُس لفظ کے بولنے کا مضائقہ نہین جسکا ہم معنی لفظ زبان اردو مین نہ ہو۔ مثل اسم و علم کے اور اگر ایسا لفظ تحریر مین لانا پڑے تو کنایتًا یا صراحتًا جس طرح سے ممکن ہو بعبارت قابل فہم اردو دانان اسکی شرح کر دیا کرین۔ یہن اسبارہ مین اس سے زیادہ خرابیان لکھہ سکتا ہون مگر میری یہ تحریر ایک ذخیم کتاب ہوئی جاتی ہے۔ البتہ اپنے اس سلسلہ بیان مین بلا لحاظ طوالت اسکو بھی عرض کر دینا مناسب جانتا ہون جو تفرقہ شعرائے قدیم اور شعرائے حال مین ہوتا جاتا ہے۔ شعراے حال نے اپنی زبان اور محاورات اور ترکیب شعر مین محض اپنی ذہانت اور جودت اور فکر عالی سے کام لینا شروع کیا ہے۔ اختراع محاورات و ترکیب شعر مین کسی مسائل علمی متعلقہ نظم و کلام سے بحث نہین رکھی ہے۔ صحت و اختراع کے لئے کوئی دلیل یا حجت مسائل علمی سے پیدا اور تلاش کرنا چھوڑ دیا اور اُنکے اس اختراع اور جدت کے حسن و قبح کی تمیز کرنے والے بھی کمیاب ہوگئے ہین۔ اب جن صاحب کو زبان اردوے معلیٰ کا استاد مسلم اور صحیح بننا منظور ہو وہ سمجھ لین کہ ہمکو اپنی فکر اور جودت اور ذہانت سے فقط مضمون آفرینی کا کام لینا چاہیئے۔ اختراع اور اصلاح اور ترکیب بندش اور محاورات مین اپنی طرف سے جدت نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم لوگون مین وہ مادہ علمی نہین جو اس کام مین صرف کیا جاتا تھا۔ اور نہ وہ لوگ ہین جو ایسی قابلیت کے شناسا یا قاعدہ دان سمجھے۔ اور محاورات زبان اُردو کو اور قواعد نظم کو محدود انھین متقدمین شعرا کی زبان تک سمجھین بلکہ زبان حال شعراء دہلی و لکھنؤ سے بھی استناد اپنے قول کا نہ کرین وہ مادۂ آراستگی زبان و محاورات اردو اُن کے پاس بھی نہین رہا اور بجز جودت و ذہانت سے کام لینے کے قواعد و اصول علمی سے اختراع کلام

کی تلاش انکو بھی نہین رہی اور نہ اُن کے کلام کے ناظرین و سامعین عام طور پر اِس لیاقت کے رہے جو حسن و قبح شعر کا حسب مسائل علوم فصاحت و بلاغت مثل متقدمین ادراک کرسکین زبان حال مین ایسے سامعین و ناظرین لایق فیصدی دس بھی ملنا غیر ممکن ہین۔ مین وہ تفاوت جو شعرا قدیم اور حال کے کلام مین ہوتا جاتا ہے۔ اس مضمون مین مثالاً بذریعہ اشعار عرض کرتا مگر اِسکو کوئی صاحب بجز کلام معترضانہ و حریفانہ خیرخواہانہ تصور نہ کرتے۔ اور آمادہ بحث و مباحثہ ہوجاتے میرا مدعا محض اُنکا متوجہ کرنا جانب صحت محاورات و ترکیب شعر بدستور اساتذۂ قدیم ہے تاکہ زبان و کلام اردو پیر اسۃ اساتذہ گذشتہ اپنے محاورات اور ترکیب وغیرہ مین ان لوگون کو اپنا مسیحا سمجھے اور وہ لوگ اپنے حسن کلامی مین اساتذہ مستند گذشتہ کا جواب ہوجایئن اور مین اُنکی ترقی ہنر اور قابلیت کا تہ دل سے خواہان ہون اور جو کچھ لکھ گیا اور اب لکھون گا بربِ کعبہ بطور پند و موعظت لکھونگا نکہ بادعاے جرح و قدح جسکا مجھ مین مادہ و صلاحیت نہین۔ مین نے بقدر اپنے علم و ادراک کے جہانتک تجربہ کیا۔ تو شعرا حال بعض استعارات و تشبیہات و محاورات وغیرہ مین ایسی جدت کرجاتے ہین کہ وہ جدت محض بتائید ذہن و جودت معلوم ہوتی ہے۔ نہ کہ بقواعد علمی و بہ استناد۔ اور اپنے کلام مین ابہام اور محذوفات اور محاورات طبعزاد غیر مستند وغیرہ دلیل کو اکثر دخل دے رکھا ہے۔ استعارات مین تو طریق اقسام استعارہ پر کم نظر کرتے ہین اور نہین دیکھتے ہین کہ یہ استعارہ ہمارا بالتصریح ہے یا بالکنایہ اصلیہ ہے یا بتعبیہ مطلقہ ہے یا مجردہ یا مرشحہ میرے نزدیک وقت استعارہ مستعارہ مستعار لہ مین تاویلاً یا ضمناً یا صراحتاً کوئی نسبت ہو تو اُسپر حسب قواعد علمی ضرور خیال کرلینا چاہیئے بے سمجھے بوجھے ہر شے سے استعارہ نہ کرلینا چاہیے جیسے کوئی کہے سحر قلزم یا چمن رعد یا شام برق تو اُسکو مناسب ہے کہ پہلے

اپنے استعارہ کی وہ نسبت سمجھ لے اور تشبیہات مین بھی قواعد و طریق تشبیہ کے تحقیق پر اونکی ذہانت اونکو متوجہ نہین ہونے دیتی - اداے مضمون شعراونکا بیشتر بہ ابہام و کنایہ ہوتا ہے اور فہم اسکا ذہن قیاس سامع پر چھوڑ دیا جاتا ہے - حالانکہ مضمون شعر کو ایسے الفاظ واضح سے ادا کرنا چاہیئے کہ شعر اپنے غرض مطلب مین محتاج ذہن و قیاس سامع کا نہ رہے علی الخصوص غزلیات مین - ایک دن میرے ایک دوست نے ایک شعر کسی اوستاد کا پڑھا - جسکے نام تخلص سے وہ خود بھی ناواقف تھے اور اسکی داد مجھسے چاہی - مین نے اچھا ہے کہکر سکوت کیا اور میرے سکوت سے وہ مصر ہوے کہ اُسکے حسن و قبح سے اُنکو خبر کرون اور مجبور کیا وہ شعر یہ ہے ؎

پاؤن پھیلاے ہین دامان کی طرح ہاتھ کھینچا ہے گریبان کی طرح

اونکے حسب تقاضا و اصرار مین نے کہا اول تو اس شعر مین ابہام ایسا ہے کہ بجز قیاس سامع کے مضمون شعر نہین بتلایا جاسکتا کہ متکلم اپنا حال کہہ رہا ہے یا کسی غیر کا دوسرے مشبہ اور مشبہ بہ مین جو وجہ شبہ رکھی ہے وہ قابل غور و تامل ہے کیونکہ دامان کا پھیلنا اور گریبان کا کھچنا ان دونون کا یہ فعل اختیاری و ارادی نہین اور اپنے وجود مین محتاج غیر ہے یہ تشبیہ بغیر اسکے کہ دامن سائل کی طرح کہا جاے اور گریبان اہل جنون کی طرح کیا جاسے - میرے خیال مین تشبیہ صادق اور پوری نہین ہوسکتی - بلکہ اس اپنی ترکیب پر بھی مجھکو تسلی نہین اس قسم کے ابہامات فی زمانہ اشعار اساتذہ حال مین زیادہ پاے جاتے ہین گو متقدمین کے کلام مین بھی شاذ و نادر ابہام ملیگا مگر وہ ابہام کسیقدر توضیح مضمون کے ساتھ ہوگا یعنی ایسا کہ قیاس سامع کو بجز اپنی جانب دوسری طرف جانے ہی نہ دے بعض الفاظ و محاورات کی یہ حالت ہے کہ اکثر الفاظ و محاورات وہ مستعمل ہوتے ہین کہ متقدمین کے کلام مین جنکا ملنا دقت سے خالی نہین - مین مثالاً ایک ہی دو محاورون کو لکھتا ہون - جیسے - آے دن - یا یلی کا

پھڑکنا۔ یا تمہاری جان سے دور آ گئے یہ محاورات مستورات مین مستعمل تھے ر
مین نہ تھے۔ داغ نے اپنے ایک شعر مین جان سے دور باندھا تھا۔ اسیر اکثر
قدیم معترض ہوئے تھے شعرا متقدمین کے نزدیک جیسی شاعری مشکل تھی ویسی
اب متاخرین کے نزدیک آسان ہو گئی۔ اس زمانہ مین بڑے بڑے کامل و قابل
لوگ علانیہ ٹوک دیئے جاتے تھے۔ جناب دبیر الدولہ منشی مظفر علی اسیر مرحوم
ایک شعر اپنا مشاعرہ مین پڑھا ؎

اعضا جو بدن کے ٹوٹتے ہین گویا کہ طمنچے چھوٹتے ہین ؛

پوچھا گیا کہ آپ کا یہ شعر کس مذاق مین ہے آثار و اسباب و علامات عشق مین تو یہ صف
داخل نہین۔ موعظت و دیگر واقعات دنیاوی سے اسکو کوئی تعلق نہین۔ آیا اس
شعر کا موضوع لہ کون اور کیا سمجھا جائے یہ شعر تو اطبا کے سامنے پڑھنے کے قابل
شعرا کے سنانے کی کوئی حاجت نہین۔ اور انجام کو بجز سکوت کچھ چارہ نہین ہوا۔ خوا
وزیر مرحوم نے اپنے شعر مین جو پورا مجھکو یاد نہین یہ مصرعہ پڑھا ع

چھپ رہون گا گل قالین مین ابھی بو ہو کر

لوگون نے اُسنے کہا کہ بو کا کام منتشر ہونا ہے چھپنا نہین ہے وہ ساکت ہو گئے۔
پس شاعران حال کو چاہیئے کہ اپنے کلام کو جدت بے اصول سے اور ابہام او
محذوفات اور استعارات و تشبیہات بے دلیل سے اور اُن الفاظ سے کہ
بغیر اضافت اپنا مافی الضمیر ادا نہ کر سکین اور محاورات غیر مانوس السماعت سے بچا
رکھین اور کلام سے اُن متقدمین کے جنہون نے بعد سودا و مصحفی وغیرہ آراستگی
اردو مین کوشش بلیغ کی ہے مثل ذوق و غالب و مومن و آتش و ناسخ و اس
و وزیر و صبا و رند و خلیل وغیرہ اپنے کلام کے استناد کے متلاشی رہین کیون
زبان اردو سے سلیس کو انھین لوگون کے عہد تک محدود سمجھنا چاہیئے اور اد

مضامین مین توضیح کو برابر ملحوظ رکھین - جو الفاظ اپنے مفہوم مین محتاج اضافت ہون اونکو ناتمام نہ چھوڑین جیسے لفظ بزم عزا کو بغیر اضافت لکھدیتے ہین - یہ نہین خیال رکھتے کہ متقدمین نے لفظ بزم عزا کو جو بغیر اضافت ہوتی تھی اپنے روزمرہ مین خاص کرلیا تھا بزم محرم کے لئے - پھر ہم بغیر اضافت اپنے متعلق یا غیر کے متعلق اسکا استعمال کیون جائز رکھین - ہم تو اُنکے مقلد ہین خود مجتہد نہین میرے نزدیک فی زماننا جن صاحب کو آرزوے حصول لیاقت اوستادی ہو وہ اس استغنا اور بے توجہی کے ساتھ اپنی فکر رسا کو ضایع نکرین بیشک شاعران حال کی طباعی و فکر و ذہانت اپنے کمال مین متقدمین شعرا سے کہین بڑھی ہے اور قابل تحسین ہے - مگر افسوس کی بات ہے کہ وہ تحقیق اور اصول آراستگی زبان و توضیح اداے مضامین مین پابند قواعد و مسائل علوم بیشتر نہین تنہا علم عروض کو اپنا ہادی سمجھتے ہین اور اپنے امکانی فعل کو غیر ممکن کر رکھا ہے ورنہ یہ لوگ متقدمین شعرا پر کہین زیادہ افضلیت حاصل کرسکتے ہین - انکو تنہا اپنی جودت اور ذہانت سے کام جدت کا نہ لینا چاہیئے - کسی قدر پابندی قواعد و مسایل علوم متعلقہ فن بنا بھی ضرور ہے - اور محاورات غیر مستند و غیر مروجہ سے احتیاط رکھین اور شعرا متقدمین کے کلام سے استناد کو باعث اپنی صحت لیاقت و کمال اوستادگی کا جانین -

والسلام بالاکرام - احسان علی - فصیح

غزلیات

کاکل است این یا بنفشہ یا شب یلدا است این | یا ہمی سرو چمن یا قامت بالا است این
کاکل است این یا بنفشہ یا مار و ماست این | یا سواد روے دشمن یا شب یلدا است این
پارۂ از سنگ خارہ یا دل سنگین یار | یا دل پر درد و دردم یا خم صہبا است این
برگ سوسن یا زبان یار یا نوک سنان | یا نہال گلفشان یا ماہی دریا است این

دستۂ گل یا شکم یا وصل یا قوتِ جنان   لوح سیم خام یا آئینۂ دلہاست این

شاخ مرجان ست یا شاخ نہال طورِ حسن   ساعد دلدار یا نو بادۂ جانہاست این

بائے مطلوب دلم یا تائے قوتِ جانِ من   یای معکوس مے خوش یا مگر لبہاست این

جلوۂ رخسار پر نور تو یا لمعات برق   بیقراری دلم یا چشمکِ اعداست این

چہرہ ات یا آئینہ یا آفتاب روز عید   ساغر صہبائے جنت یا گل رعناست این

چاہ بابل یا دو چشمت یا دو مہر مہرہا   یا بیاضِ سامری یا آہوئے صحراست این

موج بحر آرزو یا زلف تو یا مشک چین   یا دو سلک نافہ یا زنجیر پائے ماست این

خط آزادی عشاق است یا دام فریب   سبزہ نو خیز یا طوطی شکر خاست این

ناف او یا چاہ نخشب یا چہ کنعان علی
چشمۂ خورشید یا گرداب دریاہاست این

(از کلیات میر انتظام علی مرحوم)

عجب بے درد کے پالے پڑا دل   ہزار افسوس صد حسرت مرا دل

خبر ہی کچھ نہیں کیا اس پہ گذری   تری زلفوں میں جب سے جا پھنسا دل

تری ترچھی نظر نے تیر مارا   تری نیچی نگہ نے لے لیا دل

کہاں تو پھر کہاں یہ صحبت گل   خوشی کے چہچہے کر لے عنادل

ہے نالہ بے اثر پہلو میں مرے   اور آہ نارسا اور بیوفا دل

ہو منظور نظر اس کا یہی دل   الٰہی دے مجھے یا دوسرا دل

بھلا اب اٹھ کے ہم جائیں کدھر کو   ترے کوچہ میں ایسا لگ گیا دل

قیامت میں شفیع المذنبین ہو   مرا شل فہمیہ کرتا ہے دعا دل

بلا سے دوست دشمن ہو گئے سب   بھلا کیوں پھر گیا مجھ سے مرا دل

نتیجہ مری آہوں کا ہے فہمی
لئے پھرتے ہیں وہ وحشت زدہ دل

دیانت حسین صدیقی فہمی

کہاں طاقت ہے مجھے حمد و ثنا کی   توانائی کہاں شکر خدا کی

وفا کا ذکر کیا ہمکو تو آنسے   نہیں امید اب جور و جفا کی

نگاہ قہر بوسے کی عوض ہائے   مریض عشق کی کیا ہی دوا کی

قیامت ہو گئی مجھکو شب ہجر   کسے تشویش اب روز جزا کی

پھر پھر کر تیغ گردن پر پلٹ جائے   شکایت کیا ہو بخت نارسا کی

جنازہ دیکھکر میرا کہا حیف   رہی دل ہی میں سب حسرت جفا کی

بتوں سے ہائے میرا دل نہ بچھڑا   خدا سے میں نے اکثر التجا کی

نگاہ ناز ہی نے مار ڈالا   نہ حسرت نکلی مشتاق ادا کی

نہیں جب یار پہلو میں تو حاصل   نسیم صبح گلشن گر چلا کی

ہمارا ہی جگر کچھ تھا یہ فہمی
کہ کی اس نے جفا ہم نے وفا کی

دیانت حسین صدیقی فہمی

آل انڈیا محمڈن لیڈیز کانفرنس

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

رفتار زمانہ کبھی یکسان نہین رہتی اسکی روانی بہتے ہوے پانی سے تیز اور ہمیشہ رُخ بدلتی رہنے والی ہے۔ زمانے کی یہ حالت ہے کہ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ۔ یہ سمجھنا کہ ہمیشہ ایک ہی سی گذریگی سخت نادانی ہے۔ اسکے تبدل و تغیر کے لئے کوئی وقت مقرر نہین اور نہ کوئی انتہا۔ کہ اس درجہ پر پہونچکر اُس حالت مین ٹھیر یگا اس کے زبردست ہاتھ کسی چیز کو یکسان حالت مین نہین رہنے دیتے۔ خوش قسمت ہین وہ لوگ جو اسکے ساتھ ساتھ چلتے ہین اور جو ہماری طرح لکیر کے فقیر بنے رہتے ہین وہ کبھی ترقی نہین کر سکتے۔ کیونکہ

ممکن نہین کہ اب ہے جو صورت یہی رہے
ویسا کبھی رہا ہے نہ ایسا کبھی رہے

تبدیلی زمانہ کا اثر کسی ایک چیز پر نہین پڑتا۔ بلکہ کل اسباب عالم اس سے متاثر اور تغیر پذیر ہوتے رہتے ہین۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ زمانہ شناس اقوام میدان ترقی مین سب سے آگے ہین۔ اور چونکہ ہماری قوم قدامت پرست ہے زینۂ ترقی سے کوسون دور رہی اور اسی خواب غفلت مین مدتون سرشار رہتی۔ مگر اُس زبردست قوت یعنی زمانہ کی ہوا کے اثر سے اس مدہوش قوم مین بھی بیداری کے آثار پیدا ہو گئے۔ جس سے امید پڑتی ہے کہ شاید یہ مردہ قوم کبھی زندہ ہو جاے۔

خدا غریق رحمت کرے رہنمار قوم سر سید مرحوم نے سب سے پہلے ضروریات زمانہ کو محسوس کیا۔ اور قومی کالج کھولا۔ اور نہ صرف کالج ہی کھولا بلکہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قایم کی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج مسلمانان ہندوستان مین اسقدر تعلیم یافتہ اور زمانہ شناس حضرات نظر آتے ہین جنکو ضروریات زمانہ کا احساس ہے۔ اور انھین کی مہربانی اور ہمدردی ہے

تعلیم نسواں کی ضرورت مان لی گئی ہے۔جس کا انتظام بھی ہو گیا ہے: اور کیا جا رہا ہے بفضل خدا اسوقت بھی ہزارون مسلمان مستورات ہند حرف شناس ہین اور سیکڑون تعلیم یافتہ بلکہ اعلیٰ تعلیمیافتہ ہین جو تعلیم نسوان کا احساس رکھتی ہین۔ اور اپنے فرقہ کی بیداری کی کوششون مین مصروف ہین۔ یہ وقت ہے کہ اگر انھین شرعی قیود کے اندر انکی بہتری و بہبودی (جو نہ صرف انکی بلکہ تمام قوم کی بہتری ہیٖ) کے وسائل سوچنے اور اُن پر عمل کرنے کی اجازت دی جائے۔ تو یہی کونے کی بیٹھنے والیان (جنکو عضو معطل سمجھ لیا گیا ہے) بہت کچھ کر دکھا ئین۔

جا بجا زنانہ اسکول بھی کھل گئے ہین۔ اور زنانہ پرچے بھی جاری ہین۔ لیکن جسکی سب سے زیادہ ضرورت ہے اُس کا ابھی خیال بھی نہین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تبادلۂ خیالات سے انسان جسقدر لیاقت حاصل کر سکتا ہے اُسقدر تعلیم سے بھی نہین۔ کیونکہ زمانہ کی ترقی کا یہی ایک گُر ہے۔

جب سے محمڈن کانفرنس قائم ہوئی۔ تب ہی سے مسلمانان ہندستان کی آنکھین کھلین اور اُنھون نے اسباب ترقی کو سوچا اور سمجھا۔ لیکن افسوس اسوقت تک مسلمان مستورات کے میل جول کا کوئی ذریعہ نہین۔ آج سے پانچ سال قبل خاکسار نے قومی اخبارات مین لیڈران قوم سے اس اشد ضرورت کے پورا کرنے کی استدعا کی تھی۔ جسکی بہت کچھ مخالفت ہوئی بہت سی ے دیکھے بعد کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ گو ہمارے زمانہ شناس ہمدرد نسوان شیخ محمد عبداللہ صاحب سکریٹری تعلیم نسوان سیکشن ہماری خواہش پوری کرنے کو دل سے تیار تھے۔ اور ہین۔ لیکن مخالفین تعلیم نسوان نے ہماری چلتی ہوئی گاڑی مین روڑے اٹکا دیئے کہ ہماری دلکی دل ہی مین رہی۔

الناظر کے مارچ نمبر مین خیر خواہ نسوان جناب سید امین الحسن صاحب نے اس اشد ضرورت کو محسوس کرکے اپنے خیال کا اظہار کیا ہے۔ اُن کا مضمون دیکھکر مجھے

جسقدر خوشی ہوئی ہے اسکا اظہار نہین کر سکتی - آپ نے اس ضروری امر کو دوبارہ معرض بحث مین لا ڈالا ہے - خدا اس کا نتیجہ نیک کرے - مگر مین اپنی بدقسمتی سے یہ امید نہین کہ اسدفعہ بھی اسکا نتیجہ خاطر خواہ نکلے - گو کچھ بھی مشکل نہین کیونکہ محمڈن کانفرنس کے ساتھ زنانہ صنعت و حرفت کی نمایش ہر سال ہوتی ہے - اور جس شہر مین نمایش متعلقہ کانفرنس ہوتی ہے اس شہر کی پردہ دار بیگیات عموماً شریک نمایش ہوتی ہین - ہان دوسرے مقامات سے نہین آ سکتین کیونکہ اس کا کچھ انتظام نہین - کیا یہ بات سخت قابل افسوس نہین کہ جنکی دستکاری کی نمایش ہو - وہ خود دیکھ بھی نہ سکین میرے خیال مین جس غرض سے زنانہ صنعت کی نمایش کی جاتی ہے وہ مطلب ہی مفقود ہو جاتا ہے - زنانہ دستکاری مردون نے دیکھ لی تعریف کر دی سارٹیفکٹ اور تمغے دیدیے - اس سے کیا فائدہ ہوا ؟ اتنا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کس کس بہن نے اپنی اعلیٰ ہنرمندی کا انعام پایا اور جس چیز پر انعام ملا وہ کیسے بنائی گئی تھی - اور یہ خبر بھی کہ فلان بہن کو تمغہ ملا" چند ہی بہنون کو معلوم ہوتی ہے - جو رسالہ "خاتون" کی خریدار ہین یا "ٹائمز آف انڈیا" پڑھنے کے قابل ہین - دوسرون کو یہ بھی نہین چاہیئے کہ اس موقع پر پردہ دار بیگیات خود موجود ہون اور دیکھین کہ ملک کے کس حصے سے کس کس لیڈی کی بنائی ہوئی کیا کیا چیزین آئین - جن کے لئے انعام تجویز ہوئے تاکہ اُن کی ہنرمندی مین ترقی ہو - بس وہی ہمارا زنانہ کانفرنس ہو جاوے - سال کے سال بزرگان قوم کے زیر سایہ پردہ دار بیگیات نمایش دیکھنے کی غرض سے جمع ہوا کرین - اور وہین اپنی ترقی کے وسائل ملکر سوچا کرین - اور پھر عمل کرین -

خدا کے فضل سے اسوقت بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ و عالی رتبہ کارکن بہت سی بیگیات ایسی موجود ہین جو اپنی کانفرنس کی سکرٹیری اور پریسیڈنٹ کے فرائض کو بطریق احسن انجام دے سکین - یہ تو ناممکن ہے کہ شروع ہی مین تمام مسلمان بیگیات ہند

کانفرنس مین شریک ہو جائین ہر ایک کام کی ابتدا نہایت چھوٹے پیمانے پر ہوتی ہے
اور رفتہ رفتہ ترقی حاصل ہوتی ہے - اگر مخالفین تعلیم نسوان کے اعتراضات کی پروا
نہ کرکے زنانہ کانفرنس کی بنیاد ڈالدی جائے اور شیخ محمد عبداللہ صاحب سینہ سپر
نمایش کے وقت زنانہ کانفرنس کا انتظام کر دین تو مین بلا تامل کہہ سکتی ہون کہ اس
کمزور فرقے کے ناتوان ہاتھ اپنی کانفرنس کا کام نہایت آسانی سے انجام دے سکین
ہم شیخ صاحب کے تعلیم نسوان فنڈ سے کانفرنس کے اخراجات کے لئے ایک پیسہ
لینا نہین چاہتے - صرف کانفرنس کا انعقاد ہونا چاہیئے - پھر کانفرنس فنڈ کھولکر روپیہ
جمع کر دینا ہمارا ذمہ -

مین امید کرتی ہون کہ میری معزز و بیدار مغز بہن زہرا خانم صاحبہ دلمیہ
ضرور اس باب مین اپنے خیالات کا اظہار کرینگی - خدا کرے ہمارے سچے ہمدرد
سید امین الحسن صاحب کے سے چار پانچ اصحاب اور بھی انھین خیالات کے ہون
تو کچھ امید ہو -

بنت نذر الباقر - کوہاٹ

لیڈیز کانفرنس

لوگ سچ کہتے ہین کہ خلقت بھیڑیا دھسان ہوتی ہے - جس راستہ پر کسی
گرامی آدمی کو چلتے دیکھا اور لوگ بھی - سکی دیکھا دیکھی وہی راستے چلنے لگے - پھر لاکھ
سمجھاؤ نہ کبھی سنین گے اور نہ کسی کا کہنا مانین گے - اور ستم یہ ہے کہ سمجھتے ہین اپنے آپ
آزاد - بھلا کوئی اُن سے پوچھے تو کہ آزادی کے معنی کیا ہین - کیا آزادی کا یہی مطلب
ہے کہ ہم ایک طرف تو پرانی رسمون اور پرانی طرز زندگی کو چھوڑتے جائین اور دوسری طرف
نئی قسم کی رسمون اور نئی طرح کی زندگی کی سخت جکڑ بند مین پھنستے جائین - نئی روشنی
اپنے بزرگون کے متعلق ہمیشہ کہا کرتے ہین کہ یہ لوگ تو محض وضعداری پر جان

لیکن اگر غور سے دریافت کرو اور انصاف سے کام لو تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اس قسم کی طرحداری پر کون مرتا ہے - اگلے زمانہ کے لوگ اپنی روش کے پابند تھے تو اسوجہ سے کہ ساری عمر اسی راستہ پر چلتے رہے تھے اور اسی طرح کی آب وہوا مین اُن کا خمیر بنا تھا لیکن آجکل کے لوگ جو اپنی آبائی روش کو چھوڑ کر بات بات مین انگریزون کی نقل کرتے ہین اور اُنھین کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہین تو کوئی اُن سے پوچھے کہ بھلا کوا ہنس کی چال چلا اپنی بھی بھولا تو کہا جائے تو کیا کیا جائے - اور ستم ظریفی یہ کہ اُن کی وضعداری تو تقلید کی بندش مین جکڑی جائے اور ان کی طرحداریان آزادی کے نام سے شہرت حاصل کرین -

بات اصل یہ ہے کہ سوچ سمجھکر کام کرنے والے بہت کم ہوتے ہین - دوسرون کی نقل کرنا اور دوسرون کے نقش قدم پر چلنا آسان ہے اس راستہ پر ہر چھوٹا بڑا ہو لیتا ہے اور کہین نہ کہین جا پہونچتا ہے - اگلے لوگ اگر اپنے لئے پرانی وضع اور روش کو صراط مستقیم جانتے ہین تو نوخیز اور نوعمر تعلیم یافتہ حضرات یورپ کی تراش وخراش اور مغربی تحریکون کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہین -

یہی حال لیڈیز کانفرنس کا ہے - چند روز سے ملک مین یہ وبا عام ہو رہی ہے کہ ذرا ذراسی بات کے لئے کمیٹیان ہوتی ہین اور کانفرنسین جمع ہوتی ہین - مردون کی دیکھا دیکھی عورتون نے انگریزی تعلیم اور انگریزی لباس کی چاہت شروع کی تو اُنھین بھی کانفرنس کا شوق چرّایا - اور غور کیجئے تو اسکے بانی مبانی ہمارے ہی بھائی بند ہین - اگلے زمانہ کی عورتین اب تک کچھ نہ کچھ موجود ہین - لیکن اُن کو نہ کانفرنس کا خیال ہے اور نہ وہ نئی وضعداریون کو پسند کرتی ہین - مگر اب جو مردون نے عورتون کو کچھ شدبد تعلیم دیدی اور اُنھین میز کرسی کی نشست وبرخاست اور میمون کے طریقہ پر بال بنانا اور ناک کان کے زیورون سے نفرت کرنا سکھا دیا تو لگین وہ بھی کانفرنس قائم کرنے

بیوی نے میاں سے کہا کہ صاحب آپ لوگ کانفرنس کرتے ہین ہماری بھی ایک کمیٹی بنا دو اور شوہر صاحب نے بیوی کی دلدہی کی خاطر نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ لیڈیز کانفرنس کی تجویز پیش ہی تو کر دی ۔ اب ان سے کوئی بھلا پوچھے کہ اس کانفرنس سے کیا فائدہ ہوگا تو یہ تو کہین گے نہین کہ بیوی کی خاطر داری منظور تھی ۔ دو چار وضعی ضرورتین اور اُن ضرورتون کے لئے کچھ پوچ دلیلین کہہ سنائین گے اور اپنی بات کو وزن دار بنانیکے لئے دو چار بڑے بڑے لوگون کے غلط صحیح اقوال جو طوطے کی طرح رٹے گئے ہین سنا دین گے ۔ ارے صاحب اس سے کہین یہ لدی پھندی گاڑی تھوڑے چل سکتی ہے۔ ذرا دل کو ٹھنڈک پہونچائیے اور دماغ کو تقویت دیجئے اور کانفرنس کی ضرورت پر عقل دوڑائیے آپ کو نئی روشنی کی چکا چوند مین کچھ نہ معلوم ہوسکتا ہو تو مجھسے سارا حال سُن لیجئے مگر انصاف سے کام لیجئے گا ۔

یون تو ہر ملک مین مردون اور عورتون کی ضروریات جداگانہ ہوا کرتی مین لیکن ہمارے یہان پردہ کی رسم کی وجہ سے دونون جنسون مین بہت جدائی ہوگئی ہے ۔ مردون کو دنیا کے ہر قسم کے کاروبار کرنا ہوتے ہین اور عورت کو صرف چاردیواری کے اندر بچون کی دیکھ بھال اور کھانے کی فکر کرنا ہوتی ہے ۔ مرد روزی کماتا ہے اور عورت اسکو خرچ کرتی ہے ۔ مرد قسم قسم کے علم اور پیشہ حاصل کرتے ہین جن سے عورتون کو کچھ سروکار نہین ہوتا ۔ مردون کو دن رات لکھنا پڑھنا رہتا ہے اور عورتون کو پلنگ یا تخت پر بیٹھکر ڈلیان کترنا یا کپڑے سینا ۔ مرد کا ملکون ملکون کی سیر کرنا آسان ہے مگر عورتون کا گھر سے باہر نکلنا محال ۔ مرد کو تمام طرح کی آزادیان حاصل ہین مگر عورت مقید اور مجبور ہے ۔ مرد کو خدا نے اور قانون نے عورت پر حاکم بنایا ہے اور عورت اسلی محکوم اور تابعدار ہے ۔

پھر ایسی صورت مین بھلا کانفرنس کیا کام دیگی ۔ مردون کی کانفرنسون نے

ابتک جو تھوڑا بہت کام کیا بھی سو اس وجہ سے کہ ایک نہین سیکڑون مردون نے ان کانفرنسون کو کامیاب بنانے کیلئے شہر ذن شہرون کی خاک چھانی اور دوڑ دھوپ کرکے دوسرون کو اپنا ہم خیال اور مددگار بنایا - عورتین بھلا کب یہ کر سکتی ہین اور اگر وہ کرین بھی تو کیا آپ کی غیرت کا تقاضا نہ ہوگا کہ آپ انکو مکان کی چار دیواری مین بند رکھین - مردون کے یہان تبادلۂ خیالات کا وسیع پیمانہ پر ہونا ان کی روشن خیالی کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن عورتون کے یہان اس کا نتیجہ سوائے اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ عورتین اُن قیود سے آزاد ہو جائین جو خدا رسول اور قانون معاشرت نے اُنکے لئے لازمی قرار دیئے ہین پھر عورتون مین اتنی تعلیم کہان جو وہ کانفرنس کا کام چلا سکین نہ اُن مین کوئی سید احمد خان ہے اور نہ مہدی علیخان اور نہ مشتاق حسین - لوگون کو تو اسمین بھی شک ہے کہ رسالون مین جو عورتین مضمون لکھا کرتی ہین یہ اُنھین کے مضمون ہوتے ہین یا

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

کا معاملہ ہوتا ہے - اور زیادہ تر لوگون کا خیال یہی ہے کہ یہ مضامین کسی معشوق دلکے لکھے ہوئے ہوتے ہین - اور جو دو ایک بڑی عالم فاضل عورتین ہون بھی تو اول تو لوگ عام طور پر اُن کی نسبت اچھی رائے نہین رکھتے اور دوسرے یہ کہ وہ اپنی راحت و آرام کو چھوڑ کر اس قسم کی دوڑ دھوپ کیون کرنے لگین - مردون کی سی جفاکشی تو عورتون مین ہوتی ہی نہین بلکہ عورتون کے یہان ذاتی آرام اور ظاہری زیب و زینت کا خیال مقدم رہتا ہے اور بفرض محال اگر یہ سب کچھ ہوا بھی اور کانفرنس بھی قائم ہوگئی تو کیا نتیجہ ہوگا - ایجوکیشنل کانفرنس نے کون بڑا کام کیا ہے جو لیڈیز کانفرنس کریگی بجائے اسکے کہ ان چیزون مین روپیہ خرچ کیا جائے اور وقت ضایع کیا جائے اپنے اپنے گانون اور شہرون مین مدرسے قائم کرکے مذہبی تعلیم کا چرچا پھیلانے کی کوشش کرو تو دین و دنیا دونون درست رہین گے - لڑکے مذہبی ماؤن کی تعلیم و تربیت اٹھا کر سعادتمند

رہین اور لڑکیان حیادار تو دونون مرادین حاصل ہوجائین - اور جو پنجاب اور بمبئی کے لوگون کی تقلید مین آپ بھی اپنے گھر کی عورتون کو سایہ اور ساڑی پہنا کر رکھنا چاہین اور ٹمٹم اور فٹن پر سیر کرانے کے خواہان ہون تو کانفرنس سے کہین زیادہ کارآمد میمون کے مدرسہ ہوسکتے ہین - فاعتبروا یا اولی الابصار

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

ا - ع ساغر لکھنوی از بمبئی

عورتون کی تعلیم

عقل فطرت نے جو دی مجھکو تو کیون دی آخر؟ ہمت اجزائے[۱] بسیط نے یہ کیون کی آخر؟
لفظ ہمت کا غلط - مجھسے بڑی چوک ہوئی علم کی بحث غلط ذکر سے مشکوک ہوئی
عقل ذرات بسیط کا اثر ہے اے شوق نہ اُسے فہم - نہ ہمت - نہ خبر ہے اے شوق
مادۂ[۲] خود تو ہے نادان - شکایت کس سے ! کہیے اس عقل کے مضمون کی حکایت کس سے
عقل اگر مجھکو نہ ملتی تو مین اچھا رہتا مثل مبہوت کے ناواقف دنیا رہتا
عقل نے سیکڑون جھگڑے مرے سر ڈال دیئے لا کے علمون کے ورق پیش نظر ڈال دیئے
اصل فطرت کی طرف میری نظر دوڑ پڑی ذکر انرجی[۳] کا جو آیا تو ادھر دوڑ پڑی
کبھی اجزائے بسیط نے جمایا نقشہ کبھی شکل حرکت[۴] کا نظر آیا نقشہ

---

۱ اجزائے بسیط وہ ذرات ہین جنکو دہری مذہب والے کہتے ہین کہ جب مادہ خود ہی پیدا ہوا تو وہ اوسمین پیدا ہوے - عقل بھی اونھین کی تاثیرات کا ایک اثر ہے - ذرات بسیط بھی اُنھین کو کہتے ہین -
۲ سینس کی رو سے زمانے مین عقل - نہ فہم - نہ ارادہ - ضرورت کے وقت ہر شے اس سے خود ہی بنجاتی ہے
۳ انرجی وہ قوت طبعی جیسر حیات کا مدار ہے -
۴ حرکت سے ذرات بسیط کی حرکت مراد ہے جو مادے مین پیدا ہوئی -

کبھی بڑھنے لگا قانونِ کشش[1] فہم مرا / بڑھ گیا قوتِ طبعی[2] سے کبھی وہم مرا
کبھی قانونِ وراثت[3] سے پڑا کام مجھے / ہوئے قانونِ تباین[4] پہ پھر اوہام مجھے
رنگ قانونِ تنازع[5] کبھی دکھلانے لگا / انتخاب[6] اپنی طرف کھینچکے لیجانے لگا
کبھی ہیئت پہ بڑھا شمس و قمر تک پہنچا / شام سے میں جو چلا نورِ سحر تک پہنچا
کبھی ایتھر[7] کی طرف عقل رسا ہونے لگی / کبھی منظور نظر بحثِ ہوا ہونے لگی
کبھی سورج[8] سے ستاروں کا نکلنا دیکھا / گرد سورج کے کبھی ارض کا چلنا دیکھا
کبھی منظور جو تحلیلِ عناصر ٹھہری / عقل ذرات[9] کے نظارے سے قاصر ٹھہری
قدمِ[10] صورت اصلی کو نہ مانا میں نے / شکل مابعد سے فانی اُسے جانا میں نے
بحث جب علت[11] و معلول کی منظور ہوئی / عقل پر اتنے پڑے پیچ کہ مجبور ہوئی
نہ کبھی سینس سے مذہب کو جدا سمجھا میں / "واجب[12]" اور علت اولی" کو خدا سمجھا میں

[1] قانونِ کشش سے مراد وہ قانون ہے جسکے اثر سے کھنچ کر ذرات بسیط مجتمع ہوئے اور صورت نشو قائم ہوئی۔

[2] قوت طبعی سے وہ قوت مراد ہے جسپر سینس عالم ہستی کا دارومدار قرار دیتا ہے۔

[3][4][5][6] قانون وراثت - قانون تباین - قانون تنازع للبقا - قانون انتخاب طبعی - ان چار قوانین پر سینس نے نشو کے طریقے سے سلسلہ آفرینش کو قائم کیا ہے۔

[7] ایتھر وہ گیس ہے جو سینس کی رو سے خلاے ممتد میں بھرا ہوا ہے یعنی اس خلا میں جو زمین کی سطح سے حد نظر تک نظر آرہا ہے - اسی ایتھر پر حیات اور نظام موجودات کا مدار ہے۔

[8] سینس کہتا ہے کہ ستارے سورج سے کٹ کے جدا ہوئے ہیں اور یونہی زمین بھی جو خود ایک ستارا ہے۔

[9] سینس ابتک مجبور ہے - وہ تحلیل عناصر سے یا کسی شکل سے ذرات بسیط کو نہ دیکھ سکا۔

[10] سینس کہتا ہے کہ مادے کے ساتھ صورت اصلی بھی پیدا ہوئی تھی - فلسفۂ اسلام اُس پر معترض ہوتا ہے کہ صور مابعد جب مادے کے ساتھ ہی نہیں پیدا ہوئیں تو اُن کے وجود میں آنے سے صورت اصلی کی فنا لازم آتی

[11] سینس ہر معلول کے لئے ایک علت کا قائل ہے۔

[12] منطق کی اصطلاح میں لفظ "واجب" اور سینس کی اصطلاح میں "علت اولیٰ" اور "علة العلل" سب سے بالاتر قوت کا نام ہے۔

گھر مین پڑھ لکھ کے جو آیا کہ وہ کچھ دور نہ تھا ظلمتِ جہل سے گھر بھر مین کہین نور نہ تھا
عورتین کرتی ہین باتین تو زبان صاف نہین سین ہے شین نہین۔ کاف ہی اور قاف نہین
کسی بچے کو مرض ہے تو نظر گھیرے ہے کسی بیمار کو آسیب کا ڈر گھیرے ہے
دیو۔ جن۔ بھوت۔ پری۔ رنگ جما بیٹھے ہین تنگ کرنے کو مرے گھر مین سب آ بیٹھے ہین
جن کے معنی ہین نہان۔ خیر وہ اک جسم سہی وہ بھی مخلوق کی اک نوع سہی۔ قسم سہی
جن ہے ناری تو ہے کیون وہم کو طول انسان مین؟ نار کر سکتی ہے کسطرح حلول انسان مین؟
کس جگہ جسم مین۔ کس شکل سے آ بیٹھا جن کیا خلا اُسکے لئے تھا کہ سما بیٹھا جن؟
پوجے جانے لگے جن اب تو خدا کے بدلے ڈھونڈھے جانے لگے تعویذ دوا کے بدلے
عورتون مین ہے کچھ اوہام کی حد بھی آخر! ہو گی اس جہل کی حجت کبھی رد بھی آخر!
فقرا گور پرستی پہ جھکا دیتے ہین سر اسلام کو پستی پہ جھکا دیتے ہین
علما کہتے ہین کھا کھا کے ہزارون قسمین کہ کلیدِ درِ جنت ہے ہمارے بس مین
اُن کو ضد ہے کہ نہ عورت کو پڑھائے کوئی جہل کو علم کا رستا نہ بتائے کوئی
خاتمہ ورنہ مدارات کا ہو جائے گا۔ سرد بازار کرامات کا ہو جائے گا
لیکن اب علم سے واقف ہین زمانے والے ایسی باتون مین وہ ہرگز نہین آنیوالے
عورتون مین نہ اگر علم کو پھیلائین گے لوگ پچھتائینگے۔ پچھتائینگے۔ پچھتائینگے
عقل[1] فطری تو ہر انسان کو مل جاتی ہے مکتسب عقل مگر علم سے ہاتھ آتی ہے
علم گم ہے تو بشر ہونے سے حاصل آخر؟ جانور اور بشر مین حد فاصل آخر؟
عورتین جہل سے عزت نہین پا سکتی ہین نہ وہ بچون کو نہ وہ گھر کو بنا سکتی ہین۔
کرے تا حلق کو مانی ہی کا اشارا سیدھا کج ہو پودا۔ نہ کرے گر چمن آرا سیدھا
عورتین جہل پہ مائل۔ یہ قرینا کیا ہے بزم ہستی مین رہین کور تو جینا کیا ہے

[1] مصنف نے عقل فطری اور مکتسب کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

وہ عقائد کے اصولوں پہ نظر ہے اُن کو — نہ مداخل نہ مخارج کی خبر ہے اُن کو
کیا غذا اور ہوا کی وہ صفائی جانین — ذکر پانی کا ہو تو یاد ہوا ئی جانین
حفظ صحت کے طریقون سے وہ آگاہ نہین — طرز اخلاق سے کچھ رسم نہین راہ نہین
نہ سمجھ نظم و نسق کی نہ خبر دنیا کی — نہین واقف کہ ہے رفتار کدہر دنیا کی
نہین عورت مین اگر علم و خرد کا جوہر — گھر مین وہ ہو نہین سکتی ہے مشیر شوہر
اور قومون نے تو اڑنے چلنے کو پر تولے ہین — عورتون کے لئے تعلیم کے در کھولے ہین
علم کی دوڑ مین ہم چپ ہین تھمے بیٹھے ہین — اور قومون سے بچھڑنے پہ جمے بیٹھے ہین
حسن صورت نہین کچھ چیز کہو درد[1] اُسے — کہ ابھی پاؤ گے تم لال ابھی زرد اُسے
عارضی حسن ہے وہ اسکو بقا کچھ بھی نہین — رنگ اسکا صفت رنگ حنا کچھ بھی نہین
حسن سیرت کو جو دیکھو تو وہ ہے جان کیساتھ — صورت روح رہا کرتا ہے انسان کیساتھ
علم ہی خوبی سیرت کو بڑھا سکتا ہے — نور آئینے مین صیقل ہی سے آسکتا ہے
سیرت کج کو وہ کر دیتا ہے سیدھا اس طرح — جنتری تار کو کر دیتی ہے سیدھا جس طرح

احمد علی شوق۔ قدوائی۔ لکھنوی

تندرستی

شکو مین خواب شیرین کے انتظار مین لیٹی ہوئی تھی تو مجھے خیال آیا کہ تندرستی انسان کیا بلکہ ہر ذی روح کے واسطے بہت ضروری چیز ہے مگر افسوس ہے کہ ہماری بعض بہنین اسطرف مطلق توجہ نہین کرتین بلکہ بعض کو تو نزاکت کا اس درجہ شوق پیدا ہو گیا ہے کہ اسکی وجہ سے اپنی غذا بھی کم کر دی ہے جسکا اثر صحت پر بہت خراب پڑ رہا ہے حالانکہ یہ خیال نہین کرتین کہ نزاکت تو وہی ہے جو قدرتی ہو غذا کم کر دینے سے ضعف اور نقاہت کے

[1] درد۔ گلاب کا پھول

سوا اسی نزاکت ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی - جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ معدہ کم غذا کا عادی ہوجاتا ہے اور کل اعضا کمزور ہوکر اچھی طرح سے کام نہیں دے سکتے وہ فرایض دینی و دنیوی کے ادا کرنے سے عاجز ہوجاتی ہیں کاہلی اور سستی ان پر اپنا پورا رنگ جما لیتی ہے انکو جب دیکھو پلنگ پر لیٹی نظر آتی ہیں اور روز علی الصباح دوا کا پیالہ اُنکے مُنہ سے لگا رہتا ہے - اے میری پیاری بہنو! کیا تمکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے عزیز اعضا کو بیکار کرکے دوسرون کی محتاج بنو اور کیا تمکو مطلق اسکی شرم نہیں ہے کہ تمہارا ہر کام دوسرون کے ہاتھ مین ہو اور تم اُن سے ہر وقت مدد کی طالب رہو - برعکس اسکے تمہاری جو بہنیں اپنے ہاتھ سے کام کرنیکی عادی ہیں اور جنکو اپنی صحت کا خیال رہتا ہے اور جنپر اس بیجا نزاکت کا خیال غالب نہیں ہے - اُنمین ہمیشہ جفاکشی - مستعدی - زندہ دلی اور ہما ہمی پائی جاتی ہے اور واقعی زندگی اسی کا نام ہے -

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہین

اکثر اوقات ہماری صحت ہمارے یہان کے رسوم اور رواجون کی بدولت بھی خراب ہوجاتی ہے وہ اسطرح سے کہ جب لڑکی کے عقد کی تاریخ قرار پا جاتی ہے تو ایک ماہ پیشتر سے لڑکی کو کوٹھے یا کسی علیحدہ مقام پر بٹھا دیتے ہین اور حکم ہوتا ہے کہ سوا لڑکیون کے جب کسی اور کو دیکھو تو فوراً چادر سے جو کہ خاص اسی کام کے واسطے مخصوص کردیا گیا ہے منھ لپیٹ کر لیٹ رہو یہ کونے بیٹھنے کی رسم کہی جاتی ہے ہر وقت کے لیٹے رہنے سے غذا اچھی طرح سے ہضم نہین ہوتی اور معدہ کی قوت ہاضمہ کم ہوجاتی ہے - جس سے رفتہ رفتہ معدہ ضعیف ہوکر اکثر مرضون کا باعث ہوتا ہے -

میرے خیال مین غذا ایسی کھانا چاہیے جو دیر ہضم نہ ہو اور تھوڑی سی بھوک چھوڑکر نہ ایسی کہ معدہ کو ضعیف یا کم زور کر دے بلکہ ہضم ہونے مین آسانی ہو - صحت کے واسطے ورزش کی بھی سخت ضرورت ہے مگر ہم مستورات مین ورزش کا رواج ابھی بہت کم ہے تاہم اگر اپنے گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرین اور سب کام نوکرون ہی پر نہ چھوڑ دے جائین تو کسی قدر ورزش بھی ہو جاتی ہے۔

صحت مین جسمانی صفائی کی بھی سخت ضرورت ہے - ارسطو کا قول ہے کہ جسمانی صفائی باطنی صفائی سے دوسرے درجہ پر ہے" جسمانی صفائی پہ غور کرنے سے حسب ذیل تین باتین پیدا ہوتی ہین - (اول) شائستگی - یہ امر مسلمہ ہے کہ جس شخص مین یہ خوبی نہین ہے وہ سوسائیٹی مین شریک ہونے کی قابلیت نہین رکھتا - صفائی ظاہری کا فرض آدمی کی ترقی کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے دنیا کی مختلف قومین اپنی صفائی کی وجہ سے ایسی ہی ممتاز ہین جیسے کہ علوم و فنون کے لحاظ سے - مغربی قومون کی مثال ہمارے سامنے ہے جنھون نے سائنس کے ساتھ اس خوبی مین بھی ترقی کی ہے (۲) صفائی ظاہری سے محبت پیدا ہوتی ہے اسمین شک نہین کہ حسن صورت جذبہ محبت کے پیدا کرنے مین اعلیٰ درجہ کا اثر رکھتا ہے - لیکن جسمانی صفائی اس جذبہ کے قیام کو مستقل کرتی ہے یہ بات مشاہدہ مین آئی ہے کہ اگر کسی بدشکل انسان کا بھی جسم و لباس صاف رہتا ہے تو اسکی جسمانی صفائی اپنی طرف نگاہ محبت کو مائل کر لیتی ہے ایک مسن آدمی جسمین ظاہری صفائی ہوتی ہے اس نفرت سے نہین دیکھا جاتا جیسے کہ ایک میلا کم عمر لڑکا - پرانا پیتل کا برتن اگر صاف ہو تو نئے زنگ آلود برتن سے بدرجہا اچھا ہے - (۳) ہماری جسمانی صفائی جسطرح دوسرون پر اچھا اثر پیدا کرتی ہے اسی طرح خود ہماری صحت جسمانی پر ضمیر انسان کی پاکیزگی اور جسمانی

صفائی مین باہم مشابہت ہے جو لوگ صفائی جسمانی کے قائم رکھنے مین کوشش کرتے
ہین اُنکے خیالات و جذبات مین بھی رفتہ رفتہ پاکیزگی آجاتی ہے مشرق کے گرم ملکون
مین صفائی جسمانی زیادہ ضروری خیال کی جاتی ہے۔ یہود و نصاریٰ ہندو اور مسلمان
سب کے مذہبون مین یہ خوبی مذہب کی جزو اعظم خیال کی گئی ہے۔ اور یہ بالکل سچ
ہے کہ بانیان مذاہب مذکورہ کا خاص مقصد یہ تھا کہ صفائی ظاہری پر اسوجہ سے
زور دیا جائے کہ اس صفائی سے صفائی باطنی رفتہ رفتہ حاصل ہو جاتی ہے۔

ناظرہ

نظرے خوش بگذرے

مخزن

اس رسالہ کے جنوری نمبر مین مولوی فدا علی صاحب ایم اے نے **اقلیدس واحمد ابن محمد ابن ثوابہ** کے عنوان سے ایک پر لطف مضمون لکھا ہے جس مین اُنھون نے دو امور کے متعلق نہایت لطیف پیرایہ مین بحث کی ہے۔ اوّل یہ کہ "علوم قدیمہ کے نسبت عموماً یہہ غلطی کی جاتی ہے کہ خاص خاص اشخاص کو اون کا موجد سمجھا جاتا ہے" اور دوسرے یہہ کہ "ہندوستان مین ہر شخص وہی علم سیکھنے مین اوقات عزیز ضایع کرتا ہے جو کہ معاش کا سب سے سہل ذریعہ معلوم ہوتا ہے چاہے طبیعت کے موافق ہو یا مخالف" اول الذکر غلطی کا منشا اون کے خیال کے مطابق یہہ ہے کہ "ان علوم کی نہ تو تاریخ ارتقا لکھی گئی نہ صدیون تک ان کے مسائل ہی قید تحریر مین آئے علماؤ حکما مین سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ عام لوگون کو سیکڑون بلکہ ہزارون برس تک ان کی کانون کان خبر بھی نہ ہوئی لہذا جس شخص نے سب سے اول ضبط تحریر مین لاکران اسرار حکمت کو فاش کیا اور عامۂ خلایق کو اون سے متمتع اور بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیا وہی انکا موجد مشہور ہوگیا" حکیم اقلیدس کے بارہ مین یہہ خیال کہ وہ اس نام کے فن کا موجد تھا بقول صاحب مضمون "قصہ ریگ روان کی طرح بے بنیاد اور محض جہالت و توہم کی ایجاد ہے" اسلئے کہ

اول تو تمام علوم بشری کی سست رفتاری سے نہایت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص واحد کسی علم کے تمام اون مسائل کو جو اوس کی طرف منسوب ہین اپنی زندگی کی نہایت مختصر مدت مین دریافت کرسکا ہو۔ دوسرے گو ان مسائل کی مفصل و مسلسل تاریخ مفقود سہی بازہم ہ موجد معروف کے زمانہ سے تو صدیون پہلے اُن کے موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ حکیم اقلیدس اسکندریہ کا رہنے والا

اور بطلیموس اول شاہ اسکندریہ کے درباریون مین تھا ۳۲۳ ق م اس کا سال ولادت اور ۲۸۳ ق ع سال وفات ہے اُسنے اشکال ہندسی کی ترتیب وتہذیب کرکے بنی نوع پر جو احسان کیا ہے کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کرسکے مگر اس مین بھی شک نہین کہ افلاطون کے دروازہ کا وہ کتبہ جو ہر ایک علم ہندسہ سے ناواقف شخص کو اندر آنے سے منع کرتا تھا تقریبًا ایک صدی پیشتر ہی اس علم کے نہ صرف موجود بلکہ مقبول ہونے کی آواز بلند شہادت دے رہا تھا۔

جن علوم سے طبیعت کو مناسبت ہو اون کی تعلیم حاصل کرنا کوہ کندن و کاہ برآوردن سے کم نہین۔ لیکن اہل ہند پر یہہ الزام لگانا کہ وہ طبیعت کے رجحان ومناسبت کا خیال نہین رکھتے غالبًا سوسائٹی اور ملک کی موجودہ حالتون کے لحاظ سے مناسب نہین۔ یورپ مین باوجودیکہ تعلیم کا انتظام نہایت اچھا ہے اور ہمارے ہموطنون کے مقابلہ مین اُس ملک کے لوگون کو نسبتاً فکر معیشت بھی کم دامنگیر رہتی ہے لیکن وہان بھی عام رواج یہہ ہے کہ چند مقررہ نصاب جو یونیورسٹی تجویز کردیتی ہے اونھین کی تعلیم مدرسون مین ہوتی ہے اسلئے کہ تمدن نے ہنوز اوس درجہ تک ترقی نہین کی ہے جبکہ تعلیم کا مقصد محض تحصیل علم یا رموز فطرت سے واقفیت حاصل کرنا ہو۔ اسپنسر کا یہہ خیال کہ لوگ ایک خاص مضمون کی کتابین پڑھتے ہین کسی دوسرے مضمون کے لکچر سنتے ہین۔ اسبات کا پختہ ارادہ کرلیتے ہین کہ اپنے بچون کو علم کی فلان فلان شاخون کی تعلیم دلائینگے اور فلان فلان شاخون کی تعلیم نہین دلائینگے۔ اور ان تمام امور کا تصفیہ محض دستور۔ رغبت۔ یا تعصب کی بناپر کرتے ہین۔ اور اس ضروری اور مہتم بالشان امر پر غور نہین کرتے کہ جو چیزین درحقیقت سب سے زیادہ سیکھنے کے لایق ہین ایک معقول طریقہ سے اُن کا تصفیہ کرلین۔

آجتک غلط نہین ثابت ہوا ہے۔ یورپ کے باشندون مین کثرت سے بڑے بڑے کاملین فن اور موجدین کا پیدا ہونا اس بات کے لئے کوئی دلیل نہین ہوسکتی کہ وہان عام طور پر تعلیم دینے مین مناسبت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہندوستان مین بھی اگر تعلیم اسی قدر عام ہوتی اور مصارف تعلیم کم اور ذرایع حصول تعلیم آسان ہوتے تو

علما و فضلا کی تعداد بہت بڑھ جاتی۔ بنگال کے لوگون کی حالت موجودہ کی شہادت ہمارے اس دعوے کو مضبوط بنا دیتی ہے۔ مناسبت طبعی کا کچھ نہ کچھ خیال اب بھی بعض لوگون مین کسی نہ کسی صورت مین پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو ڈاکٹری و وکالت وغیرہ کے پیشون مین چند ہونہار آدمی دکھائی دیتے ہین۔

دلگداز

کے فروری نمبر مین مولانا عبد الحلیم صاحب شرر نے اردو لٹریچر پر ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ اون کا خیال ہے کہ اردو زبان اس قدر بے مایہ نہین جس قدر کہ تعلیم یافتہ گروہ کی نظرون مین وہ ذلیل ہے۔ اون کے تعلیم یافتہ دوستون کی رائے مین اردو زبان سے لوگون کی بیزاری کا سبب یہ ہے کہ

بعض حضرات کو تو انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرتے وقت ویسے جامع اور صحیح مفہوم ادا کر دینے والے الفاظ نہین ملے جیسے کہ انگریزی مین تھے۔ بعض حضرات انگریزی کے سے اشعار اُردو مین ڈھونڈھتے ہین اور وہ اُردو مین معدوم ہین اور جن چند انگریزی نظمون کے ترجمے اُردو مین کر دیے گئے ہین اُن مین وہ انگریزی کی سی بات نہین۔

مولانا شرر نے تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات کو زیادہ واضح طور پر نہین ظاہر کیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اردو زبان مین زمانۂ حال کی ضروریات کے مطابق نہ تو نثر ہی کا سرمایہ ہے نہ نظم کا۔ نثر مین چند اچھے لکھنے والے ضرور پیدا ہوے لیکن انکی تحریرون کا موضوع انشا پردازی، تاریخ اور مذہب رہا ہے۔ اور اس قسم کا لٹریچر بھی بہت ہی کم ہے اسلئے کہ باستثناے چند مصنفین زبان اردو کے فصیح اور صحیح نثر لکھنے والے بہت ہی کم ہوے اور جس زبان کا سرمایہ صرف چند پرانے مکتبون کے نکلے ہوے مولویون کی تصانیف ہون اوسکی وقعت کسی میکالے اور کارلائل پڑھنے والے شخص کے دل مین نہین بیٹھ سکتی۔ علوم و فنون کی کتابین

اردو مین بالکل نہین ہین اور جو ہین وہ بھی بالکل بوسیدہ اور پرانے زمانہ کی۔ جدید تحقیقا لون نے دنیا کو مخانہ مسرت بنا دیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے پاس اوسکے متعلق کوئی سرمایہ نہین۔ پنجاب اور بمبئی کے بعض مطابع نے اکثر معمولی درجہ کی علمی کتابون کا ترجمہ کرایا ہے مگر وہ اپنے مترجمین کی اعلیٰ انشاپردازی کے بدولت اس قابل بھی نہین کہ معمولی اردو خوان گروہ کے سامنے بھی لائی جائین۔ چہ جائیکہ جدید تعلیم یافیہ گروہ کے حضرات کے سامنے جو بے جلد اور بری چھپی ہوئی کتاب کو چھونا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہین جانتے۔ پھر اوس زبان کی قسمت کو کیسے نہ روئیے جسکے بیشتر مصنفین اور اہل قلم صحیح زبان لکھنے سے بھی قاصر ہین۔

لیکن واقعہ یہہ ہے کہ زبان اردو ابھی بے حد ناقص ہے۔ تین سو سال مین جسقدر ترقی اس زبان سنے حاصل کی ہے اوسکے لحاظ سے وہ غالباً دنیا کی بیسیون زبانون سے وسیع کہے جانیکی مستحق ہے لیکن جب مقابلہ مین ایسی زبانین پیش کی جائین جو عمر مین اوس سے بزرگ ہین اور دولت و حکومت جنکے جلو مین چل رہی ہے تو ظاہر ہے کہ اردو زبان کس قدر کم عمر اور بے بساط نظر آئیگی۔ تین سال کے کسان کے بچہ اور پندرہ برس کے زمیندار کے صاحبزادہ کے قوائے عقلی مین جو بیّن فرق ہوتا ہے وہی اردو زبان اور انگریزی یا دوسری علمی زبانون مین بھی پایا جاتا ہے۔ ایسی صورت مین تعلیم یافتہ گروہ کو چاہئے کہ شکوہ شکایت کے بجائے اپنی اور اپنی مادری زبان کی فلاح و بہبود مین استقلال و ہمت کے ساتھہ منہمک رہین اور حامیان اردو کا فرض ہے کہ وہ کشتی قوم کے نوعمر ناخداؤن کو ہوش و حواس مین رکھنے کی فکرین کرتے رہین اور طوفان خیز متلاطم امواج کی خبر وقتاً فوقتاً اون کے کانون مین پھونکتے رہین۔

مسلمان حکمرانون پر یہہ الزام دینا ٹھیک نہین کہ اونھون نے اپنے عہد حکومت مین دفاتر کی زبان فارسی کیون رکھی؟ اولاً تو اونھین اوس زبان سے

خاص الفت تھی جو اون کے آبا واجداد سے اونھین ترکہ مین ملی تھی دوسرے اوسوقت تک اُردو زبان کا سرمایہ نہایت محدود تھا بلکہ صحیح طور پر وہ زبان جو اوسوقت رائج تھی اردو کہے جانے کی مستحق ہی نہ تھی اگر یہ مان لیا جاے کہ اُردو زبان کی تدوین شاہجہان کے زمانہ مین ہوئی تو ہر شخص آسانی سے جان سکتا ہی کہ اورنگ زیب کے زمانہ تک اس زبان نے کیا ترقی کی ہوگی۔ قطع نظر اس سے اورنگ زیب غریب کو دہلی مین رہنے کا کب اتفاق ہوا۔ اُسنے تو اپنی عمر کا بڑا حصہ دکن کی جنگ آزمایئون مین صرف کیا۔ اور اورنگ زیب کے بعد دہلی کی سلطنت کی جو عظمت یا وقعت تھی اوس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے

معیار

کے جنوری اور فروری کے پرچون کو یکجا کر کے غالب نمبر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اگرچہ دوماہ کے پرچون کو یکجا کردینا ہماری نظر مین کھٹکتا ہے اور کسی طرح ایسے رسالہ کے شایان شان نہین جو ہمارے مخدوم و مکرم مسٹر حامد علی حسان بیرسٹر ایٹ لا کی خاص توجہ کا فخر رکھتا ہو۔

جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز نے مرزا نوشہ کی طرحداری کا ذکر کرتے ہوئے مرزا ے مرحوم کی اوس کیفیت کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جو "ایک مرگ ناگہانی اور ہے" کی تفسیر کے ذمرہ مین زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو سکتی ہے ۵۔ یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل ہے گرمی بزم ہے ایک رقص شرر ہونے تک

جناب سید احمد صاحب ناطق لکھنوی نے مرزا کی مشکل پسند طبیعت کی خوب ہی داد دہی ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ "اگر وہ کبھی کیفیت تصوف سے متکیف ہو کر کسی راز حقیقی کو بیان کرتا مگر عوام سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے تو سلوک شاعرانہ مین سلک ترکیب کو یون پیچ دیتا ہے ع

ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے ہے گردش مجنون بچشمکہاے لیلیٰ آشنا"

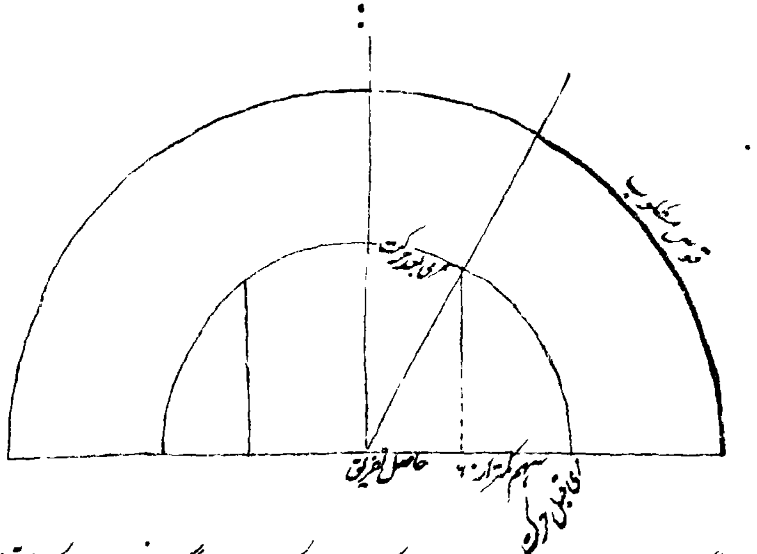
غالب نمبر کا بیشتر حصہ نثر اوسی "یگانہ روزگار شاعر" سے متعلق ہے اور غزلیات ردو غزلون کے سوا، جناب عزیز کے اوس سالانہ مشاعرہ کی ہین جو اون کی عقیدت مندی کی وجہ سے "میر تقی میر" یا اسد اللہ خان غالب مرحوم کی سالانہ فاتحہ خوانی بنے" کہی جاسکتی ہے۔ اور مرزا کی مشہور غزل۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا — آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

کی طرح پر یہہ تمام غزلیات کہی گئی ہین ہم ایڈیٹر صاحب کی خدمت مین بصد ادب یہہ عرض کرنے کی جرات کرینگے کہ اگر اس نمبر مین یہہ التزام قایم رکھا جاتا کہ جتنے مضامین نثر اور غزلیات شائع ہون وہ سب مرزا غالب سے متعلق ہون تو غالب نمبر کے لیئے زیادہ موزون ہوتا۔

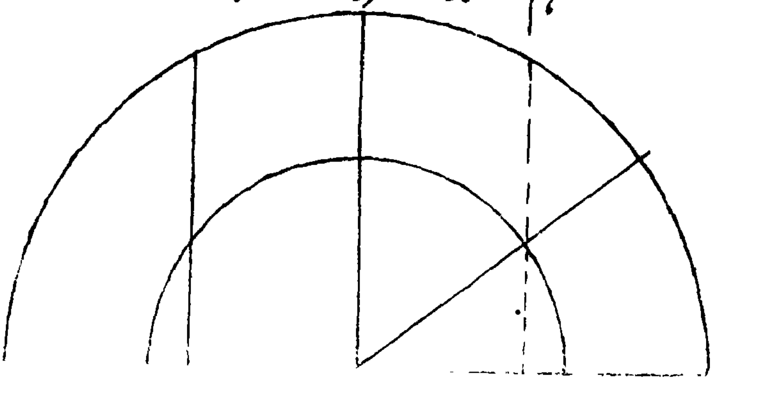
صبح بہار

جو ہمارے جنوبی ہند کے حامی اردو احباب کی کوششون کا نتیجہ ہو وقت کی پابندی نہ کرنے مین کسی سے کم نہین جنوری اور فروری کے پرچے یکجا کرکے شایع کئے ہین یہہ طرز عمل ایڈیٹر اور مینجر کی آسانیون کے خیال سے تو چندان قابل توجہ نہین لیکن اس بنا پر ضرور لائق التفات ہو کہ اس سے شائقین اور معاونین رسالہ کو وقت معینہ پر پرچہ نہ پہونچنے کے باعث انتظار کی وہ تکلیف اوٹھانا پڑتی ہے جو "اشد الموت" کے لقب سے یاد کی جاتی ہے اور مقررہ قیمت مین جسقدر اوراق ملنا چاہئے وہ بھی انکو نہین ملتے "نقصان مایہ" کے ساتھ ساتھ اگر اونکی کیفیت انتظار کا اونکے احباب نے کہین نظارہ کیا تو "وشماتت ہمسایہ" بھی اونکے شریک حال ہوجاتی ہو۔ حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی "دنیا کی عظیم الشان چیزین" کے عنوان سے دنیا کے مشہور و معروف عجائبات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "پیرس مین "بائبلیو تھیک نیشنل" دنیا مین سب سے بڑا کتبخانہ ہے جسکی بنیاد شہنشاہ لوئی چہار دہم نے رکھی تھی اسمین چودہ لاکھ چھپی ہوئی کتابین تین لاکھ پمفلٹ، ایک لاکھ پچہتر ہزار قلمی کتابین تین لاکھ نقشے اور نرایچے اور ڈیڑھ لاکھ سکے وغیرہ ہین۔ تیرہ لاکھ کتبون کا مجموعہ دس ہزار جلدون مین محفوظ ہے۔ تصویرون کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے"



اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری سے کم ہو تو اسکو ۶۰ سے گھٹا دو اور باقی کو اول ستینی سے لو اور مبسوط مین چلو اور خیط کو اس طرح قوس پر رکھو کہ مری مدار مفروض اور مبسوط کے تقاطع پر واقع ہو آخر قوس سے خیط کے درجہ گن لو یہی قوس مطلوب ہی۔

اور اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری سے زائد ہو تو ۶۰ سے جسقدر زائد ہو اس کو معلوم کر کے مبسوط مین در آئین اور مثل سابق خیط کو اس طرح قوس اعظم پر رکھین کہ مری نقطہ تقاطع مدار اور مبسوط پر واقع ہو اول قوس سے خیط تک درجون کا شمار کر کے اگر ارتفاع غربی ہو تو اوسکو ۹۰ درجہ پر بڑہا دو اور اگر ارتفاع شرقی ہو تو ۹۰ درجہ سے گھٹا دو اور اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری کے برابر ہو تو قوس مطلوب ۹۰ درجہ کی ہے



تعدیل النہار کے معلوم کرنے کا قاعدہ - جرم آسمانی جو قوس طلوع کے وقت سے لیکے نصف النہار تک پیدا کرے وہ نصف قوس النہار ہے ۹۰ درجہ سے اسکا تفاوت تعدیل النہار ہے - تعدیل النہار کا دوچند فضل النہار ہے -

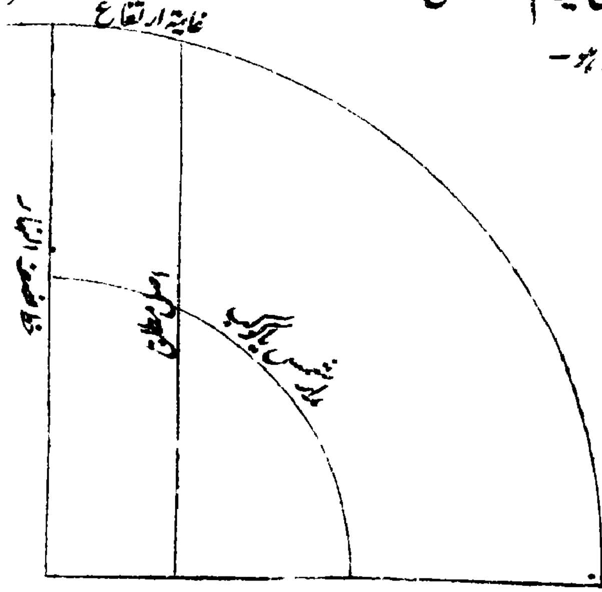
جب کوئی ستارہ طلوع سے غروب تک ۱۸۰ درجہ کی قوس بناسے تو اُس کا دن ۱۲ گھنٹہ کا ہوا جب یہ قوس ۱۸۰ درجے سے کم ہو تو اُسی قدر دن چھوٹا ہے اور جس قدر ۱۸۰ درجہ سے زیادہ ہو اُسی قدر دن بڑا ہے - معلوم رہے کہ ہر درجہ اس قوس کا ۴ منٹ کے برابر ہوتا ہے اس حساب سے پندرہ درجہ کا ایک گھنٹہ ہوتا ہے اگر دن رات کے چوبیس گھنٹوں کو ۶۰ برابر حصوں پر تقسیم کرین تو ہر حصہ چوبیس منٹ کا ہوا اس حصہ کو عربی مین طاس یعنے کٹوری کہتے ہین کیونکہ پانی مین کٹوری کے ڈوبنے سے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا - ہماری اردو زبان مین ۲۴ منٹ کو ایک گھڑی کہتے تھے اور جب ساعات یعنی گھنٹوں سے وقت کا اندازہ کیا جانے لگا تو ۲۴ منٹ والی گھڑی کو کچی گھڑی کہنے لگے گھڑی کا ساٹھوان حصہ یعنی ۲۴ سکنڈ کا ایک پل ہوا اور پل کا ساٹھوان حصہ بپل کہلاتا ہے - عربی علم ہیئت کی ایک طاس یا گھڑی (۲۴ منٹ) کو دقیقہ یوم کہتے ہین - ہمارے جداول علم ہیئت دقائق یوم پر وضع کئے گئے ہین اس سے حساب مین بڑی سہولت ہوتی ہے کیونکہ کسی ستارہ کی چال جو ایک دن کے لئے لی جائے اسکو ایک مرتبہ گھٹا دینے سے ایک دقیقہ یوم یعنی گھڑی بھر کی چال معلوم ہوجاتی ہے - مثلاً آفتاب کی چال بحساب اوسط ۵۹ قہ ۸ نیہ ہو تو ایک گھڑی ۵۹ ثانیہ ۸ ثالثہ ہوئی - مرتبہ گھٹانے کو علم ہیئت عملی یا علم زیج کی اصطلاح مین منحط کہتے ہین اور مرتبہ بڑھانے کو ارتفاع ۵۹ قہ ۸ نیہ کا منحط بدو مرتبہ ۵۹ لثہ ۸ رابعہ آفتاب کی چال ایک پل کی ہوئی - ۵۹ قہ ۸ نیہ کا مرفوع ۵۹ درجہ ۸ قہ

درجہ کے مرفوع کو یعنی ۶۰ درجہ کو مرفوع مرۃ کہتے ہین اور جب اُسکا مجذور ۳۶۰۰ لین تو مرفوع مرتین وقس علیٰ ہذا مرفوع ثلثہ مرات وغیرہ اگلے زمانہ مین بجاے کسور المتساویہ کے کسور ستینی کا رواج تھا - اب دونون قسم کے نظامون کو ملا کے حساب کرتے ہین کہین ستینی اور کہین اعشاری جیسا موقع ہو اور جسمین سہولت ہو -

تعدیل النہار قوس النہار - قوس اللیل دائرہ فضل دائرہ کے معلوم کرنے کیلئے پہلے اصل مطلق اور اصل معدل کو معلوم کرتے ہین - اسلئے پہلے اسی کو کرتے ہین اور سب سے پہلے ان اصطلاحون کو سمجھ لو -

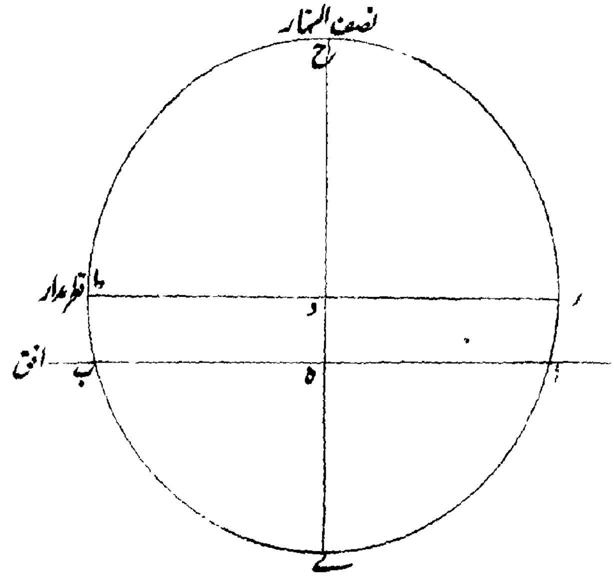
دائرہ وہ قوس جو وقت طلوع سے کسی وقت مفروض تک کسی جرم آسمانی نے حرکت روزانہ سے طے کی ہو قبل نصف النہار یا جو قوس طے کرتا ہو وقت غروب تک - نصف النہار سے وقت مفروض تک جو قوس طے کرتا ہو قبل نصف النہار یا جو قوس طے کی ہو بعد نصف النہار اُسکو فصل دائرہ کہتے ہین

اصل مطلق (جسکو اصل حقیقی بھی کہتے ہین) اس عمود کو کہتے ہین جو نقطہ غایت ارتفاع یوم سے نکل کے خط نصف النہار کے موازی قطر مدار کوکب یا شمس پر منتہی ہو -



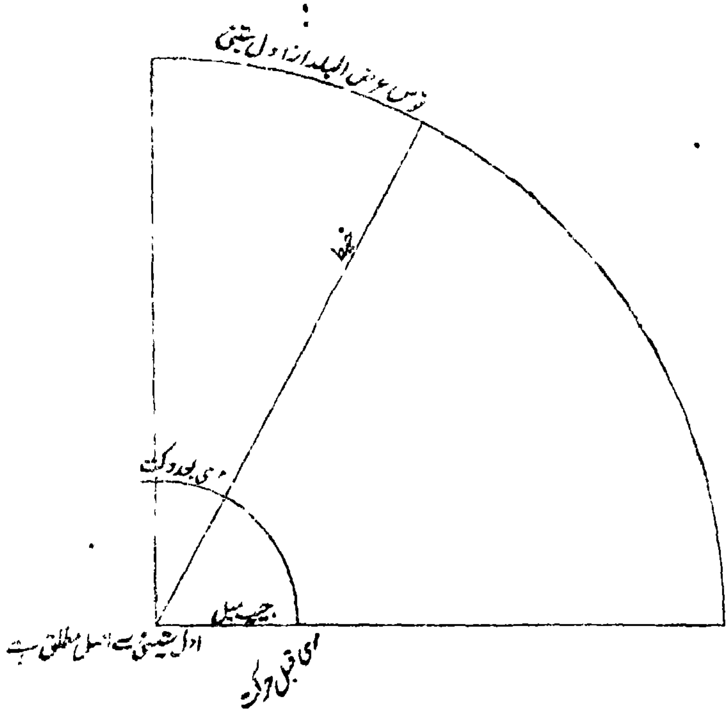
بعد قطر مدار شمس یا کوکب یوم مفروض۔

آفاق مائلہ مین جب آفتاب بروج شمالی مین ہو تو اُسکے مدار کا قطر افق کے اوپر ہوگا اس صورت مین ظاہر مدار یعنے طلوع سے غروب تک کی قوس ۱۸۰ سے زاید ہوگی اور دن بڑا ہوگا۔



اس شکل مین اب افق ہے د مرکز مدار شمس ر ط قطر مدار ا ر تعدیل النہار ا ر ط ب یعنی دوچند تعدیل النہار فضل النہار ا ر ح نصف قوس النہار ا ر ح ط ب قوس النہار ب ے نصف قوس اللیل ب ے ا قوس اللیل۔

بعد قطر کے معلوم کرنے کیلئے خیط کو ستینی پر رکھواور مری کو جیب میل پر اول ستینی سے پھر خیط کو عرض بلد پر رکھو اول قوس سے اور مری سے مبسوط مین ہو کے ستینی تک آئین آ اول ستینی سے بعد قطر ہے۔



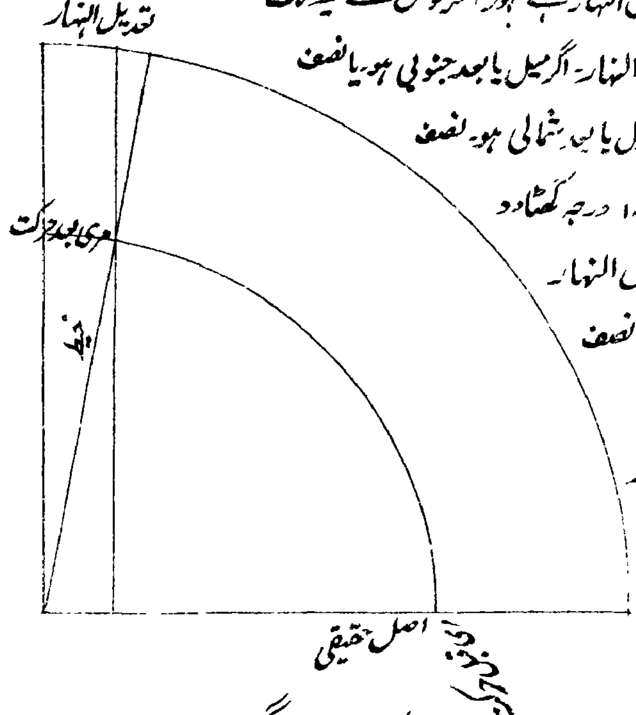
بعد قطر کو اربعہ متناسبہ سے اس طرح معلوم کرتے ہین ۔

جیب اعظم : جیب میل مفروض = جیب عرض البلد : جیب بعد قطر

اصل حقیقی کے معلوم کرنے کیلئے چاہیے کہ بعد قطر کو جیب غایۃ ارتفاع پر بڑھادے اگر میل شمس جنوبی ہو اور دونون کا تفاوت لے اگر میل شمس شمالی ہو حاصل جمع یا تفریق اصل حقیقی ہے ۔

اصل معدل ۔ بعد قطر جیب ارتفاع وقت پر بڑہادو اگر میل جنوبی ہو یا دونون کا تفاوت لو اگر میل شمالی ہو حاصل جمع یا تفریق اصل معدل ہے ۔

تعدیل النہار معلوم کرنے کے لئے خیط کو ستینی پر رکھے اور مری کو اصل مطلق پر اول ستینی سے پھر بعد قطر اول ستینی سے لیکے مبسوط مین درآئین اور خیط کو اٹھاکے اس طرح قوس پر رکھین کہ مری جدول مبسوط کے ساتھ تقاطع کرے اول قوس سے

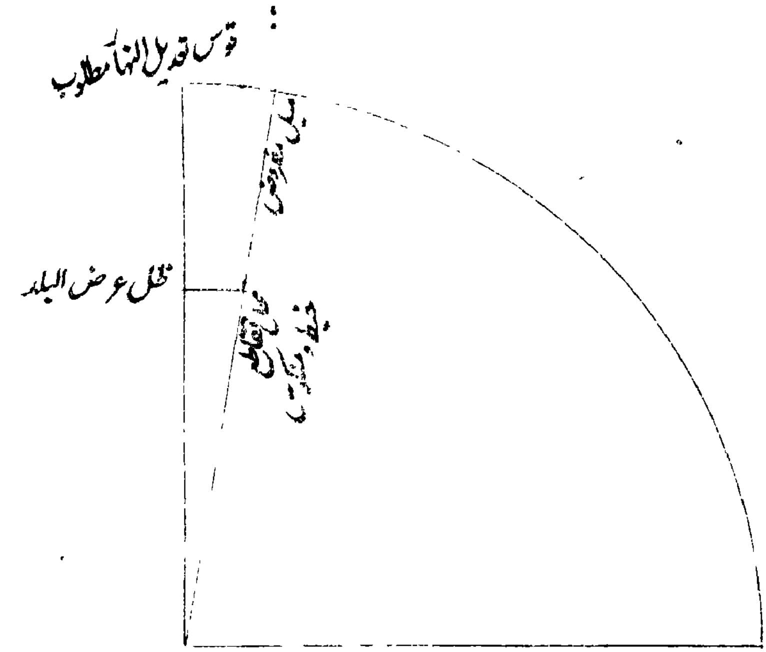


خیط تک تعدیل النہار ہے اور آخر قوس سے خیط تک
نصف قوس النہار۔ اگر میل یا بعد جنوبی ہو۔ یا نصف
قوس اللیل اگر میل یا بعد شمالی ہو۔ نصف
قوس اللیل کو ۱۸۰ درجہ گھٹادو
باقی نصف قوس النہار
معلوم ہوجائیگا۔ نصف
قوس اللیل کا
دوچند قوس النہار
ہے پھر ہر درجہ
کو چار منٹ کے
حساب سے

لیکر ساعات نہار یا لیل کو معلوم کرو بارہ گھنٹے سے جسقدر زائد ہو
اتنا ہی دن یا رات بڑی ہے۔

تعدیل النہار کو چھ گھنٹے سے کم کرو طلوع کا وقت معلوم ہو جائیگا۔
اور چھ گھنٹہ پر بڑھانے سے غروب کا وقت معلوم ہو جائیگا۔

تعدیل النہار کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ۔ عرض البلد کا ظل ستینی معلوم کر کے
خیط کو میل درجہ آفتاب پر رکھو اول قوس سے اور ظل عرض البلد کو اول جیب
تمام سے لو اور منکوس مین خیط پر جاؤ اور نقطۂ تقاطع جدول اور خیط سے مبسوط مین
قوس کیطرف جاؤ اول قوس سے تعدیل النہار ہے۔



دائر اور فضل دائر کے معلوم کرنے کا طریقہ - خیط کو ستینی پر رکھو اور مری کو اصل مطلق پر اول ستین سے پھر اصل معدل کو اول ستینی سے لین اور مبسوط مین درآئیگا پھر خیط کو اٹھا کے قوس پر اسطرح رکھین کہ مری جدول مبسوط کے ساتھ تقاطع کرے آخر قوس سے خیط تک فضل دائر ہے پھر اول قوس سے خیط تک جو کچھ ہو اسکو محفوظ رکھین تعدیل النہار کو اس سے بڑھا دین اگر میل شمالی ہو اور گھٹا دین اگر میل جنوبی ہو - مجموع یا باقی دائر ہے -

لیکن جس صورت مین جیب ارتفاع وقت بعد قطر سے کم ہو تو میل شمالی کی اول قوس سے خیط تک جو کچھ حاصل ہوا ہے اسکو ۹۰ پر بڑھا دین مجموع فضل دائر ہو اور جس صورت مین بعد قطر اور جیب ارتفاع وقت میل شمالی کی صورت مین مساوی ہو فضل دائر ۹۰ درجہ ہے -

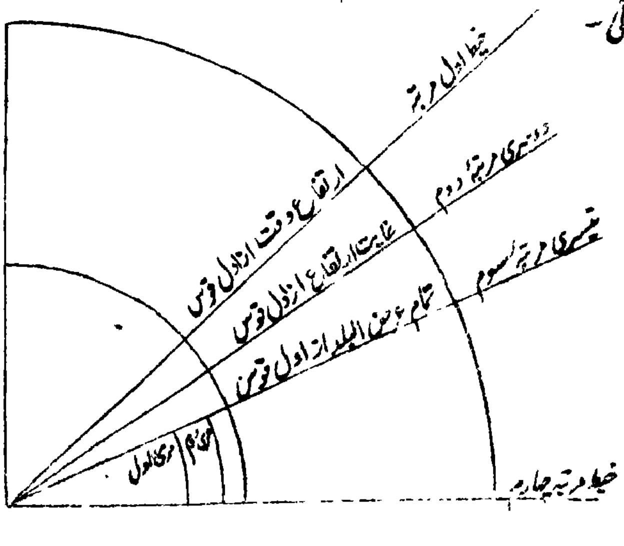
فضل دائر کو نصف قوس سے گھٹا دو اگر ارتفاع شرقی ہو اور بڑھا دو اگر غربی ہو - مجموع یا باقی دائر ہے جب میل جنوبی ہو اور بعد ارتفاع وقت بعد قطر سے

کر و ان محفوظ کو ۹۰ درجہ سے گھٹا دو باقی فضل دائرہ ہے اور جب دونون مساوی ہا
ہون تو دائرہ ۹۰ درجہ ہے۔

دائرہ کو ۱۵ پر تقسیم کرو ساعات معلوم ہو جائینگے۔ اگر ارتفاع شرقی ہو تو وقت طلوع سے اُس وقت تک اور غربی ہو تو اُسوقت سے غروب تک۔

دائرے کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ پہلے خیط کو ارتفاع وقت پر رکھین اور مدار اوسط سے جہان تقاطع واقع ہو وہان نشان کرین یہ پہلا نشان ہوا۔ پھر خیط کو غایۃ ارتفاع یوم پر رکھین اور تقاطع مدار اوسط پر نشان کرین یہ دوسرا نشان ہے۔ پھر خیط تمام عرض بلد پر رکھین اور پہلے نشان سے خیط تک مسطر پر آئین اور مری کو منعقد کرین پھر دوسرے نشان سے خیط تک اسی طرح آئین اور دوسری مری عقد کرین پھر خیط کو اٹھا کے ستینی پر رکھین جو اجزاے ستینی درمیان دونون مریون کے پائے جائین انکو دوچند کرکے سہم میل شمس کو اوس پر بڑہادین مجموع سہم فضل دائرہ ہے۔ اُسکو حسب قاعدہ تقویس سہم مقوس کرین جو قوس اسطرح سے ملے وہ فضل دائرہ ہے۔

ارتفاع وقت اور غایۃ ارتفاع اور تمام عرض البلد یہ تینون قوسین ابتداے قوس اعظم تا لی جائینگی۔



مطبع عام پریس واقع ارادت نگر متصل ڈالی گنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۷۸۴

جامیست جہان نماے ہر صفحہ درین

الناظر

نمبر ۱۱ | یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء | قیمت سالانہ عہ

فہرست مضامین

صفحہ

اڈیٹران

وحید الحسن علوی بی اے ایل ایل بی ظفر الملک علوی

بہ مہتمم پرنٹر و مالک اجناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاورملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر فلاورملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت فی پرچہ چار آنہ

اطلاع ۔ جن صاحب کو پرچہ مہینہ کی ابتدائی تاریخون مین نہ پہونچے وہ براہ کرم فوراً نیاز مند کو اطلاع دیا کرین ۔ ظفر الملک علوی

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہی۔ ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہی اسلیئے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہی جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کے لیئے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ مین اسٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہی اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق سوڈا کمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز
حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

مثل مشہور ہی "ایک نور آدمی ہزار نور کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہی۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت عرصہ سے کر رہا ہی۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمایش کی دیر ہے جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ۔ زنانہ۔ ولایتی یا ہندوستانی کسی طرز فیشن۔ یا وضع کی ہم نہایت۔ کفایت اور خوبی کے ساتھ تیار کر دینگے آزمایش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ پیمایش کا فارم اور کپڑونکے نمونے طلب فرمایئے۔

قطب الدین مینجنگ پروپرائیٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہی عشق
سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونو اکسچینج۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

پاتھی فون گراموفون راماگراف۔ اودین۔ بیکا چیمبر آپیرا

کچھ درد ہے مطربون کی لے مین کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے مین

لوکل اور بیرونجات کے خریدارونکی آسانی کیلئے خوش گلو یونکے تین ہزار دو سو مختلف گانون مین سے بہتر سے بہتر ریکارڈونکا انتخاب لکھنؤ مین صرف ایک یہی مرکز ہی جہان ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ ملسکتے ہین ہر ساخت کی مشینون اور ریکارڈونکا موازنہ اور جانچ اسی مقام پر آزادی سے ہو سکتا ہی یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی ترقی مین نہایت تیزی سے مصروف ہین اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہی خریداری سے پہلے ہماری دوکان کی نمائش گاہ مین تشریف لا کر ہمارے مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید اسٹایل کی مشین اور رنگ برنگ کے خوشنما غلاف ملاحظہ فرمائے علاوہ ازین ضروری سامان متعلقہ ٹاکنگ مشین ہارمونیم۔ پیانو۔ اسٹیل ٹرنک گیس لائٹ سلیپنگ کیس جاپانی منی بیگ صابن اور ٹوتھ پاوڈر وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہین۔

مینیجر دی فونو اکسچینج

فرمایش کیوقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے

مقوی گردہ و مثانہ۔ مقوی اعصاب۔ مقوی دماغ۔ مولد خون صالح
مقوی جگر۔ دافع سلسل بول۔ عام طور پر تمام اعضائے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے۔
۲ قطرہ سے ۴ ماشہ تک انتہائے مقدار ہے قیمت فی تولہ صہ؍

روغن بواسیر۔ بواسیر خونی وبادی دونوں کے حق میں اکسیر۔ مسے پھولے ہوئے ہوں لگاتے ہی فوراً مرجھا جائیں گے اور مرض دفع ہو جائے گا۔
قیمت فی تولہ عہ؍

روغن دافع امراض گوش ایک قطرہ ڈالنا چاہیئے۔ کان کے تمام امراض دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے۔ اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے
قیمت ایک تولہ عہ؍ دو تولہ ۸؍ تین تولہ عہ؍ پانچ تولہ سے؍

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلی سے اعلی مجربات تیار رہتے ہین۔ اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کرکے تجویز کی جاتی ہین۔ لہذا جو صاحب خط وکتابت کے ذریعہ سے اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائین گے مرض اُنکا چاہیئے کیساہی سخت اور کٹھن کیون نہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے واسطے تیار ہین۔ نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ار ٹکٹ آنے پر روانہ کی جاسکتی ہین۔

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی۔ محصول ڈاک و وی پی ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا۔

پروپرائٹر۔ جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس و مالک کارخانہ آئس فلاور اینڈ آئیل ملز لکھنؤ۔

جملہ فرمایشات ۔ مینجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی۔ لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین۔

الناظر

نمبر ۱۱ یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء

نیکی و بدی یا عذاب و ثواب

دنیا مین کوئی مذہب ایسا نہین ہے جسنے ان دو مفید و غیر مفید پہلوؤن کو اپنے ہان اصولاً قایم نہ کیا ہو۔ ہر ایک مذہب کی بنیاد انھین دو باتون پر رکھی گئی ہے۔ اگر آسمانی کتابون کے ذریعہ سے احکام پہونچے ہین تو او رجو وحی۔ القا و الہام کے وسیلہ سے آوامر و نواہی کی تفصیل بیان ہوئی ہے تو سب کا منشا بدی سے نفرت اور نیکی سے رغبت دلانے کے سوا دوسرا نہین ہے۔

نیکی کا اجر جنت۔ بدی کا بدلہ دوزخ قرار پایا ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نکوکاری کی جزا نجات اور بدکاری کی سزا عذاب ہے۔ جسکا آخرت مین فیصلہ ہوگا۔ عیسائی بھی دوزخ اور جنت کے قائل ہین نیکی کا بدلہ ابدی موت سے چھٹکارا۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہی یعنی جنت مین داخلہ ہے۔ اسی کو وہ حیات ابدی سے تعبیر کرتے ہین۔

موسائی یعنی عاملان توریت ثواب سے مال و منال مین برکت اور عذاب سے عقبیٰ کی ذلت و خواری مراد لیتے ہین۔ بودھ مذہب والے نروان کو نجات کہتے ہین۔ یعنی اُن کے نزدیک فنا فی اللہ اور نیست ہو جانا اصل مُکتی ہے۔ جس مین آواگون کی دوامی کشمکش سے نجات ملے۔ عام ہندو تپشیا یعنی روحی یا قلبی عبادت کے طفیل برہمن کے گھر مین جنم لینے اور پھر دوسرے

جنم مین کسی چھوٹی یا بڑی ریاست کا راجا بن جانیکو صلۂ نیکی ٹھیرا تے ہین - اس حساب سے اسلامی ریاستونکو نکال کر کل ہندو ریاستین اُنھین لوگونکی ہین - جنھون نے تپشیا کرکے اول برہمنون کے ہان جنم لیا اور پھر گدی سنبھالی -

ہمین خوب یاد ہے کہ ۱۸۸۸ء مین جب ہم مہاراجہ الور راؤ راجہ منگل سنگھ آنجہانی کا سفرنامہ لکھ رہے تھے اور لالہ سریرام صاحب دیوان الور کی کوٹھی مین مقیم تھے - تو ایک جوتشی صاحب نے اپنے نہایت وثوق کے ساتھ بیان کیا - کہ اگلے جنم مین تم پنجاب کی اُس ریاست کے جو ستلج پار واقع ہے راجہ تھے اور اب پھر تمھین راجہ ہی ہونا چاہیے تھا - اگرچہ دیوانی بھی راجائی سے کم نہین - مگر تم پھر کہین نہ کہین کے گدی نشین ہونے والے ہو - دیوان صاحب گو نہایت دانشمند - ایم - اے کے سب سے اول گریجویٹ اور بظاہر ان باتون کا صریح اقرار نہین فرمایا کرتے تھے - مگر دل مین یقیناً اس امر کو تسلیم کرکے بہت خوش ہوتے اور جوتشی جی کی حد سے زیادہ آؤ بھگت فرماتے اور کہتے کہ دیوان نانو مل جی ہمارے ہی خاندان کے تھے - جنکو ریاست پٹیالہ مین برائے نام وزارت مگر درحقیقت والئی ریاست کا درجہ حاصل تھا - اس بیان سے ثابت ہوتا ہے - کہ یہ بات ضرور مانی ہوئی ہے - کہ تپشیا کا نتیجہ اگلے جنم مین سلطنت یا ریاست کا وسیلہ ہے - خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مضمون کیطرف پھر رجوع کیجاتی ہے -

تمام مذاہب اس امر پر متفق اور ہم خیال ہین کہ نیکی اور بدی ضرور کوئی چیز ہے - مگر دیکھا جاتا ہے کہ جتنے کام ایک مذہب مین ثواب خیال کیے جاتے ہین - دوسرے مین وہ سب کے سب یعنی پورے پورے اس درجہ پر نہین مانے جاتے - اس اختلاف پر غور کرنے سے ایک عجیب الجھن اور حیرانی رونما ہوتی ہے - کہ اصل نیکی کو کہان تلاش کرین - کیونکہ نیکی کرنا ہر ایک مذہب مین ضروری اور لابدی ہے - اب اگر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ہر شخص جس مذہب مین ہے اُس مذہب کی رو سے جو کام نیک ہین وہ کیے جائین تو

اس صورت مین نیکی و بدی فرضی بلا لحاظ اعتباری امور قرار پائین گے۔ جنہین ڈھکوسلے سے تعبیر کر سکتے ہین۔ اگر یہ قصد کیا جائے کہ اول تمام ادیان کی تحقیق کرین۔ اور نظر انصاف سے جس دین کو حق ٹھیرا دے اُسی کو قبول کر لین۔ اور جو کام اس مذہب مین نیک ہین۔ وہی حقیقت مین نیک مانے جائین۔ جو بد ہین وہ بد خیال کئے جائین تو یہ امر نہایت دشوار ہے اور بالفرض اگر کوئی شخص اس پر عمل پیرا ہو بھی جائے۔ تو اس صورت مین بھی نجات ممکن نہین۔ کیونکہ ہر ایک دین کئی کئی فرقون مین منقسم ہے۔ اور ہر ایک فرقہ صرف اپنے ہی طریق کی حقیقت کا مدعی ہے۔ لو فرضا کوئی شخص تمام فرقون کے مسائل پر عبور کر لے تو پھر بھی کیا حاصل۔ یعنی حق کو باطل سے کس طرح تمیز کریگا۔ کیونکہ اس زمانہ مین کوئی اہل مذہب کچھ معجزہ تو دکھا سکتا نہین۔ اگر کسی مذہب مین پیر و مرشد مشایخ و شیوخ ہین بھی۔ تو وہ اپنے مریدون ہی کو کرامتین دکھا سکتے ہین جنہین آمنا و صدقنا کہنے کے سوا چارہ نہین۔ اگر یہ نہ کہین تو راندۂ درگاہ ہو جائین پھر دین مین ٹھکانا رہے نہ دنیا مین۔ پیر کی پھٹکار ہر جگہ سے دھتکار دلوائے۔ کہتے ہین کہ مسیح علیہ السلام بھی بے ایمانون کو معجزہ نہین دکھایا کرتے تھے۔ اگر اگلے زمانہ کے معجزونکا اعتبار کیا جائے۔ تو یقیناً تمام اہل مذہب اتنے معجزون کی روایتین سنا دین کہ شاید معجزہ کے معنے خرق عادت کے بجائے حسب عادت بیان کرنا موزون ہون اور اُنہین سنکر طالب حق کے ہوش اڑ جائین۔ (معجزون کی یہ تاثیر ابھی تک باقی ہے)

جب یہ کیفیت پیش آئی کہ دین حق کا دین باطل سے تمیز کرنا ناممکن ہوا۔ تو لامحالہ تحقیق حق کا راستہ مسدود اور انسان بالکل آزاد ہو گیا۔ اب جا ہے سو کرے۔ دنیا مین نیکی و بدی کوئی چیز نہ رہی۔ لیکن یہ شیطانی وسوسے ہین خدا ان سے بچائے اور راہ راست پر لائے۔

ہمارا خدا۔ ہمارا خالق۔ ہمارا احکم الحاکمین۔ ایسا نامہربان۔ ناانصاف۔ اور قہر آگین

نہین ہے۔کہ اپنے بندون کو گمراہی سے بچانے اور راہ راست دکھانے کیواسطے کوئی سبیل نہ نکالے۔اس نے اپنے ہر ایک بندے کو ایک ایک ترازو کہو یا میزان عدل اور اسکے جانچنے کا ایک ایک بٹ عطا فرمایا ہے۔پس انسان کو مناسب ہے کہ اس میزان کے ایک پلڑے مین اس سنگ میزان یعنی قدرتی بٹ کو رکھے۔اور دوسرے مین جس چیز کو تولنا ہو اُسے رکھے۔اور آنکھ بند کر کے تول لے۔جو وزن مین برابر نکلے وہ حق ہے اور جسمین کمی وبیشی ہو وہ باطل۔

یہ سنگ ترازو قانون قدرت ہے۔جسے نیچر یا فطرت بھی کہتے ہین۔اور میزان قوت متفکرہ ہے مگر ساتھ ہی اس بات کا لحاظ بھی ضرور ہے۔کہ جسطرح وہ مسبب الاسباب اپنے افعال کی ترکیب کے لیئے تمام ضروری سامان پیدا اور مہیا کر دیتا ہے۔اسی طرح پیغمبرون کا بھیجنا بھی انسان کی تکمیل ہدایت کے لیئے اسی قانون قدرت سے وابستہ اور اسکے ماتحت ہے۔اس امر کا انکار گویا قانون قدرت کا انکار بلکہ عین کفر وضلالت کا اظہار ہے۔

اگرچہ نافہم اس موقع پر یہ اعتراض کر سکتے ہین کہ جس حالت مین ہر ایک انسان کے پاس میزان اور سنگ ترازو موجود ہے۔تو پھر ہادی یعنی پیغمبر کی کیا ضرورت ہے اسکے دو سبب ہین اول تو یہ کہ ہر ایک شخص اس میزان کا استعمال نہین جانتا۔ٹھیک ٹھیک وہی تول سکتا ہے جس نے برسون ترازو اُٹھائی ہو۔اور تول جوکھ کی ارکان سے بخوبی واقف ہو۔پس اِسکے واسطے ایک آگاہ کرنے اور جتانے والے جگت اُستاد کی ضرورت ہے۔دوسرے یہ کہ بیشک میزان تو ہمارے پاس موجود ہے۔مگر ہم تولین گے اُسی چیز کو جو ہمین معلوم اور ہمارے پاس ہوگی جس چیز کا ہمین علم ہین اسے کسطرح تول سکین گے۔لہذا اس قسم کی باتین وحی یا صاحب وحی کے ذریعہ سے انسان کو بتائی اور سکھائی جاتی ہین۔اور یہ ہمیشہ وزن کرنے پر پوری اُترتی ہین۔اور جو باتین

بمقتضائے بشریت اسمین ملجل جاتی ہین انہین یہہ میزان جُدا کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی دکھا دیتی ہے۔

جسطرح حق و باطل مین تمیز کرنیکے واسطے قوت متفکرہ کا ہونا ضرور اور لازم ہے اسی طرح بعض غیب کی باتونکو ظاہر کرنیکے واسطے بھی صاحب وحی کا ہونا لابدہے اور یہی فطرت کا مسلئہ ہے۔

جن لوگون نے مصر اور یونان کی قدیم تاریخون پر نظر ڈالی ہے۔ وہ پیغمبرون کی ضرورت بآسانی محسوس کر سکتے ہین۔ اِن کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گو یہ دونون ملک بہت پرانے زمانے مین نہایت ترقی اور عروج کی حالت مین تھے اور ہر ایک قسم کے عالم۔ دانا۔ حکما، وہان موجود تھے۔ مگر خدا تعالے کی ذات وصفات کے علم اور موت کے بعد کی حالت سے ایسے بے خبر نا واقف اور نا آشنا تھے۔ کہ اُن مین سے کوئی شخص بھی ان مسائل کی نسبت کوئی پختہ رائے قائم نہین کر سکتا تھا سب کے سب تذبذب اور ایک اُدھیڑبن مین پڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ فنِ تعمیر فن نقاشی اور سنگتراشی وغیرہ کے ایجاد مین ابنائے زمانہ سے سبقت لیگئے مگر ان سب سے دقیق مسائل کے علم مین جو اخلاقِ حسنہ کی بنیاد ہین۔ اگر کوئی سبقت لے گیا تو عرب کی ایک وحشی قوم کا اُمّی لقب ہی لے گیا اور ایسے ایسے نامیون مین سے کوئی اُسکا پاسنگ بھی نہ نکلا۔

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اُس نے انسان کے واسطے مِن کُل الوجوہ کمال حاصل کرنے کے اسباب مہیا کر دئے۔ اب بھی اگر کوئی اپنی غفلت سے گمراہی و ضلالت کیطرف جائے تو بیشک وہ شخص مستحق سزا اور واجب التعزیر ہے۔

یہانتک تو سزا اور جزا کا مذہبی پہلو سے ذکر تھا۔ اب ان لوگون کی رائے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو سزا اور جزا یعنی عذاب و ثواب کو فلسفیانہ نظر سے دیکھتے ہین۔

خدا تعالےٰ کو قادر مطلق اور واجد برحق جانتے ہین اسمین کچھ کلام نہین انکے نزدیک راحت کا نام ثواب یا بہشت ہے۔ تکلیف کا نام عذاب یا دوزخ ہے ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔ کسے را باکسے کارے نباشد۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہین

؎ از مکافاتِ عمل غافل مشو ۔ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

وہ کہتے ہین ہر کام کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور نتیجہ دراصل اس کام کا ہی لب لباب یا نچوڑ ہوتا ہے۔ کسی اور جگہ سے پیدا نہین ہوجاتا۔ ہندی کہاوت ہے۔ کہ آگ کھائیگا سو انگارے ...... گا۔ اُن کے نزدیک عذاب وہ مصیبت ہے جو کسی خلاف نیچر یا خلاف عادت کام کرنے سے جسم خواہ روح پر وارد ہوتی ہے۔ جسم پر وارد ہونا جسمانی تکالیف کا باعث ہے۔ روح پر وارد ہونا روحانی انقباض کا سبب۔

جسطرح موسم سرما مین مُنھ کی بھاپ جسم کی کثافت سے مکدر ہوکر ایک دخانی شکل پیدا کرتی ہے۔ اُسی طرح روح بھی اپنی لطافت کے برخلاف امور کے پیش آنے سے ملوث ہوکر دھندلی پڑجاتی ہے۔ جس طرح دھوبی میلے کپڑون کا میل کچیل پتھر پر پھٹکارنے سے نکال لیتا اور کپڑے کو اجلا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ریاضت۔ یا فکر و غم جو معناً مصیبت ہے روح کے واسطے سوہان روح بنکر ریگ مال کا کام دیتا۔ اور روح کو منور و مجلا کردیتا ہے۔ اس مجلا ہونے مین جو کوفت یا تکلیف یا انقباض حاصل ہوتا ہے۔ اسی کا نام عذاب ہے جب میل ہی نہ ہوگا تو دھوبی کس چیز کو نکالے گا۔ اور کیون اُسے پھٹکاریگا۔ یا یون سمجھو۔ کہ دریا کا پانی جسطرح جھلولے کھا کھا کر صاف اور نرمل ہوجاتا ہے اسی طرح روح یہان یا وہان تحرک پا پاکر صاف اور شفاف ہوتی ہے۔ جسقدر روح کو لطافت حاصل ہوتی ہے۔ اُسی قدر صعود کرتی چلی جاتی اور اعلیٰ علیین کو پہونچ جاتی ہے۔

اگلے حکمار کا خیال تھا کہ آسمان پر جو ستارے چمک رہے ہین۔ یہ انسانون کی پاک روحین ہین جسقدر انھین لطافت اور سبک روحی حاصل ہوئی ہے۔ اُسی قدر

بلندی پر پہونچی ہین۔

یہ لوگ دوزخ کو کوئی محدود مکان اور جنت کو حور و غلمان کا مسکن نہین مانتے لیکن ہم جب تک اپنے مین اتنی عقل نہ پائین۔ کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی بارکیون اُسکی رمزون اور نکتونکو پہونچین۔ ہمین صدق دل سے ان پر ایمان لانا اور عاقبت مین سرخرو ہوکر جانا چاہیئے۔ نجات بیشک توحید کے ماننے اور نیکیون کو عمل مین لانے پر منحصر ہے۔ فقط

سید احمد دہلوی

تنقید الکلام نمبر (۱)

پر

مختصر خیالات

مارچ کے الناظر مین الکلام پر جو تنقید ہمنے شایع کی اوسکے متعلق اکثر احباب بہی خواہان الناظر اور بعض مشاہیر اہل قلم نے اپنے خطوط مین مختلف حیثیتون سے بحث کی ہے۔ ہم پرائویٹ خطوط کو سوا اس صورت کے کہ اونکی اشاعت ناظرین کی دلچسپی یا اونکی معلومات مین اضافہ کرنیکا ذریعہ ہو سکتی ہو اور راقم کی اجازت کے بغیر شایع کرنا پسندیدہ نہین خیال کرتے ہیں وجہ سے ان کثیر التعداد خطوط کو جنمین زیادہ حصہ تعریفی خطوط کا ہے نظر انداز کرکے ذیل مین صرف وہ خط درج کرتے ہین جو ملک کے مشہور اہل الراے مسٹر عبدالحمید سعد آئی سی ایس نے اس بارہ مین ہمین لکھا ہے۔ ہم جناب موصوف کے شکرگذار ہین کہ اونھون نے افسر ضلع کی اہم ذمہ داریون اور کلکٹری کے کثیر مشاغل کے باوجود الناظر کے اوس طویل مضمون کو بالاستیعاب پڑھنے اور اوسکے متعلق ایسا سبق آموز خط لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

اصل خط انگریزی مین تھا۔ ترجمہ مین حتی الامکان اسکی کوشش کیگئی ہے کہ اوسکا صحیح مفہوم ادا ہو جائے اور الفاظ کی ترتیب اور جملون کی نشست مین اصل سے پوری مطابقت بھی قایم رہے۔ لیکن ترجمہ پھر ترجمہ ہے اگر کسی مقام پر صاحب تحریر کا صحیح منشا نہ ظاہر ہوا ہو تو ہمکو قوی امید ہے کہ صاحب موصوف اوسکی اصلاح فرمائینگے۔ ایڈیٹر

جناب من - مولانا شبلی کے فلسفۂ مذہب پر تنقید قابلیت سے لکھی گئی ہے مگر مین یہہ نہین کہہ سکتا کہ مجھے اوس سے کلی طور پر یا اوسکے خاص دعاوی سے ہی اتفاق ہے - راقم کا یہہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مولانا کو یوروپین مصنفین - یوروپین علوم یا یوروپین فلسفے کے متعلق براہ راست واقفیت نہین ہے مولانا شبلی کو براہ راست معلومات ہونیکا دعوی بھی نہین ہے - برخلاف اس کے جو لوگ ایسی معلومات رکھتے ہین جنہین میرے نزدیک راقم تنقید کا بھی شمار ہونا چاہیے - اونکے لئے یہہ امر نہایت مسرت بخش ہونا چاہیے کہ مولانا کے سے مشرقی علوم کے متبحر عالم جنکا قدیم طرز کے علما مین بہت اقتدار ہے اوس گوشۂ عافیت سے نکلکر جسکی ایک زمانے نے قدر کی ہو اپنے حریفون سے اوسی میدان مین زور آزمائی کرنیکو طیار ہون جو گروہ آخر الذکر نے منتخب کیا ہو -

اگر مین نے راقم تنقید کا مفہوم صحیح طور پر سمجھا ہے تو اون کا خیال یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب وسائنس اپنی فطرت ہی مین ایک دوسرے کے مخالف ہین اور اس سے قدرتی طور پر یہی نتیجہ اخذ ہوگا کہ "مذہب وسائنس کے درمیان انتخاب کیا جائے" دوسرے الفاظ مین اگر سائنس کا اتباع کیا جائے اور اگر بعد کی دنیا مین اُسکی نتیجۂ بالی تسلیم کر لی جائے تو راقم تنقید کہین گے کہ مذہب کو یا در ہوا سمجھنا چاہیے راقم تنقید کے استدلالات مین سے بعض نہایت سطحی ہین اور اُنپر تفصیلی بحث کرنیکے لیے اس سے زیادہ وقت درکار ہے جتنا کہ مین اسوقت دے سکتا ہون - لیکن میرے خیال مین اون کے استدلالات کی تہ مین اصلی مغالطہ یہہ ہے کہ اُنھون نے مذہب کی جو تعریف کی ہے وہ اصولی طور پر اوس تعریف سے مخالف ہے جسپر وہ لوگ یقین رکھتے ہین جو مولانا شبلی کی طرح مذہب وسائنس کے درمیان مطابقت دینا چاہتے ہین -

اگر یہہ کہا جائے کہ کسی مقتداے مذہب کی زبان سے نکلے ہوئے یا کسی مذہبی کتاب مین لکھے ہوے ہر لفظ کا مطلب اوسکے لفظی معنون سے نکالنا چاہیے تو اس سے ہم اسی قسم کی غلطی مین مبتلا ہو جائینگے جیسے کہ اوس شخص کو جھوٹا بنانے سے جسنے رات کے وقت یہہ کہا ہو کہ آفتاب غروب ہو گیا کیونکہ اوسکو تو یہہ کہنا چاہیے تھا کہ آفتاب ہمارے طول البلد پر نہین دکھائی دیتا - لیکن اگر کسی

بچہ کو سلاتے وقت یہی فقرہ کہا جائے تو خیال کرو کہ کیا نتیجہ ہوگا میرے خیال مین تو کوئی بڑے سے بڑا ہیئت دان بھی ایسا نہ کہہ سکیگا بچہ ہو یا کوئی دوسرا شخص ہیئت دان قدرتی طور پر وہی طرز گفتگو اختیار کریگا جو اُس موقع کیلئے مناسب ہو اور جس سے سننے والا صحیح مفہوم سمجھ جائے اور دہوکے مین نہ پڑے۔ شاعر بھی اداے بیان مین ایسا ہی طرز اختیار کریگا اور ہر شخص جویاے حق سمجھ لیتا ہے کہ مفہوم اصلی کیا ہے۔ میرے خیال مین مذہب نتائج قیاسی اخذ کرنیکا نہ دستور نامہ ہے اور نہ مادی حقیقتو نکے دریافت کرنیکا آلہ۔ بلکہ ایک ایسا تعلق اور ایسا نظام ہے جو آدمیون کو معاشرتی اور اخلاقی طور پر متحد اور انھین دنیا کے کامون مین اصلاح پر مصروف رکھتا اور اس قابل بناتا ہی کہ وہ اپنے آپ سچے رہ سکین اور دوسرون کے ساتھ انصاف اور خلوص کا برتاؤ قائم کرین۔ مذہب اور سائنس یا فلسفہ کے درمیان لازمی مخالفت کہان ہے؟ مذہب کا نام جہان کہین بیجا طور پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ زمانہ گذشتہ مین اکثر ہوا ہے تو صرف اوسوجہ سے کہ وہان مذہب کے متعلق لوگ غلط خیالات رکھتے ہین لیکن اس سے اون لوگونکا سمجھا اور ڈرانا جائز نہین ہوسکتا جنکے منشائی اعلی مین مذہب حیات۔ قانون قدرت۔ سائنس۔ فلسفہ اور حق مین اتحاد پیدا کرنا بھی داخل ہے۔

عبداللہ یوسف علی

سوالات علمیہ

(الف) عقل کیا چیز ہے؟

(ب) صرف انسان ہی عقل رکھتے ہین یا حیوانات بھی۔

(ج) انسانی عقل اور حیوانی عقل مین کیا فرق ہے؟

(د) انسانی عقل کا مستقر کونسا جزو یا عضو انسان ہے؟

(ہ) اگر کوئی مستقر ہے تو بروے تجربات سائنس اسکا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟

(و) اگر ایسا مشاہدہ نہین کیا جا سکتا ہی تو کیا اسکا وجود صرف اعتبارات سے ہی جانا جاتا ہے؟

(ح) بے عقلی کا بھی کوئی مستقر ہے؟

(ط) عقل واحد ہے یا متعدد؟

(ی) بصورت واحد ہونیکے تفاوت کیون ہے اور بصورت متعدد ہونیکے نقص کیا ہے؟

سائل

موہوم

تصویر حسرت

ترجمہ

اسمتھ اینڈ میری

(از محمد ارتضا علی شرر علوی - کاکوروی)

السنہ مشرقی کے ایک عالم سرحدی فوج کے پادری نے اپنی انگریزی نظم ''اسمتھ اینڈ میری'' دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء سے ''انگلش میگزین'' مین شایع کرائی تھی سچے مضمون کی چُست بندش اور اسے مضمون کی دلفریب طرز ادا - محاورہ کی شستگی اور زبان کی سادگی نے اس بلا کی کشش پیدا کی کہ قدر شناس پبلک کی توجہ اوسکی طرف فوراً مائل ہوگئی اور قدر افزائی کی حدیان تک پہونچی کہ مخزن مذکور کی گیارہ ہزار کاپیان معمول سے زیادہ ہاتھون ہاتھ فروخت ہوگئین -

ستمبر سال گذشتہ مین ہمارے ایک ''زندہ دل'' قابل ادیب - پنجابی دوست کو اونکے ایک انگریز دوست نے جنھون نے اس نظم کے آخری سین کو بچشم خود دیکھا تھا کچھ ایسا مشتاق نظم بنا دیا اور اونکے علم دوست دل مین اس درجہ تک آتش شوق بھڑکا دی کہ آپ پنجاب بھی اوسے فرو نہ کرسکا اور دوست ممدوح نے فوراً ہی مالک مخزن کو تار دیا اور وہ نظم دوسری میل مین لاہور پہونچی اور وہان کچھ دنون مشتاق ہاتھون مین رہ کر میرے پاس آخر نومبر سنہ ۱۹۰۹ء مین بغرض ترجمہ اس تاکید شدید کے ساتھ بھیجی گئی کہ ایک ہفتہ کے اندر اردو نظم مین ترجمہ کرکے بھیجون -

مین نے لاکھ عذر کئے کہ بھائی جان اب میری مشق وہ نہین ہے جو ۱۳-۱۴ برس پہلے تھی مجھ کو سرکار نے قافیہ تنگ کر رکھا ہے شعر موزون ہون تو کیونکر مگر وہ کب ماننے والے تھے - ہر ہفتہ مین ایک تاکیدی پوسٹ کارڈ موجود اور کچھ نہین تو صرف ''یاد دہانی'' ہی اوسپر تحریر آخر جب مین نے دیکھا کہ وہ آزردن دل دوستان'' کا اخلاقی جرم مجھپر عائد ہونے والا ہے اور بجز تعمیل ارشاد کوئی اور چارہ کار نہین تو مجبور ہوکر مین نے کچھ شب کا وقت اس کے لیے نکالا مختصر یہ کہ

ایک ماہ کے اندر خدا خدا کر کے یہہ منظر لیکل ورژن ختم ہوا۔

چونکہ نظم انگریزی ایشیای مذاق سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے اس لیئے ترجمہ مین ضرور آسانی ہوئی۔ اب رہی یہہ بات کہ جو لباس اردو پہنایا گیا ہے وہ موزون اور مزید ہے یا نہین۔ اسکا تصفیہ و تقیہ اس پبلک پر جو ترجمہ کی وقت سے واقف ہے چھوڑا جاتا ہے۔

بالفعل یہہ نظم اس پرچہ مین شائع کرائی جاتی ہے بعد دیگر تراجم کے ہمراہ کتاب کی صورت مین شائع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالے۔

شرر کاکوروی

(۱)

اسوقت ہے صاف چرخ اخضر ۔ بادل بالکل نہین ہین اوپر
چھٹکے ہوے ہرطرف ہین تارے ۔ ظاہر ہوے تھین اشارے
غالب ہے نور قمر ہے اُن پر ۔ مدھم ہے وہ روشنئی اختر
ہے اصل مین شب کا رنگ کالا ۔ اوسپر ہے چاندنی کا غازا
چھٹکی ہوئی چاندنی کا عالم ۔ سبزے پہ نمی نزول شبنم
کچھ کچھ باد سبک مین سردی ۔ خالی نہین لطف سے مزے کی
دیکھو ہے عجیب سین دلکش ۔ شب ہے یہہ کوئی حسین مہوش
بجلی کا چراغ جل رہا ہے ۔ نوری چشمہ ابل رہا ہے
بند آنکھین ہون گر ہماری ۔ دیکھین قدرت کی دستکاری
صانع کے بغیر کب ہے صنعت ۔ منکر نہین صاحب بصیرت

(۲)

وہ سامنے باغ عامہ ہے ۔ بو سے محظوظ شامہ ہے
دیکھو وہ بچھے یہان وہان ہین ۔ بنچین رنگین کرسیان ہین
بیٹھے کچھ لوگ کچھ کھڑے ہین ۔ کچھ گھاس کے فرش پر پڑے ہین
سرگرم مشی جوان رعنا ۔ ہے اونکے بغل مین ہاتھ مس کا
باتین لطف و مذاق کی ہین ۔ کچھ شوق کی اشتیاق کی ہین
گپ شپ کوئی اوڑا رہا ہے ۔ باجہ کوئی بجا رہا ہے
ڈھلتی ہے شراب ارغوانی ۔ اک آگ لگا رہا ہے پانی
بچتے نہین آگ سے غضب ہے ۔ اونکو خوف عذاب کب ہے
اُٹھے ہے فرنگ چیدہ چیدہ ۔ قد ہین موزون جبین کشیدہ
چوٹی ہے گندھی کھلے ہوے بال ۔ ہر ایک کا مختلف سن و سال
ہے کوئی چمن خزان رسیدہ ۔ تختہ کوئی بہار دیدہ
آمد ہے بہار کی کسی مین ۔ کھلنے کی علامتین کلی مین
کھولے ہے شوق اپنا آغوش ۔ عفت سے گردبا ہوا جوش
وہ کون ہین جو جوان ہین نو خیز ۔ اُنمین ہر ایک حسن مین فرد

مسٹر اسمتھ ہی ایک کا نام زن ہے تیمیری حسین گلفام اسمتھ کا باپ ہی زمیندار نامی زردار نیک اطوار
وقعت سرکار مین ہی اُسکی دیتے ہین بادشاہ کُرسی اسمتھ تنہا ہے اوسکا بیٹا عمدہ اخلاق کا نمونا
فوجی کالج سے پاس ہوکر اب فوج مین ہند کی ہی افسر پلٹن مین ہے گورکھون کی کپتان شہ زور شجاع فوج کی جان
سیری لڑکی ہے پادری کی تعلیم ہوئی ہی جس کی اچھی باعصمت و خوبرو ہنرمند ہی باپ کی وہ عزیز دلبند
اچھے اخلاق نیک عادت جیسی صورت ہی ویسی سیرت اسمتھ کو نکاح پر ہی اصرار سیری کرتی نہین ہے اقرار
کہتی ہی کہ جاؤ کچھ کرو کام جس سے ہو بلند قوم کا نام دنیا مین ہو نیک نام شوہر بی بی کو ہو فخر و ناز جسپر
یہہ آپکا زر نہین ہے مطلوب ہے شہرت لازوال محبوب انگلینڈ مین سب ہین زردار مشہور ہے وہ ہین جنکے ہتھیار
اسمتھ کہتا ہے خیر اچھا جاتا ہون کرونگا نام پیدا کیا نام پہ منحصر ہی شادی جب نام کرونگا تب کروگی؟
سیری کہتی ہی کچھ نہین عار کرتی ہون مین صاف صاف اقرار نامی اسمتھ کے ساتھ شادی ہوگی بے شک ضرور ہوگی

(۳)

ہے پیش نگاہ ایک کہسار کوسون تک پتھرون کے انبار کہسار یہہ وحشیون کا ہی گھر وحشی وہ جنکے دل ہین پتھر
خونخوار نہین فقط درندے انسان کہین ہین اُنسے بڑھکے جاہل بدعہد ہین زناکار موقع پاکر چرائین ہتھیار
احسان کرو بناؤ مہمان کھانا بھی کھلاؤ اور دو جان ہین یار ابھی ابھی ہین دشمن رہتے ہین یہہ بدگمان و بدظن
دولت کی ہی حرص انکا مذہب ہو سکتے نہین کبھی مہذب لڑتی تھی غرض یہ قوم وحشی شائستہ سپہ مقابلے کی
اسوقت ہوئی ہی ختم پیکار بھاگی ہی یہہ قوم رکھکے ہتھیار گو جلد ہوئی ہی سر لڑائی ہوگی بار دگر لڑائی
مضبوط کہان ہین انکے پیمان انسان نہین یہہ قوم حیوان موقع پاے گی آپڑیگی دھوکا دیکے یہ لڑیگی
القصہ قریب آگئی شام فوجین سب ختم کرچکین کام ہوتے جاتے ہین دفن مردے محتاج ہین غسل کے کفن کے
ہی وقت عجیب بیکسی کا ماتم کو نہین یہان اعزا ہوتے ہین علاج زخمیون کے انکے سب سے جدا ہین خیمے
مجروح پڑا ہے ایک افسر ہی خون سے لالہ زار بستر افسوس ہوا ہی سخت زخمی امید نہین ہے زندگی کی
ہین جمع قریب خاص احباب ہی اسکو سکون وہ ہی بیتاب کرنے آیا تھا جنگ مین نام مسٹر اسمتھ وہی ہی ناکام
سیری کو لکھ رہا ہی نامہ کاغذ پہ ہی اشک ریز خامہ

خط

اے سب عزیز پیاری پیاری   حالت سنو ہماری میری   کل حال جدا لکھ چکا ہوں   اپنا سب حال لکھ چکا ہوں
ہے آج یہ راے ڈاکٹر کی   حالت میری نہیں ہے اچھی   اچھے نہیں ہوں گے نہ زخم کاری   رحلت دنیا سے ہے ہماری
حالت ہو خراب یا ہو اچھی   مجھکو پروا نہیں ہے اس کی   جتنا تھا کام ہو چکا ہے   سب کام تمام ہو چکا ہے
جنرل اسوقت فوج کا ہوں   بستر پر جان بلب پڑا ہوں   مرتا ہوں مگر ہے شادمان دل   فوجی شہرت ہوئی ہے حاصل
بچنے کی نہیں ہے مجھکو امید   ہے شکر رہوں گا زندۂ جاوید   شادی نہوئی ہوا ہے گو نام   دنیا سے میں جا رہا ہوں ناکام
ہوں گے سب منتظر میرے یار   سامان نشاط ہوگا تیار   پیارے دال عزیز احباب   کیا دیکھتے ہونگے حسین خواب
کہدو کہ نہیں تمہارا ساتھ   ہے زیر زمین تمہارا ہاتھ   رخت شادی کفن ہے اوسکا   کنج مرقد چمن ہے اوسکا
کمرہ سونے کا یہ زمین ہے   امید کچھ اور اب نہیں ہے   صد شکر ہوئی ہے بات پوری   چلنے کے وقت جو کہی تھی
میں نے جو کہا تھا کر دکھایا   شادی کا نہ وقت آہ آیا   ہیں خواب خیال عیش و عشرت   حاصل تربت میں ہوگی راحت
مرنے کا نہیں ہے کچھ مجھے غم   اس بات کا ہے خیال ہر دم   میری کو بہت ملال ہوگا   رو دے گی خراب حال ہوگا
فوجی افسر کی ہو منگیتر   قابو رکھنا تم اپنے دل پر   صدمہ جتنا ہو اوسکو سہنا   حال دل غمزدہ نہ کہنا
اتنا تو کرو ضرور اقرار   تربت پہ مری چڑھاؤ گی ہار   کہنا یہ لحد پہ یار صادق   تھا قول تمہارا عہد واثق
شادی کرنے کا حق تھا حاصل   خون ہو گئی ہائے حسرت دل   صد حیف اجل نے دی نہ مہلت   گرجے تک لیگئی نہ قسمت

ہونے پائی نہ ختم تحریر   ہاتھ کو رہی نہ تاب تقریر   ہچکی آئی نکل گیا دم   دم بھر میں نظام تن تھا برہم
دل تھام کے رہ گئے سب احباب   جو کچھ دیکھا تھا ہو گیا خواب   جاتا رہا اعتبار ہستی   تھے ہیچ خیال اوج و پستی

(۴)

پھر ہے وہی سبز سبز کہسار   ہے دامن کوہ مثل گلزار   وحشت میں ملی ہوئی ہے فرحت   گرما میں ہے بامزہ برودت
چھوٹے چھوٹے پہاڑ کے چشمے   بہتے آتے ہیں ہر طرف سے   ہیں وحش و طیور کے نئے رنگ   ہیں ہادی راہ معرفت سنگ
کوشش سے کرو عروج حاصل   سچا مضبوط صاف ہو دل   کہتا ہے یہ رہنما تخیل   آ دیکھ بہار سبزۂ و گل

دن ختم ہوا ہی شام کا وقت باقی نہین اب ہے کام و قت ہے چھاونی اک قریب اسکے بارک صدہا ہین آگے پیچھے
پھرتے ہین بہادران جنگی اک شان دکھا رہی ہے وردی فوجی جھنڈا اتار رہا ہے لشکر یہ ایڈورڈ کا ہے
نامی سے دلاورون کا لشکر مرغوب جہان کے جلاوطن مشرق کیطرف بنا ہے مدفن ہین دفن بہادران لندن
سوتے ہین یہان جوان رعنا تا حشر رہیگا خواب انکا ہین اپنے وطن سے ہزارون دور لیکن وہ ہین ہین انکی مسرور
ہین قید سے زندگی کی آزاد کلفت دنیا کی اب نہین یاد ہے خواب گہہ عدم کے در پر دربان کوئی نہین مقرر
آتے ڈرتے وہان ہین انسان ہے اونکی بہادری نگہبان گوشے مین بنی ہے اک نئی قبر اونچے سردار فوج کی قبر
ہین جمع قریب اُسکے افسر خاموش کھڑے ہین اور ششدر تربت پہ پڑا ہی اک بڑا ہار ہی قبر تمام رشک گلزار
بے ہوش پڑی ہی اک جوان مس جسم نازک ہی مجھکو لیے حس ہی نبض پہ ہاتھ ڈاکٹر کا کہتا ہے کہ ہو گیا ہی سکتا
اتنے مین صدا آے روح ای مجھکو ہوئی جسم سے رہائی سکتا کیا نکل گئی جان دنیا مین نہین تمہاری مہمان
لائی یورپ سے اسکی مٹی اسکی بھی لحد یہان بنے گی عبرت افزا ہے قصۂ غم اس سے دنیا مین لین سبق ہم
میری اسمتھ کے پاس پہونچی ہوگی اب آسمان پہ شادی آتی ہی غیب سے یہ آواز ہستی کے تمام کھل گئے راز
اسمتھ دنیا مین ہی نہ میری سچی اُلفت مگر رہے گی

تاریخ ترجمہ از مترجم

ترجمہ ہی یہ نظم دلکش کا اسمین ہی ذکر الفت اسمتھ سال تاریخ پہ نظر رکھنا ہی یہ تصویر حسرت اسمتھ
۱۹ ۱۰ ۶

آسمان کا ستم کیا ہے تم ہو راحت رسان تو غم کیا ہے
مین تو پہونچا ہون دور تک واعظ دیر کیا چیز ہے حرم کیا ہے
دلِ بجپین کی تسلی کو کم نگاہی کسی کی کم کیا ہے
جب ہے خود چارہ ساز ذرہ نواز خلشِ فکر شب و کم کیا ہے
ہمکو اپنا سا سمجھے ہو سفاک تم مین آخر یہ خوے رم کیا ہے
گوشوارے ہین دلربائی کے اور پھر زلف خم بہ خم کیا ہے
ان حسینون کے پاس لمے لبسمل کھیل بچون کا ہے قسم کیا ہے

سید امین الحسن بسمل

منقول از علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

قومی زندگی

قومی زندگی سے وہ قومی قوت مراد ہے جس کے موجود ہونے سے ہم کسی قوم کو اصول تہذیب کے مطابق زندہ قوم کہتے ہیں یا جس قوت کے فقدان و عدم وجود سے ہم کسی قوم کو مردہ قوم قرار دیتے ہیں۔

علم افعال الاعضا کی رو سے ایک زندہ جسم مین پانچ قوتون کا ہونا ضروری ہے۔ اور جس جسم مین وہ قوتین نہ پائی جائین اُسے زندہ نہین کہا جا سکتا ان مین سے پہلی قوت ہے۔ (۱) جاذبہ ہے (الف) اسی قوت کی مسیحائی سے ایک جاندار جسم بے جان مادونکو جذب کرکے اپنی طرح جاندار بنا دیتا ہے۔ اور یہہ اسی حیات بخش قوت کی اعجازی تاثیر ہے کہ مردہ بے جان مادے زندہ اجسام مین جذب ہوکر صرف زندگی ہی نہین پاتے بلکہ خود ان اجسام کی زندگی کا نیز و لانیفک بنجاتے ہین (ب) قوت جاذبہ کو معرض ظہور مین لانے کے لیے اور نئی زندگی حاصل کرنے والے مادون کو جگہ دینے کے لیئے اس صفت مسیحائی کے بالکل متضاد بعض غیر ضروری مادون کے لیئے تباہی اور بربادی کا فعل بھی زندہ اجسام کو اختیار کرنا پڑتا ہے کیونکہ جسقدر مسالہ کسی عمارت کے لیے بہم پونچایا جاتا ہے۔ وہ سب کا سب قابل استعمال نہین ہوتا۔ بلکہ اس مین سے کئی چیزین غیر ضروری یا ناقص سمجھکر نکال ڈالنا پڑتی ہین اور عقلمند معمار استعمال سے پہلے مسالے کو خوب صاف کر لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو عمارت قابل اطمینان طیار نہین ہو سکتی۔ اینٹون کا گھڑنا لکڑی کا تراشنا وغیرہ سب اسی قبیل سے ہین (ج) ہر ایک تندرست جاندار کا خوراک کی خواہش کرنا ضروری ہے اشتہاء صرف تندرستی ہی کی دلیل ہے بلکہ زندگی کی بھی ایک بہت بڑی علامت ہے۔ جاندار بچہ پیدا ہوتے ہی غذا کی رغبت ظاہر کرتا ہے۔ اسی خواہش کو پورا کرنے کے لیئے قوت جاذبہ

مقرر کی گئی ہے۔ قیام ہستی کے لیئے خوراک اور مناسب خوراک حاصل کرنا ضروری اور اشد ضروری ہے (۵) اصطلاح علم افعال الاعضا مین قوت جاذبہ کو Assimulation کہتے ہین اور اس کی شکست وریخت کے فعال کو Metabolism اور اسکی متعلقہ دونون خاصیتونکو Katabolism اور Anabolism کہتے ہین۔ یعنے مردہ مادون کو زندگی دینے کا نام کیٹابولزم ہے اور فضول و غیر ضروری مادون کو تباہ کرنے کو اینابولزم کہتے ہین۔

(۲) دوسری قوت نامیہ ہے۔ ہر ایک زندہ جسم کو نشو نما پانا ضروری ہے۔ جاندار جسم کبھی ایک حالت پر قایم نہین رہ سکتا۔ ہر ایک زندہ شے تکمیل اور تحلیل کے زیر اثر ہے۔ اور یہ اثر ایک بے معلوم طریقہ سے نہایت خاموشی کے ساتھہ اپنا کام لیے جاتا ہے۔ ہمارا جسم ہر ایک طرح کی حفاظت کے باوجود ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہے اور ہمارے استمزاج کے بدون ہی نشوونما پاتا اور مدارج تکمیل طے کرتا جاتا ہے۔ حکماے متقدمین کا خیال ہے (جس کی تحقیقات وانکشافات جدیدہ نے بھی کوئی تردید نہین کی) کہ ہر تین برس مین ہم ایک نیا جسم اختیار کرتے ہین۔ اور اس جسمانی چولے کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر روز ہمارے موجودہ جسم مین اپنی جگہ بناتا ہے اور ہمارے جسم کے وہ اجزا جو اپنا کام دے چکے ہوتے ہین ان نئے مفید اور ضروری مہمان کے لیے جگہ خالی کرتے جاتے ہین۔ تکمیل کے لیے تحلیل کا ہونا ازبس ضروری ہے کیونکہ کہنہ اور شکستہ عمارت گرائے بغیر عقلمند معمار نئی تعمیر شروع نہین کرتا۔ اور جو کمی تحلیل سے واقع ہو اُسکو پورا کرنے کے لیئے تکمیل کی قابلیت کا ہونا بقاے زندگی کے لیے لازمی ہے جس طرح ایک پختہ سے پختہ عمارت ہمیشہ مرمت کی محتاج ہے اسی طرح ہمارا جسم ہمیشہ تحلیل ہونے کے باعث نشوونما کا دست نگر ہے۔ ہمارا جسم جسقدر ہر روز تحلیل ہوتا ہے اس سے زیادہ نشوونما پاتا ہے یعنے قوت نامیہ کو مقابلتاً زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ یعنی ایک تو اس کمی کو پورا کرنا جو تحلیل نے ہمارے

جسم مین کردیتی ہے اور دوسرے قوائے جسمانی کی تکمیل کرنا۔

قوت نامیہ کا کام صرف سطحی نشو و نما نہین ہوتا بلکہ زندہ اجسام کے ایک ایک جزو پر اس کی تاثیر ہوتی ہے اور اس کے فیضان سے ان کی جسامت۔ ضخامت۔ اور قابلیت مین ترقی ہوتی ہے۔ اس قوت کا تمام تر انحصار قوت جاذبہ پر ہے جس کا مین نے ابھی ذکر کیا تھا کیونکہ جس جسم مین حسب ضرورت اشیاء جذب کرنے کی قابلیت و خاصیت نہ ہو وہ نشو و نما نہین پا سکتا۔

(۳) تیسری مشتعلہ ہے یعنی ہر ایک زندہ جسم کو ذراسی مخالفانہ چھیڑ چھاڑ اور ادنیٰ سی تحریک سے برافروختہ ہوجانا چاہئے۔ اسی سے قوت مقابلہ پیدا ہوتی ہے اور مقابلہ کے لیئے مدافعت اور محافظت کی قوتین معرض ظہور مین آتی ہین۔ (۱) مثلاً محض تجربہ کی غرض سے ایک مردہ جسم کے مختلف اعضاء کو آپ ہلائین ادھر ادھر دامین بائین اوپر نیچے غرض جس طرف چاہین پھینکین جس طرح جی چاہے رکھین آپ کے منشاء قوت کے خلاف کوئی طاقت مقابلہ کو موجود نہین۔ آپ بہرحال اپنے ارادے مین کامیاب ہون گے (ب) آپ ذرا کسی دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر دبائین۔ آپ کا دوست خواہ کتنا ہی بردبار متحمل اور برداشت والا ہو ضرور مقابلہ کریگا۔ اگر بالمقابل آپ کا ہاتھ نہین دبائیگا تو کم از کم اپنے ہاتھ کو ضرور کڑا کرے گا اور آپ اُس کا ہاتھ نہین دبا سکینگے۔ اس دل خوش کن تجربہ سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ زندہ جسم مخالفانہ تحریک پر کبھی مشتعل ہوئے بغیر نہ رہیگا۔

(۴) قوت مشتعلہ کے ظہور پذیر ہونے کے وقت ایک اور نہایت ہی عجیب و غریب قوت ظاہر ہوتی ہے جس سے بظاہر دنیا کا ہر ایک کام وابستہ ہے اور دنیا و ما فیہا کا ذرہ ذرہ اس قوت کے زیر اثر ہے اور وہ قوت حرکت ہے بہت سے جسم گو بظاہر مردہ دکھائی دیتے ہین۔ مگر ان کی ذراسی حرکت فوراً اعجاز مسیحائی بنکر انھین زندہ بنا دیتی اور زندگی کے کرشمے دکھا دیتی ہے فی الجملہ تمام قوتین اپنی ہستی کا اظہار کرنے

کے لیئے حرکت کی محتاج ہین۔ کیونکہ کوئی فعل حرکت کے بغیر صادر نہین کیا جا سکتا۔

کہانی۔ ایک ندی کے قریب سڑک کے کنارے ایک کچھوا عجیب شکل بنائے اپنے استخوانی خول مین جسم چھپائے بے جان سا بنا ہوا پڑا تھا۔ پاؤن کی آہٹ۔ گاڑیون کی کھڑکھڑاہٹ۔ گھوڑون کی ٹاپ۔ رہگیرون کا شور۔ کسی کا اُس پر کچھ اثر نہ تھا۔ وہ جون کا تون وھین پڑا اپنے خیالات مین مگن تھا اور خدا جانے عالم تصور مین کیا کیا مزے لے رہا تھا۔ کئی ایک رہگیر بالکل قریب ہو کر گذر گئے۔ ایک عینک والے بابو صاحب نے تو کمال کر دیا کہ مست حال کچھوے کے اوپر سے پاؤن رکھکر گذر گئے۔ خدا جانے یہہ کن پریشان خیالات مین محو و مستغرق تھے جو خرام مستانہ سے بگینا ہون کو روندے جاتے تھے اور ”زیر قدمت ہزار جانست“ کو بھولے ہوئے تھے۔ ایلو! سڑک پر جانیوالے ادھر اُدھر پریشان ہو رہے ہین۔ مار مار کا شور پڑ گیا ہے۔ کسی کو پتھر کی تلاش ہے کوئی چھوٹی سی کنکری چلا کر تیس مار خانی کا خطاب حاصل کیا چاھتا ہے۔ ادھر ایک لالہ صاحب ذرا فاصلے پر نہایت غصے سے نیچے کا ہونٹ چبا چبا کر خالی کلے دکھا رہے ہین۔ وہ دیکھیئے ایک بابو صاحب نے نازک چھڑی تان کر لگانے کا قصد کر لیا ہے الہی آخر یہہ ہوا کیا؟ سنئے صاحب ہم بتاتے ہین۔ ایک شوخ سے لڑکے نے کچھوے کے تاک کر اینٹ کھینچ ماری۔ اب یہہ عجیب شکل کا جانور اِدھر اُدھر گھبرا کر بھاگ رہا ہے۔ مگر ہر ایک رہگیر یہہ سمجھتا ہے کہ خاص مجھہ ہی پر حملہ کیا چاہتا ہے سب اپنے اپنے بچاؤ کی فکر مین ہین۔ خدا خدا کر کے کچھوے کو ایک جھاڑی ملگئی اور وہ وہین غائب ہو گیا۔ اس موقع پر سڑک پر جانے والے آدمیون مین جو گفتگو ہوئی اور جس جس مزے کی بحثین اس جانور کی پوشیدہ طاقتون کے متعلق کی گئین ہرچند وہ ایک پر لطف مشغلہ ہے مگر غیر متعلق سمجھکر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ہان ایک بڈھے میاں کے یہہ فلسفیانہ اور محققانہ فقرے تفریح طبع کے لیئے ہمین دیر تک یاد رہین گے کہ صاحب کچھوا بڑا سست

جانور ہے۔ کھانے اور سو رہنے کے سوا اس کو کوئی کام ہی نہین آتا۔ جب بڑا ہوتا ہے
اس کے جسم مین سستی و بیکاری سے چربی بھر جاتی ہے اور اسے ہلنا بھی دشوار ہو جاتا
ہے تو اس کی مان اسے اُٹھا کر راستے مین پھینک دیتی ہے تاکہ رہگذرون کی ٹھوکرون
سے اسکی سستی اُترے اور یہہ اپنے پاؤن سے چلنا اور اپنی حفاظت سیکھے۔ اس
معلوم ہو کہ زندہ جسم حرکت بھی کرتے ہین انھین کھانے اور سو رہنے سے ہی کام نہین
ہوتا۔ معزز ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ حرکت کیسی عجب چیز ہے۔ اور کتنی زبردست
طاقت ہے۔ گویا اسکے بغیر زندگی فضول اور جینا عبث ہے۔ حرکت نے ہی کچھوے
مین مخالفانہ تحریک سے جان ڈالی۔ اور حرکت نے ہی آخر اُسکی جان بچائی۔ وہی کچھوا
جسپر بابو صاحب بوٹ لیکر گذر گئے تھے ذرا سی حرکت کے طفیل اچھا خاصہ ہتوا
بن گیا۔ اور بڑے بڑے حوصلے والے جب وہ ان کی طرف دانستہ یا نادانستہ
رخ کرتا ہے خوف کے مارے پیچھے ہٹتے جاتے ہین۔ کچھوے نے یہہ سبق ایک چھوٹے
سے لڑکے سے سیکھ لیا ہے کہ اب حرکت کے بغیر گذارہ نہین۔ اگرچہ استاد ناتجربہ کار
اور اپنے منصب سے بے خبر ہے مگر سہ

مرد باید کہ گیرد اندر گوش   گر نبشتہ است پند بر دیوار

المختصر زندگی کے ثبوت اور اس کی حفاظت اور ضروریات زندگی کی مداولت
کے لیے حرکت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ خود وجود متحرک کی ہستی۔

(۴) چوتھی قوت تولید ہے۔ ہر ایک زندہ جسم کو اپنی نسل بڑھانا ضروری ہے
ورنہ اسکی ہستی اسکے وجود کی قوت۔ اور قومی کی طاقت کے ساتھ ہی ختم ہو جائیگی
بقاے زندگی کے لئے تکثیر نسل ضروری اور لابدی ہے۔ اس قوت کے بغیر سب
قوتین بیکار ہو جاتی ہین۔ اور بالخصوص حفاظت کے لیے تو اس کا ہونا از بس
ضروری ہے۔ ایک نہایت چھوٹا کیڑا جسے ہم خوردبین کی مدد کے بغیر دیکھ بھی نہین سکتے

تھوڑے سے عرصہ مین اپنے جیسے بیشمار کیڑے پیدا کرلیتا ہے۔ پھر جن مین ہر ایک اسی طرح تسلسل بڑھاتا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے جراثیم کا ایک اچھا خاصہ لشکر طیار ہوجاتا ہے۔

(۵) پانچوین قوت دافعہ ہے۔ ہر ایک زندہ جسم مین ایک قوت ہوتی ہے۔ جو خوراک کے اس حصہ کو جو جزو بدن بننے کے قابل نہ ہو جسم مین سے نکال باہر کرتی ہے۔ گویا جن مادونکو قوت جاذبہ نے اپنا کام کرتے وقت غیر ضروری سمجھا تھا اور (Anabolism) نے انکو تباہ کردیا تھا انکو جسم مین سے خارج کرنے کے لئے اس قوت کا ہونا ضروری ہے۔ ایسی قوت کی تاثیر سے جسم قوت جاذبہ اور قوت نامیہ کے اثرات قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے۔ ورنہ مردہ خراب اور فضول مادے زندہ جسم مین رہکر فساد پیدا کرین اور زندگی تلخ ہوجائے۔

نظام جسمانی جیسے ابلغ اور محکم نظام کی تفسیر۔ اور فلسفہ حیات جیسے مشکل مسئلہ کی تشریح ان قوائے خمسہ کے چہرے پر نہایت واضح خط اور قابل فہم عبارت مین لکھی ہوئی ہے۔ لاریب انفرادی حالت مین موت وحیات کا سوال حل کرنے کے لئے اُن امور خمسہ پر غور کرلینا کافی ہے۔

قوم مجموعہ افراد کا نام ہے۔ لہذا ہم صغریٰ مین ایک حد اوسط موضوع کرکے کبریٰ پر محمول کر سکتے ہین کہ جس قوم کے تمام افراد موجودہ مین زندگی کی متذکرہ صدر علامتین پائی جاوین وہ ایک زندہ قوم ہے۔ بادی النظر مین یہ قضیہ ضرور قابل تسلیم ہے۔ مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انفرادی حالت مین تو یہ ٹھیک ہے مگر مجموعی حالت مین ٹھیک نہین۔ قومی زندگی کا معیار اس سے بالکل علحدہ ہے اور اس کا مفہوم اس سے مطلقاً جدا ہے۔ اگر زندہ افراد کے مجموعے کا نام ہی زندہ قوم ہوسکتا ہے تو بھل۔ گوند۔ سنتھال، مور۔ اور یہود۔ کے زندہ قومین ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے مگر اے ناظرین! آپ مین سے کتنے بزرگ ہین جو ان قومون کو زندہ قومین سمجھتے

ہین۔؟ مین بلاخوف تردید یہہ کہ سکتا ہون کہ آپ مین سے ہر ایک صاحب انکو حیثیت القوم مردہ تصور کرتے ہین۔

آخر کیون؟ اسکی کیا وجہ ہے؟ کیا ان اقوام کے افراد زندہ افراد نہین ہین؟ کیا ان کے جسم آپ کی طرح متحرک کھانے پینے کے محتاج سردی گرمی سے متاثر۔ اور دیگر ضروریات کے تابع نہین؟ کیا مایحتاج زندگی کے لیئے وہ آپ کی طرح جد وجہد نہین کرتے؟ بیشک کرتے ہین! اگر متمدن اور مہذب قومین "قومی زندگی" اور "زندہ قوم" کا مفہوم جو کچھ سمجھ رہی ہین اس کے رو سے آپ نے انھین مجبوراً مردہ قومین خیال کر لیا ہے۔ کیا آپ تہذیب اور تمدن کے شورہ سے مرعوب ہو گئے ہین؟ آیئے ان تہذیب وتمدن کی مدعی اقوام سے وجہ دریافت کرین اور ان کے کیرکٹر اور لٹریچر سے پتہ لگائین کہ انھون نے قومی زندگی اور قومی موت کے کیا معنی قرار دیئے ہین اور فلسفہ حیات پر کیا اضافہ کیا ہے۔

مہذب ومتمدن اقوام نے قومی زندگی کی چند علامات مقرر کی ہین۔ جو انفرادی زندگی کی متذکرہ صدر پانچ قوتون سے ایک معنوی مطابقت رکھتی ہین۔ چنانچہ

(۱) (الف) جس طرح زندہ جسم مین قوت جاذبہ کا ہونا ضروری ہے اسیطرح ہر زندہ قوم مین ایک کشش وجذب کی قوت اور ایک مقناطیسی خاصیت ہونی چاہئے۔ تاکہ اس مین نئے افراد شامل ہو کر اس کا جزو بن سکین۔ جس قوم مین یہہ قابلیت موجود نہ ہو اس کا ذخیرہ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائیگا۔ کیونکہ قوت مخرجہ اپنا کام بلا روک ٹوک کئے جاتی ہے۔ سلسلہ توالد وتناسل اور کارگذاری قضا و قدر یعنے موت وفوت کی عملی کارروائیان قومی زندگی پر ایک نمایان اثر رکھتی ہین۔ زندہ قومین ایک طرف تو موجودہ نسل کو حضرت ملک الموت کی نذر سے بچانے کی فکر کرتی ہین اور دوسری طرف تکثیر نسل کرکے نسل متزائدہ کی حفاظت کا معقول انتظام کرتی ہین۔

دوسری اقوام کے افراد کو جذب کرکے اپنے رنگ مین رنگتی ہین اور باہر سے آنے ولے افراد کو ایسا جذب کرتی ہین کہ مغائرت کا کوئی نشان باقی نہین رہتا اور وہ افراد انکا جزو بدن بن جاتے ہین گویا ہر چیز کہ در کانِ نمک رفت نمک شد۔

(ب) قومی زندگی مین ورے ٹا بولزم" سے مراد نشیب و فراز کا سمجھنا۔ مصالح دنیوی کی پابندی کرنا۔ مہذب و متمدن اقوام سے رشتہ اتحاد پیدا کرنا اُن کی خوبیان اخذ کرنا مردہ اور ناکارہ قومون سے علٰحدگی اختیار کرنا ان کی بُری اور قابل اعتراض رسمون کا چھوڑنا نئی ایجادات و اختراعات کی بنیاد ڈالنا قوم مین روشن اور مہذب جذبات پیدا کرنا ہے۔

(ج) جس طرح ہر جاندار کو بقاے زندگی کے لیئے خوراک کی ضرورت ہے۔ اور یہہ ایک بدیہی امر ہے کہ معقول و مناسب خوراک حاصل کیئے بغیر کوئی زندہ جسم نہ تو اپنی زندگی قایم رکھ سکتا ہے اور نہ صدور افعال پر قادر ہوسکتا ہے۔ اسی طرح قومی زندگی قایم رکھنے کے لیئے اکتساب علوم و فنون نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ اس کے بدون نہ تو مختلف افراد قوم مین قومی محسوسات کے جذبات پیدا ہوسکتے ہین اور نہ قومی عزت قایم رہ سکتی ہے۔

(۳) قوت نامیہ کی بجاے زندہ قومون مین قوت ترقی کا ہونا ہے۔ جو قوم حالت موجودہ سے آگے قدم نہین بڑھاتی وہ زندہ نہین کہلاتی۔ جس طرح قوت نامیہ کے اثر سے زندہ اجسام کے تمام اندرونی و بیرونی قوے فیضیاب ہوتے ہین اسی طرح قوت ترقی قوم کی ہر ایک حالت کو نمایان طاقت بخشتی ہے۔ اسی سے قومی وقار و اعتبار قایم ہوتا ہے یہی قومی عزت و عصبیت کو مضبوطی بخشتی ہے۔ اسی قوت سے قومی کیرکٹر ممتاز ہوتا ہے۔ اور یہی وہ قوت ہے جو مردہ اور زندہ قومون مین ایک مابہ الامتیاز فرق قایم کردیتی ہے۔ جس قوم مین یہہ قوت نہ ہو وہ نہ تو اپنا پہ سیٹیج

رعب و داب قایم رکھ سکتی ہے۔ اور نہ زندہ قومون مین کوئی اعزاز باقی ہے۔

(۳) جس طرح زندگی کا رعب قایم رکھنے کے لیئے قوت مشتعلہ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اپنا اعزاز و وقار قایم رکھنے کے لیئے زندہ قوم مین قوت مشتعلہ کا ہونا لازمۂ زندگی ہے۔ غیور قومین ذراسی مخالفانہ تحریک سے جوش مین آجاتی ہین اور پیشتر اس کے کہ کوئی مخالف اُن پر حملہ آور ہو۔ وہ اس کے تیور پہچان کر خود اُس پر حملہ کر دیتی ہین جس سے اُسے اپنی ہی فکر پڑجاتی ہے۔

(۴)۔ قوت تولید کی جگہ ہر ایک زندہ قوم مین ایک ایسی قوت کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ زمانے مین اپنی جیسی زندہ قوم یادگار چھوڑے اور جو "باقیات الصالحات" کی مصداق ہو۔ آیندہ نسلون کے سود و بہبود کا فکر زندہ قومون مین ایک امتیازی خصوصیت پیدا کرتا ہے اُن کے نزدیک حال و مستقبل مین صرف ایک چال کا فرق ہے۔ یعنی جو کچھ انھین آج کی ضروریات پورا کرنے کے لیئے کرنا ہے۔ وہی بادنی التغیر کل کی ضرورتون کے لئے کرنا ہے۔ زندہ قومین اسی طرح صدیون تک کی پیش بندیان کرلیتی ہین۔ ریل۔ تار۔ اور دیگر اختراعات کے موجبون کا منشا ذاتی محدود یا مقامی و زمانی خوشی حاصل کرنا نہ تھا۔ بلکہ آیندہ نسلون کے لیئے ایک شاہراہ ترقی طیار کرنے کا تھا۔ ایسے لوگ بیج مین درخت کا مشاہدہ کرتے ہین۔ اور آج کے بچون کو کل کے باپ سمجھکر اُن کے خیر مقدم اور پرجوش استقبال کی طیاریان بڑے تپاک و محبت سے شروع کردیتے ہین۔ انھین اپنی زندگی کا ہرگز اتنا فکر نہین ہوتا جتنا کہ آیندہ نسلون مین ترقی کی روح پھونکنے کا ہوتا ہے۔ یورپ کی مہذب اقوام کی روش کا مطالعہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیئے از حد ضروری ہے۔

انہی غرض کے حاصل کرنے کے لیے زندہ قومین اپنے حقوق کی حفاظت مین سرگرم و مستعد رہتی ہین۔ قومی اغراض حاصل کرنے کے لیئے جان توڑ اور ان تھک کوششین کرتی ہین۔ اور قومی مفاد کو کسی طرح نقصان نہین پہونچنے دیتی ہین، قومی ضروریات کے سامنے ذاتی اغراض و مقاصد اور شخصی تکالیف بالکل ہیچ سمجھی جاتی ہین۔ انفرادی مفاد قومی ضرورتون پر بے دریغ قربان کر دیئے جاتے ہین۔ جس قوم کو اپنی آیندہ نسلون کا فکر نہین وہ اپنے حقوق کے طلب کرنے اور ان کی حفاظت کرنے مین بھی ضرور غافل ہے۔ کوئی عقلمند کسان عمدہ اور پکی ہوئی فصل دیکھکر آیندہ فصلون کے انتظام سے بے فکر نہین ہوسکتا۔ بلکہ جس زمین سے ایک عمدہ فصل کاٹ لے اُسکی قوت و خوبی بحال رکھنے کے لئے اُسکو بیش از بیش حفاظت و محنت کرنی پڑتی ہے۔ اسی لئے اپنے حقوق طلب کرنا اور ان کی حفاظت مین سعی بلیغ سے کام لینا ہر زندہ قوم کا فرض اہم ہے۔

جس طرح اظہار قابلیت کے اثر سے اپنی تعداد بڑھانا زندہ قومون کا خاصہ ہوتا ہے۔ اسی طرح افراد موجودہ کی حفاظت اور قوم کی تعدادی شان برقرار رکھنا مقصد اعلیٰ ہوتا ہے۔ غیر اقوام جو صدیون تک حالت جمود مین رہ چکی تھین اب مذکورہ بالا اصول پر اپنی زندگی کا ثبوت دے رہی ہین جس سے دوسرون کو عبرت پذیر ہونا اور غیرت کا سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(۵) قوت واضحہ کی جگہ زندہ قومون مین ایسی طاقت و صلاحیت ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ قومی برائیون کو دجو در حقیقت انفرادی لغزشون اور کمزوریون کا نتیجہ ہوتی ہین) دور کرکے قوم کا چہرہ خوشنما و دلکش بنایا جاتا ہے۔ قومی اخلاق کی اصلاح کی جاتی ہے۔ قوم کے تمام افراد پطرز معاشرت طریق سیاست اور اصول مذہب کا یکسان اثر نہین ہوتا۔ کالی بھیڑین ہر جگہ موجود ہوتی ہین۔ جب تک قومی

اخلاق کی درستی کا پورا پورا انتظام نہ ہو قومی زندگی کو خطرات سے محفوظ نہ سمجھنا چاہئے
اگر کسی قوم کی دوسری حالتین بظاہر اچھی بھی ہین تو اخلاقی کمزوریون کا اندرونی
مرض قوم کو اندر ہی اندر کھا لیگا اور اُسکی زندگی کا خاتمہ کر دیگا - تپ دق کا مریض
کیسے ہی زرق برق لباس مین ملبوس ہو طبیب کی باریک بین نگاہین اُسکی موت
کا وقت بہت عرصے پہلے دیکھ لیتی ہین - اسی لئے زندہ قومین فضلات قومی کو خارج
کرنے اور قوم کو اُن کے بد نتائج اور پر خطر اثر سے بچانے کے لیئے ہمیشہ ایک معقول
انتظام کرتی ہین - برائی اور قبیح رسوم کا ترک کرنا - مخرب اخلاق اور برے جذبات
کا قوم سے دور کرنا - اخلاقی کمزوریون کا ازالہ سب اسی ذیل مین ہین - قومی زندگی
کی تعریف کے متعلق کچھ اور کہنے کی ضرورت معلوم نہین ہوتی اور مزید تشریح
کے لیئے یہان گنجایش نہین ہے - اس لیئے اس سوال کے دوسرے حصے کے
متعلق کہ "یہ قومی قوتین یا فی الجملہ و بالجملہ قومی زندگی کس طرح قایم رہ سکتی ہے"
بطریق اختصار چند باتین بیان کرون گا -

قومی زندگی کے قیام کے متعلق غور کرنے سے پہلے اس امر کا معلوم کرنا
از بس ضروری ہے کہ یہہ زندگی پیدا کس طرح ہوتی ہے - یعنی ان اسباب کا پتہ
لگایا جائے جو کسی قوم کی زندگی کا باعث ہین - پھر ہم مختصر طور پر کہہ سکین گے
کہ ان اسباب کے قایم رکھنے اور اُن کی کماحقہ حفاظت کرنے سے قوم کی زندگی
قایم رہ سکتی ہے -

طوالت کا خیال کر کے مین اس مضمون کو بطریق گریز نہایت مختصر کرتا ہون
انشاء اللہ الحکیم پھر کسی موقع پر ان اسباب کی ماہیت و باریک تحقیقات کے
متعلق بہت سی مفید اور دلچسپ باتین بیان کرون گا - سردست اسباب زندگی
تلاش کرنے کے لیئے صرف اس امر پر غور کر لینا کافی ہے کہ کیا کبھی ہماری قوم زندہ تھی

اور اگر زندہ تھی اور یقیناً تھی تو اسکی زندگی کے ظاہری اسباب کیا تھے؟

خورشید رسالت کی شعاع پڑنے سے پہلے ملک عرب پر جو تاریکی جہالت و ضلالت چھائی ہوئی تھی وہ تاریخ کے کسی طالب علم سے پوشیدہ نہین ۔ کوئی ناکردہ و ناگفتنی عیب ایسا نہ تھا جو نہایت بے باکی اور پوری بے خوفی سے نہ کیا جاتا ہو۔ برائی اور بھلائی مین کوئی تمیز باقی نہ رہی تھی ۔ عرب کے ایام جاہلیت اور شیوع اسلام کے ماقبل کی تاریخ بیان کرنا ایک بڑے طولانی قصے کو چھیڑنا ہے قریب قریب تمام حضرات تاریخ کی کتابون مین اس تاریک حالت کے متعلق کافی روشنی حاصل کر چکے ہین ۔ اس لئے صرف اسی قدر کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ مین عرب روحانی اخلاقی ۔ تمدنی ۔ اور سیاسی لحاظ سے بالکل مردہ ملک تھا۔ زندگی کا کوئی نشان اُس مین نہ پایا جاتا تھا۔ وہان کے انسان جیہ ان خصلت بلکہ وحشیون اور درندون سے بدتر تھے ۔

ایک شخص (اس پر ہزار ہزار صلواۃ و سلام ہون) انھین مین سے اُٹھا اور انھین جاہلوںمین اوس نے زندگی اور روح پھونکنا شروع کی ۔ آناً فاناً ملک عرب کی کایا پلٹ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب وحشیون سے انسان ۔ اور انسانون سے خدا شناس ۔ خدا ترس اور باخدا انسان بن گئے ۔ جو خانہ جنگیون مین گرفتار اور خانہ بدوش تھے دنیا بھر کے فاتح اور صاحب تاج و نشان ہو گئے اور اسی سچے مصلح کی قوت روحانی اور جذبات ملکوتی سے وہ لوگ پیدا ہوئے جن کے صدق و صفا محبت و اخلاص ۔ ایمانداری اور خدا ترسی کے کارنامون پر دنیا کی تاریخ ہمیشہ فخر کرے گی ۔

وہ اسباب کیا تھے جنھون نے آناً فاناً ایسی عظیم الشان تبدیلی پیدا کر کے قومی زندگی کے وہ حیرت انگیز کرشمے دکھا دیئے جن کی نظیر دنیا مین چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہین ملتی؟

نظر بہ حالت ظاہری اس تبدیلی و ترقی کے دو بڑے سبب تھے (اول) اس مصلح کا

نہایت اعلیٰ و پاکیزہ کیرکٹر دوسرے ایک کتابی دستور العمل کی پابندی کا یہہ دستور العمل کی وہی حمید و مجید کتاب ہے جسے آجکل بہت سے خوش اعتقاد لوگ نہایت مذہب و مطلا جزدانون مین سنبھال سنبھال کر رکھتے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ اس قابل تعظیم کتاب کے مطالب سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش نہین کی جاتی ۔ میرے خیال مین اگر اسکو سمجھکر پڑھا جائے اور جو سمجھا جائے اس پر ایمان اور بصیرت ہو تو قومی حالت پھر اسی اسوۂ حسنہ کی پیروی سے اس معراج کمال تک پہونچ سکتی ہے جہان پہلے ایک دفعہ یہہ قوم گامزن ہو چکی ہے ایمان جب تک علیٰ وجہ البصیرت نہ ہو کوئی اثر مترتب نہین کرتا۔

المختصر ریاضی کے ایک نہایت عام مسلمہ مسئلہ اربعہ متناسبہ کی رو سے ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر مسلمان اپنی پہلی زندگی حاصل کیا چاہتے ہین تو پھر اُسی دستور العمل پر کاربند ہون جسپر عمل کرنے سے عرب کے وحشی دنیا بھر کی تہذیب و تمدن مین استاد ہو گئے تھے اور تمام علوم و فنون کے خزانے اُنکی ملکیت بن گئے تھے۔

انشاء اللہ العزیز اس سوال کے متعلق کہ آیا اس قسم کی ترقی تہذیب موجودہ کے لئے موزون ہو گی اور ہماری عزت اقوام متمدنہ کے برابر ہو جائیگی کسی دوسرے موقع پر عرض کرونگا۔ اب اس مضمون کو ایک مختصر سی نظم پر ختم کرتا ہون۔

ایک مدت سے ہے شمع محفل اسلام گل — گلشن ہستی مین ہم کھاتے ہین صبح و شام گل
خار حسرت کے سوا کچھ اپنے دامن مین نہین — آہ گو برسا رہا ہے گلشن الہام گل
رہبران قوم کو روتے ہین ہم گم کردہ راہ — عشق بلبل مین مچاتے ہین غضب کہرام گل
بے فروغ علم ہے دل خانۂ تاریک و تار — ہم لئے پھرتے ہین بے نکہت برائے نام گل
مایۂ ماتم ہے قول بے عمل آفاق مین — وہ زبان سوسن کے گلشن مین ہین نیلی فام گل
انجمن مین تھی کبھی وہ طاقت نشو و نما — فیض باد شوق سے کھلتے تھے بے ہنگام گل
آج پامال خزان ہین بوستان امید کے — جائے گل کھاتے ہین ہم اے گردش ایام گل
آہ اے بسمل کبھی پائے طلب پر تھے وہ دن — ٹوٹ کر کانٹے کھلا دیتے تھے ہر گام گل

معتصم باللہ

جن ایام اور سنین کو اسلام کی ترقی کا زمانہ کہا جاتا ہے یہ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر خلفائے بنی عباس تک بالخصوص امتیاز کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر عہد اموی نے بہ نسبت بنی عباس کے قلیل مدت یعنے صرف سو برس تک سلطنت کی اور اوسکے بعد بنی عباس نے صدیون تک خلافت کی ہے۔ اسی سبب سے اموئین ایسی شہرت اور ترقی حاصل نہ کرنے پائے جسکے لئے عہد عباسیہ مشہور و معروف ہے۔ کہ مدت تک انکی سلطنت علمی ترقیون مین پایۂ عروج تک پہونچی رہی۔ لیکن کچھ عجب بات ہے کہ خلفائے بنی عباس مین بہت کم ایسے خلفا گذرے ہین جو خاندانی بیوی کی اولاد ہون۔ بلکہ زیادہ حصہ اونکا ایسا ہے جنکی مائین ام ولد تھین۔ تاہم انکی حکومت کو اسلام کیلئے انتہائے عیش کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ یا یون کہا جائے کہ یہ زمانہ مسلمانون کی ترقی اور پوری کامیابی کا تھا اسی لئے وہ زیادہ بکھیڑون سے اور ابتدائی حالت مین اسلام کی اشاعت و توسیع کیلئے جو جو مشکلین اور مصائب برداشت کی گئین اون سے کسیقدر مطمئن اور فارغ البال ہو چکے تھے۔

مشاہیر خلفا جنکا زمانہ خاصکر علمی ترقیون اور مسلمانون کے بے حد آرام و آسایش کا ہے محدودے چند ہین۔ جنکی صف اول مین ہارون رشید اور مامون ہین۔ یہان تک کہ تمام خلفائے بنی عباس مین ان دونون باپ بیٹون کا کوئی ثانی نہین گزرا۔ مگر تاریخ کی مختلف اور بسیط کتابون مین ان کے کارنامے۔ ان کے عہد کے حالات نہایت تفصیل کیساتھ دکھائے جا چکے ہین۔ بلکہ بعض مورخین سابق و حال نے صرف انہین کے عہد کی تاریخ انہین کی سوانح عمریان بڑے پیمانہ پر تیار کی ہین۔ لہذا انکا تذکرہ ناظرین کے آگے پیش کرنا کچھ تضیع اوقات سا خیال کیا گیا۔ اسلئے ہمنے ارادہ کیا ہے کہ سوائے اونکے اور چند خلفاء کے مختصر تاریخی حالات معرض بیان مین لائین جنکی نسبت ہمارے اولین مورخین نے کم توجہ کی ہے۔

ہم اس پیرایہ سے بیان کرنا چاہتے ہین کہ ان کے عہد کا پورا خاکا مجملاً اوتر آئے برخلاف اُن بعض غیر مذہب والے مورخون کے جنہون نے تعصب مذہبی کی بدولت اسلامی تاریخ لکھنے مین غلط بیانیان کی ہین۔ اور اب بھی کرتے رہتے ہین جب انھون نے کسی اسلامی لیڈر کی تاریخ لکھنا شروع کی تو جابجا خلاف بیانیون اور بے بنیاد بہتانون سے کام لیا ہے۔ اور ہمارے سلاطین کو جابر وظالم بنایا ہے۔ اور جب کسی اپنے ہم مذہب کے سوانح زندگی تحریر کئے تو عیب پوشی کی اور ہر طرح بہتر ثابت کیا۔ اسوجہ سے علم تاریخ جو نہایت شریف مانا گیا ہے غلط بیانیون سے پر ہوتا چلا گیا ہے۔ مگر الحمد اللہ اسلامی مورخین کو کچھ ایسا خدا داد انصاف نصیب ہوا ہے کہ وہ جب کسی کو تاریخی اسٹیج پر لاتے ہین تو کسی عیب یا صواب سے چشم پوشی نہین کرتے۔ اور جب کسی واقعہ کے لکھنے کو قلم اوٹھاتے ہین تو اچھی طور سے عہدہ برآ ہوتے ہین۔ چنانچہ اسوقت ہم اپنی بساط کے موافق ہارون رشید کے لاڈلے بیٹے مامون کے جانشین معتصم باللہ کے تاریخی حالات درج ذیل کرتے ہین۔ اس خصوصیت کے سبب کہ یہ خلیفہ مامون کے نقش قدم پر چلا ہے۔ اور اسکا دور مامون سے ملتا ہوا اوسی کے بعد گزرا ہے یعنے مامون کے بعد اسی کے ہاتھ پر بیعت کیگئی تھی۔ اور علاوہ اسکے چند خصوصیات ہین۔ جو تاریخ کے ایک بڑے کارآمد جزو پر روشنی ڈالتی ہین۔ مثلاً ترکون کی ابتدائی حالت سے واقفیت وغیرہ۔ وغیرہ۔ کیون کہ اسی کے عہد مین ترکون نے رسوخ پیدا کیا اور اسکے بعد ترکون کی ابتدا، عروج وترقی کا زمانہ ملحق ہے۔

خلیفۃ المسلمین معتصم باللہ کی کنیت ابواسحاق اور محمد بن رشید نام اور معتصم باللہ لقب ہے۔ ذہبی کہتے ہین کہ سنہ ۱۸۰ ہجری مین یہ خلیفہ پیدا ہوا ہے۔ اور امام صولی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان سنہ ۱۷۸ھ اسکی پیدائش کا سال ہے لیکن چونکہ امام سیوطی کے قول سے پایا جاتا ہے کہ اسکی اڑتالیس سال کی عمر ہوئی اس بنا پر ذہبی کے قول کو ترجیح دی جاسکتی ہے کیون کہ معتصم کی وفات سنہ ۲۲۷ھ مین ہوئی ہے جیساکہ آیندہ مذکور ہوگا۔ مگر مشکل یہ ہے صولی کے قول سے

لفظو یہ بھی متفق ہے اس خلیفہ کی ماں ام ولد تھیں کوفہ کی رہنے والی تھیں - اور انکا نام ماردہ تھا ہارون رشید کی بہت چہیتی تھیں - وہ بہ نسبت اپنی اور تمام لونڈیون کے انھیں زیادہ محبوب رکھتا اور ان سے محظوظ ہوتا تھا -

معتصم اپنے باپ اور بھائی سے حدیث روایت کرتے ہین اور اون سے اسحاق موصلی اور حمدون بن اسمعیل وغیرہ نے روایت کی ہے - امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء مین دو حدیثین جو معتصم سے مروی ہین درج کی ہین - مگر خود امام اون مین سے کسیکو صحیح نہین مانتے بلکہ ایک کو موضوع اور دوسری کو ضعیف قرار دیتے ہین ہم اس بحث کو اپنے مبحث کیلئے زیادہ ضروری نہین سمجھتے اسلئے آیندہ بھی کچھ اسکے متعلق بیان نہ کرین گے - اور نہ اون احادیث کا ذکر کرنا تاریخی پہلو پر کوئی گہری روشنی ڈالتا ہے -

اسکی علمی حالت معمول سے زیادہ گری گذری تھی گویا علم سے بے بہرہ تھا - چنانچہ امام صولی محمد بن سعید سے اور وہ ابراھیم بن ہاشم سے روایت کرتے ہین کہ معتصم کا ایک غلام تھا جو اوسکے ساتھ تعلیم پاتا تھا - جب غلام کا انتقال ہوگیا تو ہارون رشید نے کہا کہ اے محمد تمہارا غلام مرگیا اسکے جواب مین معتصم نے کہا کہ ہان اے سردار اور کتاب سے بھی آرام پا گیا - یہ کلمہ سنکر ہارون رشید نے کہا کہ تعلیم کی انتہا ہو چکی - اور معلمین کو بلا کر حکم دیا کہ اسے پڑھانا چھوڑ دین - غرضکہ یہ معمولی پڑھا لکھا تھا اور اسکی قراۃ بھی ضعیف تھی - ذہبی نے کہا ہے کہ معتصم نہایت درجہ بارعب اور عظیم الشان خلیفہ ہے کاش! اسکی سرداری مین تخلیق قرآن کے ساتھ علما کے امتحان کا عیب نہ ہوتا*۔

* مامون کے زمانہ مین علما اور فضلا مجبور کئے گئے تھے کہ وہ قرآن پاک کے حادث اور مخلوق ہونیکے قائل ہون اور اس سے انکار کرنے کے سبب سے کثیر التعداد علما کی گردنین تہ تیغ کردی گئی تھین - اسی طرح معتصم بھی مامون کے مانند معتقد تھا کہ قرآن پاک قدیم نہین بلکہ حادث اور مخلوق ہے (یہ معتزلہ کا مذہب ہے) چنانچہ یہ مسئلہ ان دونون نے اپنی تمام سلطنت مین عام کردیا - اور علما کا وقت کہتے تھے کہ جب خدا عزوجل قدیم ہے تو اسکا کلام کیونکر حادث اور مخلوق ہو سکتا ہے - (یہ مذہب ہم سب مسلمانون کا ہے)

رنگین لکھنوی

نفطویہ اور صولی کہتے ہین کہ معتصم کے بہت سے مناقب ہین ۔ اور وہ مثمن کہلاتا ہے۔ اسواسطے کہ خلفائے بنی عباس کا آٹھوان خلیفہ ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس تک آٹھ پشتین گزری ہین ۔ رشید کی آٹھوین اولاد ہے اور اوسنے اٹھارہین سال مالک تخت و تاج ہو کر آٹھ برس آٹھ مہینہ آٹھ دن تک بادشاہت کی ۔ سنہ ۱۷۹ھ مین تولد ہوا اور اڑتالیس سال کی عمر پائی ۔ اور برج عقرب کا طالع ہے جو آٹھوان برج ہے ۔ اور اسکے عہد مین آٹھ فتوحات ہوئین اوسنے آٹھ دشمنو قتل کیا ۔ آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیان اپنی اولاد مین چھوڑین ۔ اور جب اسکا انتقال ہوا تو ماہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی رہے تھے ۔ اسکی ذات بہت سے محاسن کا مجموعہ تھی بجز اسکے کہ جب وہ غصہ ہوتا تھا تو کسی کے قتل کی پروا نہ کرتا تھا ۔ اور اوسکی یادگار سے کلمات فصیحہ اور اشعار رکھے ہین ۔

ابن ابی داود نے اسکی قوت کا ذکر کرتے ہوے بیان کیا ہے کہ معتصم نے اپنی کلائی میری طرف بڑھائی اور کہا کہ اے اباعبداللہ پوری قوت کے ساتھ اپنے دانتون سے میری کلائی کاٹو ۔ مگر مین باز رہا پھر مجھسے کہا کہ مجکو اس سے ضرر نہین پہونچ سکتا ۔ تب مینے ارادہ کر لیا ۔ مگر وہ اسقدر مضبوط اور قوی الجثہ ہے کہ تیر بھی اوسکے بدن مین دانتون سے زیادہ اثر نہین کر سکتے ۔ اور نفطویہ تو کہتے ہین کہ معتصم کی اسقدر سخت پکڑ تھی کہ دو انگلیون مین آدمی کی کلائی دباکر توڑ ڈالتا تھا ۔

یہہ پہلا خلیفہ ہے جس نے ترکون کو اپنے دربار مین باریابی کا موقع دیا اور بادشاہان فارس سے بہت مشابہت رکھتا تھا ۔ اکثر اونھین کی رفتار پہ چلا اور اسکے ترک غلامون کی تعداد قریب دس ہزار کے ہو چکی تھی ۔

ماہ رجب سنہ ۲۱۸ھ مین مامون کے بعد اسکے ہاتھون پر بیعت کی گئی ۔ اور یہ بھی مامون کی طریقت پہ چلا ۔ خلق قرآن کیساتھ لوگون کا امتحان لینے مین اسکی تمام عمر گزری ۔ اپنے تمام مقبوضہ دیار و امصار مین تخلیق قرآن کا مسئلہ عام کر دیا تھا حتے کہ معلمین کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تدریس اور

تعلیم دیتے وقت بچون کو تخلیق قرآن کا مسئلہ بھی سکھا دیا کرین غرضکہ اس بارے مین عوام مخلوق مسلمین اور خصوص علماء وائمہ وقت کو اس سے سخت تکلیف اور ایذائین برداشت کرنی پڑین اور اسی تخلیق قرآنکے نامبارک مسئلہ پر فتوی نہ دینے اور معتقد نکرنے پر کثیر التعداد علماء کو شہید کردیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی کے عہد مین اسی کے حکم سے شہید کیے گئے ہین شہادت آپکی سنہ ۲۲۰ھ مین واقع ہوئی تھی۔ امام صاحب ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک رکن اور حدیث کے بہت بڑے امام ہین۔ اسی سال مین معتصم نے بغداد کی بود و باش ترک کرکے ایک مقام اوسی نمود کا "سُرَّ مَن رَاٰی" کے نام سے تعمیر کرایا تھا۔ مقام مذکور کی تعمیر کا اصل سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ مین عمدہ ترکون کے بہم پہونچانیکی طرف اسکا رجحان اسقدر زیادہ ہوگیا تھا کہ کئی آدمی محض ترک خرید کرنے کیلئے دیگر مقامات مثل سمرقند۔ فرغانہ واطراف واجوانب مین بھیجے گئے۔ اور اونکی خریداری مین کثرت سے مال خرچ کیا گیا۔ ترکون کو قسم قسم کے بیش بہا قیمتی کپڑے دیباج وحریر وغیرہ اور سونے کے زیورات وطوق پہنائے گئے۔ یہانتک کہ بغداد مین کثرت سے ترک ہی نظر آنے لگے۔ اور جب اون کا لشکر اوترا تو رعایا کو تکلیف و ایذا محسوس ہوتی۔ شہر بغداد باوجود نہایت وسیع ہونیکے ترکونکی بود و باش سے ناکافی ہوگیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ یہ ترک لوگون پر زیادتی بھی کرتے ہون آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ بغداد کی رعایا معتصم کی خدمت مین عاجز ہوکر حاضر ہوئی اور سبنے متفق اللفظ ہوکر شکایتہً کہا کہ اگر آپ بمعیت اپنے لشکر کے ہمارے یہان سے نہ چلے جائینگے تو ہم آپ سے جنگ کرنے کا قصد رکھتے ہین۔ معتصم نے کہا کہ تم لوگ مجھسے کس طرح لڑسکتے ہو۔ انہون نے کہا کہ "للبہام الاسحار" یعنے صبح کے تیرون سے۔ اس سے مراد اونکی بددعا تھی کہ صبح کا وقت خاص قبولیت کا ہوتا ہے۔ معتصم نے کہا کہ اس جنگ کی مجھ مین طاقت نہین ہے۔ اسکے بعد خود مع اپنے ترکون کے لشکر کے مقام "سُرَّ مَن رَاٰی" کی جانب چلا گیا۔ سنہ ۲۲۳ھ مین مملکت روم پر اسنے جہاد کیا۔ اور اپنے دشمنون کو ایسی سخت

اذیتین اور تکلیفین پہونچائین جنکی مثال کسی خلیفہ کے عہد مین نہین ملتی ۔ اونکی جماعتین بالکل متفرق کردین اور گھرون کو گرادیا ۔ مقام عموریہ کو بزور شمشیر فتح کیا تقریباً تیس ہزار روم کے کفار کو تلوار کے گھاٹ اوتارا اور اسی قدر تعداد مین اونھین قید کیا ۔ معتصم کا قاعدہ تھا کہ جب غزوہ کا ارادہ ہوتا تو منجمین کو حکم دیتا کہ وہ نیک و بد ساعت دیکھکر فتح یا شکست کے نسبت راے ظاہر کرین ۔ اور وہین خیمے نصب کر دئے جاتے مگر اوسکی فتح و نصرت اوسوقت پر موقوف تھی جبکہ وہ ڈرتا نہ تھا چنانچہ اسی بارہ مین ابو تمام شاعر کا قصیدہ مشہور ہے جسکو ہم بھی ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج ذیل کرتے ہین ۔ وہ یہ ہے

السیف اصدق انباء من الکتب — فی حدہ الحد بین الجد واللعب
تلوار زیادہ سچی ہے خبر دینے مین نجوم کی کتابون سے — اسکی تیزی مین فرق ہو درمیان سعی اور کھیل کے

والعلم فی شہب الارماح لامعۃ — بین الخمیسین لا سبعۃ الشہب
اور علم نیزون کے پہلون مین چمکنے والا ہے — لشکرونکے درمیان مین نہ سات ستارے شہاب ہیں

این الروایۃ ام این النجوم وما — صاغوہ من زخرف فیہا ومن کذب
کہان ہو روایت یا کہان ہو نجوم اور وہ — جو انہون نے اسمین مزخرفات اور جھوٹ گھڑ لیا ہے

تخرصا واحادیثا ملفقۃ — لیست بنجم اذا عدت ولا غرب
یہ جھوٹ اور بے بنیاد باتین ہین — نہ عجم ہی مین ہین اگر تلاش ہی کی جائین اور نہ عرب مین

صولی کہتے ہین کہ مین نے مغیرۃ بن محمد سے سنا ہے وہ کہتے ہین کہ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ اسقدر بادشاہ کسی سلطان کے دربار مین جمع نہین ہوے جسقدر معتصم کے دردولت پر اور نہ کبھی کسی بادشاہ نے اسقدر کثیر التعداد فتوحات حاصل کین جسقدر معتصم کو نصیب ہوئین ۔ ممالک آذربایجان ۔ طبرستان ۔ استسان ۔ شیاصح ۔ فرغانہ ۔ طخارستان ۔ صفہ اور کابل کے بادشاہ اسی کے زمانہ مین قید ہوے تھے ۔
اسکی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا "الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شیٔ"

جب معتصم اپنا محل میدان مین بناکر فارغ ہوا تو اُسنے اوسی محل مین ایک دربار اظہار خوشی اور جشن کے طور پر منعقد کیا چنانچہ اس جشن طرب مین بہت سے لوگ تہنیت ومبارک باد دینے کیلئے حاضر ہوئے۔ اور اسحاق موصلی نے اوسی تقریب مین ایک لطیف قصیدہ پڑھکر سنایا۔ جسکا پہلا شعر یہ تھا۔ ؎

یا دار غیرک والبلاء ومحاک یالیت شعری باالذی ابلاک

ای گھر بدل دے تجھے پُرانا ہونا اور مٹا دے تجکو ای کاش امین سمجھہ لیتا اُسکو جسنے تجھی پُرانا کیا

گو اسحاق کا اس شعر سے یہ مطلب تھا کہ ہمارے بادشاہ کی اتنی بڑی عمر ہو کہ یہ محل بادشاہ کے سامنے ہی پُرانا ہو جائے اور مٹ جائے اور بادشاہ سلامت رہے۔ لیکن یہ شعر مناسب حال نہ تھا۔ معتصم اور نیز دیگر حاضرین نے اس شعر سے فال بد لی۔ اور وہین دربار مین اشارے ہونے لگے۔ لوگون نے تعجب کیا کہ اسحاق بادشاہون کی خدمت مین مدتون رہنے کے علاوہ ایک عالم متبحر اور فصیح وبلیغ شاعر ہین انہون نے مناسبت مقام وحال کا کیون لحاظ نہ کیا۔ اور ایسا نامبارک شعر بجاے مبارک بادی کے کس خیال سے پڑھا حتی انتہا یہ کہ معتصم نے چونکہ اس شعر سے شگون بد لیا تھا۔ اس لیئے اوس محل ہی کو خراب کرادیا۔

ابراہیم ابن عباس سے مروی ہے کہ معتصم کلام کرتا تھا تو اپنا نفس مطلب ادا کرنے کے بعد بھی کچھ باتین زیادہ کردیا کرتا تھا۔ یہہ پہلا خلیفہ ہے جسنے کھانون کو نہایت پر تکلف کیا اور بہانتک بڑھا دیا تھا کہ باورچی خانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار پڑتا تھا۔ اوسکے بعض حکمت آمیز اقوال یہ ہین۔ پہلا ابی العیناء اور دوسرا اسحاق سے منقول ہے وہ کہتے ہین۔ مین نے سنا ہے کہ معتصم کہتا تھا "جب خواہشین غالب آجاتی ہین تو رائے باطل ہو جاتی ہے"۔ دوسرا قول یہ ہے "جسنے اپنے اور دوسرون کے حقوق مین حق طلبی کی وہ کامیاب ہوا"۔ معتصم کا ایک غلام عجیب نام نہایت حسین وجمیل تھا۔ اسکے ساتھ خلیفہ بہت محبت رکھتا تھا۔ حتی کہ ایک دفعہ اوسکی تعریف مین چند اشعار کہے۔ شعرا کی فطرت مین

یہ امر داخل ہے کہ جب تک وہ اپنے شعروں کی دل خواہ داد نہ لے لین اونکی طبیعت کو کوفت رہتی ہے۔ چنانچہ اسنے محمد بن عمر رومی کو بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوے تو پہلے اظہار واقعیت یا کسر نفسی کی طور پر اون سے کہا کہ آپ جانتے ہین مین اپنے تمام بھائیون سے علم ادب مین کم ہون۔ اسکا سبب یہ ہے کہ امیر المومنین (ہارون رشید) میرا بہت لاڈ اوٹھاتے اور مجھسے بہت محبت کرتے تھے۔ اور مین لہو و لعب کی جانب زیادہ تر راغب رہا کرتا تھا۔ حال مین چند اشعار عجیب کی نسبت کہے ہین۔ اگر اچھے ہون تو فبہا ورنہ تمکو میرا راز دار بنکر اُنھین چھپا لینا چاہیے اور یہ اشعار پڑھے ؎

لقد رایت عجیبا — یحکی الغزال الربیبا
مین عجیب کو دیکھتا ہون کہ — اوسکی مثال ایک پالو ہرن کی ہے
الوجہ منہ کبدر — والقد یحکی القضیبا
اوسکا منھ چودھوین رات کے چاند جیسا ہے — اور قد ایک تناور شاخ کی یاد دلاتا ہے
وان تناول سیفا — رایت لیثا حریبا
اور اگر وہ تلوار باندھے — تو جنگ آور شیر جانتا ہوں اوسے
وان رمی بسہام — کان المجید المصیبا
اور اگر تیر لگاے تو — اسکا نشانہ کبھی نہین چوکتا
طبیب ما بی من الحب — فلا عدمت الطبیبا
میرا طبیب ہے مرض محبت کا — پس خدا کرے کہ اپنا طبیب ہاتھ سے نہ جانے دین
انی ھویت عجیبا — ھوی ارار عجیبا
مین عجیب سے ایک خواہش رکھتا ہون — کہ وہ خواہش خود بھی عجیب ہے

محمد بن عمر رومی کہتے ہین کہ مین نے بیعت کی قسم کھائی کہ یہ شعر بہت صحیح ہین۔ اون تمام خلفاکے اشعار سے جو شاعر نہ تھے۔ تو معتصم کی طبیعت بہت خوش ہوئی اور میرے لیے

پچاس ہزار درہم کے عطیہ کا حکم دیا۔

عبدالواحد بن عباس ریاشی سے نقل کر کے صولی بیان کرتے ہین کہ ایک بار شاہ روم نے معتصم کو نامہ بھیجا جس مین طرح طرح کی دھمکیان دی تھین۔ جب وہ خط معتصم کو سنایا گیا تو فوراً اُسیوقت معتصم نے کاتب سے کہا کہ لکھو اور یون خط لکھوانا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد فقد قرات کتابک و سمعت خطابك والجواب ماتریٰ لا ما تسمع

مینے تمہارا خط پڑھ لیا اور تمہارا خطاب بھی سنا ــــ اُسکا جواب عنقریب تم دیکھوگے نہ یہ جو سنتے ہو

وسیعلم الکفار لمن عقبی الدار

اور عنقریب کفار جان لینگے کہ کسکے ہاتھ بازی رہی

اس خط سے معتصم کے علم ادب پر قادر ہونے کے علاوہ اسکی شجاعت اور بہادری بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا خط تمہارے خط کا جواب نہین ہے بلکہ اصل جواب میدان کارزار ہوگا۔ جو عنقریب نظرون کے سامنے ہوگا۔ اور تو دیکھے گا کہ فتح مندی ہمین حاصل ہوگی۔

معتصم سخن گو ہونے کے علاوہ سخن فہمی مین بھی کمال رکھتا تھا۔ اور ہارون رشید کیطرح اسکے دروازہ پر بھی شعرا کا جگھٹ رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اسے خیال ہوا کہ وہ اپنی مدح مین کوئی بہترین قصیدہ سُنے۔ چنانچہ موجودہ شعرا کیطرف مخاطب ہوکر اونسے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہے جو میری شان مین منصور نمری کے مندرجہ ذیل قصیدہ کی طرح مین کہے۔ جو رشید کی مدح مین اوسنے کہا ہے۔ اور یہ اشعار سنائے۔ ؎

ان المکارم والمعروف اودیة　　　اصلك اللہ منہا حیث تجتمع

تمام بزرگیان اور عمدگیان جنگل مین ہین　　　کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے خاص کر دیا ہی جہان وہ جس حیثیت سے جمع ہون

من لم یکن بامین اللہ معتصما　　　فلیس بالصلوٰۃ الخمس ینتفع

جو اللہ کے امین سے کوئی چیز حاصل نہ کرے — اوسی پانچون وقت کی نماز بھی فائدہ نہین دیتی

ان خلف القطر لم تخلف فواضله — او ضاق امر ذکرناه فلیتسع

اگر ابر بارندہ خلاف امید برسے تو ممکن ہے مگر ممدوح کی عطیات خلاف وعدگی نہین کرتے — یا مذکورہ امر تنگ ہوجائے تو فراخ ہوجاتا ہی

ابو وہب شاعر نے کہا کہ ہان! یا امیر المومنین!! ہم مین ایسے لوگ ہین جو ان سے بہتر کہہ سکتے ہین۔ اور فی البدیہہ اسی بحر مین بتبدیل قافیہ یہہ اشعار کہے اور اسحق انین بھی بہت زور سخن ہے ؎

ثلثة تشرق الدنیا ببھجتھا — شمس الضحٰے وابو اسحاق والقمر

تین چیزین ہین جنکی تابش سے دنیا روشن ہوجاتی ہے — چاشت کا سورج اور ابو اسحاق (معتصم) اور چاند

تحکی افاعیله فی کل نائبة — والغیث والصمصامة الذکر

اسکی کارگزاریان ہر واقعہ مین بیان کیجاتی ہین — اور ابر بارندہ اور تلوار تیز

امام سیوطی لکھتے ہین کہ معتصم کا بروز پنجشنبہ ماہ ربیع الاول ۲۲۷ھ مین انتقال ہوا اسنے اپنے دشمنون کو اطراف وجوانب مین بہت ذلیل کیا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ مرض موت مین یہ آیت اپنی ورد زبان رکہتا تھا "حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً" یعنے یہانتک کہ وہ خوش ہوگئے اوس چیز سے جو اونپر آئی تو ہمنے انہین اچانک پکڑ لیا" پھر جب نزع کی حالت تھی تو نہایت متاسفانہ لہجہ مین یہہ کہتا تھا "ذَهَبَتِ الْحِيْلَةُ فَلَيْسَتْ حِيْلَةٌ" یعنے حیلہ جاتا رہا اب کوئی حیلہ نہین ہوسکتا" اور یہہ بھی منقول ہے کہ مرتے وقت اوسکی زبان پر یہہ دعا تھی "اللھم انك تعلم انی اخاف من قبلی ولا اخاف من قبلك" (ترجمہ) ای اللہ تو جانتا ہے کہ مجکو خوف ہے اپنی طرف سے اور بیخوف ہون تیری طرف سے اور امید ہے تجھسے اور یاس ہے اپنے آپ سے۔

منجملہ معتصم کے بہت سے اشعار کے یہہ بھی ہین ؎

قرب النحام واعجل یا غلام — واطرح السرج علیه واللجام

اے غلام جلدی کر اور گھوڑے کو قریب کر دے | اور اوسپر زین کس اور لگام چڑھا

واعلم الا ترالک الی خسائض • لجة الموت لمن شاء اقام

اے ترکو انہیں جان لینا چاہئے کہ مین | عرفات تو مین پہنے والا ہون پس جو چاہے اقامت کرے

اسنے ارادہ کیا تھا کہ اقصائے مغرب کی جانب سیر کرے تاکہ اون ممالک کو بھی اپنی ملکیت اور تصرف مین لائے جنپر بنی عباس ہنوز قابض نہین ہو سکے تھے۔ اس سبب سے کہ اون ایک اموی (عبد الرحمن اموی) والی ہو گیا تھا۔ اور بنی عباس کے قابو مین نہین آتا تھا۔ صولی بیان کرتے ہین کہ معتصم نے محمد بن خطیب سے برسبیل تذکرہ کہا کہ بنی امیہ مین بہت سے بادشاہ گذرے ہین اور ہم بنی عباس مین کوئی بادشاہ ابتک نہین ہوا تھا مگر مین بادشاہ بنی عباس ہون۔ اور جب میری بادشاہت مسلم ہے تو ناممکن ہے کہ کسی اموی کی حکومت باقی رہے۔ مگر بنی امیہ کا بادشاہ اندلس مین ہے۔ پھر اندازہ کیا کہ کسقدر فوج اوسکے محاربہ کو کافی ہوگی حتی کہ اوسکی جمعیت کا انتظام بھی شروع کر دیا۔ لیکن مرض موت بہت سخت ہو گیا تھا۔ اوسی مین انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

جب معتصم کا انتقال ہوا ہے تو اوسکے وزیر محمد بن عبد الملک نے یہ مرثیہ پڑھا جو اوسکے انتقال کی تعزیت اور اوسکے جانشین لڑکے ہارون کی تہنیت پر شامل تھا۔ ؎

قد قلت اذ غیبوک واصطفقت | علیک اید بالتراب والطین

آہ! جب تو لوگون سے غائب ہوگیا (ہمیشہ کے لیے) | اور ہم سب نے خاک اور مٹی کو دونون ہاتھ سے تجھپر جھاڑ دیا تو کہا کہ

اذهب فنعم الحفیظ کنت علی الدنیا | ونعم الظہیر کنت علی الدین

جا تو (آہ!) اچھا محافظ تھا دنیا پر | اور اچھا نگہبان تھا تو دین کا

ما یجبر اللہ امة فقدت | مثلک الا بمثل ہارون*

نہین نعم البدل کرتا اللہ اوس امت کے لیے | جسنے گم کر دیا ہو تجھ جیسے کو مگر ہارون جیسا

محمد حسین رنگین صدیقی لکھنوی

* ہارون اسکے جانشین لڑکے واثق باللہ کا نام ہے۔ شاعر کا یہی مطلب ہے کہ تجھ جیسے کا جبر ہارون جیسا ہی ہو سکتا ہے۔ جو تیرے مسند پہ صدر نشین ہو کر تیرا بلحاظ منصب بالکل جانشین ہوا ہے۔

وغیرہ مین بعض صورتین ایسی نکل آئی ہین جنکیوجہ سے وہانکی بیگمات کو آزادی کا مفہوم سمجھنے مین آسانیان ہو گئی ہین۔ زنانہ مدرسے ہین شائستہ قومون سے خانگی و تجارتی تعلقات ہیں۔ سمندر کے دلکش نظارے اور مال و دولت کے اعتبار سے فراغت ہے لیکن جن معاملات ہنوز رسم و رواج کی طلائی زنجیرین مضبوط ہین وہان ابھی تک صنف نازک کو بجائے خود اس گتھی کے سلجھانے مین دقتین درپیش ہین۔

یہ کوئی نئی بات نہین ہے بلکہ زمانے مین جب کبھی اصلاح معاشرت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اسوقت ایسی ہی خرابیان ظاہر ہونے لگتی ہین کیونکہ موسمونکے بدلنے کے وقت اعتدال مزاج مشکل سے قائم رہسکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ذہنی و بدنی لوگون کے جو اوصاف گنائے جاتے ہین مثلاً قسمت کا اعتقاد شجاعت۔ ہمت اولوالعزمی عصمت وغیرہ انمین سے آخری صفت ایسی ہے جو بزمانۂ موجودہ آزادی نسوان مین بڑی روک سمجھی جاتی ہے اور اسیوجہ سے قدیم و جدید خیالات کے لوگون مین ہی ایک مسئلہ مابہ النزاع ہوتا ہے۔

اس موقع پر بطور جملہ معترضہ یہ بتانا بیجا نہوگا کہ حبشیون کے ان اوصاف کا کھوج لگانے مین فقط حکمائے یورپ ہی کی کوششین قابل داد نہین ہین بلکہ ان خیالات کا نقش اول وہ فلسفیانہ تاریخ ہے جسکے مقدمہ مین علامہ ابن خلدون نے اپنا یہ دعوی ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ "حضرت کے بہ نسبت بدویت زیادہ قرین سعادت ہے" ؎

جہان مثل زلیخا مشتری تھا جن مضامین کا تماشا ہے وہ یوسف بنکے خود بازار مین آئین

اگلے وقتون مین جو امور اچھے سمجھے جاتے تھے وہ آجکل کے زمانے مین پسندیدہ اور مفید نہین ہین اور ایسے مفرد صلت کا مفہوم اب بالکل مختلف ہے مثلاً قسمت یا تقدیر کا خیال پہلے ذاتی و انفرادی حیثیت سے تھا مگر اب ان قوانین محکم کا نام تقدیر ہے جو تمام کارخانۂ عالم مین جاری و ساری ہین۔ فقل ما ثمٌ تنقل بیا اسیطرح شجاعت و بہادری اب یہ نہین رہی ہے کہ ننتے یا تیر و کمان لیکر آتش بار اسلحہ کے مقابلہ پر تیار ہو جائین بلکہ آجکل ہمکو اپنے

حفاظت نہین ہوسکتی جو شرعاً و عرفاً بہت ہی ضروری چیز ہے کیونکہ بغیر اسکے عصمت وحیا جو ہمکو گونکا جوہر ہے اوسکی حفاظت غیر ممکن ہے اسیوجہ سے طبقہ اسلام کی معزز بہنین ابھی تک اوس لیڈیز کانفرنس مین شریک نہین ہوئین جو کچھ عرصہ سے قائم ہے اور دسمبر ۱۹۰۹ء مین جس کا ایک سالانہ جلسہ لاہور مین ہوا تھا۔

ماسوا اس پردہ شکنی کے اور بھی نقصانات ایسے عائد ہون گے جو ترقی تعلیم کے مانع ہون گے اور جب ترقی تعلیم ہی نہوئی جو اس کانفرنس کا اصلی مقصد ہے تو کانفرنس قائم ہونے سے حاصل اور اسکے وجود سے فائدہ۔

ایک عرصہ سے کچھ خیر خواہان قوم اس طرح سے پردہ کے پیچھے پڑے ہین کہ اوس بیچاری کا ان سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہوگیا ہے۔ میرے خیال مین عجیب نہین جو یہہ کانفرنس بھی اوسی پردہ شکنی کا ایک مقدمہ ہو۔ اسلئے مین اپنے مختصر خیالات کو ایک ناچیز مضمون کے پیرایہ مین اپنی دوراندیش اور انجام بین بہنون کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہون۔ اور امید رکھتی ہون کہ وہ اسکے انجام کو ہر پہلو سے خیال کرکے آگے قدم رکھنے کی کوشش کرینگی۔

راقمہ ———

زاہدہ بنت مولوی وسیم الدین اوناوی

بیجا اعتراض

ہماری بعض بہنون کی عادت ہوتی ہے کہ چاہے کوئی بات قابل اعتراض ہو یا نہو مگر وہ خوامخواہ لوگون پر اعتراض کر بیٹھتی ہین مثلاً کسی کی ہنسی پر کسی کے بول چال پر کسیکی وضع پر۔ مگر لطف یہ ہے کہ کچھ دن بھی گذرنے نہین پاتے کہ وہ باتین خود اختیار کرلیتی ہین۔ پھر اگر کسی موقع پر کسی بے مروت بہن نے ٹوکا تو وہ صاف مکر جاتی ہین یا کچھ حیلہ بہانہ کرکے ٹال دیتی ہین۔ مین اپنی ان بہنون سے یہ پوچھتی ہون کہ بھلا اس سے کیا فایدہ ؟ ایک تو

اس طرح پر جھوٹ کی عادت ہو تی ہے دوسرے ذلیل ہونے کے سوا اور کوئی نتیجہ نہین ہوتا۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جاہل نہین بلکہ بہت سی لکھی پڑھی تمیز دار تہذیب یافتہ بہنون مین بھی یہ بات پائی ہے۔ ان مین اکثر بہنین تو ایسی ہین جو خود کسی وجہ سے وہ باتین نہین کرنے پاتی ہین اور رشک کے سبب اعتراض کرتی ہین اور بہتیری عادتاً ایسا کرتی ہین۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگون نے خود اپنی حالت کو بالکل برباد کر رکھا ہے اور ان فضول باتونکی طرف مطلق خیال نہین کرتے۔ بھلا ایسی حالت مین ہم کیا ترقی کی امید کر سکتے ہین پیاری بہنو ذرا سنبھلو اپنی ان بیجا باتون کو چھوڑو اور اپنی حالت خود درست کرو۔ ان بیجا اعتراضون سے سوا اسکے کہ لوگونکا دل دکھے اور کوئی خاص فایدہ نہین ہوتا۔ ہماری بہنین اس بات کا ذرا خیال نہین کرتی ہین کہ خواہ مخواہ کسی کا دل دکھانا کیسے گناہ کی بات ہے۔ اس کی ممانعت شرع شریف مین ہے۔

کیا تعلیم حاصل کرنے کے یہی معنے ہین کہ دنیا مین اپنے کو سب سے افضل سمجھنے لگین یا یہ کہ کتابین پڑھین اخبارات پڑھین مگر اونکے فوائد پر بالکل غور نہ کرین۔ اپنی طبیعت کی اصلاح نہ کرین۔ میری بہنو تعلیم حاصل کرنے کے یہ معنے نہین ہین کہ تم لکھ پڑھ کر تعلیم کو یون برباد اور بدنام کرو۔ تعلیم حاصل کرنے کے تو یہ معنے ہین کہ تم جہالت کے گڑھے سے نکل کر بری باتین چھوڑو اور اچھی باتین اختیار کرو۔ والسلام فقط

علویہ

آزادی لنسوان

ہندوستان مین آزادی لنسوان کا مسئلہ ایسا پیچیدہ ہوگیا ہے جسکے حل کرنے مین بہی خواہان قوم کو طرح طرح کی دشواریان پیش آرہی ہین اور اگرچہ خلط مبحث ہو رہا ہے

مگر اسوقت تک جو علمی ترقی ہم لوگون مین نہین ہوئی اوسکی اصلی وجہہ یہہ تھی کہ ہماری بہنین اسکی ضرورت محسوس کرتی ہی نہین تھین۔ تاہم اگر اب وہ خود خواب غفلت سے بیدار ہوئی ہین اور ترقی کی کوشش کررہی ہین جسکے ثبوت یہہ بیسیون زندہ مثالین دنیا مین اسوقت موجود ہین اور روز بروز ہوتی جاتی ہین۔ ہمارے رسالہ عصمت وغیرہ پرچون مین جو مضامین ہماری بہنون کے شائع ہوتے ہین وہ بھی اس بات کی شہادت دیتے ہین کہ عورتین اسوقت تک جاہل نہین رہین اور اب بفضلہ ایک نمایان ترقی کررہی ہین

اس موقع پر سر سید احمد صاحب کی کانفرنس جو مثلاً پیش کی گئی ہے وہ محض لایعنی ہے کیونکہ اولاً اوس کانفرنس کا منشا یہہ تھا کہ مسلمان لڑکون کو اعلیٰ درجے کی تعلیم دیجاے، ایم اے۔ ایل ایل بی کے امتحان پاس کرائے جائین مگر ہمارے لئے اس بات کی کوشش کرنا بیکار ہے بالفرض محال اگر ہماری بہنین نہایت ہزار دقت و خرابی یہہ درجے پاس بھی کرلین اور ڈگری حاصل بھی کی تو اس سے نتیجہ؟ ہم لوگ کسی پبلک خدمت کے لائق نہین نہ کسی عدالت کے حاکم ہو سکتے ہین۔ دوسرے یہہ کہ وہ کانفرنس جنس ذکور کے لئے تھی کیا عورتین بھی اوسی آسانی سے اور اوسیطرح بلا کسی خدشہ کے کانفرنس وغیرہ مین شریک ہو سکتی ہین۔ تیسرے یہہ کہ اوس کانفرنس کا منشا یہہ بھی تھا کہ جو لوگ اتبک پرانے خیالات کے تھے اور تعلیم انگریزی کو کفر خیال کرتے تھے وہ ضرورت تعلیم انگریزی محسوس کرکے اسطرف رجوع ہون۔

لیڈیز کانفرنس مین اولاً یہہ سب اسباب ایک سرے سے معدوم ہین۔ دوسرے جبکہ ہماری معزز بہنین خود ضرورت تعلیم محسوس کرتی ہین اور کوشش کررہی ہین تو لیڈیز کانفرنس اونکو کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے بلکہ ایسے وقت مین جنس ذکور کی تھوڑی تحریک اور لایق بہنون کے مضامین بھی مسیحائی کرنیکو کافی ہین جو باقیماندہ کو جوش و غیرت دلاکر ایک تازہ روح پہونک دینگے۔ علاوہ اسکے کانفرنس مین شریک ہونے سے پردہ کی

سے تحریر فرمائینگے۔ مجھے افسوس ہے کہ اپریل کے الناظر مین یہہ مضمون شایع نہو سکا۔

زہراء بیگم فیضی

آل انڈیا لیڈیز ایجوکیشنل و سوشل کانفرنس

ایک مہربان قوم نے مارچ کے پرچہ الناظر مین ضرورت آل انڈیا لیڈیز ایجوکیشنل و سوشل کانفرس کو بیان کیا ہے چنانچہ قبل اسکے کہ مین لیڈیز کانفرس کے فوائد و نقصانات پر کوئی راے ظاہر کرون یہہ معلوم کرنا چاہتی ہون کہ ہملوگونکے لیئے تعلیم کی ضرورت ہے بھی یا نہین اور اگر ہے تو کس قسم کی تعلیم ہو۔

میرے خیال مین اگر فرقہ اناث کو تعلیم کی ضرورت ہے تو صرف علم اخلاق۔ ادب۔ طرز معاشرت۔ امور خانہ داری وغیرہ کی اسلیئے کہ جہانتک غور کیا گیا تعلیم نسوان کا منشا یہہ معلوم ہوا کہ اس سے علاوہ خود ہماری تربیت کے آیندہ نسلون پر مستحسن اثر پڑے اور چونکہ اعلیٰ تعلیم کیلیئے یہہ ضروری ہے کہ تعلیم کی ابتدا ماں کی گود ہی سے ہو کیونکہ ماں کا اثر بچے کے اخلاق وغیرہ پر بہت زیادہ پڑتا ہے اور ہر شخص کی عمر کا ایک معتدبہ حصہ اور خاصکر وہ حصہ جس مین اصلاح بآسانی ہوسکتی ہے ماؤن کی زیر پرورش گزرتا ہے اسلیئے ضرورت ہے کہ عورتین بھی تعلیم یافتہ خلیق اور مہذب ہون۔ جبکہ تعلیم نسوان کا منشا یہی ہے تو ہمکو ایف اے۔ بی اے پاس کرنیکی کوئی ضرورت نہین ہوسکتی کیونکہ علم اخلاق وغیرہ اسطرح سے حاصل نہین ہوسکتے ان علوم کا ذخیرہ مذہبی کتابون مین ہے اور سواے اس ذریعہ کے کسی دوسرے طریقے سے حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔ اسی امر کی تاکید ہمارا مذہب اسلام بھی ہمکو کرتا ہے کہ العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ اور دوسری جگہ علم کے اقسام بیان کردے کہ العلم علمان علم الابدان و علم الادیان لہذا ضروری ہوا کہ ہملوگونکو مذہبی تعلیم دیجائے۔ البتہ اگر علم شے بہ از جہل شے کا مصداق تسلیم کرکے تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھا دیجاسے تو چندان مضائقہ نہین۔ مذہبی تعلیم کیلیئے کانفرنس کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ ابھی تک دنیا کے کسی حصہ زمین پر لیڈیز کانفرنس نہ تھی اور اوسکے نہونے سے ایسا بھی نہوا کہ عورتین علی العموم جاہل رہی ہون

لیڈیز کانفرنس

جناب امین الحسن رضوی صاحب کا مضمون لیڈیز کانفرنس کے عنوان سے الناظر مین دیکھکر مینے شوق سے پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ پانچ ہی چھ سال مین مردونکو لیڈیز کانفرنس کا قایم ہونا ضروری معلوم ہوا مسٹر شیخ عبد اللہ بی اے ایل ایل بی حامی تعلیم نسوان اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبہ تعلیم نسوان کے سکریٹری کی کوشش بلیغ کا یہہ نتیجہ ہوا تھا کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس واقع علیگڈھ کے ضمن مین لیڈیز کانفرنس علیحدہ قائم ہوئی جسپر متعصب حضرات نے اعتراضات کی ایسی بوچھار کی کہ دوبارہ کہین لیڈیز کانفرنس نہوئی اور اوسکے قائم کرنیوالون نے بھی یہہ خیال کیا کہ ایسا کرنا شاید قبل از وقت ہے خیر اس سال پھر خیال پیدا ہوا ہے کہ لیڈیز کانفرنس ہو کیونکہ نامعلوم سیکڑون فائدے ضرور ہوتے ہین کوئی چیز ہم کو اس طرح یکمل نہین بنا سکتی جیسے ایک جگہ شیر و شکر ہو کر بیٹھنا اور ایک دوسرے کو دیکھکر اور باہم ملکر جو باتین حاصل ہو سکتی ہین وہ بیان سے باہر ہین اسکا اچھا اثر قوم پر ہونا ضروری ہے علیگڈھ لیڈیز کانفرنس مین بمبئی سے پانچ بیگمات تشریف لیگئی تھین اور دہلی وغیرہ سے کوئی بیس بیگمات رونق افروز ہوئی تھین جلسہ کے وقت غیر قوم کی بی بیون سمیت جملہ ۸۰ عورتین تھین ۔ دوسرے سال جب مین دہلی گئی اور ان بہنون سے ملی جو لیڈیز کانفرس مین شریک ہوئی تھین تو مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ لیڈیز کانفرس نے کچھ نکچھ اپنا اچھا اثر ضرور چھوڑا ہے جب ایک بار ملنے جلنے سے یہہ اثر پیدا ہوا تو اگر ہر سال ملنے کا موقع ہو تو قوم کے دن پھر جائین ۔

اسمین شک نہین جیسا کہ جناب امین الحسن صاحب نے فرمایا "کہ قابل اور لائق عورتین ہر سال نئے نئے شہرونمین کانفرنس قایم کرین اور اپنی ہم جنسون مین جائز رشک اور تعلیمی تحریص پیدا کرین" اسکے جواب مین قابل بہنین "بسر و چشم ہم حاضر ہین" کہینگی کیونکہ ان کو کامل یقین ہے کہ عورتین اسمین دل سے شریک ہونا چاہتی ہین بلکہ اون کا بس چلتا تو اس سے کئی سال پیشتر وہ بہت کچھ کر گذری ہوتین ۔ لیکن مردونسے ابھی امید نہین ہے کہ وہ مجبوراً ان کو اتنی آزادی دین جو وہ بیچاریان کم از کم لیڈیز کانفرنس مین شریک ہو سکنے کی مجاز ہون ۔ ایک دو مردون کے مہذب اور روشن خیال ہو جانے سے تمام

ہندوستانکی عورتونکا کام نہین نکل سکتا ہے اسلئے جناب امین الحسن صاحب سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہون کہ وہ اپنے ہم جنسون کو دلسے آمادہ کرین رصرف منھہ سے ہان کہدین) اسکے بعد کانفرنس کا ہونا کوئی مشکل امر نہین ہے۔ ایک ایک شہر مین چھوٹا چھوٹا گروہ جب ہم خیال ہوجائیگا تب قدم بڑھ سکتا ہے کیونکہ جب مرد اس بات کو مان لینگے اور لیڈیز کانفرنس کو اچھا سمجھنے لگین گے تب یہہ بیچارہ بے بس اور کمزور فرقہ کچھ کرسکے گا اور ملامت سے بچیگا۔

اکثر روشن خیال اور مہذب مردون کو دیکھا گیا ہے کہ صرف زبانی جمع خرچ کرنیکے لئے عام جلسون مین عورتونکے حقوق دینے اور اونکی زندگیون کو کارآمد بنانیکی تحریک و تائید کرتے ہین اور انھین حضرات کے گھرون مین آج کوئی چلکر دیکھے تو قول و فعل مین زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا سب سے زیادہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلمانون کی باتون پر اعتبار کرنا بھی بڑی ذمہ داری ہے۔

مین معافی کی خواستگار ہوکر یہہ کہے بغیر نہین رہ سکتی ہون کہ ادبار کے باعث مردون کی عقل کا بڑا حصہ کافور ہوگیا ہے۔ ہان انھین صرف اتنی عقل باقی ہے کہ عورتونکو تحت الثریٰ تک پہونچا کر محکوم بنائین اور اس ابتر حالت مین بےطرح حکومت جتا کر بیچاریون کی زندگی وبال جان کردین اور تہمتون کی بارش اونکے سرون پر برساتے رہین۔ اسکے برخلاف خود کانفرنس مین جائین۔ جلسون مین شریک ہون۔ دعوتین کھائین۔ مزے اوڑائین اور جو چاہے کرین لیکن عورت کی مجال نہین کہ ایک حرف زبان سے نکال سکے۔ وہ زندگی گھر کے کونے مین گذارتی ہے اور مرکر قبر کا کونا دیکھتی ہے یہہ اوسکی قسمت ہے۔ افسوس! یہہ ایسا دل جلانے والا مسئلہ ہے کہ صفحے کے صفحے بھرے جا سکتے ہین لیکن اسوقت خاموش رہتی ہون۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھہ ہی لیڈیز کانفرنس کا ہونا بہتر ہے تاکہ بیگمات اپنے اپنے گھر کے مردونکے ہمراہ سفر کرسکین اور دونون کا کام ایک ہی وقت مین نکل جائے۔ بیگمات کے ٹھہرنے کا انتظام محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ذمہ رہے اور کسیقدر مزید روپیہ کی ضرورت ہو تو موجودہ (مقامی) بیگمات سے تھوڑا سا چندہ وصول کیا جائے یقین ہے کہ اسمین کسی کو اعتراض نہوگا۔ لیڈیز کانفرنس کے جلسہ مین وہی بیگمات تقریر کرنیکی مجاز ہون جنکو کمیٹی مقرر کرے کیونکہ ہر بیگم کی تقریر قوم کیلئے سودمند نہین ہوسکتی۔

جناب امین الحسن صاحب۔ امید ہے کہ آئندہ کسی مضمون مین حسب وعدہ لیڈیز کانفرنس کے متعلق زیادہ شرح و بسط

دور جدید

میرے پیارے عنایت فرما - یہ ایک ظریفانہ نظم ہے مین نے آپ ہی کیلئے لکھی تھی لیکن ایک صاحب زبردستی نقل لیگئے کیا عجب ہے کہ زمانہ یا کسی اور تک پہونچے - ہر کیف ناظرین الناظر کے سامنے بھی پیش ہونے کے لائق ہے یا نامناسب ہو تو خود آپ حظ حاصل کرسکتے ہین پرائیوٹ طور پر - نیاز مند اکبر حسین

چل بسے وہ جنمین مقدور تھا خود داری کا
اب وہ تقوی ہی نہ وہ تعلیم نہ وہ دل کی امید

ولولے لیکے نکلنے لگے کالج کے جوان
شان مشرق کے عدو شیوۂ مغرب کے شہید

نئے انداز ریاضت ہین نئی صورت عیش
رمضان ساعت کرکٹ ہے تھیٹر مین ہے عید

نئی تہذیب نئی راہ نیا رنگ جہان
دور گردون کی کہانتک کوئی کرتا تردید

بحث مین آہی گیا فلسفۂ شرم و حجاب
زہرہ ممبر ہوئین ووٹر تھے جناب خورشید

دبی آواز کہا بھی جو کسی نے کہ جناب
کچھ مناسب نہین اسوقت مین ایسی تمہید

شیخ صاحب ہی کا ہے بزم مین کیا رعب و وقار
کہ خواتین کو پبلک مین ہو وقعت کی امید

نعرے تحقیر کے ایسے ہوے یارون مین بلند
لڑکیان بول اٹھین خود بہ طریق تائید

جب حکومت نہین باقی تو یہ غمزے کیسے
کون کونے مین کرے بیٹھکے مٹی کو پلید

تمنے شلوار کو پتلون سے بدلا اے شیخ
پھر مرے واسطے محرم رہے کیون حبل ورید

خود تو گٹ پٹ کیلئے جان دیئے دیتے ہو
ہمسے کہتے ہو کہ پڑھ بیٹھکے قرآن مجید

لال جب خود ہی کنیری کا ہوا ہے بندہ
تو یہ مینا رہے کیون گوشۂ عزلت مین شہید

دولھا بھائی کی ہے یہ راے نہایت عمدہ
ساتھ تعلیم کے تفریح کی حاجت ہے شدید

در دروازہ مقفل رہے کب تک ہمپر
کیون نہ غنچون کے لیئے باد صبا کی ہو کلید

اکبر افسردہ شد از گرمی این طرز سخن
شیخ بگریخت و در صومعہ خویش خزید

کھل گئے در نہ رہا شاہد مشرق مین حجاب
غل مچا ہرسے کہ بول اٹھے یہ مغرب کے مرید

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

بچاؤ کیلئے وہی اصول اختیار کرنا پڑتے ہین جو مسلمانون نے جنگ خندق کیوقت اختیار کئے تھے اور اخوت جو پہلے قبیلے اور خاندان کے تنگ دایرہ مین محدود تھی اب اسکا مفہوم قومی و ملکی برادری مین وسیع ہوگیا ہے اور کیا عجب ہے کہ آیندہ پان اسلامیزم کے اصولون پر [illegible] ہوجاے۔ بالکل اسیطرح سے عورتونکی عصمت کا بھی معیار اب بہت کچھ بدل گیا ہے۔ پرانے زمانہ کی معتبر روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت پر ایک بیزبان نے گواہی دی تو اسیوقت عام طور سے یہ شور غوغا مچگیا تھا کہ وان کیدکن عظیم۔ لیکن اب تہذیب و شایستگی کا دور دورہ ہے اور پرانے خیالات معدوم ہوتے جاتے ہین۔ سکندر نے ایران مین اور ایلرک نے جرمنی وغیرہ مین عورتون کی عصمت کے بارہ مین سخت سے سخت آئین و قوانین نافذ کئے تھے مگر اب وہ سب تقویم پارینہ ہوگئے ہین۔ اور دور کیون جائیے خود ہندوستان مین جبکہ مرہٹونکی شورشون سے طوفان بے تمیزی برپا تھا اسوقت سیواجی کے کیرکٹر مین یہ بات بڑی آب و تاب سے دکھائی جاتی ہے کہ اسکو عورتونکی عصمت کا ایسا پاس تھا کہ اسنے کسی عورت کی ناک کٹواکے پونہ سے شہر بدر کر دیا تھا (ملاحظہ طلب رسالہ ہندوستان ماضی وحال) اسیطرح لٹیرون اور ٹھگونکے بہت سے قصے مشہور ہین جن سے عورتون کیطرف سے بے اعتباری ظاہر ہوتی ہے۔ غرضکہ وحشیانہ زندگی کا یہ لازمہ تھا کہ عورتونکی عصمت کے ذمہ دار بھی مرد ہی ہوا کرتے تھے یہانتک کہ رفتہ رفتہ عورتون کے تمام حقوق پر مردون کا دست تصرف دراز ہوتا گیا۔

بدوییت کیحالت مین اس زمانے کی سوسائٹی کے لحاظ سے مردون کیلئے یہ ضروری تھا کہ وہ حیادار بیبیون کے حفظ آبرو کا بندوبست کرین لیکن اب زمانہ حریت و آزادی مین اسکی مطلق ضرورت نہین ہے کہ یہ بار گران بھی مردون ہی کے سر رہے ساتو نا وو ان دتو وہن ااخری۔ اب جبکہ مرد و عورت ایک ہی پیمانہ پر آگئے ہین

وقت اسکا ہے کہ یغضضن من ابصارھن کے ساتھ ہی یغضوا من ابصارھم کی تعمیل ہونا چاہے۔ چنانچہ امریکہ مین عورتونکو بہت سی آزادی حاصل ہے اور انگلستان مین مطالبہ حقوق کے ہنگامے عورتونکی کامل آزادی کا پیش خیمہ ہین اسیطرح ٹرکی مین کچھ دنون بیشتر نقاب کی بندشون اور آزادی نسوان کے بارے مین جو سختیان ہو رہی تھین وہ اب نہین ہین اور نہین رہین گی۔

ہندوستان مین بھی آجکل آزادی کی ہوائین ہر گوشے مین چل رہی ہین اور اسیوجہ سے یہان عورتونکو تعلیم دلانے کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے تاکہ وہ خود اپنے نیک و بد کی تمیز کر سکین اور اُن مین (فری ول) یعنی ارادہ انسانی کے صحیح استعمال کی عادت ہو سکے۔ لیکن اکثر افراد ذکور قدامت پرستی پر خود ایسے تلے ہوے ہین کہ ہنوز ہندوستان مین عورتونکی تعلیم کا ہی مسلہ زیر بحث ہے اور یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ تعلیم نسوان ہو بھی تو ایسی جو پرانے زمانے کے موافق ہو تاکہ زنان ہند کی اولادون مین مہاتما بدھ کے ایسے لوگ پیدا ہو سکین۔ لیکن کوئی تاریخی ثبوت اسبات کا نہین ملتا ہے کہ رانی کوشلیا نے چار دیواری کے اندر بیٹھے بیٹھے ایسا اُجیالا پیدا کیا ہو بلکہ زیادہ چھان بنان کیجائے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ قدیم آریونکی عورتین خدا کی گوناگون حکمتونکے مطالعہ سے محروم نہین تھین اور زمانہ موجودہ مین بھی ہندو اور پارسی لیڈیز بی اے کی ڈگریان حاصل کرنے اور مفید مشاغل اختیار کرنے مین مردون کے پہلو بہ پہلو چل رہی ہین ع

تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری۔

ایسی حالت مین ہمکو نہایت تعجب ہوتا ہے جب کسی آپ ٹو ڈیٹ اہل قلم کے یہہ الفاظ نظر آتے ہین کہ عورتون اور مردونکی ترقی کے راستے مختلف ہونا چاہیئے ہین جبکہ دونونکی منزل مقصود ایک ہی ہے۔ کسی قوم مین جبتک کہ وہ ترقی یافتہ نہو جائے اپنی موجودہ اور آیندہ ضروریات کا احساس مشکل ہوتا ہے لیکن زمانے کی

روش کے خلاف جو صدائین بلند ہو رہی ہین اُنین ایک ایسی شیر بگی ہے جسپر اُلٹی گنگا بہانے کی مثل صادق آتی ہے اسلئے ہم آخر مین زمانے کی رفتار کے متعلق مثنوی مولانا رومی کی چند ابیات نقل کر دینا کافی سمجھتے ہین وہو ہذا

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب ۔ ہرچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مزن تا بشنوی زان مہ لقا ۔ الصلا اے پاکبازان الصلا
خود چہ جاے جد و بیداری و خواب ۔ دم مزن و اللہ اعلم بالصواب

شہرزاد ۔ از حیدر آباد دکن

ریویو

عورت کی صلاح کار

یعنی

مان کی مددگار اور بیوی کی نگہدار

یہ کتاب ڈاکٹر ایم ای سٹیلی صاحبہ انچارج لیڈی ایچیسن زنانہ ہسپتال لاہور نے انگریزی مین تصنیف کی اور مسٹر ایف آر سراج الدین صاحب (فورمین کرسچن کالج لاہور) نے اردو مین اسکا ترجمہ کیا۔ اسکے چار حصہ ہین۔ حصہ اول مین حفظان صحت کے عام اصول پر بحث کیگئی ہے اور مکان ۔ آب نوشیدنی غذا اور ورزش وغیرہ کے علاوہ بعض ایسی بیماریون کا ذکر کرکے جو نہایت عام بیماریان خیال کی جاتی ہین تیمارداری اور بیمار کے متعلق مفید مشورے دیئے گئے ہین۔ حصہ دوم مین عورتونکی بعض عام بیماریون کی حقیقت اور اونکے علاج اور اعضاے تولید کی مفصل تشریح کرکے یہہ بتایا گیا ہی کہ اولاد نہ پیدا ہونیکے کیا اسباب ہوتے ہین اور اونکا علاج کیونکر ہو سکتا ہے۔ حصہ سوئم مین حمل اور وضع حمل کی مفصل کیفیت زمانہ حمل مین یا اوسکے بعد جو بیماریان لاحق ہوتی رہتی ہین اونکی تشریح اور علاج ۔ وضع حمل کے نشانات اور اوسوقت جو جو احتیاطی تدابیر کرنا چاہئے ہین زچگی

کے ایام مین زچہ کی حالت اوسکی بیماریان اور علاج اور بچہ کے تلف ہوجانے کی صورتین بتا یا گیا ہے کہ کیا کیا کرنا چاہئے۔ حصہ چہارم مین بچہ کی پیدائش۔ دودہ کا انتظام اوسکی بدل غذا اوسکا رکہ رکہاؤ بچپن کی بیماریان۔ اونکے علاج۔ غذا اور پرورش و پرداخت کے متعلق ہدایاتین اور خاص خاص امراض۔ اونکے علاج اور گہر کے دواخانہ کے متعلق بحث کیگئی ہے۔ ان امور کے متعلق جسقدر شرح و بسط کے ساتھ اس کتاب مین تمام باتین لکہی گئی ہین اونکا فائدہ بیان سے باہر ہے۔ فاضل مصنفہ نے کوشش کی ہے کہ یہہ کتاب ہندوستان کی مستورات کی ضروریات کو پورا کرے اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہین کہ اس کوشش مین اون کو بہت کامیابی ہوئی ہے ایکبات البتہ ہمکو کہٹکتی ہے وہ یہہ کہ جسقدر لوازمات حفظان صحت علاج اور بدرقہ کے متعلق اسمین بتائے گئے ہین اون پر عمل درآمد کرنا غریب کیا معنے متوسط الحال طبقہ کے لوگون کیلئے بہی دشوار ہے۔ خصوصاً جبکہ ہندوستان کی موجودہ معاشرتی اقتصادی حالت پر نظر کی جائے ہان خوش حال طبقہ ملک کے لوگ اگر ان تمام قیمتی ہدایتون پر عمل کرین جو اس کتاب مین درج ہین تو کوئی وجہ نہین ہے کہ اوس طبقہ کی مستورات کی صحت پر نہایت عمدہ اثر نہ پڑے۔ اس کتاب کی مترجمہ سب سے زیادہ قابل تعریف ہین کہ اونہون نے عورت ہوکر ایسا سلیس آسان اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ زبان اور محاورات کی بعض لغزشون سے قطع نظر کرکے یہہ کہنا بیجا نہوگا کہ یہہ کتاب ہندوستانی نسوانی قابلیت کا نہایت قابل قدر نمونہ ہے۔ اور جب ہم اس بات پر لحاظ کرین کہ اس ۳۵۵ صفحون کی مجلد کتاب کی قیمت صرف عہ ہے تو اس کتاب کی وقعت ہماری نظرون مین دوبالا ہوجاتی ہے اور ہم ناظرین و ناظرات الناظر سے اس کتاب کی خریداری کی سفارش کرنے پر مجبور ہوجاتے ہین یہہ کتاب رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے مطبع مفید عام واقع لاہور سے مل سکتی ہے

بنی جی کی خوشی

یہہ ایک چہوٹی تقطیع کے ۲۴ صفحون کا مولود شریف ہے جو مولوی نظام الدین حسن صاحب

نظامی مالک نظامی پریس و اخبار ذوالقرنین بدایون کی بیگم صاحبہ نے خاص مستورات کیلئے ترتیب دیا ہے اور ۱۰ر مین نظامی پریس بدایون سے مل سکتا ہے مسلمانون کے لیئے محفل میلاد نہایت ضروری چیز ہے اور جسقدر کتابین ذکر حضرت خیر الانام مین اس غرض سے لکھی گئی ہین کہ ان مبارک محفلون مین پڑھی جائین وہ اس زمانہ کے حق شناس اور تحقیق پسند لوگونکی نظرون مین زیادہ وقیع نہین سمجھی جاتین اور مستورات کی عقیدتمندی اگرچہ آجتک اُن بوسیدہ کتابون کی وقعت مین کوئی کمی نہین ہونے دیتی لیکن تعلیم نسوان کی اشاعت نے اون کے دلون مین بھی ایک گونہ تحریک تلاش حق کی پیدا کر دی ہے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ان محفلون مین پڑھنے کے لئے بہتر کتابین طیار ہون۔

ہم یہہ نہین کہہ سکتے کہ اس کتاب نے محسوس شدہ ضروریات کو پورا کر دیا لیکن اسمین شک نہین کہ اسکی اشاعت نے ایک پہلا قدم قایم کر دی ہے اور اسکی کامیابی زیادہ مفید تالیفات کی مقبولیت کا پیش خیمہ ہوگی۔

بیشتر حصہ اس کتاب کا نظم مین ہے جسمین بعض نہایت اچھی نعتیہ غزلین ہین اور حصہ نثر مین ولادت جناب سرور کائنات صلعم کے مختصر حالات اور عورتون سے متعلق بعض احادیث کی مختصر تفسیر ہے اسکا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ عبارت آسان اور کم علم عورتون کی سمجھ مین آسکنے کے قابل ہو۔

ضرورت ہے

دو اُستانیون کی جو قرآن شریف۔ اُردو اور معمولی حساب کی تعلیم دے سکین اور ہر طرح کا سینے پرونے کا کام سکھا سکین کسی مدرسکی تعلیم یافتہ ہون تو اونھین ترجیح دی جائیگی۔ تنخواہ حسب قابلیت ملے گی۔ دیگر شرایط بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہین۔

ف۔ بذریعہ دفتر الناظر۔ لکھنؤ

نظرے خوش گذرے ۱

لسان العصر

ملک کا علم دوست طبقہ یکم جنوری سے "لسان العصر" کا انتظار کر رہا تھا۔ قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ اس۔ کا نام۔ بجاے خود پرچہ کی خوبی و وقعت۔ کے لیئے کافی ضمانت تھا۔ اور اسی امر نے ہمارے نگاہ شوق مین ایک بیتابی پیدا کر رکھی تھی۔ لیکن بعض اتفاقی و ناگزیر اسباب کے باعث رسالہ کی اشاعت مین تعویق ہو گئی اور پہلا نمبر بجاے جنوری کے مارچ مین نکلا۔ اس نمبر کی ضخامت علاوہ سرورق اور اشتہارات کے ۱۲۱ صفحات کی ہے۔ ٹائٹل پیج (سرورق) نہایت خوشنما۔ لکھائی چھپائی۔ اوسط درجہ کی ہے۔

مضامین کے لحاظ سے رسالہ کے دو حصے ہین۔ حصہ اول مین تاریخی۔ ادبی اور سیاسی مضامین ہوا کرینگے۔ اور حصہ دوم مین دو باب ہین۔ پہلے باب مین ادب سادہ یعنی نظم فسانہ۔ مذاق۔ وغیرہ ہوگا۔ دوسرے باب کی فہرست مضامین مین ماہ گذشتہ کی خبرین واقعات پر رائین۔ تنقید کتب۔ اور خلاصۃ الرسایل شامل ہین۔ مضامین کی یہ ترتیب ہماری رائے مین نہایت مناسب و مفید ہے۔ اور اگر کسی رسالہ مین قابل ایڈیٹر کے زیر اہتمام پابندی کیجاے۔ تو اسکی کامیابی و جامعیت مین کسکو کلام ہو سکتا ہے؟

مارچ نمبر مین ہماری نظر پہلے "گذارش اڈیٹر" پر پڑتی ہے جسمین نہایت تفصیل کے ساتھ رسالہ کے اغراض و مقاصد اور اسکی پالسی بتائی گئی ہے۔ پالیٹکس کے متعلق اس پرچہ کی جو روش ہوگی۔ وہ ایڈیٹر کے الفاظ مین یہ ہے۔

اس پرچہ مین پولیٹکل مباحث ہون گے۔ مگر گورنمنٹ کی مخالفت اور مختلف قومون مین عناد پیدا کرنا اس پرچہ کا مقصد نہ ہوگا۔ اسکا پالیٹکس مختلف اقوام مین اتحاد کا پیدا کرنا گورنمنٹ اور رعایا کے

درمیان سے غلط فہمیون کا رفع کرنا اور معاملات ملکی پر اس طرز سے بحث کرنا جو پڑھنے والون کے جوش کو نہین بلکہ دماغ کو متوجہ کرے"

برخلاف اور اردو رسالون کے۔ اس پرچہ کی پالسی مین یہ امر بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ قلمی معاونین کی خدمت نقدی معاوضہ سے کیجائے تاکہ وہ "اپنے علمی مشاغل کے سبب فکر معاش سے فارغ البال ہوجائین"

حصۂ اول مین ایک مضمون زیر عنوان "تحقیقات عالم ارواح" انگلستان کے مشہور اہل قلم مسٹر اسٹڈ کے ایک آرٹکل کا ترجمہ ہے مضمون کا ماحصل ایک دفتر قایم کرنے کی تجویز ہے جسکے ذریعہ سے مردون اور زندون مین نامہ وپیام کا سلسلہ قایم کیا جائے مسٹر اسٹڈ کا یہ مضمون یورپ کے اسپرچولسٹ (روح پرست) حلقہ مین بہت مقبولیت کی نظرون سے دیکھا گیا۔ ممکن ہے کہ ہمکو مضمون کے خیالات سے اتفاق نہ ہو۔ تاہم مضمون جس طرز سے لکھا گیا ہے وہ درحقیقت نہایت دلچسپ ہے۔ اور موافقین ومخالفین دونون کے پڑھنے اور غور کرنے کے لایق ہے۔ اسی حصہ مین ایک عالمانہ مضمون ہمارے شہر کے قابل فخر پروفیسر مرزا محمد ہادی کے قلم سے "اہرام مصریہ" کے متعلق شایع ہوا ہے جس مین انکی ساخت تاریخ نیز آثار علمیہ وغیرہ کا نہایت محققانہ بیان ہے لیکن سب سے زیادہ باعث مسرت یہ امر ہے کہ اس مضمون کے ضمن مین جسقدر ہیئتی مسایل درج ہین وہ سب پروفیسر موصوف کے استخراج کئے ہوے ہین۔

ہمارے خیال مین سب سے زیادہ قابل اعتراض امر اس پرچہ مین نظم کا انتخاب ہے۔ حصۂ دوم کے گیارہ صفحات ریاض کے کلام کی نذر ہین اس مین شبہہ نہین کہ ریاض موجودہ اردو شاعرون مین ایک اعلیٰ رتبہ رکھتے ہین۔ وہ مستند زبان دان ہین اور انکے کلام مین شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ باایں ہمہ انکے کلام کا جو نمونہ لسان العصر مین درج ہے اُسکا بڑا حصہ اس قابل نہین کہ ایک متین ومہذب پرچہ مین جگہ پائے ہم چاہتے تھے کہ یہان چند اشعار بطور تمثیل کے درج کرتے۔ لیکن اگرچہ "نقل کفر کفر نباشد" تاہم مذاق سلیم اسکی بھی اجازت نہین دیتا۔

عطر سخن کے کالم مین اردو کے مشہور گلدستون پیام یار۔ فصیح الملک۔ نیرنگ وغیرہ سے چیدہ چیدہ اشعار درج ہین اور خلاصۃ الرسایل کے عنوان کے ذیل مین اردو کے تقریباً تمام سربرآوردہ رسالون مثلاً مخزن۔ زمانہ۔ الندوہ۔ البیان۔ الناظر۔ تنویر الشرق۔ ترقی اردو۔ معلی وغیرہ کے خاص خاص مضامین کا انتخاب شامل ہے۔ اور انگریزی رسالون مین سے ایسٹ اینڈ ویسٹ۔ ہندوستان ریویو۔ ماڈرن ریویو۔ انڈین ورلڈ کے بعض مضامین کا ترجمہ درج ہے۔

ایک خاص لایق تحسین امر جسکی ایجاد کے فخر کا سہرا لسان العصر کے سر ہے۔ یہ ہے کہ ملک کے مشہور ارباب قلم کے بعض مضامین اوکھین کے خط مین شایع ہوا کرینگے۔ بہ قول قاضی صاحب کے "مشاہیر کی تحریرین جو خود اُنکے ہاتھ کی لکھی ہوتی ہین ہر زبان کے خزانۂ ادب کے بیش بہا جواہر ہوتے ہین۔ اس بنا پر ان کو بجنسہ محفوظ رکھنا زبان کی بہت بڑی خدمت کرنا ہے" اور ہمکو نہایت خوشی ہے کہ یہ خدمت لسان العصر نے اپنے ذمہ لی۔

الغرض بہ حیثیت مجموعی لسان العصر ہماری پوری عزت کا مستحق ہے اور ملک کے ہر تعلیم یافتہ شخص کے ہاتھ مین جانے کے لایق ہے اور ہمکو اس امر کے ظاہر کرنے مین کوئی تامل نہین کہ موجودہ اُردو رسایل مین بہ استثناء الندوہ کے اور کوئی اس کی ہمسری نہین کرسکتا۔ رقیمت سے سالانہ فی پرچہ ۸ر

ملنے کا پتہ دفتر لسان العصر لکھنؤ

مشورہ

اس رسالہ کے نمبر ۵۔ مطبوعہ ۱۵۔ مارچ مین تعلیم نسوان کے متعلق گورنمنٹ کو یہ عجیب وغریب مشورہ دیا گیا ہے۔ کہ

جب انگریزی گورنمنٹ کی شایستگی بڑہانے والی تعلیم عورتون مین بھی بڑہ جائیگی تو جو مصیبت گورنمنٹ کو پیش آئیگی وہ بڑی سخت ہوگی۔ اسلئے گورنمنٹ کا فرض ہے کہ تعلیم کو وہ خود لوگون کے شوق پر رکھے

اور گورنمنٹ اس مین نہ کوئی مدد دے اور نہ ترغیب "چرا کارے کند عاقل کہ باز آرد پشیمانی"۔

پہر آگے چلکر تحریر فرمایا ہے کہ۔

آجکل کے زمانہ مین جبکہ لڑکون کی تعلیم زیر بحث ہے لڑکیون کی تعلیم کی جانب سے کچھ دنون تو بے پروائی کرنا ہی چاہئے۔ لڑکون نے کیا کم گل کھلائے ہین کہ لڑکیون کو بھی اس مین شریک کیا جائے اگر خدانخواستہ لڑکیان بھی ایسی ہی ہو گئین تو آفت ہے۔

دیکھا چاہئے کہ گورنمنٹ اس مشورہ کی کیا قدر کرتی ہے۔ اسی پرچہ مین ایک مضمون ایک مسلمان گریجویٹ کے قلم سے "عرفان حق" پر ہے جس مین "لا مذہب" کے اصول و عقاید بتلائے گئے ہین مگر معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار کی معلومات زیادہ صحیح نہین اور انکی واقفیت کا ماخذ مذہبی فرقہ کی تصانیف ہین۔

زمانہ

شکر ہے کہ اب تعلیم یافتہ ہندؤن کو روز بروز نیچ قومون کی اصلاح کا خیال زیادہ ہوتا جاتا ہے چنانچہ کانپور کے مشہور اردو رسالہ زمانہ کے مارچ نمبر مین جو اپنی معمولی آب و تاب کے ساتھ شایع ہوا ہے رائے بہادر لالہ بیج ناتھ کا ایک مضمون نیچ قومون کی اصلاح کے عنوان سے نکلا ہے جسمین رائے صاحب موصوف نے تعلیم یافتہ ہندؤن کو شودرون کی اصلاح پر خاص توجہ دلائی ہے "آثار کزم" کے عنوان سے مولوی محمد عزیز مرزا صاحب کا ایک مضمون بھی اسی پرچہ مین شایع ہوا ہے جسمین اختصار مگر نہایت قابلیت کے ساتھ ہندوستان کی موجودہ پولیٹکل بے چینی پر نظر ڈالی گئی ہے اور پہر آثار کزم کے انسداد کی تدابیر بتائی گئی ہین۔ مولوی صاحب موصوف کی رائے مین حکمران قوم کی افراد کو محکومون کے ساتھ زیادہ میل جول بڑہانے کی ضرورت ہے وہ گورنمنٹ کو یہ صلاح بھی دیتے ہین کہ چونکہ اس قسم کے خیالات کا اثر طالبعلمی کے زمانہ مین نہایت قوی ہوتا ہے۔ اسلئے مدرسین کے تقرر مین نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ لیکن گورنمنٹ سے زیادہ رعایا کو اس بغاوت کی روک تہام کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے مولوی صاحب تجویز کرتے ہین کہ ہر آبادی مین معاشی ا

انارکزم کے انسداد کے لئے معزز باشندے کمیٹیاں قایم کرین۔ اور جسوقت کسی مفسدانہ تحریک کی اطلاع ملے اسکی خبر گورنمنٹ کو کر دین۔ ان کمیٹیون مین ہر قوم و ہر مذہب کے لوگون کو بلا تفریق شامل ہونا چاہئے جس سے ایک فایدہ یہ بھی نکلیگا کہ ہندوستانکی مختلف قومون مین اتحاد باہمی اور مشترکہ کام کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ ا۔ز صاحب کا مضمون جلال مرحوم کے متعلق پڑھنے کے قابل ہے۔ اور سید فضل الرحمن کے مضمون زیر عنوان ودار ستارہ سے اردو دان پبلک کی معلومات پر روشنی کا اضافہ ہوگا۔ نظم کے حصہ مین پنڈت برج نرائن چکبست اور خان بہادر میر اکبر حسین کا کلام قابل دید ہے۔ حسرت موہانی اور سرور جہان آبادی کی نظمین بھی درج ہین۔ سرجان ہیوٹ، آنریبل مرزا عباس علی بیگ۔ رہا شدہ جلاوطنان بنگال کی اور کئی تصاویر بھی شامل ہین۔ بہ حیثیت مجموعی یہ نمبر زمانہ کی ممتاز حیثیت قائم کیے ہوے ہے۔

نیرنگ

اردو ادب کا ماہواری رسالہ جسمین علاوہ غزلیات مشاعرہ رامپور کے باہر کے معزز شعرا کی غزلین اور عمدہ مضامین مفید عام اردو شاعری کے متعلق نیز تاریخی واقعات اور علمی اور تنقیدی مباحث درج ہوتے ہین بظل عاطفت اعلیٰ حضرت بندگان حضور پرنور خلد اللہ ملکہ و بسرپرستی عالیجناب معلی القاب صاحبزادہ محمد مصطفےٰ علیخان صاحب بہادر تشریر پرائیوٹ سکرٹری حضور پرنور دام اقبالہم و ملکہم نہایت آب و تاب کے ساتھ ۲۲×۱۸ تقطیع کے اعلیٰ پیمانہ پر دارالسرور رامپور سے جو زمانہ سابق سے اب تک دارالعلوم اور شعرا و اساتذہ ماضی و حال کا مرکز رہا ہے شایع ہوکر ملک کے ہر قوم کا مقبول ہو رہا ہے باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت صرف مبلغ عہ ہے نمونہ کا پرچہ ۲ /آنہ کے ٹکٹ آنے پر ذیل کے پتے سے ملسکتا ہے۔

پتہ سعید اللہ خان عیش منیجر و پروپرائٹر مطبع سعیدی و نیرنگ ریاست رامپور

کارروائی آل انڈیا اردو کانفرنس بدایون

آل انڈیا اردو کانفرنس کا افتتاحی اجلاس نہایت اعلیٰ پیمانہ پر بمقام بدایون ۲۶-۲۷
مارچ ۱۹۱۵ء [illegible] محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔ [illegible] مولوی مقصود
ہوا۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ آگرہ۔ الہ آباد۔ بریلی۔ شاہجہانپور۔ رامپور۔ علیگڈھ۔ مرادآباد وغیرہ
سے ڈیلیگیٹ کثیر تعداد میں شریک تھے۔

حسب ذیل کارروائی نہایت کامیابی سے ہوئی۔ ذیل کے رزولیوشن پاس ہوئے:

(۱) شیخ سید محمد صاحب بحیثیت پریسیڈنٹ منیجنگ کمیٹی نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

(۲) مسٹر ایم حربی صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا کی تحریک پر مولوی صاحب کرسی صدارت
پر رونق افروز ہوئے۔ [illegible] نہایت پرزور پریسیڈنشل اسپیچ فرمائی۔

(۳) مولوی سید محمد صاحب [illegible] سکریٹری نے اپنی رپورٹ پڑھی۔

(۴) منشی حسن افضل صاحب [illegible] پیش کردہ نہایت [illegible] رزولیوشن [illegible]
اردو کے متعلق باتفاق منظور ہوا۔

(۵) منشی ضیا محمد صاحب مختار کی تحریک پر ہز ہائینس آغا خان کی حمایت اردو پر شکریہ کیا گیا۔

(۶) منشی نظام الدین صاحب ایڈیٹر ذوالقرنین کی تحریک سے تجویز ہوا کہ الہ آباد یونیورسٹی
سے درخواست کیجائے کہ اردو امتحانات آرٹس مین شامل کیجائی۔

(۷) منشی اقبال احمد صاحب کی تحریک پر تجویز ہوا کہ جن دیسی مکاتب مین صرف قرآن خوانی
رہ گئی ہے اونمین اردو کی ترویج بھی کیجائے۔

(۸) منشی ضیا محمد صاحب کی تحریک پر حاضرین جلسہ نے ممبری منظور کی۔

(۹) قاضی غلام امیر صاحب مختار کی تحریک پر باتفاق ایک لائبریری کا کھولا جانا منظور کیا گیا۔

(۱۰) منشی حسن افضل صاحب بدر کی تحریک پر تجویز ہوا کہ اردو کی حامی انجمنون سے خواہش
کیجائے کہ وہ اپنی اپنی کارروائیون سے کانفرنس والونکو مطلع کرتی رہین۔

(۱۱) منشی لبنت رائے صاحب ملک کی تحریک پر اردو شارٹ ہینڈ کی ترویج مین سعی کیا

جانا تجویز ہوا۔

(۱۲) انضباط قواعد وضوابط کیواسطے چند حضرات کی ایک سلیکٹ کمیٹی منتخب ہوئی۔

(۱۳) منشی حسن افضل صاحب بدر کی تحریک پر حضرت جلال لکھنوی و شمس العلما آزاد دہلوی کے انتقال پر اظہار تاسف تجویز ہوا۔

۲۵۔۔۳۰ نظمین اور اسپیچین اردو پر مختلف حضرات نے پڑھین جنکا ذکر مفصل رپورٹ مین ہوگا۔ باہر سے آئی ہوئی تحریکات و مضامین بھی جلسہ مین پیش کئے اور پڑھے گئے۔

امیر احمد جنرل سکریٹری

ایک بین اسلامی کام

مین ۱۰ مئی آیندہ کو یورپ کی سیاحت پر روانہ ہوتا ہون۔ اور چاہتا ہون کہ یورپ مین اسلامک کام کرون مین نہایت ممنون ہونگا اگر تمام اسلامی انجمنین کلب لیگ اور اخبارات ورسالہ جات خواہ سنت وجماعت کے ہون یا شیعہ یا کسی اور فرقہ کے خواہ مذہبی مقصد سے ہون یا پولیٹکل سوشل یا کسی اور مقصد سے رجسٹری ہون یا غیر رجسٹری شدہ اپنا پتہ اور اپنے مقاصد مجھے تحریک کرینگے میری غرض یہ ہے کہ مین تھیا سوفیکل سوسائیٹی کی طرح ایک صدر اسلامی انجمن قایم کرکے اسکی شاخین تمام دنیا مین پھیلاؤن۔ اس صدر انجمن کا مرکز لندن ہوگا یا کوئی اور مقام (جو تمام اسلامی انجمنین واخبارات پسند کرین) دنیا کے تمام اسلامی اخبارات وانجمنین مشورہ مین شریک کی جاوینگی اور صدر انجمن کے قواعد وضوابط انھین کی صلاح سے بنینگے۔

میرا ارادہ یہہ بھی ہوتا ہے کہ اگر سلطنتون اور روسا اور متمول حضرات نے مدد دی تو ایک بین اسلامک اخبار پانچ زبانون مین یعنی عربی فارسی ترکی اور اردو و انگریزی یا فرنچ مین جاری کرون اور تمام اسلامی انجمنون واخبارات وغیرہ کی ایک ڈائرکٹری تیار کرون مجھے اُمید ہے اور اخبارات ورسالہ جات بھی ان سطور کو جگہ دینگے مین اور ممالک مین بھی انکو شایع کرونگا۔

میرا پتہ :۔ مئی تک بتوسط جناب وزیر صاحب ریاست کشمیر سری نگر رہیگا بعد کو معرفت
طامس کک اینڈ سن لڈگیٹ سرکس لندن　Ths Cook & Son
Ludgate Circus, London.

خادم اسلام مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لکھنو

[illegible]

فرمایش کیوقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جاوے

العالم متغیر

علم منطق کا یہ ابتدائی کلیہ اپنی ہمہ گیری کی نوعیت کی لحاظ سے جس قدر جامع اور مہتم بالشان ہے اوسی قدر اپنی گوناگون نیرنگیون کے خیال سے دلچسپ اور ہنگامہ خیز ہے۔ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی موجودات سے لیکر بڑے بڑے اجرام سماوی تک اس کلیہ کی پابندی سے آزاد نہین اور ہنگامہ طلبی کی یہہ کیفیت ہے کہ ہر تغیر ایک دوسرے تغیر کا پیش خیمہ اور گذشتہ زمانہ کی یادگار ہے تغیرات کی یہی سلاسل مسلسل نسخۂ قوانین فطرت کی شیرازہ بند اور نظام عالم کی پائدار بنیادون کے ثبات و قیام کا ذریعہ ہے اور تسلسل کا یہہ عالم ہے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹون مین سے ایک لمحہ بھی ایسا نہین گذرتا جو کائنات کی تمام ہستیون پر کسی نہ کسی طرح کا عمل تغیر نہ واقع ہوتا ہو سطح زمین کے وسیع میدانون پہاڑ سبزہ زار اور دریا سے لیکر شجر و حجر اور حیوان تک اور فضاے آسمان کی بسیط حد نظر پر آفتاب ماہتاب اور دوازدہ کواکب سے لیکر ثوابت گلدستہ عقد ثریا اور شہاب ثاقب تک تغیرات کے وہ وہ پہلو ظاہر کرتے ہین کہ اونکے خیال سے انسان دریاے حیرت مین غرق ہو جاتا ہے۔

موجودات عالم کے ان تغیرات مین کمی و بیشی کے لحاظ سے ایک گونہ نسبت بھی پائی جاتی ہے اور ساتھ ہی اوسکے ہر تغیر سے ایک ہی وقت مین مفید و مضر نتائج کا وابستہ ہونا ایک ایسی غیر معمولی باقاعدہ ترتیب ہے کہ ہر واقف راز ہستعجاب اور تحیر کے عالم مین محو ہو کر قوانین فطرت کی استواری اور خوش نظمی کا دل وجان سے والہ و شیدا بنجاتا ہے روزمرہ کے مشاہدات اس بات کے شاہد ہوسکتے ہین کہ ہر تغیر مین کوئی نہ کوئی فائدہ اور ساتھ ہی کوئی نہ کوئی نقصان ضرور مضمر ہوتا ہے اور تغیرات مین نسبتاً کمی یا بیشی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ قلیل مین

کے علوم متعارفہ کی طرح ثبوت کا محتاج نہین ۔ دنیا مین جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو اوسکے متعلق طرح طرح کی موشگافیان ہونے لگتی ہین ۔ ایک کے لیے اگر موجب حسنات و برکات ہے تو دوسرے کے لیے وہی باعث ہلاکت و بربادی ہوجاتا ہے ایک کی امیدون کا لہلہاتا باغ ترو تازہ ہوجاتا ہے تو دوسرے کے حسرت زار مین برق خرمن شعلہ فشان ہوجاتی ہے ۔ انبساط و شادمانی کی عطر بیز لپٹون سے ایک کا مشام جان معطر ہے تو دوسرا رسوائی اور ذلت کے قہر آگین دوزخ کا کندہ بن جاتا ہے ۔ غرض ذرا سا تغیر مختصر سی تبدیلی ایک کو بہشت کی بی پایان اور دائمی مسرت کا جرعہ نوش بناتی اور دوسرے کو دوزخ کی لاتناہی مصیبت کا جام زہر پلاتی ہے ۔ پھر آئے دن ایسے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہین جو نفع و نقصان کے برابر برابر پہلو ظاہر کرکے ایسی مساوات اور ہموزنی کی بنا ڈالتے ہین کہ نفع کی تریاق کے سامنے ضرر کا حنظل کارگر نہین ہوتا یا مضرت کے خارستان مین منافع کی کلی کھل جاتی ہے ۔

غمزہ و عربدہ و ناز چو یکجا گشتند
شوق عاشق کش و بیدادگری پیدا شد

منجمین اور جوتشی خصوصاً اور دنیا کی دوسری خلقت عموماً اس عقیدے کی ماننے والی معلوم ہوتی ہے کہ سطح زمین اور فضائے آسمان کے درمیان یہی ترتیب اور تعلق قائم ہے کہ جب کبھی آسمان کی وسیع مملکت مین کوئی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے تو اُس سے صفحۂ زمین کی موجودات بھی اثر پذیر ہوا کرتی ہین ۔ چنانچہ نظام فلکی کے ہر تغیر کے ساتھ زمین کے بسنے والونکی اچھائی برائی کو یہ لوگ وابستہ کرنے مین دریغ نہین کرتے ۔ آفتاب کے نمود مین جو تغیرات ہین اون سے ہماری کھیتی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے ۔ ماہتاب کے

افق پر نمودار ہوتے ہی سمندر مین تموج شروع ہو جاتا ہی۔ زہرہ اور عطارد کی سیاحت بہت سے لوگون کی خوش نصیبی اور نیک بختی کی ذمہ دار سمجھی جاتی ہی اور مریخ و زحل کی گردش تو ایک عالم مین مشہور رہے۔

اسی قسم کی تغیرات مین سے ایک عظیم الشان (بلحاظ نتائج) تغیر ہیلی[۵] کے دمدار ستارے سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہہ تغیر کیا ہے؟ مسٹر مجسٹی ایڈورڈ ہفتم

---

[۵] ایڈمنڈ ہیلی انگلستان کا مشہور ماہر علم ہیئت اور فن ریاضی کا متبحر عالم ١٦٥٦ء مین لندن کے قریب بمقام ہیگرسٹن پیدا ہوا اور ١٧٤٢ء مین بمقام گرین وچ فوت ہوا۔ پہلے سینٹ پال اسکول مین تعلیم پائی بعد ازان کوئنس کالج آکسفورڈ مین داخل ہوا جہان علوم ریاضی کے اکتساب مین اوسکو اسدرجہ انہماک رہا کہ ١٦٧٦ء مین اپنی طالبعلمی ہی کے زمانہ مین اوسنے آفتاب کے داغ کے متعلق اپنے مشاہدات شایع کئے جس سے محور پر آفتاب کی حرکت کا حساب معلوم ہوگیا۔

اوسی سال وہ سنیٹ ہیلنا گیا جہان اوسنے ٣٥٠ ستارون کا محل وقوع دریافت کرکے جنوبی ٹائیکو کا لقب حاصل کیا۔ انگلستان واپس آکر اوسکو ایم اے کی ڈگری ملی اور وہ رائل سوسائٹی کا فیلو (رکن اعزازی) مقرر ہوا اور علما کی اس جماعت کی طرف سے بدین غرض ڈانزک بھیجا گیا کہ رابرٹ ہوک اور جان ہیولیس کے درمیان اس مسئلہ کا فیصلہ کرے کہ ہیئتی تحقیقاتون کے لئے کس دوربین کا استعمال مناسب ہوگا۔

١٦٨٠ء مین اوسنے یورپ کا سفر کیا اور کیلے کے راستہ مین سب سے پہلے اوس دمدار ستارہ کا مشاہدہ کیا جو اب اوسی کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ وہی منور جسم ہے جو ١٨٣٥ء مین دوبارہ اس کرہ مین نمودار ہوا اور وسط اکتوبر مین اسقدر روشن ہوگیا تھا کہ بغیر دوربین کی مدد کے دیکھائی دیتا تھا۔ اس سفر سے واپس آکر وہ سیارون کی حرکت کی طرف متوجہ ہوا اور اسی تحقیقات کے سلسلہ مین انگلستان کے نامور ریاضی دان نیوٹن سے شناسائی ہوگئی جسنے بعد مین اپنی کتاب پرنسپیا کی اشاعت اوسکے سپرد کی۔

١٦٩٨ء مین قطب نما کے تغیرات کا اصلی سبب دریافت کرنے کیلئے ایک جہاز کا افسر مقرر ہو کر بحر مغربی کے سفر پر بھیجا گیا لیکن جہازیون کی بغاوت کی وجہ سے اوسکو جلد واپس آنا پڑا۔ دوسرے سال وہ پھر نکلا اور جنوب مین جہان تک برف نے اجازت دی چلا گیا اور اپنے مشاہدات کے نتائج ایک عام نقشہ کے ساتھ شایع کئے۔ اسی کے بعد وہ انگلش چینل مین مد و جزر کا رُخ

شہنشاہ ہندوستان کی اچانک افسوسناک اور الم انگیز وفات جسنے حلقہ بگوشان مملکت برطانیہ کی کثیر تعداد کے علاوہ تقریباً تمام روے زمین کے باشندون کے خانہ ہاے دل کو حزن و ملال سے پر کرکے صورت ماتم بنا دیا اور مشرق اقصیٰ کی عظیم الشان سلطنت کے مہذب باشندون سے لیکر افریقہ اور سرحد ہندوستان کے وحشی لوگون تک کو غم و الم سے چور کرکے سراپا رنج و افسوس کر دیا ہے۔

مگر اس رنج و غم کے تاریک بادل سے مسرت و شادمانی کی بجلی نے چمک کر یہہ اعلان کیا کہ بادشاہ جمجاہ جارج پنجم نے سلطنت برطانیہ عظمیٰ کی عنان حکومت اپنے مبارک ہاتھون مین لیکر اپنی سوگوار رعایا کی کشت امید کو سبز کرکے خوشی و انبساط کے دروازے اونکے لئے کھولدیئے اور دنیا کے ماتم کدہ کو اس بہجت و سرور پیدا کرنیوالی خبر سے خرم و شاد بناکر گہوارۂ عشرت بنا دیا۔

پس رنج و غم۔ مسرت و شادمانی میزان قدرت کے دو برابر پلے اگر کہے جائین تو بیجا نہوگا۔

زرنج و راحت گیتی مرنجان دل مشو خرم
کہ آئین جہان گاہے چنین گاہے چنان

دریافت کرنے اور اسکا نقشہ بنانے کیلئے تعینات ہوا۔ اس کام سے فراغت پاکر شاہی حکم سے وہ ساحل ڈلمیشیا کی پیمائش کرنے گیا۔ سنہ ۱۷۰۳ء مین آکسفورڈ مین ریاضی کا پروفیسر مقرر ہوا ۱۷۰۵ء مین مدار ہاے سیارے کے متعلق اپنی بیش بہا تحقیقات شایع کی اور سنہ ۱۷۱۳ء مین رائل سوسائٹی کا سکریٹری مقرر ہوا ۱۷۲۰ء مین فلیم اسٹیڈ کی جگہ شاہی منجم مقرر ہوا اور بقیۃ العمر اسی کام مین نہایت سرگرمی اور جفاکشی کے ساتھہ مصروف رہا خصوصاً مہتاب کی حرکت کی تحقیقات کو تا بہ اختتام پہونچانے مین اوسنے خاص سعی کی۔

الناظر

نمبر ۱۲ — یکم جون سنہ ۱۹۱۱ء

مقدمہ ماثر الکرام

حسان الہند مولانا غلام علی آزاد بلگرامی اُن علماے ہند مین ہین جنکا نام اس ملک مین ہمیشہ یاد رہیگا۔ وہ صرف مُلّا ہی نہ تھے بلکہ ادیب وشاعر۔ مورخ ومحقق بھی تھے اور اُن کی تالیفات وتصنیفات خود اس امر کی شاہد ہین۔ اس مین کچھ شک نہین کہ ہندوستان کے عہد اسلامی مین ایسی ایسی تاریخین لکھی گئی ہین جنکی نظیر فارسی زبان مین نہین ملتی۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے انحطاط کے ساتھ۔ صحیح فن تاریخ نویسی مین انحطاط شروع ہوگیا تھا۔ البتہ مولانا غلام علی آزاد نے اس فن کی لاج رکھ لی اور آخر وقت مین بھی ذوق صحیح کی داد دی۔ ان کی تصانیف زیادہ تر فن تاریخ کی اُس شاخ کے متعلق ہین جسے فن اسماے الرجال کہتے ہین خود آزاد نے اس بات پر فخر ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان مین پہلے وہی ہین جنھون نے اس فن پر قلم اٹھایا ہے اگرچہ ان سے پہلے صاحب تاریخ الخانی — ملا عبدالقادر بدآیونی اور علامہ ابوالفضل اپنی اپنی تاریخون مین اپنے اپنے عہد کے امرا وعلما وکملا کے حالات لکھ چکے ہین۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مولانا آزاد نے اس مین خاص اہتمام کیا ہے۔ اور اس فن کیطر

ملہ تاریخ ولادت ۲۵ صفر سنہ ۱۱۱۶ ہجری تاریخ وفات سنہ ۱۲۰۰ ہجری سلہ ''وپیش از من ماجرے آستین ہمّا این درد بہ شکستہ وکر خدمت بزرگانِ سلف وخلف این جد و جہد نہ بستہ،، (دیکھو دیباچہ کتاب)

خاص توجہ کی ہے اُن لوگون نے اپنے عہد کے مشاہیر کے حالات اپنی تاریخون کے ضمیمہ کے طور پر لکھے تھے - آزاد نے اسے الگ فن قرار دیکر مختلف رسالے لکھے ہین۔[۵]

ماثر الکرام - جو اب پہلی بار مولوی عبدالصمد خان کی سعی سے طبع ہوئی ہے اسی فن کے متعلق ہے - یہ کتاب عموماً ہندوستان اور خصوصاً فقرا و علماے بلگرام کے حالات مین ہے۔ آزاد نے اس کتاب کی تالیف سے نہ صرف اپنے وطن کا حق ادا کیا بلکہ فن رجال مین ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے - بلگرام ایک مردم خیز بستی ہے اور اس معدن علم و فضل سے ایسے ایسے بے بہا لعل نکلے ہین جنکے نام اس سرزمین مین ہمیشہ روشن رہینگے اور خوشی کی بات ہے کہ یہ فضیلت اسے اسوقت تک حاصل ہے یون بھی قصبات اور شہرون کی حالت مین بہت تفاوت ہے - آب ہوا کی خوبی اور صفائی اخلاق کی سادگی و بے ریائی تکلفات اور تصنع سے بری اور مسابقت اور منافست کی کشمکش سے محفوظ ہونا مسالک کی پختگی یہ اور بعض اور وجوہ ایسے ہین جنکے سبب اہل قصبات کے جسم و دماغ اہل شہر کی نسبت زیادہ صحیح ہوتے ہین - اگرچہ شہر کی ترغیبات ان مین سے اکثر کو اُسی منڈی مین کھینچ لے جاتی ہین جہان چند نسلون کے بعد انہین اختلاط شروع ہوجاتا ہے - اگر علما و فضلا و دیگر مشاہیر کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل قصبات کا ملک پر بہت بڑا احسان ہے - کاش مولانا آزاد کی طرح دوسرے اہل قصبات بھی اس بات کا خیال رکھتے اور اپنے اپنے قصبہ کے علما و فضلا و صوفیہ و دیگر مشاہیر کے حالات قلم بند کر ڈالتے تو ہندوستان کی تاریخ کو اس سے بہت بڑی مدد ملتی ہندوستان مین بکثرت ایسے

[۵] سرو آزاد - شعرا کا تذکرہ - ید بیضا - شعرا کا تذکرہ - خزانہ عامرہ - اُن شعرا کے حالات مین جنکو دربار شاہی سے صلے ملے ہین - روضۃ الاولیا - صوفیہ کے حالات مین - سبحۃ المرجان علما کے تذکرے - ماثر الکرام - علما و صوفیہ کے حالات - نیز نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان کی بے نظیر تالیف ماثر الامرا کی تکمیل و تہذیب مین جو سعی آزاد نے کی وہ بہت قابل قدر ہے - دیباچہ ماثر الامرا اور نیز آزاد کے اُن خطوط سے جو مولوی سید احمد صاحب نید بلگرامی مرحوم کے پاس تھے یہ امر ظاہر ہے۔

قصبات[1] ہین کہ اگر وہان کے حالات یا تاریخ لکھی جاے تو ایسی مفید معلومات اس سے حاصل ہو سکتی ہین جنکا بڑی بڑی مبسوط تاریخون مین پتہ نہین۔

اس کتاب کے لکھنے مین مولانا نے خاص محنت کی ہے اور صرف کتب تاریخ متداولہ ہی تک تلاش و جستجو محدود نہین رکھی بلکہ "اہالی و موالی شہر" سے بھی حالات دریافت کئے اور نیز "سجلات شرعیہ" سے جو بزرگون کی یادگار سے باقی تھے استفادہ کیا۔ یہ کتاب پہلے بلگرام مین لکھنا شروع کی تھی لیکن درمیان مین یعنی ۱۱۵۱ھ مین حج کے قصد سے مکہ چلے گئے۔ زیارت حرمین شریفین سے واپس ہوکر دکن مین قیام کیا اور وہین نا مکمل مسودہ منگوا کر اختتام کو پہونچایا۔ تاریخ اختتام کتاب ختامہ مسک سے نکلتی ہے۔

افسوس ہے کہ مولانا آزاد نے اس کتاب مین کسی قدر اختصار مدنظر رکھا ہے۔ اگر وہ اس زمانہ کی صحبتون اور معاشرت اور طریقہ تعلیم و تعلم پر ذرا اور وسیع نظر ڈالتے تو یہ کتاب بہت زیادہ دلچسپ اور مفید ہو جاتی لیکن تاہم جو کچھ اُنھون نے کیا ہے وہ بہت قابل قدر اور قابل تقلید ہے۔ زمانۂ حال و گزشتہ کے حالات اور خصوصاً اُن لوگون کے تذکرے جو اس کارزار حیات مین جہان قدم قدم پر ٹھوکر لگنے کا اندیشہ ہے اپنی ہمت اور ریاضت سعی اور مشقت سے پایہ کمال کو پہونچے ہین انسان کے اخلاق پر عجیب و غریب اثر ڈالتے ہین۔ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ طلبہ تحصیل علم کے شوق مین بے زادراہ شہر بشہر پھرتے ہین نہ کھانے کی پروا ہے نہ کپڑے کی فکر مگر تحصیل علم کی دھن مین ہفتون ان طے کرکے عین سرچشمہ پر پہونچتے اور سیراب ہوکر واپس آئے ہین۔ اور اسکے بعد جو کچھ حاصل کیا ہے اس سے دوسرون کو فیض پہونچاتے ہین اور اسے ثواب کا کام خیال کرتے ہین۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر وہ کسی شاہی خدمت وغیرہ پر مامور ہو گئے ہین تب بھی فرصت کے وقت سلسلۂ درس و تدریس جاری ہے اور اسکے ساتھ ہی تالیف و تصنیف بھی ہوتی رہتی ہے

[1] مثلاً پانی پت۔ بدایون۔ خیرآباد۔ امیٹھی۔ موہان۔ سرہند۔ سہالی وغیرہ وغیرہ

جب ہم یہ دیکھتے ہین اور آجکل کی حالت پر نظر ڈالتے ہین جبکہ علم کا چرچا گہر گہر ہے تو ہمین ایک ایک عجیب فرق نظر آتا ہے محنت اور ریاضت آب بھی غالباً اتنی ہی کرنی پڑتی ہے لیکن تحصیل علم کی وہ چونپ اور دُہن جو پہلے لوگون مین تھی آجکل بہ نسبت پیشتر کے مقابلہ مین کم ہے۔ اسکی زیادہ تر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے حصول علم مین آزادی تھی اور آجکل یونیورسٹی کی پابندیون نے ایسا جکڑ دیا ہے کہ اگر کچہ شوق ہوتا بھی ہے تو دب دبا جاتا ہے دوسری ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آجکل علم زیادہ تر حصول ملازمت سرکاری کیلئے حاصل کیا جاتا ہے علم کو علم کی خاطر شاذونادر ہی کوئی پڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آجکل طلب کی کثرت ہے مگر باینہمہ حقیقی علم یا علم کا حقیقی شوق کم ہے اور اگر ہے بھی تو اسکی چندان قدر نہین۔ کون ہے جسکے دل مین قاضی عضد ایجی کے ذکر کے پڑھنے سے جو اسی کتاب مین ہے جوش اور ولولہ پیدا نہوگا۔ لکھا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق شاہ نے مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کو ولایت فارس مین قاضی عضد ایجی کے پاس بہیجا اور عرض کرائی کہ آپ ہندوستان تشریف لے چلیں اور قین مواقف کو سلطان محمد کے نام سے معنون فرمائین سلطان ابو اسحق والی شیراز کو جو یہ معلوم ہوا تو دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ یہ سلطنت حاضر ہے اسے لے لیجئے اور جو خدمت آپ فرمائین اسکے بجا لانے کو مین حاضر ہون مگر للہ آپ یہان سے نہ جائے۔" ایسی قدردانی کی نظیر مشکل سے ملے گی اور شاید یہ شخصی سلطنت ہی مین ممکن بھی ہے۔ غالباً شخصی سلطنت کے نام سے ناظرین کے کان کہڑے ہونگے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ حکومت کی کوئی صورت بری نہین بشرطیکہ صحیح اصول پامال نہ کیا جائے۔ لیکن اگر صحیح اصول پر نظر نہین تو حکومت کی ہر صورت خواہ قیاسی طور سے کیسی ہی اعلیٰ کیون نہو نامعلوم ہے۔

حصول علم کے شوق مین ایک اور بات بھی مضمر ہے جو سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ انسان کو انسان بنانے والی یعنے اسکے کیریکٹر کو سنوارنے والی جو شے ہے وہ شوق وسعی اور ریاضت ومحنت ہے۔ خصوصاً جب کہ مدعا حصول اغراض نفسانی

ہو۔ ان لوگوں کے کیرکٹر میں ایک خاص بات پیدا ہو جاتی ہے اور یہ صرف اونہیں لوگوں میں پائی جاتی ہے جنکے دلوں میں کسی اعلیٰ مقصد کے حاصل کرنے کی لو لگی ہوتی ہے اور جو اُس دُہن میں دن کو دن سمجھتے ہیں نہ رات کو رات۔ مصیبت کو مصیبت خیال کرتے ہین نہ راحت کو راحت مگر راہ طلب میں برابر قدم بڑہاتے ہوے چلے جاتے ہین اور گو آخر مین گوہر مقصد ہاتھ آے یا نہ آئے مگر ایک ایسی چیز ہاتھ لگ جاتی ہے جو اس سے زیادہ نایاب اور اس سے کہین بیش بہا ہے۔ یعنے انسانیت یا دوسرے الفاظ مین یوں کہئے کہ صفائی باطن۔ کون ہے کہ جسکے دل پر شاہ رحمت اللہ بلگرامی قدس سرہٗ کے تذکرے کے پڑھنے سے جو اسی کتاب مین درج ہے ایک خاص اثر یا ایک خاص کیفیت طاری ہوئی۔ اُن کے دوسرے حالات کے ضمن مین مولانا آزاد یہ بھی لکھتے ہین کہ ان کے ایک عزیز کی زبانی منقول ہے کہ مین اور شاہ رحمت اللہ صاحب قدس سرہٗ قصبہ سانڈی سے بلگرام جا رہے تھے۔ دیکھتے کیا ہین کہ سانڈی کے باغستان مین کسی نے چور کو مار کر درخت سے لٹکا دیا ہے یہ دیکھتے ہی شاہ صاحب نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور آگے بڑھ کر چور کے پاؤں چوم لئے۔ مینے پوچھا حضرت یہ کیا؟ فرمایا کہ اس چور نے اپنے شیوہ کو پایۂ کمال تک پہونچا دیا خدا ہمیشہ سے ہر شخص کو اپنی اپنی راہ مین اسی طرح ثابت قدم رکھے۔

ایسے بزرگوں کے تذکرے جنہوں نے اپنے تن من دھن کو تحصیل علم تزکیۂ نفس یا رضا جوئی باریتعالےٰ مین وقف کر دیا تھا۔ اس زمانہ کے لئے جبکہ ہر طرف سے مادّیت کا شور۔ دنیا دنیا کی پکار اور پیٹ کی دہائی سنائی دیتی ہے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہونگے۔ پند و نصائح اور اخلاقی کتب اس قدر مفید نہین ہوتین جس قدر اُن لوگوں کے تذکرے جو خود پاکیزہ اخلاق کے نمونے تھے وہ صرف باتین ہین تو تذکرے کام وہ صرف مردہ الفاظ ہین اور یہ زندہ اعمال۔ لہذا

اُسکے اثر مین بہت بڑا فرق ہے۔

مولانا آزاد نے اپنے وطن کے علاوہ آپنے صوبہ کی بھی بہت کچھ تعریف کی ہے اور اُنکی تعریف بجا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ اُنہون نے لکھا ہے پورب قدیم الایام سے معدن علم و علما رہا ہے۔ علم وفضل کے چرچے اب تک وہان جاری ہین۔ ترویج علم کے لئے سلاطین و حکام کی طرف سے وظائف و زمین و مدد معاش مقرر تھی اور اس غرض کے لئے مساجد و مدارس اور خانقاہین بنوائی جاتی تھین۔ طلبہ دور دور سے آتے تھے اور صاحب توفیق ان کی خاطر تواضع اور خدمت کو سعادت عظمیٰ سمجھتے تھے آزاد نے لکھا ہے کہ شاہجہان کا یہ قول تھا کہ "پورب شیراز مملکت ماست"۔ لیکن سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی مدارس اور خانقاہون پہ اوس پڑ گئی۔ درس و تدریس کا بازار سرد پڑ گیا۔ اور وہ جوش دھیمے ہوگئے۔ ہندوستان مین پہلے عام طور پہ تعلیم کا یہی طریقہ تھا۔ جسکے نشانات اب بھی کہین کہین نظر آتے ہین۔ اب نیا دور شروع ہوا ہے اور زمانہ نے دوسرا رنگ بدلا ہے اور مشرق کی ہر چیز مین مغرب کا جلوہ نظر آرہا ہے۔

لیکن جہان ہمین اُس زمانہ کے علمی ذوق وشوق دیکھکر مسرت ہوتی ہے وہان ایک بات کا افسوس بھی ہوتا ہے۔ اُس زمانہ کے نصاب تعلیم پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو حلقہ کچھ عرصہ پہلے علما نے کھینچ دیا تھا اس سے باہر قدم رکھنا اُنھین قسم تھا۔ فقہ وحدیث وتفسیر منطق فلسفہ وعلم کلام پہ سارا زور تھا۔ ساری طباعی اور ذہانت اسی پہ ختم تھی۔ یہانتک کہ کتابین بھی زمانہ دراز سے ایک ہی چلی آتی تھین اور اُنھین پہ حاشیہ پہ حاشیہ اور شرح پہ شرح اضافہ ہوتی جاتی تھی علوم طبیعیات وغیرہ کا تو کیا ذکر کہ تاریخ وجغرافیہ بھی جسمین مسلمانون نے خاص امتیاز حاصل کیا تھا خارج از بحث تھا غرض صدہا سال سے ہمارے ہان کی تعلیم حالت جمود مین تھی۔ سالہا سال کی بربادی اور تباہی کے بعد اب کہین جاکے ہمارے علما کی آنکھین کھلی ہین اور آنکھین کیا کھلی ہین۔

دعا دینی چاہیے اُس اولوالعزم عالی دماغ شخص کو جس نے اس زمانے مین مسلمانون کے سر سے بہت سی بلاؤن کو ٹالا اور علماؤن کو انکی نازک اور پُر خطر حالت سے آگاہ و خبر دار کیا۔ یہ اس کا طفیل نہین تو اور کیا ہے کہ اسیکے صحبت یافتہ اور اسی کے دار العلوم کے تربیت یافتہ ایک بزرگ عالم نے قدیم سلسلۂ تعلیم مین انقلاب پیدا کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے سامان مہیا ہوتے جاتے ہین۔ خدا اسکی ہمت مین برکت اور اسکے مقصد مین کامیابی عطا فرمائے۔ اس کام مین کامیابی یقینی ہے کیونکہ یورپین السنہ و علوم سے جو نفرت مسلمانون کے دل مین تھی وہ مرحوم ریفارمر بڑی جانکاہی سے رفع کر گیا ہے اور وہ طوفان بے تمیزی جو اسوقت برپا ہوگیا تھا اب فرد ہو گیا ہے اور راستہ خس و خاشاک اور جھاڑ جھنکار سے صاف ہے۔ اور لوگ اس تغیر کے لیے آمادہ ہین۔ عام لوگ تو اسے دینی کام خیال کرکے اسکی امداد باعث ثواب سمجھتے ہین اور انگریزی تعلیم یافتہ یا دوسرے لوگ جو زمانہ کی ضروریات سے واقف ہو چلے ہین اسکی اہمیت کو مانکر اس کے ساتھ ہین۔ کیا تعجب ہے کہ اس تحریک کا یہ نتیجہ ہو کہ علوم مشرقیہ و مغربیہ کو سمو کر ایک نیا کورس تیار کیا جائے جو ہماری ضروریات اور حالت کے زیادہ مناسب اور زیادہ کارآمد ہو البتہ اس قدر افسوس ہے کہ ہمارے علمانے واجب التعظیم محرک کے ہاتھ بٹانے مین بہت کم مدد دی ہے۔ بلکہ جنہین اندرونی حالات سے واقفیت بھی وہ جانتے ہین کہ بہ نسبت علما کے غریب دنیاداروں سے زیادہ امداد ملی ہے اور انہین کے سہارے پر اتبک سارا کام چل رہا ہے۔

ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ مین خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ وہ یہ کہ اُن علما و فضلائے بلگرام مین سے جنکا اس مین ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع مین سے نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہان بعد کے زمانہ مین رواج پایا۔ اور اگر اُن علما مین سے بعض کی اولاد اب بھی وہان باقی ہے اور وہ مذہب شیعہ پر ہے یا

ان کے نسب ناموں میں اُن علما کے نام نکلیں تو ہمارا یہ خیال اور بھی قوی ہو جائے گا۔ یہ امر واقعی ہے کہ اودھ کی سلطنت نے علاوہ ملکی فیض کے اس کے اضلاع و قصبات پر اور بعض اوقات دور دراز کے مقامات پر بھی مذہبی لحاظ سے خاص اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ جونپور و دیگر مضافات لکھنؤ وغیرہ کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے جب مذہب کی پشتی پر حکومت ہوتی ہے تو حالت اندیشہ ناک ہو جاتی ہے۔ میرا اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سلطنت اودھ نے مذہب کے معاملے میں کبھی جبر و تعدی سے کام لیا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جاہ طلبی اکثر لوگوں کی نیت کو جو اعتقاد کے کچے ہوتے ہیں ڈانواں ڈول کر دیتی ہے ایسا ہر جگہ ہوا ہے اور یہی اودھ کے اکثر مقامات میں ہوا۔ اور قصبہ بلگرام بھی اس اثر سے نہ بچا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آزاد کے زمانہ میں اہل تشیع وہاں نہ تھے اور اگر تھے تو خال خال۔ لیکن بعد کے زمانہ میں حکومت کے اثر سے اس گروہ کا قدم وہاں پہونچا ہے۔ آزاد نے حسب عادت میر سید محمد الترمذی کے تذکرہ میں شیخ محب اللہ الہ آبادی کی کتاب تسویہ کا چٹپٹا ہوا سا ذکر کر دیا ہے۔ لیکن اس کتاب کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے اور اسلئے ہم اسے بیان کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں اس سے ایک تو یہ معلوم ہو گا کہ بادشاہ اورنگ زیب انار اللہ برہانہ کی جزئیات پر بھی ایسی ہی نظر تھی جیسی کلیات پر۔ دوسرے یہ معلوم ہو گا کہ بعض باخدا لوگ ایسے بھی موجود تھے کہ وہ اورنگ زیب جیسے سخت گیر اور پر جلال شہنشاہ کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ تیسرے اس سے دینیات کے ایک معرکۃ الآرا مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

رسالہ تسویہ شیخ محب اللہ الہ آبادی کی تصنیف سے ہے جو ایک درویش اور صوفی تھے۔ اس میں علاوہ اور امور کے جبرئیل و وحی کی حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"وجبریل محمد در ذات محمد بود صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہمچنین جبریل با ہر پیغمبرے در ذات وے بود۔ وآن قوت باطنی ایشان بود کہ در غلبہ آن قوت وحی بر ایشان نازل می گردید۔ ولہذا جبریل با ہر پیغمبرے بزبان وے سخن گفتہ"

جب یہ رسالہ (جو زبان عربی مین ہے) شاہ اورنگ زیب کی نظر پڑا تو انکار عظیم کیا۔ شیخ اس زمانہ مین رحلت کر گئے تھے۔ لیکن ان کے مریدون مین سے دو شخص پایۂ تخت مین موجود تھے ایک میر سید محمد جو ملازم شاہی اور امراے دربار مین سے تھے۔ دوسرے شیخ محمدی جو لباس درویشی وزیہ مین تھے اول بادشاہ نے میر سید محمد سے تسویہ کی اس عبارت کی شرح دریافت کی۔ سید نے شیخ کی مریدی سے انکار کر دیا۔ بعد ازان شیخ محمدی کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمھین شیخ کی مریدی کا اقرار ہے تو حکام شرع شریف سے اس رسالہ کے مقدمات کو مطابق کر کے بتاؤ اور اگر مطابق نہین کر سکتے تو اسکی مریدی سے استغفار کرو اور کتاب کو آگ مین ڈال دو۔ شیخ محمدی نے جواب دیا کہ نہ مجھے اُن کی مریدی سے انکار ہے اور نہ استغفار کی ضرورت لیکن جس مقام سے کہ شیخ نے گفتگو کی ہے مجھے وہان تک رسائی حاصل نہین ہے جو وقت مین اس رتبہ کو پہونچ جاؤن گا تو آپ کی درخواست کے بموجب اس کی شرح لکھ بھیجون گا اور اگر بادشاہ نے اس رسالہ کا جلانا ٹھان لیا ہے تو اس فقیر متوکل کے گھر سے کہین زیادہ شاہی مطبخ مین آگ موجود ہے۔ حکم دیا جاے کہ یہ رسالہ اور اسکی جسقدر نقلین دستیاب ہون آگ مین جھونک دی جائین۔ بادشاہ اس جواب کو سنکر ساکت رہ گئے"[1]

اس کے پڑھنے کے بعد ہمین خیال ہوتا ہے کہ اگر سر سید احمد خان مرحوم نے ملائکہ وغیرہ کی نسبت اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا تو کونسی ایسی خطا کی؟ ایک ایلہ فریب عالم نما مولوی اپنی تفسیر قرآن مین جسمین اس نے عوام اور جہال کے خوش کرنے کا بہت کچھ سامان جمع کر دیا ہے

[1] مراۃ الخیال (تذکرہ محمد بیگ) نسخہ قلمی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، صفحہ ۱۲۶ نمبر ملاحظہ ہو۔ ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۰۶۔ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔ کلکتہ۔

لگتا ہے کہ سرسید نے یہ خیالات برہمو سماج سے لئے اور اپنی میکانیکی سے ضمناً ایسا عامیانہ خیال بھی تحریر میں لایا ہے کہ سرسید نے انگریزوں کو اطمینان دلایا کہ میں مسلمانوں کو صرف مطیع سرکار بناتا ہوں بلکہ اُن کے مذہب کی بیخ و بنیاد بھی کھود کھود کے دیتا ہوں۔ افسوس اس نام کے مولوی کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ سلف صالحین میں سے بعض نامور بزرگ اور شیوخ ان مسائل پر اسی قسم کے خیالات صاف و صریح الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔

"جبرئیل کہ شہود رسل علیہم السلام است و وحی از جانب حق میرساند آن حقیقت جبرئیلیہ است کہ قوتے از قواے رسل بود متصور شدہ در عالم مثال بصورتے کہ مکنون بود در رسل متشہود میشود و مرسل می گردد و پیغام حق می رساند۔ پس رسل مستفیض از خود اند نہ از دیگرے[1]"۔

اسی طرح مولانا روم اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔

اس کتاب کی فصل ثانی کے دیباچہ میں جس میں علم پر بحث ہے آزاد نے ایک مہمل اور غلط قصہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ایران کے کتب خانوں کے جلانے کا بھی لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب سعد ابن وقاص نے ملک فارس کو فتح کیا اور وہاں فلسفہ کی بیشمار کتابیں ہاتھ لگیں تو انہوں نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انھیں کیا کیا جائے انہوں نے جواب دیا کہ اگر انمیں ہدایت ہے تو خدا نے ہمیں اس سے بڑھکر ہدایت دی ہے۔ اور اگر ضلالت ہے تو خدا ہمارے لئے کافی ہے۔ انھیں پانی یا آگ میں ڈالدو۔

اول تو اسمیں ایک صریح تاریخی غلطی یہ ہے کہ سعد ابن وقاص نے ملک ایران کو فتح نہیں کیا اور یہی غلطی مشہور مورخ ابن خلدون نے کی ہے[2]۔ غالباً مولانا آزاد کا ماخذ بھی ابن خلدون ہے۔ کیونکہ بعینہ یہی الفاظ اس میں ہیں۔ دوسرے مسلمانوں نے جب ایران کو

[1] سوانح مولانا روم مولفہ شمس العلما مولوی شبلی صفحہ ۱۲۶ [2] دیکھو مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۰

فتح کیا تو وہاں اس قدر کتب خانے کہاں تھے ۔ علم کا چرچا ایران سے بہت زمانہ پہلے سے اٹھ چکا تھا ۔ یہاں تک کہ جب سکندر نے ایران فتح کیا تو اسوقت بھی کتب خانوں کا نام و نشان نہ تھا ۔

البتہ یہ قصہ اسکندریہ کے متعلق متعدد تاریخوں مین بیان کیا گیا ہے اور ابن خلدون نے اور بعد مین آزاد نے غلطی سے اسی قصہ کو ایران نے منسوب کردیا ہی ۔ لیکن شمس العلما مولانا شبلی اس کی تردید نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ کر چکے ہین ۔ اور اب اس کے متعلق کچھ لکھنا بے سود ہے ۔ تاہم ایک دو باتین اسکے متعلق لکھنا ضروری معلوم ہوتی ہین ۔ مولانا نے بڑی شد و مد اور تحقیق سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ اس قصہ کا ماخذ ابوالفرج[۲] ہے ۔ سب سے اول اسی نے اپنی تاریخ مین لکھا اور اس سے دوسرون نے نقل کیا[۱] ۔ لیکن ایک بات کھٹکتی ہے وہ یہ کہ ابوالفرج سے قبل عبداللطیف بغدادی اپنے رسالہ افادۃ والاعتبار مین ضمناً اس موقعہ کی طرف اشارہ کر چکا ہے مولانا نے نہایت سختی سے جھنجھلا کر اس کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عبداللطیف بغدادی نے اسکا ذکر مورخانہ حیثیت سے نہین کیا بلکہ ضمناً اور تذکرتاً کیا ہے اور جن یورپین مورخون کا یہ بیان ہے کہ سب سے اول عبداللطیف نے اسکو اپنی کتاب مین لکھا ہے ان کا بڑی حقارت سے ذکر کیا ہے اور اُن پر فریب دہی اور تدلیس کا الزام لگایا ہے ۔ مین یہ مانتا ہون کہ عبداللطیف نے مورخانہ حیثیت سے اس کا ذکر نہین کیا ۔ اور یہ بھی تسلیم کرتا ہون کہ " یذکر " کی تحت مین اسکو لکھا ہے ۔ اس کا بھی اعتراف ہے کہ اس کے ساتھ جسقدر واقعات بیان ہوے ہین وہ سب بازاری گپین[۳] ہین لیکن اس کا کیا علاج کہ یہ واقعہ عبداللطیف کی کتاب مین ابوالفرح سے قبل مذکور ہے اور کم سے کم " یذکر " کے لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عبداللطیف کے زمانہ مین لوگون کی زبان زد ضرور تھا ۔

[۱] رسائل شبلی ۔ کتب خانہ اسکندریہ صفحہ ۱۴۱ ۔ ۱۴۲ ۔ [۲] یوحنا ابوالفرج سنہ پیدائش ۶۲۳ھ وفات ۶۸۵ھ ۔ موفق الدین عبداللطیف ابن یوسف بغدادی سنہ پیدائش ۵۵۷ھ سنہ وفات ۱۲ محرم ۶۲۹ھ ۔ [۳] رسائل شبلی کتب خانہ اسکندریہ صفحہ ۱۳۸ و ۱۳۹

اور بلا شبہ ابو الفرج سے قبل مشہور تھا۔ البتہ اسمین شک نہین کہ جس شان سے اور نمک مرچ لگا کر اس نے بیان کیا ہے اس سے پہلے کسی نے بیان نہین کیا۔ اور اسی سے بعد کے مورخین نے بے سوچ سمجھے نقل کر کے سب جگہ پھیلا دیا۔ لیکن اس کا پتہ لگانا ابھی باقی ہے کہ یہ واقعہ مشہور کیسے ہوا اور ابو الفرج سے پہلے اس کا چرچا کیسے تھا۔ غالبًا باہمی عناد اور تعصب اس قصے کی ایجاد کا باعث ہوا ہے۔ مفتوح قوم فاتح قوم پر اکثر ایسے الزام بعد مین قایم کر دیا کرتی ہے۔ انہین سے ایک یہ بھی ہے جسکی کوئی تاریخی شہادت نہین ہے۔ علاوہ اس کے مولانا شبلی نے اسی رسالہ مین یہ دعویٰ کیا ہے کہ سوا عبد اللطیف۔ ابو الفرج۔ مقریزی۔ اور حاجی خلیفہ کے کسی اور کتاب مین اس قصہ کا ذکر نہین۔ اور اسی کے ساتھ متعدد کتابین جو مصر و اسکندریہ کے حالات مین لکھی گئی ہین نام بنام گنوائی ہین کہ انہین سے کسی مین اس کا حوالہ نہین۔ حالانکہ یہ صحیح نہین ہے۔ انہین کتابون مین سے ایک تاریخ الحکما للقفطی[1] ہے جسمین یہ قصہ منقول ہے۔ غالبًا یہ کتاب حال ہی مین چھپی ہے اور اسلئے مولانا کی نظر سے نہیں گزری تھی۔ اسکے علاوہ دوسری کتاب مفتاح السعادہ[2] ہے جو ایک ترکی عالم و فاضل طاش کبری زادہ (پیدائش ۹۰۱ھ وفات ۹۶۲ھ) کی تصنیف سے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ بیش بہا کتاب اب تک طبع نہین ہوئی۔ لیکن ان کتابون مین اس قصہ کا ہونا نہونا برابر ہے کیونکہ ان دونون صاحبون نے بغیر کسی تحقیق کے ابو الفرج سے لفظ بلفظ نقل کر لیا ہے یا ممکن ہے کہ طاش کبرے زادہ نے قفطی سے نقل کیا ہو۔ عبارت سب کی ایک ہے۔

خاک بلگرام مین ایک اور ایسا جید فاضل ہو گزرا ہے جسے فخر علماے ہند کہنا بجا ہوگا علماے ہند کے حالات مین کوئی کتاب اسوقت تک کامل نہین ہو سکتی جب تک کہ اس مین علامہ سید مرتضیٰ صاحب تاج العروس کا تذکرہ نہو۔ آزاد بلگرامی کے ہمعصر تھے۔ ہمارے دل نے ہرگز یہ گوارا نکیا کہ یہ کتاب جو علماے ہند اور خصوصًا علماے بلگرام کا تذکرہ ہے اس فاضل

---

[1] تاریخ الحکما جمال الدین علی بن یوسف القفطی مطبوعہ لیپسک ۱۳۲۰ ہجری۔ صفحہ ۳۵۵-۳۵۶

[2] قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ صفحہ ۳۰۳

بیدل کے حالات سے خالی رہے۔ لہذا یہ تذکرہ آخر کتاب مین اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جس سے اس شخص کے تبحر اور کمالات علمی کا حال معلوم ہوگا۔

عبدالحق (حیدرآباد دکن)

رباعیات

(از افکار تازہ سید محمد نوح صاحب شہیر مچھلی شہری)

اس غمکدے سے شاد بدل جاؤن گا ترت مین برنگ گل مین کھل جاؤن گا
ہر شے کی رجوع ہوتی ہے جانب اصل مٹی سے بنا ہون خاک مین مل جاؤن گا

اک روز سبھی برے بھلے جائین گے اعمال ہی صرف ساتھ لیجائین گے
اطفال و جوان و پیر و بیمار و صحیح آئی جب آئیگی چلے جائین گے

مرنے کے نہ دل سے حوصلے جائینگے ہم قبر مین انکو ساتھ لیجائینگے
زنجیر پا جو ہوگا ضعف پیری تو چار کے کاندھون پہ چلے جائینگے

رہنے کو خلد مین بھلے جائین گے جلنے کو سقر مین وہ بھلے جائین گے
رہجائیگا اس سرائے دنیا مین کون آئے ہین جو یہان چلے جائین گے

پیری کیا آ کے مائل جور ہوئی ہونے والی جو تھی بہر طور ہوئی
دیکھا جو چراتے آنکھین بینائی کو ٹیڑھی سیدھی کمر بھی فی الفور ہوئی

مہلت پائی نہ فرصت غور ہوئی پیری موجود آ کے فی الفور ہوئی
چشم و دندان و دست و پا مو و کمر حالت اعضا کی اور سے اور ہوئی

تا عمر بنا ہنسی کھیل نہین پیری مین کسیکو ہے اب میل نہین
اعضا سے شہیر کیا ہو چشم امید آنکھون کے تلون مین اب تیل نہین

ترکان جہان کی کجکلاہی نہ رہی قائم شاہون کی بادشاہی نہ رہی
منھ کی کالک نہ چھوٹی افسوس شہیر گو پیری سے بالون مین سیاہی نہ رہی

گو کچھ بھی نہیں ہوں ہیچکارا ہوں میں   پھر بھی اہل وطن کو پیارا ہوں میں
مٹنے کو ہے یہ نمود بے بود شہیر   پیری میں صبح کا ستارا ہوں میں

ہر حال میں دوستوں کو پیارا ہوں میں   گو چھپنے کو ہوں پہ آشکارا ہوں میں
ہے صبح شب شباب جلوہ پیرا   پیری میں چمکتا ہوا تارا ہوں میں

بوڑھا - کمزور - ہیچکارا ہوں میں   جز خاک گور کسکو پیارا ہوں میں
ہے وقت مدد کا اے عصاے پیری   آ تھام لے ہاتھ بے سہارا ہوں میں

پیری میں شباب والی طلعت نہ رہی -   کافور صباحت ہوئی رنگت نہ رہی
پڑتی تھیں حسینوں کی بھی جس پر آنکھیں   افسوس شہیر اب وہ صورت نہ رہی

اعضا میں شکست ہے اب نہ دم میں دم ہے   جنبش دانتوں میں ہے لبھار کم ہے
ظاہر ہوا زور ناتوانی سے شہیر   ضعف پیری بھی اک چھپا رستم ہے

ناحق مرتے ہیں عمر فانی کے لیے   دیتے ہیں جان زندگانی کے لیے
نادان ہیں وہ شہیر ہوں کیطرح   پیری میں جو روتے ہیں جوانی کے لیے

ہے عہد شباب کامرانی کے لیے   یہ عمر ہے لطف زندگانی کے لیے
پیری کو کہاں نصیب دنیا کے مزے   یہ سب ساماں ہیں جوانی کے لیے

زایل پیری میں چہرے کا نور ہوا   اس سن میں جو ہوتا ہے بدستور ہوا
حالت ہی بدل گئی ضعیفی سے شہیر   زلف مشکیں کا رنگ کافور ہوا

پیری میں معصیت سے مشغولی ہے   ستی میں خدا کی یاد تک بھولی ہے
ہے گلشن عمر میں خزاں کا عالم   سرسوں میری آنکھوں میں مگر پھولی ہے

دنیا کی طمع ہر اک کو بیش و کم ہے   خالی کب حرص سے بنی آدم ہے
بیفکر نہیں ہے اس ہوس سے کوئی   مفلوک جہاں ہے بادشہ عالم ہے

الکلام

مولفہ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر ۳

وجود باری

مذہب کے دایرہ عمل کا ایک ایک نقطہ اگرچہ لامذہبی کے مرکز سے بعدالمشرقین رکھتا ہے اور دونوں کے درمیان اختلاف کے لیئے بیشمار مسایل موجود ہین لیکن جو مسئلہ اس عظیم الشان عمارت اختلاف کا سنگ بنیاد ہے وہ ہی وجود باری ہے۔حشر و نشر معجزات وخرق عادات نبوت و رسالت وحی و الہام بجاے خود نہایت معرکۃ الآرا اور اہم مباحث ہین لیکن یہ سب اسی دریا کے حباب اسی آفتاب کی شعاعین اسی تخم کے ثمر ہین جسکو ہم خدا کے وجود سے تعبیر کرتے ہین اور حقیقت یہ ہے کہ اگر منکرین مذہب کو وجود باری کا پورا یقین ہو جاے تو یہ سرگرم مناقشات بہت نسبتاً سرد پڑ جائین۔اسی لیے ہم آج کے نمبر مین اس مسئلہ پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہین۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہ مسئلہ جسقدر اہم ہے اوسی قدر بحث طلب بھی ہے اور تعجب یہ ہے کہ جو فریق اس مسئلہ کے اثبات کا مدعی ہے خود اس کی اندرونی جماعتون مین نہایت شدت سے اختلاف ہے اور جس دلیل کی بنا پر ایک خدا پرست گروہ اپنا اعتقاد قایم کرتا ہے اسکی تردید دوسرا خدا پرست گروہ اسی شد و مد سے کرتا ہے جیسے کہ ایک دہریہ یہی وجہ ہے کہ تقریباً ہر بانی مذہب اور بیشمار فلسفیون کو خدا کی ہستی پر جدا جدا دلایل قائم کرنا پڑے اور جن کی مجموعی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔مگر ان مین سے چند اسقدر معروف اور بادی النظر مین معقول

معلوم ہوتے ہین کہ آبادی عالم کا ایک بڑا حصہ ان ہی کی بنا پر خدا کا قایل ہے۔ علامہ شبلی نے ان کو الکلام مین نقل کیا ہے لیکن چونکہ وہ متاخرین کی تنقید سے باخبر تھے۔ اسلیئے ان مین سے بعض کی خود ہی تردید کر دی ہے۔ سلسلۂ سخن کے لحاظ سے ہم یہان ان کا خلاصہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔

(۱) قدیم حکماء یونان کا استدلال۔ عالم تغیر پذیر ہے اور جو چیز تغیر پذیر ہے وہ کسی علت کی محتاج ہے۔ لہذا عالم بھی کسی علت کا محتاج ہے اور وہ علت خدا ہے۔

(۲) ارسطو اور ابن رشد کا استدلال۔ عالم کے تمام اجزا متحرک ہین اور جو چیز متحرک ہے اُسکے لیے محرک کی ضرورت ہے اگر یہ سلسلہ کہین ختم نہ ہوگا تو وجود غیر متناہی تسلیم کرنا ہوگا جو محال ہے اور اگر یہ سلسلہ اُس حد تک ٹھہر لیگا جو تمام اشیا کی محرک مگر خود غیر متحرک ہے تو وہی خدا ہے۔

(۳) متکلمین اسلام کا استدلال۔ عالم دو چیزون سے مرکب ہے ایک جوہر (یعنی وہ چیزین جو بذاتِ خود قایم ہین) سے دوسرے عرض (یعنی جو چیزین اپنے وجود کے لیے کسی دوسری چیز کی محتاج ہین مثلاً رنگ، مزہ، وزن وغیرہ) سے عرض کا حادث ہونا تو بدیہی ہے اور جوہر اسلیئے حادث ہے کہ کبھی عرض سے خالی نہین ہو سکتا لہذا عالم حادث ہے اور ہر حادث چیز علت کی محتاج ہے پس عالم کے لئے بھی علت درکار ہے۔ اب اس سلسلۂ علل کی کہین انتہا ہوگی یا غیر متناہی ماننا پڑیگا۔ شق دوم محال ہے لہذا اول الذکر صورت صحیح ہے اور یہی علت العلل خدا ہے۔

مذکورہ بالا دلایل کی تردید خود مولانا نے کافی طور سے کر دی ہے[۱]۔ اسلیئے ہم کو دوبارہ اس فرض کے ادا کرنے کی حاجت نہین۔ ان مغالطہ آمیز دلایل کی تردید کے بعد مولانا نے اپنی جانب سے وجود خدا پر دو دلایل پیش کیے ہین اور یہی وہ دلایل ہین جو زمانہ حال مین نہایت موثر اور معقول خیال کیے جاتے ہین[۲]۔ ان مین سے ایک استدلال تو برہان قیاسی (ڈیزائن) ...

[۱] الکلام صفحہ ۳۰ و ۳۴۔

[۲] ان دلایل کے علاوہ حسب ذیل دو اور استدلالات جو ہیگل، برکلی اور ڈیکارٹ کی جانب منسوب ہین یہی پوچ ہے

کی صنف مین شامل ہے اور دوسرا برہان استقرائی (انڈکٹو میتھڈ) کے تحت مین داخل ہے ذیل مین ہم ان دونون دلایل کو نقل کرکے ان کی صحت کو اصول منطق کے معیار پر جانچتے ہین:-

مین خصوصیت کے ساتھ شہرت پذیر ہین - برکلی کے استدلال کا خلاصہ ان الفاظ مین ہو سکتا ہے :- "فرض کرو میرے دماغ مین کل کسی چیز کا خیال پیدا ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد جاتا رہا - آج پھر میرے دماغ مین وہی خیال پیدا ہوا - اب سوال یہ ہے کہ اتنے عرصہ تک وہ تصور کہان جاگزین رہا ؟ اگر یہ کہا جاے کہ وہ تصور کل فنا ہوگیا تھا تو یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ اعادۂ معدوم محال ہے اسلئے یہ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ وہ تصور کسی نہ کسی مقام پر ضرور جاگزین رہا لیکن یہ بھی مسلم ہے کہ تصورات وتخیلات کا ظرف صرف دماغ ہی ہو سکتا ہے لہذا ایک دماغ کل کا وجود ضرور تسلیم کرنا ہوگا جہان تمام عالم کے تصورات مجتمع رہتے ہین اور جو تمام تصورات کا مستقل مسکن ہے اور یہی دماغ کل خدا ہے" برکلی کو اپنے استدلال کے استحکام کا اسدرجہ یقین ہے کہ وہ بہت فخریہ لہجہ مین لکھتا ہے کہ اُس نے الحاد و دہریت کی زبان ہمیشہ کے لئے خاموش کردی لیکن درحقیقت اس سے بڑھکر سفسطیانہ استدلال کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے - اول تو اگر ایک دماغ کل کا وجود ثابت بھی ہو جاے تو اس سے قدرت کاملہ علم غیب وغیرہ اوصاف الوہیت کیونکر لازمی طور سے ثابت ہو جاینگے ؟ لیکن سب سے زیادہ مغالطہ خیز اس مین برکلی کا یہ مقدمہ ہے کہ آج پھر میرے دماغ مین وہی خیال پیدا ہوا - حالانکہ حقیقۃً یہ وہی خیال نہین ہے بلکہ مثل اسکے ایک خیال ہے - یہ پہلا خیال دماغ سے نکلنے کے ساتھ ہی فنا ہوگیا آج پھر ویسے ہی اسباب جمع ہوے جیسے کل ہوئے تھے اس بنا پر ہمارے دماغ مین ایک تصور بھی مثل تصور سابق کے پیدا ہوا - لیکن یہ وہی تصور نہین - اسکو ایک واضح مثال سے یون سمجھو - فرض کرو کل ایک شخص نے کسی خاص غذا کا استعمال کیا - جسکے اثر سے اُسکو بخار آگیا - مگر تھوڑی دیر کے بعد کسی دوا کے اثر سے زایل ہوگیا آج پھر اُس شخص نے اُسی قسم کی غذا کھائی اور پھر اُسکو ویسا ہی بخار آگیا اب کیا برکلی کا کوئی مقلد اس امر کا دعوی کر سکتا ہے کہ یہ وہی مرض ہے جو پہلے ہوا تھا - اور اس بنا پر ایک جسم کل کا وجود تسلیم کرنا ضروری ہے جو کل امراض کا مستقل مسکن ہو اور جہان تمام امراض عالم مجتمع رہتے ہون -

ڈیکارٹ کا استدلال اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہی - اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ "میرے دماغ مین ایک غیر محدود ہستی کا تصور آتا ہی اُسکے وجود کے ثابت کرنے کیلئے کافی ہی کیونکہ اگر ایسی ہستی کا وجود نہین ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ تصور خود میرا پیدا کیا ہوا ہی لیکن اگر مین اُس تصور کو از خود پیدا کر سکتا ہون تو خود ہی مٹا بھی سکتا ہون حالانکہ یہ بداہۃً خلاف واقعہ ہی اسلئے میرے ذہن سے خارج کوئی ہستی ایسی ضرور ہے جہان سے مین نے یہ تصور اخذ کیا" اگر استدلال کا یہ طریقہ صحیح ہے تو آج سے ہمکو کسی چیز کے

(۱) پہلا استدلال - خدا کا اعتراف انسان کی فطرت مین داخل ہے ...... یہی فطرت ہے جسکو قرآن مجید نے ان لفظون مین بیان کیا ہے - و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورھم ذریتھم و اشھدھم علیٰ انفسھم الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا -

اگرچہ گذشتہ نمبر مین اس استدلال کو تمامہ نقل کر چکے ہین لیکن اُس موقع پر اس نے سے مذاہب کے فطری ہونے پر استشہاد کیا گیا تھا - خود مولانا شبلی نے اسکو وجود باری کے زیر عنوان رکھا ہے اسلیئے آج کے نمبر مین ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ وجود خدا کے دعوی کو اس دلیل سے کہان تک تقویت ہوتی ہے - منطقی پیرایہ مین اس استدلال کی شکل حسب ذیل ہوگی -

(۱) جو خیالات یا اعتقادات انسان کی فطرت مین داخل ہین وہ صحیح و واقعی ہین -

(۲) خدا کا اعتقاد انسان کی فطرت مین داخل ہے -

(۳) لہذا خدا کا اعتقاد صحیح و واقعی ہے -

بلا شبہ اگر اس دلیل کے دونون مقدمات صحیح ہون تو نتیجہ کی صحت سے کسکو انکار ہو سکتا ہے لیکن اسکا صغریٰ جسقدر غلط اور خلاف واقعیت ہے اسکا ثبوت گذشتہ نمبر مین بخوبی ہو چکا ہے اور یہ طے ہو چکا ہے کہ اعتقاد خدا کا فطری ہونا نہ صرف خلاف واقعہ ہے بلکہ قانون ارتقا کی مخالفت کے لحاظ سے محال ہے - اور اگرچہ استدلال کی غلطی کے لیئے ایک ہی مقدمہ کا غلط ہونا کافی ہے لیکن آؤ نہ کبریٰ سے کا بھی امتحان لے لین! ہم دریافت کرتے ہین کہ آخر اسکا ثبوت کیا ہے

وجود سے انکار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بقول ڈیکارٹ کے کسی ہستی کا تصور کر لینا ہی اسکے حقیقی وجود کے ثابت کرنے کیلئے کافی ہے - لیکن اس سے قطع نظر کرکے یہ امر بھی بحث طلب ہے کہ آیا ہمارا ذہن واقعی ایک غیر محدود ہستی کا تصور کر سکتا ہے؟ علاوہ ازین اس مین سب سے زیادہ مغالطہ خیز ضمیر واحد متکلم کا استعمال ہے جس سے ایک موقع پر "میری قوت ارادی" مراد ہے اور دوسرے مقام پر "میری فطرت" منشا ہے اگر فی الواقع تصور خدا کسی خارجی ہستی سے ماخوذ ہے تو اسکا مفہوم یہ ہے کہ میری فطرت و طبیعت ایسی ہے جسمین یہ تصور خود بخود پیدا ہوتا ہے لیکن دوسرے مقام پر جب ڈیکارٹ کہتا ہے کہ "مین مٹا سکتا ہون" تو اسکا منشا یہ ہے کہ مین اپنی قوت ارادی سے مٹا سکتا ہون درحقیقت محض ارادہ سے کوئی تصور نہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ فنا کیا جا سکتا ہے بلکہ جو تصورات انسانی طبیعت کے بعض قوانین کے تقاضے سے پیدا ہوتے ہین وہ دوسرے قوانین طبعی کے باعث فنا ہو جاتے ہین - اس صورت مین ڈیکارٹ کے استدلال کا کیا وزن رہ جاتا ہے ؟ -

یہ کہان سے معلوم ہوا کہ جو خیالات یا اعتقادات فطری ہین ان کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے ؟ مذہبی جماعت اسکے جواب مین صرف یہ کہہ سکتی ہے کہ فطری حاسات ہمارے دل مین خود خالق کائنات نے براہ راست ودیعت کر دئے ہین اسلیئے انکے غیر واقعی ہونے کا کسکو احتمال ہو سکتا ہے ؟ غور کرو کہ خدا کی ہستی کے ثبوت مین ایسا استدلال جسکے ایک مقدمہ کی صحت خود اُسی کے وجود پر مشروط ہو اصول منطق کی رو سے کہان تک جایز ہو سکتا ہے - یہ وہ مغالطہ ہے جسکو اصطلاح منطق مین مصادرہ علے المطلوب کہتے ہین (Petitio Principii)

(۲) **دوسرا استدلال** - جسکی بنیاد استقرار پر ہے نسبتہً زیادہ قوی ہے اور بہ ظاہر بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے آجکل جبکہ وجود خدا پر تمام دیگر استدلالات کا ضعف صریحاً ظاہر ہو چکا ہے صرف یہی ایک ایسی دلیل ہے جو حامیان مذہب کی جانب سے ہر موقع پر پیش کی جاتی ہے ہمارے مولانا اسکی ایجاد کو قرآن کی جانب غلط نسبت دیکر (اسلیے کہ یہ خیال قدیم یونانیون مین بھی پایا جاتا تھا) اسکو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین :-

"انسان کو آغاز تمیز مین جن بدیہی اور حسی مقدمات کا علم ہوتا ہے ان مین ایک یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو مرتب باقاعدہ اور منتظم دیکھتا ہے تو اُس کو یقین ہو جاتا ہے کہ کسی دانشمند نے ان چیزون کو وہان ترتیب دیا ہے اگر کسی جگہ ہم چند چیزین بے ترتیب رکھی دیکھین تو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آپ سے آپ یہ چیزین یہان اکٹھی ہو گئی ہونگی لیکن جب وہ اس ترتیب اور سلیقہ سے چنی گئی ہون کہ ایک ہوشیار صناع بھی بہ مشکل اس طرح چن سکتا ہے تو یہ خیال کبھی نہین ہو سکتا کہ آپ سے آپ یہ ترتیب پیدا ہو گئی ہوگی - اسکو ایک اور واضح مثال مین سمجھو خواجہ حافظ یا نظامی کا کوئی شعر لو - اُسکے الفاظ الٹ پلٹ کر کسی معمولی آدمی کو دو اور اُس سے کہو کہ الفاظ کو آگے پیچھے رکھکر ترتیب دے - وہ سو سو طرح الٹ پلٹ کریگا لیکن اتفاقیہ طور سے بھی کبھی یہ نہ ہوگا کہ حافظ اور نظامی کا شعر نکل آئے حالانکہ وہی الفاظ ہین وہی حروف ہین وہی جملے ہین صرف ذراسی ترتیب کا پھیر ہے - پھر کیونکر ممکن ہے کہ نظام عالم جو اسقدر مرتب باقاعدہ

اور موزون ہے وہ خود بخود قایم ہو گیا ہو۔ قرآن مجید مین خدا کے وجود پر اسی استدلال کیا ہے ...... ان آیتون مین عالم کی نسبت تین اوصاف بیان کئے ہین۔ کامل اور بے نقص ہے۔ موزون اور مرتب ہے ایسے اصول و ضوابط کا پابند ہے جو کبھی ٹوٹ نہین سکتے۔ یہ دلیل کا صغریٰ ہے۔ کبریٰ خود ظاہر ہے۔ یعنی جو چیز کامل مرتب اور مستمر النظام ہے وہ خود بخود نہین پیدا ہو گئی ہو گی بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اسکو پیدا کیا ہو گا" [الکلام صفحہ ۳۶ و ۳۷]

قبل اسکے کہ ہم اس استدلال کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرین یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ استدلال منطقی براہین کی کس صنف مین داخل ہے اور اس قسم کے دلایل کا کیا وزن ہوتا ہے۔ مولانا کی رائے مین یہ برہان بھی قیاسی ہے اور اُنکے نزدیک منطقی خراد پر چڑھکر یہ حسب ذیل قالب اختیار کریگی۔

(۱) جو چیز کامل مرتب مستمر النظام ہے وہ کسی صاحب قدرت و اختیار کی پیدا کی ہوئی ہے

(۲) عالم کامل مرتب مستمر النظام ہے۔

(۳) لہذا عالم کسی صاحب قدرت و صاحب اختیار کا پیدا کیا ہوا ہے۔

لیکن یہ صریحی مغالطہ ہے اگر فریق ثانی اس استدلال کے مقدمۂ اول کو تسلیم کرلے تو خلاف کے لیے باقی ہی کیا رہ جاتا ہے؟ بادی النظر مین یہ کبریٰ جسقدر بدیہی الثبوت معلوم ہوتا ہے اُسیقدر یہ مخالفین کے نزدیک بحث طلب ہے۔ مولانا کی پہلی اور سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ صنعت سے صانع ترتیب سے مرتب اور نظام سے ناظم دریافت کرنے کے حاسہ کو ابتدائی بدیہی اور حسی معلومات علم مین شامل کرتے ہین حالانکہ در اصل یہ احساس تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر پیدا ہوا ہے کسی بچہ کے آگے دو چیزین پیش کرو جن مین سے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی صناعی کا نمونہ ہو اور دوسری نہایت غیر منتظم اور بے ترتیب ہو۔ پھر اُس سے سوال کرو کہ وہ کس چیز کے نظارہ کی بنا پر کسی صانع یا کاریگر کے وجود کا یقین کرتا ہے؟ اگر کسی طریقہ سے

وہ شیرخوار بول سکے تو اُسکا جواب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ "کسی کی بنا پر نہین اپنے وجود کے لحاظ سے میرے نزدیک دونون یکسان ہین،" اس خواب کا باعث صرف یہ ہے کہ اُسکو اپنے گذشتہ تجربات مین صانع اور مصنوع کی یکجائی کی کوئی نظیر نہین ملتی۔

بلا شبہ یہ سچ ہے کہ ہم حافظ یا نظامی کے اشعار پر کسی معمولی شخص کے کلام کا دہوکا نہین کہاتے لیکن اسکی وجہ یہ نہین کہ ہمارے دل مین کوئی فطری حس موجود ہے جسکی بنا پر ہم صنعت سے صانع کو تشخیص کر لیتے ہین اور نہ یہ وجہ صحیح ہے کہ ان اشعار مین فی نفسہ کوئی ایسی خصوصیت موجود ہے جسکی بنا پر ہمکو چار و ناچار اُنکے مصنف کے لئے ایک اعلیٰ دماغ تسلیم کرنا پڑے! بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اس قسم کے بہ کثرت اشعار ہماری نظر سے گزر چکے ہین اور ان کی نسبت ہمکو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ حافظ یا نظامی کے ہین یہ تجربہ حاصل کرنے کے بعد پہر جب کبہی ایسے اشعار ہم سنتے ہین جو اپنے مضامین طرز ادا ترتیب الفاظ وغیرہ کے لحاظ سے اُن اشعار کے مشابہ و مماثل ہوتے ہین جنکی نسبت ہمکو اپنے تجربہ سے تحقیق ہوچکی ہے کہ وہ نظامی یا حافظ کا کلام ہے تو ہم ان اشعار کو بہی انہین شاعرون یا اُنکے مثل دوسرون کی جانب منسوب کرتے ہین۔ ایک جاہل یا ایسے تعلیم یافتہ شخص کے سامنے جسکو شعر و شاعری سے بالکل لگاؤ نہ ہو اگرچہ انہین موسومہ بالا شاعرون کا کلام پڑہا ہو مگر وہ کبہی اُسکو اُن کی جانب منسوب نہین کر سکتا اور نہ ایک ادنیٰ درجہ کے شاعر کے کلام مین اور اس مین کوئی امتیاز کر سکتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اُسکو کبہی اس قسم کا تجربہ نہین ہوا۔

اس مسئلہ کے طے ہو جانے کے بعد اب وجود باری پر نظام عالم سے جو استدلال قائم ہوسکتا ہے اُسکے مقدمات ہمارے خیال مین حسب ذیل ہون گے:۔

(۱) جن چیزون کو ہم اعلیٰ درجہ کی صناعی و کاریگری کا نمونہ مانتے ہین مثلاً انجن۔ گھڑی دوربین وغیرہ اور جن مین خصوصیات یعنی موزونیت و خوش سلیقگی وغیرہ ضرور پائی جاتی ہین اُن مین ہم یہ خصوصیت بہی پاتے ہین کہ اُن کا وجود از خود نہین ہوتا بلکہ کسی ہوشیار صناع کے باعث ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جن اشعار مین کوئی خاص خوبی ہوتی ہے مثلاً بندش و ترتیب الفاظ وغیرہ وہ بہی

جہان تک ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کسی اعلیٰ دماغ کی کوشش کا نتیجہ ہوتے ہین۔

(۲) عالم پر بہ حیثیت مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے اُن چیزون سے نہایت مشابہ ہے جنکا وجود کسی ہوشیار صناع یا اعلیٰ دماغ کے باعث ہوتا ہے۔ یعنی اس مین بہی ترتیب موزونیت خوش سلیقگی وغیرہ کی خصوصیات ویسی ہی پائی جاتی ہین جیسی کہ بہترین مصنوعات مین۔

(۳) پس اس تشبیہ من حیث البعض سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ یہ دونون چیزین من حیث الکل ایک دوسرے کے مشابہ و مماثل ہونگی۔ اور جس طرح ہر اعلیٰ درجہ کے شعر کے لیے ایک بلند پایہ شاعر کی ضرورت ہے اسی طرح عالم کے لیے بہی (جو نظام و ترتیب کے لحاظ سے ایک نفیس شعر کے مشابہ ہے) یہ لازمی ہے کہ کسی صاحب قدرت و صاحب اختیار نے اسکو پیدا کیا ہو۔

ہمارے خیال مین نظام عالم سے وجود باری پر جو استدلال ہو سکتا ہے اُسکا صرف یہی طریقہ ممکن ہے لیکن جو شخص اصول منطق سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اسصورت مین استدلال نہ تو برہان استقرائی کی صنف مین شامل ہو سکتا ہے اور نہ برہان قیاسی کے تحت مین داخل ہو سکتا ہے بلکہ اسکو صرف برہان تمثیلی کے دربار مین باریابی کا موقع مل سکتا ہے جسکو انگریزی مین Argument from analogy کہتے ہین۔ برہان تمثیلی کا مفہوم یہ ہے کہ جب دو چیزین بعض حیثیات سے ایک دوسرے کے مشابہ ہون تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انہین چند اور حیثیات سے بہی مشابہت ہوگی مثلاً ایک شے "الف" چند حیثیات سے دوسری شے "ب" کے مشابہ ہے مگر "الف" کے ساتھ "ج" کا وجود لازمی طور سے پایا جاتا ہے لہذا "ب" کے ساتھ بہی "ج" کا وجود ضروری ہے۔ ایک اور واضح مثال مین اسکو یون سمجھو کہ کرۂ ارض اور کرۂ ماہتاب بعض (یعنی گول اور متحرک اجسام ہونے کی) حیثیات سے باہدگر مشابہ ہین لیکن کرۂ ارض ایک آباد ستارہ ہے جس مین مختلف ممالک و اقوام شامل ہین لہذا کرۂ ماہتاب اس حیثیت سے بہی زمین کے مشابہ ہوگا اور وہان بہی مثل ہماری دنیا کے نظام سلطنت وغیرہ قایم ہوگا۔

یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے دلایل سے کسی مسئلہ کا قطعی فیصلہ نہین ہو سکتا چنانچہ اصول
ن کی روسے ان دلایل کا وزن نہایت خفیف ہوتا ہے اور کسی مسئلہ کی واقعیت پر یقین
ہ کے لیے ان سے استدلال فضول سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ بہت ممکن ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ
معین حیثیات کے سوا اور کسی لحاظ سے باہم مشابہ نہ ہون اور اسکی تصدیق روزمرہ کے
ت سے ہوا کرتی ہے۔

ہماری اسقدر تحریر اگرچہ علامہ کے پیش کردہ استدلال کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے کافی
ور ہمکو اس مسئلہ پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین لیکن تعجب ہے کہ بعض مصنفین نے
برہان استقرائی کی شکل مین پیش کیا ہے اور سخت تر تعجب یہ ہے کہ یورپ کے علما منطق کا
الثبوت پیشوا جان اسٹوارٹ مل بھی اُن کا ہمزبان ہے۔ بے شبہ یہ دعویٰ نہایت اہم ہے
ملو پورے انصاف اور بے تعصبی کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہئے۔

مل کہتا ہے کہ یہ استدلال محض اس مماثلت پر مبنی نہین جو نظام عالم اور انسانی صناعی
درمیان ہے بلکہ اسکی بنیاد اس شابہت کے خاص طرز و انداز پر ہے۔ وہ اوصاف
یا خصایص جنکے لحاظ سے نظام عالم صنعت انسانی کے مشابہ ہے بجاے خود متفرق طور سے
پائے جاتے ہین بلکہ سب ایک ایسی صفت کے ماتحت ہین جسکا تعلق ایک صانع یا حکیم سے
لازمی و حقیقی ہے اور وہ صفت کیا ہے؟ کسی ایک متعین مقصد کی انجام دہی۔ مزید توضیح کیلئے
م انسانی کے کسی خاص حصہ کی ساخت پر غور کرنا چاہئے۔ مثال کے لیے ہم آنکھ کو لیتے ہین۔
ین جسقدر رطوبات و حجاب ہین اُن کی ترتیب و ترکیب ایک مقصد معین یعنی بصارت کی
ن ہے۔ اگر آنکھ کی ترتیب موجودہ نہ ہوتی تو یا انسان مین مطلقاً بصارت کا مادہ نہ موجود
یا اگر ہوتا تو حالت موجودہ سے یقیناً کمتر ہوتا یہی وہ خاص مشابہت ہے جو تمام اعضاے
نی مین پائی جاتی ہے لیکن ہماری آنکھ کی کسی زمانہ مین ابتدا بھی ہوی ہوگی یعنی ایسے
ب مجتمع ہوے ہونگے جنکے باعث آنکھ کی موجودہ حالت کا وجود ہوا ہوگا یہ فرض کیا جاسکتا ہے

کہ انکے وجود کا باعث محض بخت و اتفاق ہوا ہوگا لیکن اسوقت بیشمار آنکھون کی مثالین موجود ہین کہ بخت و اتفاق کا احتمال صحیح نہین ہو سکتا۔ لہذا ہمکو دوسری صورت یہ تسلیم کرنا پڑیگی کہ کوئی خاص علت ہے جو تمام آنکھون کی ساخت مین مشترک ہے اور جس نے قوت بصارت کے سامان بہم پہونچائے ہین اور جس علت سے بالارادہ ایسے افعال سرزد ہون اُسکو صانع و حکیم تسلیم کرنے سے کسکو انکار ہو سکتا ہے[1]۔

بہ فرض محال اگر یہ استدلال بہ لحاظ اپنے مقدمات کے صحیح ہی ہو تو (جیسا کہ خود مل کو تسلیم ہے) ہم اسکو برہان استقرائی کی اُس صنف مین جگہ دے سکتے ہین جو براہین استقرا مین سب سے زیادہ ضعیف اور اپنی صحت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مشکوک ہے یعنی قانون اتصال کے ماتحت[2] لیکن اس سے قطع نظر کرکے دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ہمارے جسم کے کسی حصہ کی ساخت ایسی رکھی گئی ہے جس سے بہتر ممکن نہ تھی۔ اور جسکی حکمت و صنعت کی بنا پر ہمکو ایک حکیم و صانع کا قائل ہونا پڑتا ہے؟ ممکن ہے کہ ڈارون کے زمانہ کے قبل پبلک کو اسکا یقین ہو مگر اب جبکہ قانون ارتقا

[1] ناظرین کو یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ مل کی ذاتی رائے تھی۔ اُس نے دراصل یہ استدلال حامیان مذہب کی جانب سے پیش کیا ہے اور خود آگے چلکر تردید کی ہے جس سے ایک حد تک ہم نے بھی اس مضمون مین فایدہ اٹھایا ہے۔

[2] منطق استقرا مین ایک نہایت اہم مسئلہ دریافت علت کا ہے۔ ارسطو اور اُسکے مقلدین مثل دیگر استقرائی مباحث کے اس مسئلہ کے متعلق بھی تقریباً ساکت ہین۔ اور اگرچہ بیکن و سرجان ہرشل کی تحریرون مین ضمناً و تبعاً اسکے متعلق مباحث موجود ہین لیکن اسکو ایک علمی مسئلہ کی صورت مین پیش کرنے اور اسکے لیے باضابطہ قوانین و اصول مدون کرنے کا فخر مل کو حاصل ہے۔ مل نے استقرار کامل کے لیئے چند قوانین مختلف نامون سے وضع کئے ہین مثلاً قانون اتصال قانون انفصال قانون تغیر عوارض وغیرہ جنکے ذریعہ سے ہم معلول سے علت دریافت کر سکتے ہین۔ متاخرین علماء منطق مثلاً پروفیسر بین فاولر وغیرہ نے ان قوانین کو بہت شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتابون مین درج کیا ہے۔ استدلال زیر بحث قانون اول کے تحت مین داخل ہے جو قانون اتصال کے نام سے موسوم ہے مل نے اس قانون کو حسب ذیل الفاظ مین بیان کیا ہے

"اگر واقعہ مبحوث فیہ کی متعدد مثالون مین صرف ایک ہی چیز مشترک ہو تو یہی چیز جو تمام مثالون مین قدر مشترک ہے اس

مسلم ہو چکا ہے جبکہ موجودات عالم کے تدریجی نشو و نما کی شہادت ایوان علم کے در و دیوار دے رہے ہین جبکہ ڈارون اسپنسر ہیکل والس ہکسلی اور سیکڑون مشاہیر علماے سائنس نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ جن چیزون کو ہم ترقی یافتہ شکلون مین دیکھ رہے ہین وہ تنزل و پستی کے نہایت ابتدائی مدارج طے کر کے لاکھون سال کے بعد اس حالت پر پہنچی ہین کون ذی عقل یہ دعوی کر سکتا ہے کہ ہمارے جسم کا کوئی عضو بہ لحاظ اپنی ساخت کے اس حکیمانہ ترتیب کا اظہار کرتا ہے جسکی بنا پر ہمکو چار و ناچار ایک حکیم و صانع کے وجود کو تسلیم کرنا پڑتا ہے ؟

رابرٹ انگرسال[1] ۔ اگرچہ مخالفین مذہب کی جماعت مین ایک زبان دراز اور عامیانہ طرز کا مصنف ہوا ہے لیکن اس موقع پر اُس نے جو کچھ لکھا ہے درحقیقت نہایت نکتہ سنجی کے ساتھ لکھا ہے جسکو ہم ذیل مین درج کرتے ہین خود مولانا نے بھی اسکو اپنی کتاب مین نقل کیا ہے ۔ (الکلام صفحہ ۵۲) :۔

"فرض کرو ایک جزیرہ پر ایک آدمی دس لاکھ برس کی عمر کا ملے جسکے پاس ایک عمدہ خوبصورت گاڑی ہو اور اُسکا یہ دعوی ہو کہ یہ گاڑی اُسکی لاکھون برس کی محنت کا نتیجہ ہے جسکے ایک ایک پرزہ کے ایجاد کرنے مین پچاس پچاس ہزار برس صرف ہوے تو کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالینگے کہ وہ شخص ابتدا ہی سے فن جرثقیل مین ماہر تھا ؟ مخلوق کی ترقی سے کیا یہ بات ظاہر نہین ہوتی ہے کہ خالق مین بھی ترقی ہوئی ہے یا اس واقعہ کی علت ہو گی"

(دیکھو مل کی سسٹم آف لاجک، حصہ سوم باب ۸)

آج علماء سائنس کی بہت بڑی جماعت جو مذہب سے منکر اور وجود خدا مین متشکک و متردد ہے اسکے اکثر افراد کے اعتراض کی بنیاد یہی مسئلہ ہے لیکن ہمارے مولانا اسکو جسقدر حقیر خیال کرتے ہین

---

[1] کرنل رابرٹ گرین انگرسال ۱۸۳۳ء ولادت ۱۸۹۹ء وفات امریکہ کا نہایت کامیاب و مشہور رہبر سٹیج مذہب کی مخالفت پر اسکے متعدد لکچر اور چند رسالے موجود ہین ۔

اسکا اندازہ اُنکے مندرجہ ذیل جواب سے ہو سکتا ہے۔ اس لاجواب اعتراض کے جواب مین وہ ایک لاپروائی کے ساتھہ فرماتے ہین[1] کہ

"یہ اعتراض کہ اگر خدا قادر مطلق ہوتا۔ تو دنیا کو بہ تدریج کیون پیدا کرتا۔ اس قدر لغو ہے کہ توجہ کے بھی قابل نہین۔ ایک قطرہ کا رحم مین پڑنا۔ پرورش پانا۔ گوشت پوست چڑھنا۔ مختلف اعضا کا پیدا ہونا۔ جان کا پڑنا۔ خون سے غذا پانا۔ اور پھر لوتھڑا کا پتلا بنکر منظر ہستی پر آنا۔ زیادہ اعجوبہ زا اور کمال قدرت کی دلیل ہے۔ یا دفعۃً بنا بنایا ایک انسان مجسم کا پیدا ہوجانا؟"

یہی وہ طفلانہ جوابات ہین۔ جو بجائے معترض کی تشفی کے اُسکے اعتراض کو اور زیادہ قوی کرتے ہین۔ اعجوبہ زا ہونے کے متعلق بیشک ہم کوئی فیصلہ نہین کر سکتے۔ لیکن اتنا ہر معقول پسند شخص تسلیم کریگا کہ کسی کام کو بہت سے تغیرات کے بعد مدت دراز مین انجام دینا۔ کمال قدرت کی دلیل نہین کہی جاسکتی۔

سائنس کے اُن تمام صیغون مین۔ جنکا تعلق بیجان مادہ سے ہے۔ آج کوئی شخص اُس نظام و ترتیب کا وجود نہین پاتا۔ جسکی قوت پر اعتماد کرکے مذہب علم سے صف آرائی کرنا چاہتا ہے۔ اور علم ہیئت۔ طبقات الارض۔ طبعیات۔ کمسٹری کے مسایل مین آج باوجود تلاش کے بھی اُس معین غرض و مقصد کی انجام دہی کا پتہ نہین چلتا۔ جسکا ذکر مل کے الفاظ مین اوپر گذر چکا ہے۔ بہ قول زمانۂ حال کے سب سے بڑے ماہر سائنس ارنسٹ ہیکل[2] کے آج تمام علماء سائنس مین سے ایک شخص بھی کسی واقعہ کی "غرض و غایت" کے متعلق جستجو کرنا نہین پسند کریگا۔ یہی مصنف لکھتا ہے۔

"کیا آج کوئی ہیئت دان سنجیدگی کے ساتھہ سیارون کی حرکت کے مقصد کے متعلق تحقیق کریگا؟

---

[1] الکلام صفحہ ۵۹۔ [2] ارنسٹ ہیکل سنہ ۱۸۳۴ء ولادت۔ زمانۂ حال کا نہایت نامی و سربرآوردہ سائنٹسٹ جینا (جرمنی) کی یونیورسٹی کا پروفیسر۔ مسئلۂ ارتقا کے دریافت مین ڈارون کا بہت بڑا معین۔ سائنس فلسفہ قانون علم العلاج۔ مین متعدد یونیورسٹیون کا ڈگری یافتہ۔

یا کوئی ماہر معدنیات بلور کی ساخت مین کسی پیش بینی کو تلاش کریگا؟ یا کوئی عالم کیمسٹری آٹمز (ذرات) کے وزن کا مقصد دریافت کرتا ہے؟"

پھر ان سوالات کا جواب نفی مین زوردار الفاظ کے ساتھہ دیکر کہتا ہے کہ

"ایک صاحب اختیار کاریگر اور دنیا کے حاکم کا انسانی تصور اس میدان سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا ہے۔ اور اب اسکی جگہہ دایمی اور سخت قوانین نطرت نے لے لی ہے۔"[ا]

علماء سائنس کا یہ فیصلہ تو صرف سائنس کی اُن اصناف کے متعلق تھا۔ جنکا تعلق غیر ذی روح مادہ کے ساتھہ تھا۔ لیکن جن علوم کا تعلق ذی حیات اجسام سے ہے۔ مثلاً علم الحیوانات۔ علم الاشجار۔ علم افعال الاعضاء وغیرہ۔ انکے مسایل کے متعلق کسی خاص غرض و مقصد کو قرار دینے مین اور بھی زیادہ دقتون کا سامنا ہوتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ تقریباً تمام اونچے قسم کے حیوانات و نباتات مین بعض اعضا ایسے پاے جاتے ہین۔ جو محض بیکار ہین۔ بلکہ بعض صورتون مین اپنے رکھنے والے کیلیے مضر ثابت ہوتے ہین۔ اس قسم کے فضول اعضا کو اصطلاح مین (Rudimentary Organs) کہتے ہین۔ پرندون کے اقسام بعض ایسے ہین۔ جنکے پر و باز و موجود ہوتے ہین۔ مگر اُن مین اڑنے کی قوت نہین ہوتی۔ بعض حیوانات ایسے بھی پاے گئے ہین۔ جنکی آنکھین ہوتی ہین۔ مگر مادۂ بصارت مفقود ہوتا ہے۔ مردون کے جسم پر چھاتی کے نشان بھی انھین زاید از ضرورت اعضا کی فہرست مین داخل ہین۔ جسم انسانی مین پیشانی۔ کان اور بعض اور اعضا کے عضلات بھی بیکار ثابت ہوے ہین[۲]۔ ایک سائنس دان اس عقدہ کو یون حل کریگا۔ کہ جس طرح قوی کی مضبوطی و نشو نما کا دار مدار اس امر پر ہے کہ اُن سے کام لیا جاے۔ اسی طرح ان سے کام نہ لیا جا

[ا] پروفیسر موصوف کی کتاب "راز عالم" صفحہ ۹۲ و ۹۳ (Riddle of the Universe)

[۲] ڈارون کی "ڈیسنٹ آف مین" صفحہ ۱۷ و ۳۰ (Darwin's Descent of Man) اور ہیکل کی جنرل مارفولوجی" جلد دوم (Haeckel's General Morphology)

اُنکے انحطاط و تنزل کا باعث ہے۔ پس اگر گرد و پیش کے اسباب و اثرات سے متاثر ہو کر کسی حیوان نے ایک خاص عضو سے کام لینا چھوڑ دیا۔ تو کچھ عرصہ کے بعد اس عضو مین ضعف کے آثار محسوس ہونگے۔ یہانتک کہ بعد چند نسلون کے وہ اپنا فعل بالکل ترک کر دیگا۔ لیکن مذہبی جماعت اس اعتراض کا کیا جواب دے سکتی ہے۔ کہ آخر اس قادر مطلق و صناع اعظم نے حیوانی مشین مین ایسے پرزے کیون رکھے۔ جو کچھ عرصہ کے بعد محض بے سود ہو جاتے ہین۔ درحقیقت کوئی حیوان اپنی ساخت کے لحاظ سے کامل نہین کہا جا سکتا ہے۔ ہر ایک کے قویٰ و اعضا مین گرد و پیش کے خارجی اسباب کے اثر سے تغیر و انقلاب پیدا ہوتا ہے لیکن چونکہ ان خارجی موثرات مین بھی تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ اسلئے خود اس حیوان کی ساخت مین ایک غیر منقطع سلسلۂ تغیرات قایم رہتا ہے۔ اور غیر مستعمل اعضا بیکار ہوتے جاتے ہین۔ اسی بنا پر ارنسٹ ہیکل نے کہا ہے کہ تدریجی نشو و نما لازمی نتیجہ ہے انتخاب طبعی کا جس نے نظام دبیش بینی و صنعت کے تصور کو باطل کر دیا ہے۔

غور کرو۔ کہ ایک صناع کو کسی شے کے دفعتہً اور براہ راست تیار کرنے سے کون امر مانع ہو سکتا ہے؟ صرف عدم قوت یا قابلیت۔ وہ کسی چیز کو بہ تدریج و بالواسطہ محض اس حالت مین تیار کرتا ہے۔ جبکہ اسکے دفعتہً بنانے پر وہ قادر نہین ہوتا۔ اب خدا نے عالم کی موجودہ صورت اسقدر تدریجی تغیرات اور بیشمار درمیانی وسایل و ذرایع کی مدد کے ساتھ جو پیدا کی۔ اسکے متعلق صرف دو صورتین فرض کی جا سکتی ہین:۔

(۱) یا یہ کہ وہ بغیر ان درمیانی وسایل کے عالم کی پیدایش پر قادر نہین تھا۔

(۲) یا یہ کہ وہ بغیر انکی امداد کے قادر تھا۔

اگر پہلی صورت صحیح ہے۔ تو پھر ”قدرت کاملہ“ کے متعلق کیا تاویل کی جائیگی؟ اور اگر شق دوم تسلیم کی جاے۔ تو اس پر فضول و غیر ضروری افعال کے انجام دینے کا الزام آتا ہے۔ جو ایک حکیم کی شان سے بہت بعید ہے۔

الغرض ۔ یہ ہے اُس استدلال کی وقعت جسکو ہمارے مولانا وجود باری کے ثبوت مین نہایت شد و مد سے پیش کرتے ہین ۔ اور جسکے استحکام کے متعلق وہ ایک شاعرانہ انداز بیان کے ساتھ یون تحریر فرماتے ہین[۱] :-

"آج جبکہ تحقیقات و تدقیقات کی انتہا ہوگئی ہے ۔ جبکہ کائنات کے سیکڑون اسرار فاش ہوگئے ہین جبکہ حقایق اشیا نے اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ہے ۔ بڑے بڑے حکما و فلاسفر انتہاے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت مین یہی استدلال پیش کرسکے جو قرآن مجید نے آج سے تیرہ سو برس پہلے نہایت قریب الفہم اور صاف طریقہ مین بیان کیا تھا"

ہماری تحریر بالا کا ماحصل یہ ہے ۔ کہ وجود باری کے ثبوت مین مذہبی جماعت کی جانب سے جو دلایل پیش کیے جاتے ہین ۔ وہ منطقی حیثیت سے ہرگز اسقدر وزن نہین رکھتے کہ انکی بنا پر اس مسئلہ کو قطعی و یقینی کہا جا سکے ۔ لیکن اسکا یہ مفہوم نہین کہ خدا کے معدوم ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلایل موجود ہین ۔ کسی چیز کے ثبوت مین کافی شہادت کا نہ ملنا ایک چیز ہے ۔ اور اسکے نہ ہونے پر دلایل کا پایا جانا دوسری چیز ہے ۔ اور آخر الذکر دعوی کے ہم ہرگز مدعی نہین ۔ فلسفۂ جدید کے بانی ۔ لارڈ بیکن نے دہریت کی نسبت جو دُرشت الفاظ لکھے ہین ۔ اسکے مورد صرف وہ لوگ ہو سکتے ہین ۔ جنکا یہ دعوی ہے کہ یہ سلسلۂ موجودات خود بخود قایم ہے ۔

بے شبہ ۔ ہم اسی مضمون کے نمبر اول مین لکھ چکے ہین ۔ کہ جب کسی واقعہ کے انکار و اقرار دونون پہلوؤن مین سے کسی جانب شہادت نہین ملتی ۔ تو ہمارے یقین کا رجحان اسکی عدم صحت کی جانب ہوتا ہے[۲] ۔ اور اس بنا پر ہمکو انکار خدا کے لیئے کسی منفی شہادت کی حاجت نہین ۔ بلکہ صرف شہادت اثبات کا نا کافی ہونا کافی ہے ۔ لیکن اس خاص مسئلہ کے متعلق یہ فیصلہ صحیح نہین ۔ یہ سچ ہے ۔ کہ وجود باری کے اثبات و انکار دونون مین سے کسی پہلو کے یقینی ہونے پر کافی دلایل نہین ملتے ۔ لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے ۔ کہ کسی جانب اسقدر خفیف شہادت بھی نہین ملتی

[۱] الکلام ۔ صفحہ ۳۰ ۔ [۲] الناظر ۔ ۱۰ مارچ ۔ صفحہ ۲۰ ۔

جو ایک پہلو کو دوسرے پہلو پر کسی قدر راجح کر سکے؟

یہ ایک جداگانہ سوال ہے۔ اور ہمکو اسکے جواب کے لیے پھر عالم کی ابتدائی حالت پر غور کرنا چاہئے۔ سائنس کی موجودہ تحقیقات کے بموجب۔ یہ عالم مرکب ہے نہایت باریک ذرات سے۔ جو ناقابل تجزی ہیں۔ اور جنکو اصطلاح مین اجزاے ذیمقراطیسی (Atoms) کہتے ہین۔ مادہ عالم کی اگر ہم تحلیل کرتے جائین تو آخر کار ہمکو اسی مقام پر رکنا ہوگا۔ یہ ذرات قدیم ہین۔ حرکت چونکہ مادہ کی لازمی خاصیت ہے لہذا قدیم ہے۔ یعنی مادہ و حرکت دونون ازلی ہین۔ جب یہ مسلم ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اجزاے ذیمقراطیسی باہم ملین اور ان مین امتزاج و اختلاط پیدا ہو۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور عالم اسی ترتیب ذرات کا نتیجہ ہے۔

یہان پہنچکر ایک منکر خدا یون اظہار خیال کرتا ہے[1]:۔

"مادہ حادث نہین اور چونکہ حرکت و قوت خود مادہ کے لوازم طبعی ہین۔ اسلیئے وہ بھی حادث نہین اور جب مادہ۔ قوت۔ حرکت قدیم ہین۔ اور کائنات کے تمام انواع انہین چیزون کا نتیجہ ہین۔ تو خدا کا وجود کن محسوسات سے ماخوذ کہا جا سکتا ہے؟...... قوانین فطرت اور خدا ان دونون مین سے ہمکو صرف ایک کی ضرورت ہے"۔

مذہبی جماعت کی جانب سے اسکا جو جواب دیا جاتا ہے۔ اور جس پر اعتماد کرکے وہ وجود خدا کو یقینی سمجھتی ہے۔ اسکو ہم علامہ شبلی کی زبان سے نقل کرتے ہین:۔

اس مین شبہ نہین کہ عالم کا تمام نظام قوانین قدرت یا لاآف نیچر پر قایم ہے۔ لیکن یہ قوانین الگ الگ مستقل بالذات اور ایک دوسرے سے بے تعلق نہین ہین۔ بلکہ سب ایک دوسرے کے موافق متناسب اور معین ہین۔ ان مین باہم اسقدر تناسب اور ربط ہے کہ ایک چھوٹی سی چیز کے پیدا کرنے مین کل قوانین قدرت باہم ملکر کام کرتے ہین.......... اسکی مثال بالکل ایسی ہے جس طرح انسان کے جسم مین سیکڑون اعضا۔ جوارح اور اعصاب ہین۔ یہ اعضا و جوارح الگ الگ ہین۔ اور ہر ایک کا کام جدا جدا ہے لیکن کوئی عضو اسوقت تک کام نہین دے سکتا

[1] الکلام صفحہ ۱۵

جبتک تمام اعضا بالذات یا بواسطہ اسکے عمل مین شریک نہ ہون ...... اسی سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ ان اعضا کے قوی مستقل حیثیت نہین رکھتے۔ بلکہ انسان مین کوئی اور عام قوت ہے جو ان تمام اعضا کی جداگانہ قوتون سے بالاتر ہے۔ اور جس کی ماتحتی مین یہ سب باتفاق کام کرتے ہین۔ اس عام قوت کو نفس روح یا مزاج سے تعبیر کیا ہے۔

قوانین قدرت کا بھی یہی حال ہے۔ عالم مین سیکڑون ہزارون قوانین قدرت ہین۔ لیکن اگر ان مین سے ایک بھی باہمی توافق کے مرکز سے ذرا ہٹ جاے تو تمام نظام عالم برہم ہو جاے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی اور بالاتر قوت ہے جو ان تمام قوانین قدرت کو محکوم رکھتی ہے۔ اور جس نے ان تمام قوانین مین باہم توافق۔ تناسب۔ ربط اور اتحاد پیدا کیا ہے۔ .... توافق اور اتحاد پیدا ہونا خود ان قوانین کی ذاتی خاصیت نہین ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعوی کرے۔ تو محض ایک فرضی احتمال ہوگا۔ جسکی کوئی نظیر نہین پیش کی جا سکتی ہے یہی بالاتر قوت .... خدا ہے۔ (صفحہ ۵۵ و ۵۶۔ الکلام)

لیکن یہ استدلال بھی مثل مولانا کے گذشتہ استدلال کے۔ استقرا پر مبنی نہین اور یقینی کسی حالت مین نہین کہا جا سکتا۔ اسکی قوت اسیقدر ہے جتنی کہ برہان تمثیلی کی ہو سکتی ہے۔ اسلئے بناے یقین تو یہ بہرحال نہین ہو سکتا۔ لیکن معترض کہہ سکتا ہے کہ ”اگر تمثیل مفید یقین نہین۔ کم از کم مفید ظن تو ہے۔ اور اگر اسکی بنا پر کسی مسئلہ کا قطعی ثبوت نہین ہو سکتا۔ تاہم اسکی تائید مین ایک احتمال قوی تو ہو جاتا ہے۔“

یہ بالکل صحیح ہے۔ اور ہم بھی اس دعوی سے ناتفاق ظاہر کر دیتے۔ لیکن تمثیل کی بنا پر ہمارا احتمال راجح صرف اس حالت مین ہو سکتا ہے۔ جبکہ مشبہ اور مشبہ بہ مین واقعی کوئی خاص خصوصیت مشترک ہو۔ اور افسوس ہے کہ مسئلہ زیر بحث مین یہ لازمی شرط نہین پائی جاتی۔ مولانا کے استدلال کا لب لباب یہ ہے کہ

قوانین قدرت۔ اعضاے انسانی کے مماثل و مشابہ ہین۔ اور اعضاے انسانی ایک جداگانہ

بالاتر قوت کے ماتحت دمحکوم ہین۔ لہذا قوانین قدرت بھی کسی بالاتر قوت کے محکوم وماتحت ہونگے۔

مگر سوال یہ ہے۔ کہ خود روح کا وجود جسم سے علیحدہ کس کو مسلّم ہے؟ اور کیا تمام اعضاے انسانی سے بالاتر کسی قوت کی ہستی کا ثبوت۔ وجود باری کے ثبوت سے کچھ کم غیر متیقن ہے؟

یہان تک ہم نے اس مسئلہ پر جس طرز سے بحث کی۔ صرف اسی طرز سے کسی مسئلہ کی صحت فلسفیانہ حیثیت سے جانچی جاسکتی ہے۔ اور اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وجود باری کے اثبات و نفی دونون پہلوؤن مین کسی جانب خفیف سی خفیف شہادت بھی نہین ملتی۔ لیکن عقلی دلایل و منطقی شہادت سے قطع نظر کرکے ہم اس مسئلہ پر محض قلبی وجدان واندرونی جذبات سے متاثر ہوکر نظر کرتے ہین۔ تو ایک جداگانہ جواب ملتا ہے۔ اس حالت مین بلا شبہ۔ ایجاب کا پہلو سلب کے پہلو سے زیادہ قوی۔ اور اثبات کا پلّہ انکار کے پلّہ سے زیادہ بھاری ہوجاتا ہے۔ جب یہ مسلم ہے کہ آج قوی سے قوی دوربین بھی فضاے کاینات کے کل سیّارون کی تہ نہین پاسکی۔ جب یہ مسلم ہے کہ ایسے متعدد اجرام فلکی موجود ہین۔ جنکی روشنی باوجود تقریباً دولاکھ میل فی سکنڈ کی رفتار[1] کے ابھی تک کرۂ ارض نہین پہنچی۔ الغرض جب عالم موجودات کی یہ مشکل سے تصور مین آنے والی وسعت وعظمت مسلم ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ یہ غیر محدود عظیم الشان سلسلہ موجودات چند مقررہ قوانین وضوابط کی زنجیر سے جکڑا ہوا ہے۔ تو یہ خیال لازمی طور سے پیدا ہوتا ہے کہ

کوئی معشوق ہے اس پردۂ ظلمت مین نہان۔

لیکن فرض کرو کہ ہمکو اس بالاتر قوت، کے وجود کا اعتقاد ہے۔ تاہم اس ہستی کے خواص واوصاف کی تفتیش کرنا۔ اور اسکی نوعیت و ماہیت دریافت کرنا۔ انسانی عقل وفہم سے بالاتر ہے۔ اور ہمارا مسلک تو وہی ہے۔ جسکو آج سے پانچسو سال بیشتر خواجۂ شیراز نے دنیا کے گوش زد کردیا تھا۔

[1] روشنی کی اصل رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہے۔

برو۔ اے زاہد خود بین کہ ز چشم من و تو
راز این پردہ نہان ست و نہان خواہد بود

آخر مین ہمارا روے سخن۔ الندوہ کے اُس وسیع النظر مضمون نگار کی جانب ہے جسکا شمار ہمارے علامہ کے ممتاز ترین تلامذہ مین ہوتا ہے[1]۔ اور ہم اُس سے صرف اسقدر عرض کرنا چاہتے ہین کہ "وعلم بر داران فلسفۂ جدید" وجود باری کے دلایل کی تردید کسی "غلط۔ کمزور۔ سفسطیانہ" استدلال سے نہین کرتے۔ اور نہ اس مسئلہ کے غیر یقینی ہونے کی بنا "بے بنیاد شہادت" پر ہے۔ بلکہ وہ اس کو غیر صحیح تسلیم کرنے کا باعث منطقی شہادت کا ناکافی ہونا قرار دیتے ہین۔ اور اس امر کا فیصلہ ہم اُسی مضمون نگار کے انصاف پر چھوڑتے ہین کہ کس فریق کے دلایل حقیقتہً "اصول منطق سے خارج" ہین۔

سامنے غیر کے تم فتنہ مجھے کہتے ہو   چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کسپر؟

راقم ایک طالبعلم

خون تمنا

مزانہ بحر جہاں مین پایا حباب کی طرح سر اوٹھا کر
فلک نے محروم ہمکو رکھا ہے کاسۂ واژگون بنا کر

ہمین زمانہ نے آہ سمجھا کسی کے نقش قدم کا خاکہ
کبھی بنایا مٹا مٹا کر کبھی مٹایا بنا بنا کر

ملی نہ جلنے سے ہمکو فرصت جہان مین افسوس ایک ساعت
کہان سے خاکستر جہنم ملی ہے مٹی مین اپنی آکر

یہ بخت واژون کے ہین کرشمے کہ کامیابی کی انجمن سے
کبھی اوٹھایا ہمین بٹھا کر کبھی بٹھایا ہمین اوٹھا کر

غضب کیا دہر بد سیر نے ستم کیا چرخ حیلہ گر نے
جھکائے صد چاہ نامرادی امید کے بام پر چڑھا کر

کبھی نہ ہوئیگی تا قیامت یہ گرمجوشی فلک کی ہمکو
جلائے ہین آرزو کے خرمن جو یاس کی بجلیان گرا کر

یہ شان فرسودہ طالعی ہے کہ نام کیا ہو مرا نشان تک
اوڑا دیا صفحۂ جہان سے برنگ حرف غلط مٹا کر

گذر گئے دن ہی طرح سے بسر ہوئین یونہی اپنی راتین
کہ دلکو روکا پکڑ پکڑ کر جگر کو تھاما دبا دبا کر

[1] دیکھو الندوہ بابت جنوری سنہ ۱۹۱۰ء مضمون "مادیت"

میرس اے ہمنفس کز درد دل چہ سوز پنہان نہفتہ دارم — شرارۂ غم بود چراغے کہ زیر داماں نہفتہ دارم

ہوس ہو رہنے کی خاک ہمکو بھلا اب آبا غبان چمن مین — کہ پتے پتے کو آشیانہ ہوا ہے اپنا گران چمن مین

ہزار چلائین لاکھ روئین صدا نہ پہونچیگی گوش گل تک — وہ دن گئے بانگ صور تھی جب ہماری آہ و فغان چمن مین

یہ ڈر ہی گل ہو نہ جائین ہم خطر ہے صیاد برنہ کاٹین — یہی تقاضا ہے مصلحت کا کھلے نہ ہرگز زبان چمن مین

الہی یہ کس غضب کی آتش بھڑک رہی ہے تنور دل مین — کہ ہوگئے آہ سے ہماری چنار آتش فشان چمن مین

ہمارے حال زبون سے ہر دم نہین ہے لالہ ہی داغ بر دل — کہ چشم نرگس سے بھی ہوئے ہین سرشک شبنم روان چمن مین

خفا ہین ہم اپنی زندگی سے خوش آئین کیا ہمصفیر ہمکو — گلون کے یہ خندہ ہائے بیجا صبا کی اٹکھیلیان چمن مین

خدا کو مان اے سیاہ بختی بس اب تو سر یہ کھلانہ ہمکو — کہ نغمہ پیرا ہین عندلیبین غزل سرا قمریان چمن مین

کسی کی امید یون نہ ٹوٹے کسی کی تقدیر یون نہ پھوٹے — قفس سے جب ہم اسیر چھوٹے تو آئی فصل خزان چمن مین

بہ التفاتے کسے دو ہیچا چو نشنود داستان مارا — نوا زا اے برق خاطف اکنون بہ شعلۂ آشیان مارا

نہ پوچھ اے ہمنشین کہ جور فلک سے کیا جان پر بنی ہے — کہ دن کو ہے کام دلخراشی تو رات کو شغل جانکنی ہے

رفیق کیونکر نہین نہ صدمے مصیبتین ہون نہ کیسے مونس — کہ ہمسے آرام کو عداوت فراغ بالی کو دشمنی ہے

نہ رو نہ او شہسوار ہمکو ضعیف عاجز شکستہ پا ہین — کہ پائے تمکین ترا ابھی غافل سمجھ لے آخر شکستنی ہے

الہی کیون آجتک نہ آیا ہماری حالت مین کچھ تغیر — کہ وقت جو ہے گذشتنی ہے زمانہ جو ہے وہ رفتنی ہے

کیا دم خنجر حوادث نے ذبح یون بیدریغ ہمکو — کہ طائر روح شکوہ سنج ما سوئے ذبح قتلتنی ہے

جو اپنے محبوب آرزو سے نہین ہے کچھ لطف زندگی کا — شمار زندون مین خاک ہون ہم کہ چھائی چہرہ پہ مردنی ہے

ہے آنکھ کو شغل اشک ریزی تو دل مین سوز الم کی تیزی — جو ایک جانب ہے آب پاشی تو اک طرف آتش افگنی ہے

ہمین اگر خاک پر گرایا تو اے فلک تو نے کیا گرایا — ہمارا شیوہ ہی خاکساری نیازمندی فروتنی ہے

قمر بجائے رسید اینکہ بہ معرض بخت پستی ما
زرنگ صد نیستی نمودند غازۂ رو کی ہستی ما

ملک محی الدین احمد قمر

سوالات علمیہ کے جوابات

تمہید زندگی۔ دل۔ دماغ۔ اور پھیپھڑوں کے مشترکہ فعل کا نام ہے۔ ان تینوں مین سے خواہ کوئی عضو اپنا کام چھوڑ دے باقی دونوں ہی جلد بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ گویا زندگی کے لئے یہ اعضاء ایکدوسرے کے لازم وملزوم ہین۔ لیکن زندگی کے ان ارکان ثلاثہ مین جزوی نقص پیدا ہو تو نقصان بھی جزوی ہی ہوتا ہے۔ مثلاً جب دل کمزور ہو جائے۔ یا اُسکے عضلاتی ریشے چربی مین تبدیل ہونا شروع ہو جائین۔ یا دل کے دروازون مین نقص پیدا ہو جائے تو اختلاج قلب۔ ضعف اور اسی قسم کے دوسرے امراض پیدا ہو جاتے ہین۔ اس صورت مین دل دماغ اور شش کے ساتھ ملکر کام تو کرتا ہے۔ مگر صحت اور عمدگی کے ساتھ نہین کر سکتا۔

جواب دوم اسی طرح جب شش کی ساخت مین خرابی واقع ہو جائے تو ضیق اور دمہ وغیرہ لاحق ہو جاتے ہین۔ اور بالکل اسی طرح جب دماغی ساخت کو کوئی صدمہ پہونچ جاتا ہے تو عقل مین فتور آ جاتا ہے۔ اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ (د) **انسانی عقل کا مستقر دماغ ہے۔** اس امر کو ہم دو طرح ثابت کر سکتے ہین:۔ اول **مشاہدہ** سے۔ دویم **تجربہ** سے۔

مشاہدات

الف۔ جو لوگ فتور عقل یا دیوانگی سے مرجاتے ہین ان کے پوسٹ مارٹم کرنے سے ہمیشہ انکی دماغی ساخت مین خرابی پائی جاتی ہے۔ بعض بعض حصص دماغ خصوصیت سے ماؤف پائے جاتے ہین۔

ب۔ سر کی شدید ضربون کے بعد عموماً عقل اور ہوش وحواس مین فتور آجاتا ہے۔

ج۔ وہ لوگ جو دیوانے یا بے عقل مشہور ہین اُن کے سر کی بناوٹ یا بالخصوص ان کے دماغ کی بناوٹ عام یا ایک صحیح یا تندرست انسان کے سر کی بناوٹ سے ضرور کسیقدر مختلف ہوتی ہے۔ حالانکہ انکے باقی اعضائے جسمانی پورے طور پر نشوونما پاتے ہین اور بظاہر ہمین کوئی نقص نظر نہین آتا۔ بلکہ بعض دیوانے تو خوب مضبوط اور قوی الجثہ یا تن و توش والے ہوتے ہین۔

تجربات

کسی بڑے اسپتال کے آپریشن روم مین جاکر دیکھئے۔ ہر روز مختلف مریضون کے مختلف اعضاء کاٹے جاتے ہین مگر کسی کا نتیجہ دیوانگی نہین ہوتا۔

جناب مولانا شبلی نعمانی مدظلہ کا پاؤن بندوق کی ضرب سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ اور اسکے بعد شاید ٹانگ کے نیچے کے حصے کا ایمپوٹےشن (Amputation) بھی کیا گیا مگر ان کی دماغی حالت اور قابلیت مین کوئی فرق نہ آیا۔ جیساکہ اس حادثہ کے بعد کی تصنیفات سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر اوسوقت کچھ بے چینی وغیرہ محسوس ہوئی تو وہ ضرب کے صدمے کا اثر تھا جسکو اصطلاح جراحی مین شاک (Shock) کہتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ کلورافارم سونگھنے کے بعد مریض کو صدمہ محسوس نہین ہوتا کیونکہ قوائے حاسّہ معطل ہو چکے ہوتے ہین۔

نتیجہ۔ سوائے **دماغ** کے جسم کے کسی اور حصہ پر چوٹ وغیرہ لگنے سے عقل مین فتور نہین آتا۔

جواب ح یہ امر مسلم ہے کہ عقل و بے عقلی مین اسوقت تک کوئی خاص مابہ الامتیاز قائم نہین کیا گیا۔ بے عقل آدمیون کے مرنیکے بعد اون کے دماغ کا **ڈی سیکشن** کرنے سے کوئی خاص بات نہین پائی جاتی سوائے اسکے کہ ساخت دماغ مین کچھ نقص ملتا ہے یا بعض حصص خصوصیت سے ماؤف پائے جاتے ہین جیساکہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور یہ تبدیلی تین طرح پیدا ہوتی ہے:۔ (۱) پیدائشی نقص کیوجہ سے (۲) امراض کے اثر سے اور (۳) ضربات۔ منشیات۔ غم اور خوشی کے اثر سے۔

ہم ہر روز دیکھتے ہین کہ ایک انسان ایک وقت مین ایک نہایت دانشمندانہ کام کرکے مشہور زمانہ ہوجاتا ہے اور دوسرے وقت وہی آدمی ایسی بیہودہ حرکت کر بیٹھتا ہے کہ کہ تمام دنیا اوسپر ہنستی ہے۔

ولایت کے ایک نہایت مشہور فلسفی کا ذکر ہے کہ وہ انگیٹھی کے سامنے بیٹھا بدن تاپ رہا تھا۔ اور غالباً اپنے فلسفیانہ خیالات مین محو تھا۔ آگ رفتہ رفتہ زیادہ تیز ہوگئی حتیٰ کہ اوسے برداشت کی تاب نہ رہی۔ حیران تھا کہ کیا کرے۔ کوئی علاج سمجھ مین نہ آتا تھا۔ آخر تابش نے نہایت ہی تنگ کیا تو لاچار ہوکر نوکر کو آواز دی۔ وہ کسی ضروری کام مین معروف تھا۔ ہاتھ رکے ہوئے تھے۔ مگر آقا کے زور سے چلانے پر دوڑا آیا۔ فلاسفر صاحب نے اسکو دیکھتے ہی کہا کہ انگیٹھی کی آگ فوراً کم کردو۔ کیونکہ مجھسے اسکی گرمی برداشت نہین ہوسکتی۔ نوکر نے خاص ضرورت کے لیے انگیٹھی مین کوئلے زائد دھکاے تھے اور اونکے سلگ جانیکا منتظر تھا۔ اور اب اُس ضرورت کے پورا ہونیکا وقت آگیا تھا۔ پس اوس نے مسکرا کر کہا کہ "حضور چار قدم پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائین۔ تپش خود ہی کم ہوجائیگی۔ آگ کی ضرورت سب ہے"

فلاسفر اس معقول جواب پر حیران رہگیا اور دل مین نوکر کی عقلمندی کی بہت تعریف کی اور ساتھ ہی اپنی عقل پر تعجب کیا کہ ایسا سہل نسخہ میرے ذہن مین کیون نہ آیا۔!

اس بات کو سمجھنے کے لیئے کہ عقل کے مرکزون مین خرابی پیدا ہوجانے یا عصبی ریشون کی ساخت بگڑ جانے سے بے عقلی خود بخود بطور نتیجہ کے ظاہر ہوتی ہے ایک مثال کا سمجھ لینا کافی ہے اور وہ یہ ہے۔

جب ہم سانس لیتے ہین تو تازہ ہوا داخل ہوجانے سے یا تازہ ہوا داخل کرنیکی غرض سے جوف سینہ کشادہ ہوجاتا ہے۔ حجاب حاجز جسے ڈایافرام کہتے ہین اور جو جوف سینہ اور جوف شکم مین حد فاصل ہے نیچے کی طرف دباؤ ڈالتا ہے اور سینہ کے دیگر عضلات

ایک خاص قسم کی حرکات کے ذریعے امداد کرتے ہین جون ہی سانس لیا گیا کافی ہوا داخل ہوگئی۔ پھر سانس نکالا جاتا ہے مگر اُسکے لئے کسی خاص عضو کو کوئی کام نہین کرنا پڑتا بلکہ وہی عضلات جو سانس لینے کیوقت پھیلے تھے اپنی جگہ واپس آجاتے ہین اور اُنکے اصلی جگہ واپس آجانے سے ہی برآمد تنفس مین خلل واقع ہوجاتا ہے اسی لئے علم فسزیالوجی (Physiology) مین یہ مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے کہ سانس لینے کے تو خاص عضلات ہین مگر سانس نکالنے کا کوئی نہین۔

اسی طرح عقل کے لئے تو قادر مطلق نے خاص حصص دماغ مقرر کئے ہین مگر بے عقلی کے لئے کوئی خاص ساخت ابھی تک تحقیق نہین ہوئی۔ بلکہ عقلی مرکز دماغ مین خرابی پیدا ہو جانیکا نام ہی بے عقلی قرار دیا گیا ہے۔

جواب الف ایک صحیح اور تندرست دماغ کے اپنے افعال متعلقہ کو بصحت تمام ادا کرنیکا نام عقل ہے۔

جواب ب یہی قاعدہ حیوانات پر بھی عائد ہو سکتا ہے۔

جواب ج چونکہ حیوانی دماغ کی ساخت نسبتاً ادنیٰ قسم کے مادے سے ہوتی ہے اور اسمین وہ پیچیدگیان اور نشیب و فراز نہین ہوتے جو ساخت دماغ انسانی کا خاصہ ہین اس لئے حیوانات کی عقل بھی ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

جواب ط عقل بیشک واحد ہے۔ مگر ساخت دماغی کی تکمیل کے جدا جدا مراتب ہونیکی وجہ سے اور نیز تربیت۔ صحبت۔ تعلیم۔ غذا۔ آب وہوا۔ تجربات۔ مشاہدات۔ اور واقعات روزمرہ کے مختلف انسانون پر مختلف طریقون سے اثر پڑنیکی وجہ سے ایک قسم کا ظاہری تفاوت پیدا ہو گیا ہے۔ در اصل کوئی اختلاف نہین۔ مثلاً بھوک کا علاج ہر قوم و ملک مین عقل نے خوراک تجویز کی ہے اور اس حد تک حیوان بھی اسی زمرے مین شامل ہین۔ لیکن ہر جگہ مخصوص مقامی حالات کیوجہ سے اسکی

مختلف صورتین قرار پاگئین ۔ کیک ۔ پلاؤ ۔ چپاتی ۔ پھل ۔ گوشت وغیرہ اور حیوانی اور انسانی عقل مین فرق مراتب بھی پیدا ہوگیا ۔

موسم کی تاثیرات سے بچنے اور بعض دلی جذبات وخیالات کو مستتر رکھنے کی غرض سے عقل نے جسم کو ڈہانکنے کی ضرورت محسوس کی مگر مختلف مقامی حالات وضروریات نے اسکی مختلف صورتین پیدا کردین ۔ وقس علیٰ ہذا ۔

جواب ی جس کام کو انسان دیر تک کرتا ہے اُس سے ایک قسم کی محبت سی ہوجاتی ہے جو فی الحقیقت عقل ہی کا تقاضا ہے ۔ اس لئے اس عادت یا عالت کو چھوڑ دینا اوسے ناگوار گذرتا ہے یہین سے تفاوت کی بنا پڑتی ہے ۔ ورنہ اصل الاصول سب کا ایک ہے ۔ پنجابی زبان کی یہ مشہور مثل کس قدر صحیح ہے کہ" سو عقلمندونکی تو ایک ہی رائے ہوتی ہے مگر دو بیوقوفونکی رائے ہمیشہ ایکدوسرے کے مخالف ہوتی ہے "۔

ایک ہی قسم کے حالات مین پرورش پانیوالے لوگونین اختلاف کیوجہ باریک دماغی ساخت کے تکمیلی درجونکا اختلاف اور نیز روزمرہ کے پیش آمدہ واقعات وغیرہ کا اثر ہے اگر دوسری کمزوریان ساتھ شامل نہ ہون تو یہ اختلاف موجب برکت ہے ۔ (سنا) کا جواب ضمناً آگیا ہے ۔

یہ جوابات بہ سبیل ایجاز طبی نکتہ خیال سے لکھے گیے ہین ۔ فلسفیانہ بحث رہگئی ۔ میدان وسیع باقی ہے جسے باقی اہل قلم حضرات کے تفنن طبع کیلئے چھوڑتا ہون ۔ آخری سوال خصوصیت سے قابل توجہ ہے ۔ امید ہے جس کسی بزرگ کو فرصت ہوگی قوم کو فائدہ پہونچانے سے دریغ نہ فرمائینگے ۔

افسوس ہے کہ الناظر مین تصاویر کا انتظام نہین ورنہ دماغ کی تصویرین دیگر اور بادوف مقامات کے اثر دکھاکر مضمون کو اور واضح کردیتا ۔ بہرحال اب بھی امید ہے کہ اہل ذوق یہ سطور قبولیت کی نظر سے دیکھینگے ۔

جناب سائل کی ان سطور سے تسلی نہ ہوگی تو راقم الحروف زیادہ وضاحت سے بھی لکھ سکتا ہے فی الحال اختصار مد نظر رکھا گیا ہے۔

نوٹ ۔ جوابات ترتیب سائل کے مطابق نہین ۔ مئی کا الناظر سامنے رکھکر جواب ملاحظہ فرمائے جائین ۔

ہیچمیرز عبدالحکیم بسمل ہوشیارپوری

جزیہ اور خراج

سرسری طور پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جزیہ اور خراج یہہ دونون لفظ ایک دوسرے کے ہم معنا ملتے جلتے ہین ۔ اور کیا عجب ہے کہ اسکا استعمال بھی ایک ہی جگہ ۔ موقع اور محل پر ہوتا ہو لیکن حقیقتاً دونون لفظون کا مفہوم ۔ استعمال ۔ موقع ۔ محل اور معنے ایک دوسرے سے بالکل جدا اور الگ ہین ۔

یون تو جزیہ کا رواج بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے یہانتک کہ یونانیون نے پانچسو سال قبل مسیح باشندگان سواحل کوچک سے جزیہ وصول کیا تھا ۔ اور جن باشندون نے اس بنا پر قبول کرلیا کہ جزیہ دینے والا نہ قتل کیا جائے ۔ نہ کسی وقت جنگ مین بلایا جائے اور غیر دیگر سواحل کے باشندون کے خونخوار حملون سے محفوظ رکھا جائے ۔ چنانچہ اسلام مین یہہ قاعدہ تھا کہ بعد قبول اسلام جزیہ لینا موقوف کردیا جاتا تھا ۔ لیکن یہہ قاعدہ صرف اسلام ہی تک محدود تھا ۔

اہل رومانے جزیہ کی مقدار فی کس ۹ گنی سے پندرہ گنی تک مقرر کردی تھی ۔ فارس والون نے کچھ عرصہ تک اسی مقدار پر جزیہ کی تعداد کو قائم رکھا لیکن بعد مین اسقدر ترمیم کردی تھی کہ آمدنی کی حیثیت پر ۔ ۱۲ ۔ ۸ ۔ و یا ۴ گنی فی کس مقرر کردی تھین ۔

عہد رسالت مین مسلمانون نے جو تعداد جزیہ قائم کی تہی اوسکی مختلف صورتین تہین۔ کسی جگہ کے باشندون سے سو دینار سالانہ اور کسی جگہ کے باشندون سے کپڑون اور پہلون پر چہارم لے لیا جاتا تہا۔ لیکن عہد عمر رضہ مین بوجہ اسکے کہ اسلامی فتوحات ترقی پر تہین چار دینار سالانہ اسکی کمی کی انتہا مقدار تہی لیکن پہر بہی

مالدار اور متمول اشخاص سے ۴۸ درہم سالانہ

متوسط الحال ,, ,, ۲۴ ,, ,,

ادنی درجہ کے ,, ,, ۱۲ ,, ,,

لیکن عہد عبد الملک مین تمام درجے شکست کر دیے گئے تہے۔ اور چار ہی دینار سالانہ مقدار قائم رہ گئی تہی۔ پہر عہد عمر بن عبد العزیز مین جزیہ بالکل ہی اوٹہا لیا گیا تہا۔ اور اگر کچہ تہا بہی تو شاذ و نادر۔ خاص خاص حیثیتون۔ اور حالتون مین جنکا ذکر اگر ضروری خیال کیا جائے گا تو تو کسی آیندہ موقع پر درج ہوگا۔

خراج۔ وہ شے ہے جو بحیثیت لگان سالانہ کسی اراضی پر لیا جائے۔ جسکی دو قسمین تہین۔ نقد اور بٹائی۔ یہ دستور بہت قدیم زمانہ سے مروج ہے۔ یعنے زمین چونکہ ملک شاہ تصور کی جاتی ہے اور اوسپر رہنے والے چونکہ زمین کی پیداوار سے نفع حاصل کرتے ہین اسلیے بحیثیت مالک ہونے کے پیداوار کا کوئی نہ کوئی حصہ بادشاہ کو پانا چاہئے۔ اسوجہ سے اس نفع کا نام جو مالک کو ملے خراج کہلایا ہے۔

عام طور پر تاتاری۔ جرمنی۔ رومانی۔ مصری۔ اور شامی اپنی اپنی سلطنتون کی اراضیات پر لگان باندہتے تہے۔ جسکے مختلف درجے اور مراتب تہے۔ لیکن صرف رومانیون نے اون رقوم کو جو بحیثیت لگان وصول کی جاتی تہین بہت باقاعدہ کر دیا تہا یعنی اس صیغہ کے متعلق الگ ایک دفتر قائم کر دیا تہا۔ جسمین ہر قسم کے اہلکار اعلی درجہ سے لیکر ادنی درجہ تک مقرر تہے۔

مسلمانون نے ہی یہ دفتر اوسی صورت و حالت مین قائم رکہا لیکن عبد الملک بن مروان کے

عہد مین اسقدر تغیر کیا گیا کہ دفتر عربی زبان مین ہو گیا۔ چنانچہ مسلمانون کے عہد مین ابتدأً یہہ کام خاص خلفاء کے سپرد رہا کرتا۔ مگر رفتہ رفتہ دار الخلافت سے متعلق کر دیا گیا۔ ابتدأً عرب۔ شام۔ فارس مین بٹائی کا رواج تھا۔ اوسکے بعد ۳۶۰۰ گز مربع پر ایک درم نقد اور ایک قفیز جنس پیداوار لگان مین سے وصول کیا جاتا تھا لیکن اوس اراضی پر جو از سر نو قابل کاشت بنائی جاتی تھی (توڑ) پیداوار کا دسواں حصہ خراج قرار پاتا تھا۔

لیکن پھر کچھہ عرصہ کے بعد اراضیات کی پیمائش کیگئی اور خراج کے درجے دوسرے طریقہ پر جاری کیے گئے۔

(۱) ایک جریب ایسی اراضی پر جسمین انگور بویا گیا ہو۔ دس درم سالانہ
(۲) " " " کھجور بوئی گئی ہو۔ آٹھ درم "
(۳) " " " جَو بویا گیا ہو۔ دو درم "

لیکن عراق عرب مین جو طریقہ بٹائی کا جاری تھا اُسکی بنا صرف اسقدر تھی کہ منصور کے عہد مین نرخ غلہ بہت گھٹا اور اوسکی پیداوار لگان کے لیئے کافی نہین ہوتی تھی اسوجہ سے بٹائی کا طریقہ جاری کیا گیا۔ اور بٹائی کی بھی کئی صورتین تھین یعنے نصف سے لیکر پانچوین حصہ تک۔

لیکن اونیسوین (۱۹) صدی کے آغاز مین جو سیاسیتی اصولون کے جاری ہونیکا بہتر زمانہ تھا ان تغیرات نے پھر رخ بدلا۔ یعنے تمام زمینین جو مختلف چھوٹے چھوٹے درجہ کے لوگون کے پاس زیر کاشت تھین نکال لی گئین۔ اور وہ تمام اراضیات ایک چک یا گاؤن یا مزرعہ کی صورت مین کرکے چند ذی مرتبہ۔ با اثر اور ذی وجاہت لوگون کے قبضہ مین دیدی گئین۔ یہہ لوگ اراضیات شکمی طور پر اوٹھا دیتے تھے اور پیداوار کی آمدنی سے۔ بعد ادائے خراج شاہ۔ خود فائدہ اوٹھاتے تھے۔

راقم ع۔ ر۔ اختر۔ علوی

در چشم محققان چہ زیبا و چہ زشت — منزل گہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت
پوشیدن بیدلان چہ اطلس چہ پلاس — زیر سر عاشقان چہ بالین و چہ خشت

ہندوستان مغلونکی آمد کے وقت

مثل عربون کے مغل اپنی تہذیب و تربیت اور دنیاوی ترقیات کے لیئے اسلام کے احسان مند ہین۔ قبل اسکے کہ اونہون نے اسلام جسمین قومونکو شائستہ بنانیکی انتہا درجہ کی قوت ہے) قبول کیا۔ اونکا شمار وحشی قوم مین تہا۔ وہ بہادر ضرور تھے لیکن تعلیم یافتہ نہ تھے۔ اُنکے حملونکو لوگ اتفاقی اور وبائی بیماریون سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ ان حملون مین انسان قتل و غارت کئے جاتے تھے۔ اون سے تجارت کو نقصان پہونچا کرتا تھا اور کھیتی برباد ہو جاتی تھی جہان کھین یہہ جاتے تھے وہان کا تمدن بجاے ترقی پانے کے برباد ہو جاتا تھا۔ لیکن جب اُنھون نے اوس عجیب و غریب مذہب اسلام کو اپنا شعار بنایا تو اوسکی حالت بالکل متغیر ہو گئی۔ مسلمان مغل بادشاہون نے شائستگی پھیلانے مین کمال کیا ہے۔ ہندوستان کے مغل فاتح صرف سپاہی ہی نہ تھے۔ وہ عالم بھی تھے۔ وہ قلم کو بھی اوسی خوبی سے استعمال کر سکتے تھے جیسے تلوار کو۔ ہندوستان اور اوسکے باشندے کبھی اونکا پوری طور سے شکریہ ادا نہین کر سکتے مغلون نے اس ملک کو مالدار بنایا اور باشندون مین شائستگی پھیلائی۔ ان مغل بادشاہون مین سے بعض زبردست عالم گذرے ہین۔ اورنگ زیب اپنے وقت کا بڑا عالم تھا اور دارا شکوہ اوسکا بدنصیب بھائی اگر لوگ یقین کرین تو اوس سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ بڑے بڑے شاہان مغلیہ اپنے کارنامے چھوڑ گئے ہین جس سے نہ صرف اونکے ملکون کے فتح کرنیکا پتہ چلتا ہے بلکہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے زبردست عالم تھے اور اُنکو کہان تک ملک کے شائستہ بنانے مین کامیابی ہوئی ہے۔

ہندوستان کا پہلا مغل بادشاہ بابر ہوا ہے۔ اوس نے اپنے حالات خود لکھے ہین جو تزک بابری کے نام سے مشہور ہین۔ اوسکی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان اوس وقت بادی تہذیب کے ادبنے درجہ پر تھا۔ ہندوستان کی غربت اوس کا افسوس حسب ذیل

تحریر بہت مشرح طور سے ظاہر کرتی ہے۔

اُس ملک مین نفیس گھوڑے نہین ہین عمدہ گوشت ۔ اچھے انگور۔ ذائقہ دار تربوز۔ خربزے نہین ہین ۔ اور نہ کوئی دوسرا خوش ذائقہ پھل ہے ۔ عمدہ قسم کے چاول ہین نہ ٹھنڈا پانی ۔ حمام ہین نہ مدرسے ۔ لوگونکے گھرون اور باغون مین بہتا ہوا پانی نہین ہے اونکے مکانات مین بھی صفائی نہین ہے ۔ نہ وہ خوبصورتی سے بنتے ہین اور نہ اونمین روشنی اور ہوا آنیکا کافی خیال کیا گیا ہے ۔ ہندوستانی لوگ ننگے پیرون چلتے ہین ۔ آدھے جسم کو ڈھانکتے ہین اور اکثر صرف کمر کے حصہ کو ایک لنگوٹی سے باندھ لیتے ہین ۔ عورتین بھی لنگوٹی استعمال کرتی ہین جسکا آدھا حصہ اونکی کمر پر ہوتا ہے اور آدھا اونکے سر پر۔

مولانا شبلی نے اپنے نہایت ہی قابلیت کے مضمون مین جسے اُنھون خافی خان اور ابوالفضل کی تحریرات سے اخذ کیا ہے اور جو جولائی کے الندوہ مین چھپ چکا ہے بہت ہی مشرح طور پر ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان مین زراعت کو مسلمانون نے بیحد ترقی دی ۔ اس کا ثبوت ایک دوسرے مغل بادشاہ جہانگیر کی تحریر سے بھی ملتا ہے ۔ مسلمانون ہی نے درختون کے قلم لگانیکا رواج ہندوستان مین کیا جس کی وجہ سے مختلف اقسام کے آم پیدا ہوتے ہین جو لطیف ناک اور خوش ذائقہ ہونے مین تمام دنیا کے پھلون پر فوقیت رکھتے ہین ۔

مسلمانون نے کشمیر کو فتح کرکے ایک بہشت کا نمونہ بنا دیا ۔ وہین اونھون نے فارس اور یورپ سے پھول منگا کر نہایت نفاست سے باغ بنائے مختلف اقسام کے میوہ جات کے پھل کابل اور فارس سے منگا کر لگائے گئے ۔ اور جہانگیر نے لکھا ہے کہ سیب فرنگ سے منگا کر لگایا گیا ہے ۔ کپڑون مین یہ تبدیلی ہوئی کہ بجائے لنگوٹی کے عمدہ قسم کے ریشمی کپڑے پہنے جانے لگے ۔

ابوالفضل نے اپنی مشہور و معروف کتاب مین جو ہندوستان کیلئے ایک عجیب

کتاب ہے دو درجنون سے زیادہ ریشمی کپڑون کی فہرست دی ہے - وہ لکھتا ہے کہ ان کپڑون کے کارخانہ کھولے گئے اور اوسکے ماہر فارس یورپ اور چین سے بلاکر اس فن کی تکمیل کیواسطے مقرر کئے گئے -

مسلمانون نے مولیشیونکی نسل بڑہانیکا علم بھی رواج دیاہے - اونٹ اس ملک مین پیدا ہونے لگے اور گھوڑونکی نسل مین بھی بہت ترقی ہوئی جہانگیر لکھتاہے کہ اکبر کی مبارک سلطنت کے پہلے لوگ صرف ایک قسم کا گھوڑا استعمال کرتے تھے جسے کونٹ کہتے ہین - یہہ بہت چھوٹے قسم کا جانور ہوتا ہے جو پہاڑی مقامات پر پایا جاتا ہے - اکبر کے زمانہ مین عرب اور ترکی گھوڑے نسل بڑہانے کی غرض سے منگائے گئے -

ہمارے مرحوم واجد علی شاہ کی طرح جہانگیر کو بھی چڑیون اور جانورونکا بیحد شوق تھا اُسنے اپنے عجائب خانہ مین مختلف اور طرح طرح کے جانور اور چڑیان جمع کی تھین - عمارت کے لحاظ سے تاج محل اور دوسری مشہور عمارتین مغلونکے فن تعمیر کو ظاہر کرتی ہین - امور سلطنت کے لحاظ سے اکبر کا جاری کیا ہوا طریقۂ وصول مالگذاری اب تک ہندوستان مین رائج ہے - اور اُسے انگریزون نے بھی اس ملک کیلئے نہایت ضروری سمجھا ہے اور کوئی دوسرا طریقہ نکالنا مناسب نہین خیال کیا -

مغلون نے زندگی کے ہر شعبہ مین خاطرخواہ ترقی کی اور اُنکے زمانے مین ہندوستان مہذب ملکون مین شمار کیا جاتا تھا - اور ملک مین مادی ترقی پھیلانا بھی انھین کا کام تھا کیونکہ ہندوون نے اس طرف مطلق توجہ نکی تھی بلکہ روحانی ترقی کی شاہراہ پر قدم رکھا تھا جسمین سچ تو یہہ ہے کہ کوئی قوم اب تک اونکے برابر دوڑ نہ سکی - لیکن اب تو مادی ترقی مین بھی ہندو آگے آگے جارہے ہین -

(ترجمہ) مضمون مسٹر مسیر حسین قدوائی
مطبوعہ مسلم ریویو بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

عبدالرحمن ادہمی - بی اے

غزلیات

درنگارین خانۂ وصف جمیلت ـ ازازل نقش دیواریم ما تصویر حیرانیم ما

چشم ترآتش بجان اندر شبستان وجود شمع گردیدیم و سوزانیم دگریانیم ما

مدت ہر دم ـ فنا جوید ز ما مثل حباب در ہوائے ہستی عمر فراوانیم ما

زلف تعبیرش بروے مرگ بکشاید بلا چشم ہستی راعجب خواب پریشانیم ما

کے بود یارب کہ از دنیا سوِ عقبیٰ شویم در رہ عصیان ہنوز افتان و خیزانیم ما

قطرۂ ہستیم ـ لیکن بر امید مغفرت این قدر جوشیم کز دریا فراوانیم ما

داورا مالک رقابا خسروا پوزش پذیر نیز چون فردوس از خیل غلامانیم ما

کسی سے لب کہ امید کشود کار نہین مجھے اجل کے بھی آنے کا اعتبار نہین

سنبھالے کون کسے ـ کون لے کسی کی خبر تمام بزم مین کوئی بھی ہوشیار نہین

جواب نامہ کا قاصد مزار پر لایا + کہ جانتا تھا اسے تاب انتظار نہین

یہ کہ کے اوٹھ گئی بالین سے میری شمع سحر تمام ہوگئی شب اور تجھے قرار نہین

ڈلی جو خاک شہیدان یہ اوس گلی کی ہوا چراغ لے کے بھی ڈھونڈا تو پھر مزار نہین

خزان کے آنے سے پہلے ہی تھا مجھے معلوم کہ رنگ و بوے چمن کا کچھ اعتبار نہین

کسی کے خون کا پیاسا ضرور ہے صیاد کمان مین تیر ہے فتراک مین شکار نہین

کسی کے جلوہ کو اس مشت خس سے کیا نسبت وہ صاعقہ نہین شعلہ نہین شرار نہین

قریب تر رگ گردن سے پھر بھی اتنا دور نظر کے سامنے وہ پھر بھی آشکار نہین

جو تو ہو پاس تو حور و قصور سب کچھ ہو جو تو نہین تو نہین بلکہ زینہار نہین

لیڈیز کانفرنس

بیداری اور قومی نفع ونقصان کی حس کو یوماً فیوماً روبہ ترقی دیکھکر جسقدر مسرت ہو کم ہے۔ شکر ہے کہ میری تحریک لیڈیز کانفرنس کے متعلق ملک کی اکثر خواتین نے اپریل اور مئی کے پرچہائے الناظر مین اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہین۔ مخالف آرا مین یون تو دور از کار قیل وقال سے کام لیا ہی گیا ہے مگر سب سے زیادہ زور اسبات پر دیا گیا ہے کہ پردہ دری لازمی نتیجہ انعقاد کانفرنس کا ہوگا۔ ہر گوشۂ ہندوستان سے خواتین کی نقل وحرکت اور اجتماع فی محل واحد مین ضرور بپردہ دری ہوگی۔ چونکہ یہی اعتراض کسیقدر مغالطہ انگیز ہے اسلئے مین کچھہ لکھنا چاہتا ہون۔

میری غرض مخالفت کی تردید نہین ہے اسلئے کہ تجربہ شاہد ہے تردید وتائید کی گرم بازاری ایک لاانتہاہی سلسلۂ بیہودہ پیدا کر دیتی ہے اور اصل معاملہ خبط ہو جاتا ہے جسوقت بہ غلبۂ آرا ر لایق خواتین اور حامیان ترقی تعلیم نسوان ہند کانفرنس کا وجود ضروری قرار دین گے یا غیر ضروری اسوقت فیصلہ ہو رہیگا۔ ہان تو وہ مغالطہ یہ ہے کہ خواتین مخدرات کی بے پردگی شرکت کانفرنس مین دو ہی طریقون سے ہو سکتی ہے من جہتہ السفر یا من جہتہ الاجتماع۔ شق اول مین بے پردگی کا توحہ بہت ہی مضحکہ خیز ہوگا اسلئے کہ ہمارا روزانہ مشاہدہ ہے کہ ہزارہا پردہ نشین خواتین ہندوستان کے ہر گوشہ سے سفر کے لئے نکلتی ہین اور نہ صرف بلحاظ ضرورت شدید بلکہ معمولی خاندانی رسوم مین شمول شرکت تقاریب خوشی وغمی اور تفریح وتفنن طبع کے لیے سفر ہوا کرتے ہین ظاہر ہے کہ ایسے سفر پردہ دلانہین ورنہ شریف مستورات اور اونکے محافظین کیون گوارا کرتے۔ جو خاتون جسقدر پردہ دار ہے اوسیقدر پردہ سے سفر کرتی ہے۔ دنیا کے کام رکے نہین رہتے اونکی انجام پذیری لابدی ہے ضرورت مین ایجاد پنہان ہے۔ جب ضرورت پیش آتی ہے تو پردہ کی ترکیبین سوجھتی ہین

اور اوسی نوعیت پردہ داری سے وہ ضرورت انجام پاجاتی ہے تو پھر کانفرنس کی شرکت مین وہم بیحجابی سفر کیون ؟

شق ثانی بھی وہم کے قابل نہین - ناظرین کو یاد ہوگا کہ مین نے اپنے مضمون ماسبق مین لکھا ہے کہ ہندوستان کے کیپٹل مقامات اور آبادبستیون مین کانفرنس کا انعقاد ہو - ظاہر ہے کہ ایسے مقامات مین لیڈیز ڈیلیگیٹس کے لئے مستور مکانات بکرایہ ملسکتے ہین اور منتظمین کانفرنس جنمین پردہ نشین عورتین ضرور ہی ہونگی پورے طور پر پردہ داری سے انتظام قیامگاہ کا کرینگی - کانفرنس ہال مین بھی پورا بندوبست پردہ کا ہوگا - غرض مسلمان بہنون کا آپسمین ملنا جلنا بے پردگی قرار دیا جائے تو خیر ورنہ خارجی کُل امور پورے پردہ کے ساتھ انجام پاسینگے - پھر بھی اگر کسیکی یہہ رائے ہو کہ کچھ نہ کچھ بے پردگی ضرور ہوگی تو یہ اپنا اپنا اعتقاد ہے -

مین نے اپنے مضمون مین وعدہ کیا تھا کہ مین اوامر ونواہی کانفرنس کے بھی وقتاً فوقتاً لکھونگا - اون اوامر ونواہی مین مینے پردہ کی بحث کو بھی شامل کیا تھا اور مین کسی آئندہ مضمون مین ضرور لکھنا خیراب لکھتا ہون کہ کانفرنس مین شریک ہونیوالی بیبیان پوری پردہ داری سے شریک ہونگی اور اپنے کو خوبی معاشرت نسوانی کا بہترین نمونہ ثابت کرینگی - مین پردہ کا بہت زیادہ حامی ہون اور اسبارہ مین سخت کنسرویٹیو ہون مین ابھی ہندوستانیون کو اسقدر مہذب نہین سمجھتا کہ بے پردگی یا بے حجابی کی اجازت دیجاسکے میری تو غرض یہ ہے کہ عورتین عورتین رہکر تعلیم و تربیت مین ترقی کرین - فائدہ حاصل کرین اور اپنی ہمجنسون کو فائدہ پہونچائین ہم عورتون سے مردانہ وار جرات کے طالب نہین اور نہ اوس ڈھنگ کی ترقی کو ہم عورتون کی حقیقی ترقی کہہ سکتے ہین ہر صنف انسانی کے خصوصیات امتیازیہ جداگانہ ہین اور اون خصوصیات کو سمیٹے بغیر اوس صنف کی ترقی نہین کیجاسکتی - آج اگر تمام خواتین ہند بیحجاب ہوکر یورپین زندگی کے اصول پر کام کرنا

چاہیئں تو اسقدر جد و جہد کی ضرورت ہی نہو۔ یہ جد و جہد تو محض اسی وجہ سے ہے کہ پردہ ہاتھ سے نہ جاے اور پردہ ہی پردہ میں عورتیں زیور تعلیم و تہذیب معاشرتی سے آراستہ ہوکر ثابت کردین کہ انسان اگر کوئی کام کرنا چاہے تو کیسی ہی کچھ بادی النظر مین رکاوٹین کیون نہون بہت ہی حسن وخوبی سے انجام دلیسکتا ہے۔

مخالفین کانفرنس اسبات کو خوب ذہن نشین کرلین کہ ہندوستان یورپ نہین ہے جہان کی عورتین اپنی قومی ترقی مین کانفرنس کی محتاج نہین ہین۔ وہان آزادی و بیحجابی کے بدولت میل جول مفت ہے اور ہر ایک خاتون ہر چیز کو بچشم خود دیکھکر سبق حاصل کرسکتی ہے۔ ہندوستان مین بہت شدید ضرورت ہے کہ بی بیان آپسمین ملین اور اپنے افادات کا انکشاف جاہل بہنون پر کرین۔ اور اس اہم کام کے اختیار کرنے مین بے پردگی کے اوہام مفروضہ سے سبک خیال ہو جائین

مجھے امید ہے کہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء تک ہندوستان کی سربرآوردہ خواتین ضرور اپنی اپنی رائین ظاہر کرینگی تاکہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے زمانہ انعقاد کی قربت پر بغلبہ آرا خواتین یہ مسئلہ طے ہوکر سکرٹری کانفرنس شعبہ تعلیم نسوان کے پاس بہیجا جاے اور باقاعدہ شکل اختیار کرے۔ مجھے زہرا فیضی صاحبہ کی اس راے سے اتفاق ہے کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھہ ہی یہہ کانفرنس بہی ہوتا کہ مرد اور عورتین ایکساتھہ اپنی اپنی کانفرنس مین شریک ہوسکین اور سفر کی مشکلات مین بہی مردون کی ہمسفری سے سہولت پیدا ہوجاے۔

خاتون روشن خیال بیگم فیضی نے اپنے مضمون مندرجہ الناظر بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء مین یہ بہی لکھا ہے کہ مردون کو بہی چاہیئے کہ محض باتین نہ بنائین بلکہ عورتون کے اس معاملہ مین خصوصاً اور تعلیم و تربیت کے حوصلون مین عموماً فراخدلی کے ساتہہ مدد کرین۔ ہمکو اتفاق ہے کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہے اور ابہی ہندوستان کی عورتین اتنی تعلیم یافتہ نہین ہوگئی ہین کہ اونکو مردون کی دستگیری کی ضرورت نہو۔ مگر ہم یہہ ضرور کہین گے کہ متفق ہوکر اپنے حقوق کا ظاہر کرنا اور مردون سے اپیل کرنا بہی عورتون کا فریضہ ہے۔ وہ جد و جہد کرکے اپنے شوق تعلیم کو ظاہر کرین آخر

(۲)

لیڈیز کانفرنس

فلک نے ساز بدلا۔ ساز نے نغمون کی گت بدلی

گتون نے رنگ بدلا۔ رنگ نے یارونکی مت بدلی

زمانہ کبھی کسی کو ایک چال پر نہین رہنے دیتا۔ نت نئے رنگ بدلتا ہی رہتا ہے۔ بس کسی سے تلون کی طرح۔ کل کچھ تھا آج کچھ ہے کل کچھ ہوگا۔ جو لوگ زمانہ کا ساتھ دیتے ہین زمانہ اونکا ساتھ دیتا ہے اور جو زمانہ کے خلاف ہین زمانہ اونکے خلاف ہے۔ اسی لیئے بڑے تجربہ کے بعد کہا گیا ہے۔ ؎

سدا ایک ہی رُخ نہین ناؤ بہتی

چلو تم اودہر کو ہوا ہو جدہر کی

اس اصول کا جس نے ساتھ دیا وہ دنیا مین کامیاب و بامراد رہا اور جس نے اس سے لاپروائی برتی زمانہ نے اوسکا نام و نشان تک صفحۂ ہستی پر باقی نہ رکھا۔

اپریل ۱۰ء کا الناظر پڑھکر مجھے ع اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے۔ خوشی و مسرت تو بنت نذر الباقر صاحبہ کے پاکیزہ و روشن خیالات پڑھکر ہوئی اور ماتم کا موقع حضرت ساغر لکھنوی کے تنگ و تاریک تخئیل کی بدولت ملا۔ افسوس ع برین عقل و دانش بباید گریست۔ خیال تھا کہ لیڈیز کانفرنس جیسی ضروری۔ اہم۔ اور مفید تجویز کو لبیک کہنے کے سوا اقطاع و جوانب ملک سے کوئی مخالف صدا بلند ہنوگی مگر ع خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم۔ ساغر صاحب کی نسبت اسوقت مین اس سے زیادہ کچھ نہین کہہ سکتا کہ اونھین ؎

نہ سمجھ نظم و نسق کی نہ خبر دنیا کی

نہین واقف کہ ہے رفتار کدہر دنیا کی

در پردہ گفتگو مین اوسقدر لطف کہان جو بے پردہ گفتگو مین ہے۔ ساغر صاحب اسدرجہ

پردہ کے سویہ معلوم ہوتے ہین کہ اونہون نے اپنا اسم گرامی بھی پردہ ہی مین رکھا ہے لہذا کسی پردہ نشین سے بے محابا گفتگو مناسب نہین معلوم ہوتی جسوقت وہ دیکھنے والون کے سامنے آئینگے سیوقت انشا اللہ کھل کر گفتگو کی جائیگی۔

اس پردہ نے تمہارا نام اور بھی نکالا
یہ بھی کوئی حیا ہے جو نام ہو حیا کا

بات یہ ہے کہ لیڈیز کانفرنس کے انعقاد کی آواز زمانہ کی آواز ہے اور زمانہ کی آواز کو کوئی روک نہین سکتا۔ اگر ایک جگہ سے بند کی جائیگی تو دوسری جگہ زیادہ زور شور کے ساتھ سنی جائیگی اور دوسری جگہ روکنے کی کوشش ہوگی تو تیسرے مقام سے وہی آواز زیادہ بلند لب و لہجہ سے سنائی دیگی وقس علی ذالک۔ زمانہ کی رفتار ترقی کسی سورما کے روکے نہین رک سکتی اور جس بات کا زمانہ معلم ہو وہ ایک روز پوری ہوکر رہیگی۔ سچ یہ ہے کہ لیڈیز کانفرنس کی ضرورت نے اب اسقدر جڑ پکڑ لی ہے کہ با دمخالف اسکو بالکلیہ اوکھاڑ کر نہین پھینک سکتی میری ناچیز رائے مین بنت نذر الباقر صاحبہ کی رائے نہایت سہل الحصول اور مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زنانہ صنعت وحرفت کی نمائش کے موقع پر لیڈیز کانفرنس بھی ہوا کرے اور ہماری خواتین کو تبادلہ خیالات کا سالانہ موقع دیکر قوم کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے کی بیش از بیش کوشش کی جائے۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

میرے خیال مین اس کام کی مستحکم بنیاد ڈالنے کے لئے شیخ عبداللہ صاحب بی۔اے۔ سکریٹری تعلیم النسوان سیکشن وایڈیٹر خاتون سے زیادہ قابل" زیادہ پرجوش" اور سچی دلسوزی وہمدردی سے کام کرنیوالا کوئی نہین مل سکتا لہذا مین اپنے مکرم دوست اور فدائی النسوان شیخ صاحب موصوف سے بادب التماس کرتا ہون کہ جس طرح آپنے "خاتون" کو اوس زمانہ مین نکالا جبکہ چارون طرف سے یہ آواز آرہی تھی کہ "این ہم بچہ شتر است" اور مدرسۃ النسوان کی اوسوقت بنیاد ڈالی جبکہ ہر جانب اسکے خلاف شور وغل مچ رہا تھا اور آخرش کامیابی حاصل کی

آج کون ہے جو خاتون سے استفادہ نہین اوٹھاتا اورا د سکے احسان سے انکار کرسکتا ہے
آج کون ہے جو مدرسۃ النسوان کے فیوض و برکات سے منحرف ہونیکی جرات کرسکتا ہے سیطرح
آپ خدا پر نظر رکھکر آئیندہ زنانہ نمائش کے موقع پر لیڈیز کانفرنس کی بنیاد ڈال دیجئے اور کوتاہ
نظر و بد بین اشخاص کی مخالفت بے جا کی مطلق پروا نہ کیجئے ع پھر دیکھئے بہار کیسی بہار ہو؟
فی الحقیقت آپ اوسوقت تک اپنے مشن مین نمایان کامیابی نہین حاصل کرسکتے
جب تک کہ لیڈیز کانفرنس نہ قائم کی جائے۔ اسکے چلانے کی ذمہ دار جب بنت نذر الباقر
صاحبہ اور بنت نصیر الدین حیدر صاحبہ جیسی بیدار مغز اور بارسوخ خاتونین موجود ہون
تو آپکو یا قوم کو مایوسی کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ انکی سرپرستی سے کامل یقین ہے
کہ لیڈیز کانفرنس اپنا بار آپ اوٹھانے کے قابل ہوگی اور آپ سے مالی مدد کی توقع نہ رکھیگی
اور بالفرض اگر ضرورت امداد پیش بھی آجائے تو ابتدائی حالت مین مین سمجھتا ہون کہ آپکو
بھی اعانت و دستگیری سے دریغ نہوگا اور نہونا چاہیئے۔
آپ لوگون کی مخالفت اور زبان درازی کی کچھ پروا نہ کیجئے ع ہوتی آئی ہے کہ
اچھون کو برا کہتے ہین۔ جس تندہی اور سرگرمی اور جیسی جانفشانی و جانکاہی سے آپ ترقی
و تعلیم نسوان کا کام کر رہے ہین اوسکو دیکھتے ہوئے مجھے ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ اس باب
خاص مین آپ سے کچھ اور زیادہ عرض کرون۔ ہان وہ لوگ جو بے سوچے سمجھے صرف اپنی بات
بالا کرنیکے لئے لیڈیز کانفرنس جیسی نفع رسان مخلوق تجویز کے خلاف اظہار رائے کرنے
لگتے ہین اونکی خدمت مین مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے ؎

عورتون مین نہ اگر علم کو پھیلا ئینگے
لوگ پچھتا ئینگے پچھتا ئینگے پچھتا ئینگے

راقم خاکپائے نسوان
سید دلگیر اکبر آبادی

ام عمارہ رضی اللہ عنہا

سنہ ۱۹۰۶ء میں سیرۃ ابن ہشام کا مطالعہ کرتے وقت جنگ احد کے بیان میں ان کا ذکر دیکھنے میں آیا۔ اسیوقت سے میں انکے حالات کی جستجو میں پڑ گیا۔ لیکن اگلی تاریخوں میں عورتوں کے حالات نہایت مختصر لکھے گئے ہیں۔ سیرۃ النبویہ اور سیرۃ محمدیہ میں وہی ابن ہشام والی روایت دہرائی گئی ہے۔ سیرۃ الحلبیہ میں بھی صرف وہی واقعہ ہے لیکن کسیقدر تفصیل کے ساتھ۔

اصابہ۔ اسد الغابہ اور استیعاب میں انکے حالات اسقدر کم ملے کہ اس شبنم سے میری پیاس نہ بجھ سکی۔ تاریخ طبری۔ تاریخ الخمیس اور بعض دوسری مستند تاریخوں میں بھی انکا نام آتا ہے لیکن مورخ انکے کارناموں کی طرف سرسری اشارہ کرتے ہوئے گذر جاتا ہے۔

انکے جنگ یمامہ کے کارنامہ کا ذکر اکثر مورخین نے کیا ہے لیکن تفصیل کسی نے نہیں لکھی البتہ فتوحات اسلامیہ کے مصنف نے اپنے معمول کے خلاف اس واقعہ کا کسی قدر بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ریاض المستطابہ میں بھی کچھ حالات ملے لیکن نہ ملنے کے برابر۔ ابن سعد نے طبقات کی آٹھویں جلد میں انکا تذکرہ کیا ہے اور اگرچہ فی الجملہ دوسرے مورخوں سے زیادہ لکھا ہے لیکن پھر بھی ناکافی ہے۔ تاریخ وفات تک کا پتہ نہیں۔

تہذیب التہذیب کا خلاصہ تو صرف ناموں کی فہرست ہے۔ اب اصل کتاب چھپ رہی ہے اسکی گیارہ جلدیں چھپکر آبھی چکی ہیں مگر افسوس کہ انکا تذکرہ بارھویں جلد میں ہے اور وہ ابھی تک نہیں آئی۔

زینب فواد کی کتاب الدر المنثور مصر میں چھپی ہے۔ اسکے لئے دو خط بھیجے کہ شاید اسمیں کچھ مفصل لکھا ہوگا۔ ہرچند وہاں تلاش کی گئی لیکن بدقسمتی سے نہیں ملی۔ ان سب کوششوں کے بعد مجبور ہو کر جو حالات ملسکے ہیں بالفعل انھیں کو پیش کرتا ہوں۔

ابھی تک میں نے ہمت نہیں ہاری ہے جستجو کا سلسلہ انشاءاللہ جاری رکھونگا یہانتک کہ اس

شیردل بہادر صحابیہ کی جو آنحضرت کے لئے سینہ سپر ہو کر لڑی ہے مکمل سوانح عمری لکھنے کے قابل ہو جاؤن ۔

مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم ٭ ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم

ام عمارہ کا نام نسیبہ ہے لیکن یہہ اپنی اسی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہین ۔ باپ کا نام کعب تھا ۔ وہ قبیلہ بنی نجار مین سے تھے ۔ انکی والدہ رباب بنت عبداللہ قبیلہ خزرج مین سے تھین ۔ ولادت ہجرت سے تخمیناً چالیس سال پہلے مدینہ مین ہوئی ۔ انکا نکاح انھین کے چچازاد بھائی زید بن عاصم کے ساتھ ہوا ۔ انسے دو بیٹے پیدا ہوے عبداللہ ۔ اور حبیب ۔ زید بن عاصم کے انتقال کے بعد انکا دوسرا نکاح انھین کے قبیلہ کے ایک شخص غزیہ بن عمر سے ہوا ۔ انسے ایک بیٹا تمیم اور ایک بیٹی خولہ پیدا ہوئی ۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور آپ نے لوگونکو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا تو مکہ کے اکثر لوگ دشمن ہو گئے ۔ انھون نے اسلام کی سخت مخالفت کی ۔ جو لوگ مسلمان ہوتے تھے انکو تکلیفین پہونچاتے تھے ۔ انکی ایذا رسانی کی وجہ سے کوئی مسلمان مکہ مین مشکل سے ٹھہر سکتا تھا ۔ چنانچہ آپ سبکو حبشہ کی طرف بھیجدیا کرتے تھے کیونکہ وہانکا بادشاہ مسلمانونکا بڑا حامی تھا اور انکو آرام دیتا تھا ۔ جب آپ نے سالہا سال کوشش کر کے دیکھ لیا کہ اللہ تعالے نے انکے دلونپر مہر لگادی ہے اور انکی عداوت اور دشمنی برابر بڑھتی چلی جاتی ہے تو انکا پیچھا چھوڑ دیا ۔ اور بڑے بڑے بازارون اور مجمعون مین جہان عرب کے تمام قبایل جمع ہوتے تھے لوگون کے سامنے اسلام کو پیش کرنے لگے ۔ یہہ خواہش بھی تھی کہ اگر کوئی دوسرا قبیلہ اسلام کی حمایت کیلئے آمادہ ہو جائے تو آپ ان لوگون کو چھوڑ کر انھین مین جا ملین ۔

اتفاق سے ایک سال مدینہ کے چھ آدمی آپکا وعظ سنکر مسلمان ہو گئے ۔ دوسرے سال چھ اور بڑھے ۔ اب حضور نے ایک صحابی کو جنکا نام مصعب بن عمیر رض تھا ان مسلمانونکے ساتھ مدینہ کو روانہ کر دیا کہ وہان قرآن کی تعلیم دین ۔ حضرت مصعب اور ان بارہ مسلمانونکی کوشش سے مدینہ کے بڑے بڑے سردار اسلام لائے اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے ۔ انھین اسلام لانیوالون

مین حضرت ام عمارہ اور انکا گھرانا تھا۔

تیسرے سال مدینہ سے ۷۵ مسلمان مکہ پہونچے۔ مشرکون کے خوف سے حج کے دو تین دن کے بعد رات کو پچھلے پہر ایک پہاڑ کی گھاٹی مین یہہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ وہان حضور کے ہاتھ پر ان سب لوگون نے بیعت کی اور یہہ عہد و پیمان ہوا کہ "حضور مدینہ تشریف لیچلین ہم جان مال اور اولاد سب کچھ اللہ کے دین کی مدد مین قربان کرین گے" اسی بیعت کو بیعت عقبہ کہتے ہین۔ جو لوگ اسمین شریک تھے اُنکا درجہ تمام انصار مین بلند ہے اس بیعت مین دو عورتین بھی تھین ایک تو یہی ام عمارہؓ دوسری ام منیع رض

اس عہد و پیمان کے مطابق آنحضرتؐ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے۔ کفار مکہ نے یہان بھی چین نہ لینے دیا کئی بار چڑہائی کرکے آئے اور لڑائیان کین۔ یہان تک کہ بدر کی لڑائی ہوئی جسمین مکہ کے کافرون کے اکثر بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور اللہ تعالے نے اسلام کو کفر پر نمایان فتح عطا فرمائی۔ کفار نے اپنے سردارون کا بدلہ لینے کی غرض سے بڑی سخت تیاری کی۔ اپنے آس پاس کے تمام قبیلون کو جمع کیا۔ سب کو ہتھیار اور سواری دی اور تین ہزار سے کچھ زیادہ جنگی آدمی جمع کرکے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر چڑہائی کی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ خبر سنکر مسلمانونکو جمع کیا۔ تقریباً ایک ہزار آدمی تھے۔ انکو لیکر جب لڑائی کیلئے نکلے تو انمین سے بھی تین سو منافق راستہ سے واپس چلے آئے۔ اب صرف سات سو مسلمان رہگئے منافقونکے بھاگ آنے سے اُنکا حوصلہ بھی پست ہوگیا تھا۔ مگر آنحضرت نے انکو ہمت دلائی اور اللہ پر بھروسہ کرکے مقابلہ کیلئے بڑھے۔

مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جسکا نام احد ہے اسکے دامن مین شنبہ کے دن ۱۱ شوال ۳ھ کو مقابلہ ہوا۔ مسلمان اچھے موقع پر پہونچگئے تھے۔ ایک محفوظ درہ تھا۔ کفار کے سات آٹھ سو سوار تھے۔ خالد بن ولیدرضؓ جو اسوقت تک اسلام نہین لائے تھے اِن سوارونکے سردار تھے سوائے اِس درہ کے اُنکے آنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا آنحضرتؐ نے

اس درہ پر ساٹھ ستر مسلمانونکو مقرر کردیا کہ اسطرف سے جب سوار حملہ کرین تو تم لوگ روکنا انکو آگے نہ بڑھنے دینا۔ اور جبتک ہم حکم نہ دین اُسوقت تک ہرگز اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ یہ لوگ لوہے کی دیوار کی طرح وہین جمگئے۔ جب کفار ادھر سے آنے لگے تو ان تھوڑے سے مسلمانون نے انکو نیزونپر رکھ لیا۔ مجبور ہو کر رک گئے اور میدان مین نہ آسکے۔ ادھر گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ مشرکونکو شکست ہو جائے کہ اتنے مین اسلامی فوج کا علم بردار شہید ہو گیا۔ بعض کافرون نے سمجھا کہ یہی رسول اللہ تھے۔ اُنھون نے خوشی کا نعرہ لگایا کہ ہمنے نبی کو قتل کردیا۔ مسلمانون نے جب یہ آواز سنی تو اکثر بدحواس ہو گئے۔ انکو کسی چیز کی خبر نہین رہی۔ کوئی جہان تھا وہین مایوس ہوکر بیٹھ گیا۔ کوئی گر پڑا۔ کوئی بیہوش ہو گیا۔ کسیکی آنکھین کھلی کی کھلی رھگین اور ہاتھ سے ڈھال تلوار گر پڑی۔ مشرک خوشی کے جوش مین لوٹے پڑے۔ درہ پر جو مسلمان تھے وہ بھی سراسیمہ ہوکر دوڑے کہ یہ کیا ماجرا گذرا۔ ان لوگونکا وہان سے ہٹنا تھا کہ خالد رض نے اپنے سوارونکو لیکر حملہ کیا۔ اور قیامت پر قیامت برپا کردی۔ سرور کائنات کے عم محترم امیر حمزہ رض اور بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔

اس سخت وقت مین حضور کے اردگرد صرف چند مسلمان جنکی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی حفاظت کیلئے رہگئے انھین مین ام عمارہ رض انکے دونون بیٹے عبد اللہ اور حبیب اور انکے شوہر عزیۃ بن عمر تھے۔ خود حضرت ام عمارہ رض کی زبانی مورخون نے اس واقعہ کی کیفیت لکھی ہے ہم اسکا ترجمہ کرتے ہین۔

"ام عمارہ نے کہا کہ مین اپنے کندھے پر مشک لئے ہوے پیاسون کو پانی پلا رہی تھی۔ یکایک مسلمانون نے شکست کھائی۔ اور انکے قدم اُکھڑ گئے۔ کفار نے چارون طرف سے سخت نرغہ کیا۔ مین نے اسوقت مشک پھینکی۔ اور ایک تلوار اُٹھا کر آنحضرت کی حفاظت کیلئے کہڑی ہوگئی۔ میرے پاس ڈھال نہ تھی کسی پلٹ کر جانے والیکی طرف حضرت نے اشارہ کیا وہ اپنی ڈھال پھینکتا گیا۔ مین دشمنون کے تیرون اور تلوارون کو اسی ڈھال پر روکنے لگی۔ مصیبت یہ تھی کہ ہم پیدل تھے اور غنیم سواریون پر

اگر وہ ہماری طرح پیدل ہوتے تو ہم آسانی سے اُنسے بھگت لیتے ۔ سوار اپنی پوری قوت سے ہمارے اوپر حملہ کرتے تھے ۔ اُنکا روکنا بہت دشوار ہوتا تھا ۔ مین نے تو یہ ترکیب نکالی کہ جب کوئی سوار وار کرتا تو اُسکو روک لیتی اور جون ہی وہ آگے بڑھتا پیچھے سے ایک ایسا وار کرتی کہ اُسکے گھوڑے کا پاؤن کٹ جاتا اور وہ مع سوار کے وہین گر پڑتا ۔ یہ دیکھکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے عبد اللہ کو زور سے آواز دیتے کہ اپنی ماں کی مدد کر ۔ وہ فوراً آجاتا اور مین اور وہ دونون ملکر اس سوار کا خاتمہ کر دیتے "

حضرت ام عمارہ کے بیٹے عبد اللہ کی زبانی روایت ہے وہ بیان کرتے ہین کہ

"مین اور میری ماں دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے ۔ مین دوسری طرف مشغول تھا کہ ایک مشرک نے پیچھے سے آکر میرے بازو پر ایک تلوار ماری ۔ زخم بہت کاری پڑا ۔ مین نے مڑکر اسپر حملہ کیا لیکن وہ سیدھا نکل گیا ۔ مین لڑ رہا تھا مگر میرا خون بند نہین ہوتا تھا ۔ حضور نے ام عمارہ کو حکم دیا کہ اسکے زخم پر پٹی باندھو ۔ وہ اپنے ساتھ اسی غرض کیلئے بہت سی پٹیان لائین تھین فوراً ایک پٹی نکالکر زخم کو خوب مضبوط باندہ دیا ۔ اور بولین کہ بیٹا اٹھو اور لڑو ۔ مین خون کے نکلنے سے بہت کمزور ہو گیا تھا اُٹھنے کی طاقت نہین تھی آنحضرت نے فرمایا کہ اے ام عمارہ ہر شخص مین وہ طاقت کہان ہوتی ہے جو تجھہ مین ہے ۔ اتنے مین وہ شخص جس نے مجھے زخمی کیا تھا پھر پلٹ کر اسی طرف آیا ۔ آنحضرت نے اُسکو دیکھکر فرمایا کہ اے ام عمارہ دیکھہ وہی شخص آرہا ہے جس نے عبد اللہ کو زخمی کیا ہے ۔ ام عمارہ نے لپک کر اُسپر تلوار کا وار کیا ۔ اُسکی ایک پنڈلی صاف کٹ گئی اور وہ اُوسی جگہ دہم سے گر پڑا ۔ پھر اُنھون نے آگے بڑھکر اُسکا سر کاٹ لیا ۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ ام عمارہ اللہ تعالے نے بڑا تازہ بدلہ تجھکو عطا کیا "

کئی گھنٹہ تک یہی حالت رہی ۔ حضرت ام عمارہ کے زخمون کا کچھ شمار نہ تھا لیکن انکے جسم مین فولاد کے تارونکی رگین تھین ۔ ذرا بھی تو ان زخمونکی پروا نہین کرتی تھین ۔ اور برابر جستی اور چالاکی کے ساتھ

حضور کی حفاظت مین مشغول تھین۔ اسی درمیان مین کسی کافر نے ایک پتھر پھینک مارا جس سے سرورِ کائنات کا بھی نیچے کا لب زخمی ہوگیا اور نیچے کے سامنے کے دو دانتون مین سے داہنا دانت شہید ہوگیا۔ پھر ایک مشہور کافر نے جس کا نام ابن قمئہ تھا اور جو بہت بہادر اور مشہور سوار تھا آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے خود کے دو حلقے رخسار مبارک مین دھنس گئے۔ حضرت ابی عبیدہ بن الجراحؓ نے ان حلقونکو نکالا۔ رخسار مبارک سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ یہ دیکھکر حضرت ام عمارہ نے نشتر کی طرح اچھلکر ابن قمئہ پر حملہ کیا۔ اسنے انکے مونڈھے پر بھی ایک تلوار ماری جس سے بڑا گہرا زخم آیا۔ باوجود اس زخم لگنے کے بھی حضرت ام عمارہ نے پیاپے اسپر تلوار کے کئی وار کئے لیکن وہ دشمن خدا دو زرہین پہنے ہوے تھا۔ ابن قمئہ تو بھاگ گیا۔ لیکن حضرت ام عمارہ کے بڑا کاری زخم لگا تھا۔ خون مین لت پت ہوگئین۔ حضور نے اپنے سامنے کہڑے ہوکر انکے زخم پر پٹی بندھوائی۔ اور فرمایا کہ واللہ ام عمارہ کا آج کا کارنامہ فلان فلان (چند بہادر صحابہ کے نام لیکر) کے کارنامون سے بہت بڑھکر ہے۔ ام عمارہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لیئے دعا فرمائے کہ اللہ تعالے آپکے ہمراہ مجکو جنت مین داخل کرے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ ام عمارہ نے کہا کہ اب اسکے بعد دنیا مین جو مصیبت چاہے میرے سر پر گذر جائے مجھے ذرا بھی پروا نہین۔

میدان جنگ سے جن مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے تھے انہین سے بعض بعض مدینہ کے قریب تک پہونچ گئے۔ ایک صحابیہ جنکا نام ام ایمن رضؓ تھا مدینہ سے مشک لیکر احد کیطرف آرہی تھین کہ مسلمانون کو پانی پلائین۔ دیکھا کہ لوگ بھاگے آرہے ہین۔ کیفیت پوچھی۔ انہون نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام ایمن نے زور سے چلاکر انکو ڈانٹا۔ اور مٹھی مین خاک بھر کر انکی طرف پھینکی۔ اور کہا کہ رسول اللہ کو چھوڑکر تم لوگ کس منھ سے یہان چلے آئے۔ مرد بنے ہوے ہو۔ یہ ہماری چوڑیان پہنو۔ اور گہر کا چولھا چکی سنبھالو۔ اور اپنی تلوارین ہمکو دیدو ہم جاکر لڑین۔ انکے اس کہنے سے وہ غیرت مند مسلمان پلٹے۔ ادھر یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہین۔ اب انکی ٹوٹی ہوئی ہمت پھر بندہی اور میدان مین جم گئے ظہر کے وقت لڑائی ختم ہوگئی۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ اور بڑے بڑے صحابہ کے ساتھ آپ پہاڑ پر گئے وہان نماز پڑھائی اور پھر مدینہ کیطرف روانہ ہوئے۔

ایک دنیاوی بیوی کا حال سنئے۔ مدینہ مین جب آنحضرت کے شہید ہوجانیکی خبر اڑی۔ تو وہ رنج وغم سے بیتاب ہوکر نکل کھڑی ہوئین۔ دونون آنکھون سے آنسو جاری تھے اور گرتی پڑتی احد کی طرف چلی جارہی تھین۔ راستہ مین ایک شترسوار ملا دوڑکر اس سے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ اوسنے کہا کہ خیریت ہے لیکن تمہارا باپ۔ بیٹا اور شوہر تینون شہید ہوگئے۔ انھون نے کہا اور رسول اللہ؟ کہا کہ وہ میلکے پاس دیکھو فوج کے ہمراہ تشریف لارہے ہین۔ خوشی سے اچھل پڑین اور کہا کہ جب رسول اللہ زندہ ہین تو ہمکو کسی کی کچھ پروا نہین ہے اللہ تعالی اپنے بندون مین سے جسکو چاہے شہادت عطا کرے۔

حضورؐ کو ام عمارہ کا بڑا خیال تھا۔ آپنے ساتھ ہی عبداللہ بن کعب کو انکے دیکھنے کیلئے بھیجا۔ معلوم ہوا اب حالت اچھی ہے۔ زخم مہلک نہین ہے۔ تب آپکو اطمینان ہوا۔ پورے ایک سال تک علاج کرنیکے بعد یہ زخم اچھا ہوا۔

بالاتفاق تمام مورخ لکھتے ہین کہ واقعہ حدیبیہ۔ خیبر اور حنین کی لڑائیون مین بھی ام عمارہ آنحضرت صلعم کے ہمراہ شریک ہوئین لیکن مجھکو ابتک کسی کتاب سے ان لڑائیون مین انکے کارنامونکی تفصیل معلوم نہین ہوسکی ہے۔ جنگ یمامہ کا حال جوکچھ معلوم ہوا ہے وہ لکھتا ہون۔ اہل یمامہ کا سردار مسیلمہ کذاب ایک نہایت زبردست اور بڑا جابر شخص تھا۔ پہلے تو مسلمان ہوا لیکن پھر دنیا کی لالچ مین مرتد ہوگیا۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد اُسنے بڑی سرکشی پر کمر باندھی۔ اسکا قبیلہ بہت بڑا تھا لڑنے والے تقریباً چالیس ہزار آدمی تھے اس نے اپنی اس قوت کے گھمنڈ مین آکر نبوت کا دعوی کردیا۔ اور سب سے اپنے آپ کو نبی کہلانا شروع کیا۔ جو نہ کہتا اوسکو طرح طرح کی سزائین دیتا۔

حضرت ام عمارہ کے بیٹے حبیب عمان سے مدینہ شریف کو آرہے تھے۔ مسیلمہ نے راستہ سے انکو پکڑ وا لیا اور کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہین؟ انھون نے کہا کہ ہان۔ اسنے کہا نہین۔ یہ گواہی دو کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے۔ انھون نے کہا ہرگز نہین۔ تب اسنے انکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ پھر یہی سوال کیا۔ انھون نے پھر وہی جواب دیا۔ دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ الغرض پھر پاون کاٹے۔ رانین کاٹ ڈالین لیکن انھون نے اس کذاب کی نبوت کا اقرار نہ کیا پر نہ کیا۔ اور جان دیدی۔ حضرت ام عمارہ نے جب یہ واقعہ سنا تو کلیجہ تھام کے رہگئین۔ اور اپنے دل مین ٹھان لیا کہ اگر مسلمانون نے لشکرکشی کی تو اس مرتد ظالم کو مین انشا اللہ خود اپنی تلوار سے جہنم مین داخل کر دونگی۔

حضرت ابو بکر رض خلیفہ نے جب مسیلمہ کذاب کے حالات سنے تو حضرت خالد بن ولید رض کو چار ہزار فوج کے ساتھ اسکے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ حضرت ام عمارہ حضرت ابوبکر رض کے پاس گئین۔ اور ان سے اجازت چاہی کہ اس لڑائی مین مجھے بھی جانے دیجئے۔ انھون نے فرمایا کہ ہم تمھاری بہادری اور جرات بہت اچھی طرح دیکھ چکے ہین اسلئے تم شوق سے جاؤ ہم تمکو روک نہین سکتے۔ مسیلمہ کذاب نے بڑا سخت مقابلہ کیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قدم قدم پر لاشون کے ڈھیر لگ گئے بارہ سو مسلمان شہید ہوے اور آٹھ نو ہزار کافر مارے گئے۔ اسی کش مکش اور ہنگامہ مین حضرت ام عمارہ نے اپنی نگاہ کے سامنے مسیلمہ کو رکھ لیا۔ جنگی بہادرونکو اپنے سامنے سے ہٹاتی برچھی کی نوک اور تلوار کی دھار سے اپنا راستہ نکالتی ہوئی غنیم کی بیچ فوج مین گھستی چلی جارہی تھین۔ نیزہ اور تلوار کے گیارہ زخم انکے لگے اور جب مسیلمہ کے بالکل قریب پہونچ گئین تو کلائی پر سے ایک ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن مطلق پروا نہ کی۔ اور آگے بڑھین کہ مسیلمہ پر وار کرین۔ اتنے مین کیا دیکھتی ہین کہ ایکدم سے اسپر دو تلوارین پڑین اور وہ کٹ کر گھوڑے سے گر پڑا۔ انھون نے دیکھا تو انکے بیٹے عبداللہ رض کھڑے ہین۔ پوچھا کہ تو نے اسکو قتل کیا؟ انھون نے کہا کہ ایک تلوار میری پڑی ہی دوسری

وحشی رضہ کی (یہ وحشی وہ ہے جس نے اپنی کفر کی حالت مین جنگ احد مین حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا تھا) اب معلوم نہین کس کے وار سے وہ مرا ہے - یہ دیکھکر ام عمارہ اسیوقت سجدہ مین گر گئین اور اللہ تعالی کا شکریہ ادا کیا -

زخمونکی وجہ سے اور خاصکر ہاتھ کے کٹ جانے سے وہ کمزور ہوگئی تھین - حضرت خالد رضہ جو فوج کے سردار تھے اور جنکی بہادری ضرب المثل ہے وہ ام عمارہ کی شجاعت اور بزرگی کی وجہ سے انکا بڑا ادب کرتے تھے - انہون نے انکے زخمونکے علاج اور تیمارداری مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا - جب حالت کچھ ٹھیک ہوگئی تو عبد اللہ رضہ انکو مدینہ مین لائے خود خلیفہ وقت حضرت ابوبکر رضہ انکو دیکھنے کیلئے انکے گھر آتے تھے -

حضرت عمر رضہ خلیفہ دوم کے زمانہ مین ایک دفعہ مال غنیمت مین چند بیش قیمت کپڑے آئے انمین سے ایک دوپٹہ زر کش نہایت قیمتی تھا کسی نے حضرت عمر رضہ کو یہ رائے دی کہ آپ اسے عبد اللہ بن عمر کی بی بی کو دین - کسی نے کہا فلان کو دین غرض مختلف لوگون نے مختلف رائین ظاہر کین حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ تمام لوگون مین سب سے زیادہ حقدار اسکا ام عمارہ کو سمجھتا ہون اُنکو دونگا - کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے احد کے دن سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ مین جدھر نظر ڈالتا تھا ام عمارہ ہی ام عمارہ مجکو نظر آتی تھین - داہنے دیکھتا ہون تو ام عمارہ - بائین دیکھتا ہون تو ام عمارہ - چنانچہ آپ نے انہین کے پاس ایک بھیجدیا -

راقم کو اسوقت تک اس سے زیادہ حالات نہین معلوم ہو سکے - فقط

اسلم - جیراج پوری

گذارش

الناظر کے بہت سے نمبر باقی رہ گئے ہین [illegible]

[illegible]

الناظر

ریویو

تحقیقات قمیصیہ

اس نام کا ایک رسالہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہی جسکے مولف کا نام سرورق پر ان الفاظ مین درج ہی:
"عالم امجد فاضل اوحد آیت من آیات اللہ الحاج مولانا شاہ قمیصی القادری حیدرآبادی سلمہ الہادی"

کچھ عرصہ سے حیدرآباد مین مولویون کی ایک انجمن (جسکو معلوم نہین کس لحاظ سے مولف صاحب "دنیا مین سب سے پہلی مجلس" قرار دیتے ہین) مجلس العلما کے نام سے قائم ہوئی ہی جسکے متعدد فرائض مین اگرچہ "بعض آزاد خیال مصنفونکی غلط بیانیون کا انکشاف" اور "آزادی کے طوفان بے تمیزی" کی روک تھام بھی داخل ہی۔ مگر اسکا خاص مقصد یہ ہے کہ

"یورپ کے سائنس اور فلسفۂ حکمت کی رنگ آمیزیون نے بعض علماء اسلام کو اسقدر دھوکے مین ڈال دیا ہے کہ وہ ان توہمات کی طلسم شکنی کی جگہ خود اصول اسلام مین انہین معتبر و مفید سمجھنے لگے ہین۔ مجلس العلما اس غلط فہمی کے سربستہ اسرار کا افشا کریگی۔"

بلا شبہ یہ مقصد نہایت اہم نہایت اعلیٰ ہی لیکن ہم مجلس العلما کے اراکین کی خدمت مین یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہین کہ

صیاد نۂ تو نخچیر مکن   چیزے کہ نخواندۂ تو تفسیر مکن

کے حکیمانہ اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

"تحقیقات قمیصیہ" اسی انجمن کا آرگن ہے اس رسالہ مین علامہ شبلی کے ایک مضمون زیر عنوان "ملل و نحل" (مندرجہ الندوہ جلد ۲ نمبر ۸) کا جواب دیا گیا ہے اور ابن حزم اور علامہ موصوف کے خلاف حسب ذیل امور کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

(۱) انبیا علیہم السلام معصوم ہین (۲) نبوت نسوان باطل ہی۔ (۳) سحر حقیقی و واقعی ہے۔

یون تو سارا رسالہ مجتہدانہ معلومات و محققانہ قابلیت سے لبریز ہے لیکن جس امر نے نہ صرف مولانا

شبلی کو سکوت اختیار کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔ بلکہ جس نے یورپ کے علمی طبقہ کو بھی محو حیرت کردیا ہوگا۔ وہ مولف صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ "**گویا جادو کا انکار فلسفہ کا انکار ہے**" واقعی توہمات سائنس کے طلسم شکن کو اسی جرات۔ دلیری۔ اور وسعت معلومات کی ضرورت ہے!! افسوس کہ لوگ اپنی ناواقفیت سے اسقدر بے بنیاد دعوی کر بیٹھتے ہین اور پھر متمنی رہتے ہین کہ ملک انکی جہالت کی داد دے۔

زیادہ افسوسناک یہ امر ہے کہ بعض مقامات پر الندوہ کی عبارت نقل کرنے۔ یا مولانا شبلی کے مفہوم کو ادا کرنے مین بے احتیاطی یا بددیانتی سے کام لیا گیا ہے۔ ایک سے زاید موقع پر ایسے جوابات دئے گئے ہین جنکو ابن حزم یا مولانا شبلی کے دعوی سے مطلق ربط نہین طرز تحریر مجادلانہ و مخاصمانہ ہے۔ ضخامت ۷۱ صفحہ کتاب پر قیمت درج نہین۔

"احوال واقعی"

الناظر کے مئی نمبر مین اوراس نمبر مین بہی رسالہ ربیع محجب کے اوراق کا شایع نہونا الناظر کے امن ناظرین کیلئے باعث تشویش ہوگا جو او سکے مطالب سے دلچسپی رکہتے ہین اور ہماری سلامت روی اور استواری کے معترف ہین لیکن ہم اون کو اطمینان دلاتے ہین کہ یہہ بے ترتیبی بالقصد نہتی اور عارضی تہی۔

مئی نمبر مین اسکے سوا اور بہی بہت سی فروگذاشتین تہین جسکا ہمین بہت افسوس ہے اصل یہہ ہے کہ مئی کا بڑا حصہ ہماری ایسی ذاتی مصروفیتون کی نذر ہوگیا جن سے ہم کسی طرح اس دنیا مین رہکر بچ نہین سکتے۔ اس وجہ سے اور نیز بعض دیگر مخالف اسباب کے جمع ہوجاتے اور اتفاقی امور کے پیش آجانے سے اوس ماہ کے پرچہ کا وقت پر شایع ہونا ہی دشوار معلوم ہوتا تہا۔ پس جنس اگرچہ کسی قدر کاسد تہی لیکن ہمنے اسی کو غنیمت جانا کہ جو حضرات مہینہ کی ابتدائی تاریخون مین الناظر کیلئے چشم براہ ہوتے ہین وہ ناامیدی کی زحمت سے محفوظ رہین اور جس حالت مین ممکن تہا رسالہ وقت پر شایع کردیا۔

اس نمبر مین ہمنے بہت کوشش کی کہ پچہلی فروگذاشتون کی تلافی ہوجاے اور یہہ کہنا بیجا نہوگا کہ ہم ایک حد تک اس سعی مین کامیاب ہوے لیکن ربیع محجب کے بارہ مین اب ہی وہی دقتین پیش آگئین۔ بہرحال ہمکو یقین واثق ہے کہ جولائی نمبر کی اشاعت سے پہلے اسکا پورا انتظام ہوجائیگا کہ آیندہ اس قسم کی بے ترتیبی نہونے پاے۔

اس نمبر کی اشاعت کے ساتھہ الناظر کا پہلا سال ختم ہوتا ہے۔ اور ہم خوش ہین کہ یہہ پہلا سال کامیابی اور ترقی سے دوش بدوش رہا۔ الناظر کی حالت مین فی الحال کوئی تغیر نہوگا لیکن ملک مین جو منزلت اوس نے حاصل کرلی ہے اوس پر اعتماد کرکے ہم امید کرتے ہین کہ پیش نظر تغیرات کا اعلان اسی سال کے اندر کیا جا سکے گا۔

رسالہ زمانہ کانپور

اردو کا بہترین باتصویر رسالہ ثابت ہوا ہے

مضامین کا چار دانگ ہند مین سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ ہر قوم اور مذہب کے بہترین انشاپردازاور شاعرون اور
پیشواؤن کی قلمی عنایات اسکو حاصل ہین۔ اسکا حجم ۸۰ صفحات ماہوار ہوتا ہے۔ ہر مذاق کے اعلیٰ ترین
ین اس مین شایع ہوتے ہین۔ اسکی لکھائی چھپائی انتہا درجہ کی نفیس اور دلپسند ہے۔ کاغذ بہترین
استعمال ہوتا ہی۔ ہر مرتبہ متعدد اعلیٰ درجہ کی دلکش اور دل پسند عکسی تصاویر شائع ہوتی ہین جنمین
ہر ایک تین رنگون سے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ آجکل مشہور اردو انشاپردازون اور ہندو مسلمان
[illegible]ون کی عکسی تصویرین کثرت سے شائع ہو رہی ہین۔

مئی ۱۹۱۰ء کا پرچہ شاہنشاہ عالم پناہ کی وفات حسرت آیات کی یادگار مین خاص اہتمام سے
ہوا ہے اسکا حجم سو صفحات سے زائد ہے۔ اور تیرہ ۱۳ اعلیٰ درجے کی تصاویر ہین جنمین نو ۹ تصاویر
[illegible]ظم ایڈورڈ ہفتم جنت آرامگاہ کے متعلق ہین عہد شیرخواری سے لیکر آخر وقت تک کی تصویرین
[illegible]گئی ہین اور چار اعلیٰ درجے کی مضامین بھی شاہنشاہ آنجہانی کی لائف پر ہدیہ ناظرین ہوئے ہین۔
باقی تصاویر مین شمس العلما مولانا آزاد دہلوی مرحوم کے دست خط کا عکس خاص طور پر دلچسپ ہے
[illegible]ل مضامین و تصاویر حد درجہ دلکش ہین۔

بہرحال اسکے خصوصیات کو دیکھتے ہوے کہا جا سکتا ہے کہ آجتک کوئی رسالہ اس اہتمام سے ملک
[illegible]یع نہین ہوا۔

جنوری فروری نمبر کے پرچے کوئی نہین بچے۔ خریداری مارچ سے شروع ہو سکتی ہے۔
اردو کے شائقین فوراً خریداری شروع فرمائین قیمت سالانہ ؏ نمونہ ۶؍ اردان ایڈیشن عم
زمانہ کی ترقی کا سال قرار دیا گیا ہی۔ اس لئے ہر نیا نمبر گذشتہ پرچے سے بڑھ چڑھ کر شائع ہوتا ہے۔

مینجر زمانہ۔ کانپور۔

[illegible]

رجسٹری شدہ

نشان تجارت

ڈاکٹر لاور کا
فاسفوڈائن



دماغی کمزوری فالج کمخوابی - ڈراونے خواب
دیکھنا - قوی کا قبل از وقت انحطاط اور نظام
جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض
جو قوت نامیہ کے کم ہوجانے سے
لاحق ہون - ان امراض کے بے ضرر
اور قابل اعتماد علاج مین اس دوانے
چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت
قائم رکھی ہے۔
فاسفورس کے اوس
مرکب عصبی کمزوری
اور اسی ذیل کی
دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور
تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت
سے دور ہوجاتے ہین۔

اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنے
سے ظاہر ہوجاتی ہے عصبی اور دماغی قوتون مین
زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دلمین عادت کے بالکل
خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہوجاتی ہے ہاضمہ مین
قوت آجاتی بھوک بڑھجاتی اور قبض رفع ہوجاتا ہے نیند
آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بھر
جاتا ہے لب سرخ آنکھین روشن اور جلد صاف اور
تندرست ہوجاتی ہے بالون مین مضبوطی آجاتی ہے جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضا کے تغذیہ پر کیسا عظیم اثر
کرتی ہے - دنیا کے ہر حصے کے باشندون
اور فن طبابت کے ماہرون کی
ہزارون مستند شہادتون سے یہ عالمگیر فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے کہ سائنس کی تحقیقات
دنیامین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی نمایان صفت اور معزز
کی قدردانی نصیب نہین ہوئی۔

خبردار

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے
مطابق محفوظ کرلیا گیا ہے اسلیئے اسکی نقل (رنگ مین یا کسی
دوسرے حیثیت سے) فروخت کرنیوالونسے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم اور نام کی
صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳-۸۴ء مین اعلی سند ملی تھی۔

ہندوستان بھرکے دواخانے اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) ... (کلان) ... فروخت کرتے ہین۔

صرف ڈاکٹر لاور کی
"فاسفوڈائن لیبوریٹری" واقع ہمپ اسٹیڈ لنڈن انگلستان
مین بنایا جاتا ہے

مفید عام پریس محلہ ارادت نگر متصل اسٹیشن ڈالی گنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا